تفسیرِ صافی
(جلد سوم)
تالیف
محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ مُلّا فیض کاشانی
ترجمہ تلخیص
مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی
تفسیرِ صافی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان
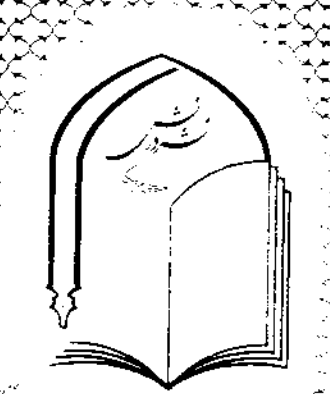
تفسیرِ صافی

(جلد سوم)

سورۃ انعام تا سورۃ یونس

—: تالیف :—

مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

—: ترجمہ و تلخیص :—

مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

—: شائع کردہ :—

ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

128, Oak Creek Road,
East Windsor, NJ-08520 (USA)

—: ملنے کا پتا :—

محفوظ بک ایجنسی ● مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

نام کتاب: .... تفسیرِ صافی (جلد سوم)

تالیف: .... مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

تلخیص و ترجمہ: .... مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

کمپوزنگ: .... احمد گرافکس، کراچی

سرورق: .... رضا عباس گرافکس

طبعِ اوّل: .... ۱۳/ رجب ۱۴۳۳ھ / جون 2012ء

ناشر: .... ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

ہدیہ: .... 600/- روپے

انتساب

والدِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا سیّد اظہار الحسنین رضوی

کے نام

جن کے فیضِ تربیت نے اِس منزل تک پہنچایا

اور

والدۂ ماجدہ نجمہ خاتون

کے نام

جن کی دعائیں اور نیک تمنّائیں ہمیشہ میرے لیے مشعلِ راہ ہیں

سیّد تلمیذ حسنین رضوی

اظہار تشکر

میں ''تفسیر صافی'' کی تیسری جلد کی اشاعت کے لیے اپنے عزیز دوست جناب مرتضیٰ صالح محمد کا صمیمِ قلب سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے اس کی طباعت کی ذمے داری قبول فرمائی ہے۔ خداوندِ عالم اُنھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور صحت و سلامتی کی دولت سے نوازتا رہے۔ قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ برائے ایصالِ ثواب:

یوسف علی صالح محمد اور صغریٰ بانو صالح محمد

ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائیں۔

الملتمس: سیّد تلمیذ حسنین رضوی

فہرست مضامین

سورۂ انعام

سورۂ اعراف

سورۂ انفال

سورۂ توبہ

سورۂ یونس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ انعام

سورۂ انعام مکہ میں نازل ہوا سوائے چھ آیتوں کے وَ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖۤ سے ...تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ۝ آیت ۹۱ سے ۹۳ تک اور قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ...... لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۝ آیت ۱۵۱ سے ۱۵۳ تک کہ یہ آیتیں مدینۂ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اور اس سورہ میں ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾

بے حد مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے
۱۔ ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے زمین و آسمان بنائے اور اندھیرے اجالے قرار دیے۔ اس کے باوجود کفر اختیار کرنے والے دوسروں کو اپنے پروردگار کا ہمسر ٹھہرا رہے ہیں۔

۱۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی توصیف کی ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ وہی تمام حمد کا سزاوار ہے۔ خواہ اس کی حمد کی جائے یا حمد نہ کی جائے وہ ہر حال میں محمود ہے ان لوگوں کے لئے جو حق سے منحرف ہیں، جو اپنے پروردگار کے لئے کسی کو ہمسر اور شریک قرار دیتے ہیں۔

وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ۬ؕ۔

اور اس نے اندھیروں اور اجالوں کو پیدا کیا۔

لفظ خَلَق اور لفظ جَعَل میں فرق ہے خَلَق کے معنی ہیں از سرِ نو پیدا کرنا۔ عدم سے وجود میں لانا اور جَعَل کے معنی ہیں بنانا کسی چیز سے دوسری چیز کو ایجاد کرنا۔

ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ۔

پھر بھی کفر اختیار کرنے والے دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر قرار دے رہے ہیں یعنی اللہ نے وہ کچھ پیدا کیا جسے کوئی اور پیدا نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کے باوجود یہ کفار اسے ان کا ہمسر قرار دیتے ہیں جو ان میں سے کسی شے پر قدرت نہیں رکھتے۔

اور لفظ ''ثُمَّ'' اس لیے لایا گیا کہ اس وضاحت کے بعد بھی کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے ان لوگوں کا دوسروں کو خدا کا ہمسر بنانا عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے جو بڑی حیران کن بات ہے۔

کتاب احتجاج میں اس آیت کے شان نزول کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں آیا ہے کہ اس آیت میں تین طرح کے لوگوں کے عقیدے کی رد ہے جب فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ تو اس میں دہریوں کی رد کی ہے جو یہ کہتے ہیں ہر شے بغیر کسی آغاز کے خود بخود موجود ہے۔

اس کے بعد فرمایا وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ تو یہ ثنویت[1] (دو خدا ماننے والے) کی رد ہے جن کا یہ کہنا ہے کہ نور و ظلمت دونوں اس جہان کے مُدَبّر اور چلانے والے ہیں۔

پھر فرمایا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ تو اس آیت کے ذریعہ عرب کے مشرکین کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بُت ہی ہمارے معبود ہیں۔[2]

---

(۱) ثنویت دو کے ماننے والے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نور و ظلمت ازلی اور قدیم ہیں مجوسیوں کے برعکس جن کا نظریہ یہ ہے کہ ظلمت حادث ہے۔ طریحی فرماتے ہیں کہ ثنویت مجوسیوں کا ایک فرقہ ہے جو دو مبدأ کے قائل ہیں مبدأِ خیر اور مبدأِ شر جسے وہ نور و ظلمت سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) الاحتجاج، ج ۱، ص ۲۴۔ ۲۵۔ احتجاج النبی علی جماعۃ من المشرکین۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾

۲- وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تمھارے لیے ایک مدّت حیات مقرّر کردی اور اس کے نزدیک بھی ایک مدّت حیات معیّن ہے، پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو۔

۳- اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی اور زمینوں میں بھی ہے، وہ تمھارے رازوں اور تمھاری علانیہ باتوں کو جانتا ہے، اور تم جو کچھ کماتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔

۲- هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ-

اللہ وہ ہے جس نے تمھاری خلقت کی ابتدا مٹی سے کی ہے۔

ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ-

اس کے بعد اُس نے تمھارے لیے ایک مدّت حیات معیّن فرمادی ہے جس میں نہ کوئی تقدّم ہے نہ تاخُر یعنی موت نہ اُس سے پہلے آئے گی اور نہ اُس کے بعد۔

وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ-

اور تمھاری موت کے لیے اللہ کے پاس ایک اور مدّت مقرّر ہے کہ وہ ایک مدّت کو مٹاتا ہے اور دوسری کو باقی رکھتا ہے، صَدَقہ دینے، دعا کرنے اور صلۂ رحمی کرنے کی وجہ سے اور اس کے علاوہ دوسرے اسباب بھی ہیں جو خوف، امید اور لوازم عبودیت کو ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اِن امور اور ان کے اضداد سے عمر بڑھتی اور گھٹتی ہے اور اسی میں بدا کا راز پنہاں ہے جسے ہم نے مکمّل طور سے اپنی کتاب "وافی" میں بیان کردیا ہے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ دو مدّتیں ہیں ایک حتمی مدّت اور ایک پَس وپیش والی مدّت۔ [۲]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے وارد ہے کہ " اَجَلِ مَقْضِی " وہ طے شدہ مدّت ہے کہ جسے اللہ نے مقرّر فرمایا ہے اور وہ حتمی ہے اور " مُسَمّٰی " وہ مدّت ہے جس میں بدا واقع ہوتا ہے وہ جسے چاہے مقدّم کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے مؤخر کردیتا ہے یعنی کسی کی موت پہلے واقع ہوجاتی ہے اور کوئی دیر سے مرتا ہے۔ اور

---

(۱) الوافی، ج ۱، ص ۵۰۷-۵۱۶، باب ۵۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۴

''محتوم'' وہ ہے جس میں کسی قسم کی تقدیم یا تاخیر نہیں ہے۔

ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔

پھر بھی تم اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو اور اس بارے میں بھی کہ وہ دوبارہ تمھیں مبعوث کرے گا۔ وہ بات شک و شبہہ سے بہت بعید ہے جس میں یہ لوگ شک کر رہے ہیں جب کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ ہی ان کا اور ان کے تمام اعضاے بدن کا خالق ہے اور ان کی مدت حیات تک وہی ان کو زندہ رکھنے والا ہے۔ پس جو اعضاے بدن کے خلق کرنے انھیں جمع کرنے اور ان میں زندگی ایجاد کرنے اور جب تک چاہے انھیں باقی رکھنے اور خوف و امید کے درمیان جب کہ امر کا فیصلہ ہو چکا تھا حتمی فیصلہ ہو جانے کے بعد دوبارہ موت کو موقوف کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو لازم ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور وہی سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے کہ بکھرے ہوئے اعضا کو جمع کرے اور انھیں دوبارہ زندگی عطا کر دے پہلی آیت توحید پر دلالت کرتی ہے اور دوسری آیت توحید اور دوبارہ زندہ کیے جانے پر واضح دلیل ہے۔

۳۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ

اور وہی اللہ ہے جو آسمان اور زمینوں دونوں میں معبود ہے اور دونوں میں اسی کی الوہیت اور وحدانیت کا چرچا ہے جیسا کہ اُس نے ارشاد فرمایا وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ (زخرف ۴۳ / ۸۴) وہی تو ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی اسی کی عبادت کی جاتی ہے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اسی طرح وہ ہر جگہ پر موجود ہے تو سوال کیا گیا کہ کیا فی ذاتہ موجود ہے تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا تجھ پر وائے ہو کہ اَمَاکِن سے مراد حصّے ہیں پس جب تم کہو گے کہ وہ بذاتہ ایک جگہ میں ہے تو یہ لازم آئے گا کہ تم کہو کہ ایک حصّہ میں اور اس کے علاوہ بھی لیکن وہ مخلوقات سے الگ ہے، اپنے علم، قدرت، احصا کرنے اور بادشاہت کے اعتبار سے ہر مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ زمین کے بارے میں جس قدر علم رکھتا ہے اتنا ہی اسے آسمان کے بارے میں علم ہے اور کوئی چیز اس کے لیے دور نہیں ہے، تمام اشیاء علم، قدرت، سلطنت، ملکیت اور محیط ہونے کے اعتبار سے اس کے نزدیک برابر ہیں۔ [۱]

يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ۔

وہ تمھارے رازوں کو اور تمھاری علانیہ باتوں کو جانتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ''سِرّ'' وہ ہے جسے انسان اپنے دل میں چھپالے اور ''جَهْر'' وہ ہے جسے وہ ظاہر کر دے۔ [۲]

وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ۔

اور تم خیر و شر جو بھی اکتساب کرتے ہو وہ اُسے جانتا ہے اور وہ اس کے مطابق ثواب اور عذاب دے گا۔

---

(۱) التوحید، ص ۱۳۳۔ ۱۳۲، ح ۱، باب ۸ القدرۃ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۴

وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④
فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤
اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ⑥

۴-ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی جب بھی ان کے سامنے آتی ہے تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔
۵- اور جب حق اُن کے پاس آیا تو انھوں نے اُسے بھی جھٹلا دیا، جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے رہے ہیں عنقریب اُس سے متعلق خبریں بھی اُن تک پہنچیں گی۔
۶- کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اُن سے پہلے ہم نے کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کرڈالا، جنھیں ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمھیں نہیں بخشا ہے، ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور نہریں بنائیں جو ان کے نیچے بہا کرتی تھیں آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں اُنھیں تباہ کرڈالا اور اُن کے بعد دوسری قوموں کو لے آئے۔

۴-مُعْرِضِیْنَ-
اس کی جانب توجہ نہیں دیتے تھے، ادھر دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔
۵-فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ-
جو کچھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُن کے پاس لے کر آئے انھوں نے اُسے جھٹلا دیا بھلا وہ اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے روگردانی کیوں نہیں کرتے۔
فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ-
جب اُن پر عذاب نازل ہوگا تو جس چیز کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے اُس کی حقیقت کا انھیں پتا چل جائے گا۔
۶-اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ-
کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اُن سے پہلے ہم نے کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کرڈالا۔
مِّنْ قَرْنٍ کے معنیٰ ہیں زمانے کے لوگ۔

مَكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ۔

جنھیں ہم نے جسمانی اعتبار سے بھی قوی بنایا تھا اور مالی لحاظ سے بھی وہ لوگ بہتر تھے۔

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ۔

اے مکّہ کے رہنے والو! ہم نے تمھیں وہ اقتدار نہیں بخشا اور وہ چیزیں عطا نہیں کیں۔

وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا۔

اور اُن پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں۔

وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ۔

اور نہریں بنائیں جو اُن کے نیچے بہا کرتی تھیں۔

اور وہ لوگ نہروں اور پھلوں کے درمیان نہایت اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ۔

یہ سب کچھ اُن کے کام نہ آیا اور ہم نے اُن کے گناہوں کی پاداش میں انھیں ہلاک کر ڈالا۔

وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ۔

اور اُن کے بعد اُن کی جگہ دوسری قوموں کو لے آئے۔

انشا کے معنی ہیں ایجاد کرنا، پیدا کرنا۔

یعنی جس طرح ہم نے تم سے پہلے قومِ عاد اور قومِ ثمود کو تباہ کر ڈالا اور اُن کی جگہ دوسری قوموں کو لے آئے اسی طرح ہم اس بات پر بھی قدرت رکھتے ہیں کہ تمھاری جگہ دوسری قوموں کو پیدا کر دیں۔

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾

وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾

۷-اے پیغمبر اگر ہم آپ پر کاغذ میں تحریر شدہ کتاب نازل کر دیتے اور لوگ اُسے اپنے ہاتھوں سے چھوکر دیکھ بھی لیتے تو کافر پھر بھی یہی کہتے یہ تو صریحاً جادو ہے۔

۸-اور وہ کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اگر ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو فیصلہ ہو جاتا پھر انھیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔

۹-اگر ہم فرشتے کو اتارتے تب بھی اُسے انسانی شکل ہی میں اتارتے اور اس طرح انھیں اسی شبہہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اب یہ مبتلا ہیں۔

۷-وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ-

اے پیغمبرؐ اگر ہم آپ پر کتاب کو کاغذ میں تحریر شدہ نازل کر دیتے۔

فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ-

اور وہ لوگ اُسے اپنے ہاتھوں سے چھوکر دیکھ لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف دیکھنے کی بات پر اکتفا نہیں کیا تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری آنکھوں پر تو نشہ چھایا ہوا تھا۔

لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ-

تو کافر پھر بھی اپنے شدید عناد اور سنگ دلی کی بنیاد پر یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

۸-وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ-

اور وہ کہتے ہیں اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل ہو جاتا جو اِن کی تصدیق کر دیتا اور ہمیں بتا دیتا کہ یہ نبی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اُن کا قول نقل کیا ہے: لَوْ لَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ (الفرقان ۲۸ / ۷) اے کاش اُن کی طرف کوئی فرشتہ نازل ہوا ہوتا جو اُن کے ساتھ لوگوں کو ڈرانے کا فریضہ انجام دیتا۔

وَلَوۡ اَنۡزَلۡنَا مَلَكًا لَّقُضِىَ الۡاَمۡرُ۔

اوراگر ہم فرشتے کو نازل کر دیتے تو اُن لوگوں کی ہلاکت یقینی ہو جاتی اس لیے کہ ان سے پہلے لوگوں کے لیے یہی طریقہ خداوندی جاری وساری رہا ہے۔

ثُمَّ لَا يُنۡظَرُوۡنَ۔

پھر فرشتے کے نازل ہو جانے کے بعد انھیں پلک جھپکانے کی بھی مہلت نہ ملتی۔

۹-وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلۡنٰهُ رَجُلًا۔

اوراگر ہم فرشتے کو اتارتے تو تب بھی اُسے انسانی شکل ہی میں اُتارتے۔

یہ دوسرا جواب ہے، یا دوسرے سوال کا جواب ہے اس لیے کہ کبھی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اُن کی طرف فرشتہ کیوں نہیں آیا اور کبھی اُن کا یہ کہنا ہے کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے کو اتار دیتا اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم فرشتے کو آپ کا ساتھی بنا دیتے جو آپ کی تصدیق کرتا اور وہ اپنی آنکھوں سے اس فرشتے کو دیکھتے یا ہم آپ کی جگہ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے جیسا کہ اُن کا مطالبہ تھا تو ہم اُسے انسانی شکل میں بھیجتے جس طرح جبرئیل امین دحیہ کلبی کی صورت میں تشریف لائے تھے اس لیے کہ بشری طاقت ایسی نہیں ہے جو کسی فرشتے کو اس کی اصلی شکل میں دیکھ سکے۔

وَلَلَبَسۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّا يَلۡبِسُوۡنَ۔

ہم انھیں اسی شبہہ میں مبتلا کر دیتے جس شبہے میں انھوں نے اپنے آپ کو مبتلا کر رکھا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا ہی جیسا ایک بشر ہے اور وہ لوگ فرشتے کو بھی جھٹلا دیتے جس طرح آپ کو جھٹلایا ہے۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر کے ذیل میں امام حسن عسکری علیہ السّلام نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ [۱]

کتاب احتجاج میں امام حسن عسکری علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی علی بن محمّد سے دریافت کیا کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہودیوں اور اُن مشرکین سے مناظرہ اور بحث کیا کرتے تھے جب وہ انھیں ملامت کرتے اور ان سے بحث وتکرار کرتے تھے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا بے شک کئی بار ایسا ہوا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ عبداللہ بن امیہ مخزومی نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہا! اے محمّد آپ نے تو بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور بہت ہی سخت بات کہی ہے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ پروردگار کائنات کی جانب سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، عالمین کے پروردگار اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والے کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ آپ جیسا رسول بھیجے جو ہماری ہی کی طرح کا ایک بشر ہے اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کے ساتھ ایک فرشتہ بھی آتا جو آپ کی تصدیق کرتا اور ہم اُسے دیکھتے بلکہ اگر اللہ کو ہماری طرف کسی نبی کو بھیجنا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ہماری طرف فرشتے کو مبعوث کرے نہ کہ ہماری طرح کے کسی

---

(۱) تفسیر امام عسکریؑ، ص ۵۰۶۔۵۰۰

بشر کو نبی بنائے۔اے محمد آپ پر تو جادو کر دیا گیا ہے اور آپ نبی نہیں ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو ہر آواز کا سننے والا اور ہر شے کا جاننے والا ہے، تیرے بندوں نے جو کچھ کہا وہ تجھے معلوم ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اے محمدؐ! ''وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۗ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ'' سے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ'' تک اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی سے کہا کہ تمھارا مجھ سے یہ کہنا کہ ''اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کے ساتھ ایک فرشتہ بھی ہونا چاہیے تھا جو آپ کی تصدیق کرتا اور ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتے بلکہ اگر اللہ نے نبی کو بھیجنے کا ارادہ کر لیا تھا تو اُسے ہماری طرف فرشتے کو بھیجنا چاہیے تھا نہ کہ ہماری طرح کسی بشر کو'' تو سنو تم اپنے حواس کے ذریعہ فرشتہ کو دیکھنے پر قدرت نہیں رکھتے اس لیے کہ وہ تو اس ہوا کی جنس کی طرح ہے جس کا دیکھنا ممکن نہیں اور اگر تم مشاہدہ کر بھی لو اس طرح کہ تمھاری قوت باصرہ کو بڑھا دیا جائے تو تم یہ کہنے لگتے یہ فرشتہ تو نہیں یہ تو بشر ہے، اس لیے کہ وہ بصورت بشر ظاہر ہوتا جس سے تم مانوس ہوتے تاکہ تم اس کی بات سمجھو اس کے خطاب کو پہچانو اس کے مفہوم سے واقفیت حاصل کرو تو تم کیسے معلوم کرتے کہ فرشتے نے سچ کہا ہے اور وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ برحق ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے بشر کو نبی بنا کر بھیجا اور اُن کے ذریعہ ایسے معجزات رونما ہوئے جنھیں ایسے لوگ فطری طور سے انجام نہیں دے سکتے تم جن کے راز ہائے قلوب سے واقف ہو تمھارا ایسے موقع پر عاجز ہونا اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ نبی اکرمؐ جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ معجزہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن کے صادق ہونے کا ثبوت ہے۔ اور اگر فرشتہ تمھارے سامنے نظر آئے اور اُس کے ہاتھ سے ایسے معجزات ظاہر ہوتے جنھیں بشر پیش نہیں کر سکتے تو اس سے تمھیں رہنمائی نہیں مل سکتی اس لیے کہ یہ تمام اصناف ملائکہ کی طبیعتوں اور فطرتوں میں سے نہیں ہے کہ جسے معجزہ قرار دیا جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پرندے جب محوِ پرواز ہوتے ہیں تو ان کا اڑنا معجزہ نہیں ہے اس لیے کہ تمام پرندوں کا کام پرواز کرنا ہے۔ اگر آدمی پرندوں کی طرح اڑنے لگے تو یہ معجزہ بن جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے امر کو تمھارے لیے آسان بنا دیا ہے اور تمھیں میں سے نبی بنایا ہے تاکہ وہ تم پر حجت بن سکے اور تم ایسے دشوار کام کا مطالبہ کر رہے ہو جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔[1]

حدیث طویل ہے اس کا باقی حصہ سورۂ اسراء اور سورۂ فرقان کے آخر اور سورۂ زخرف کے اختتام پر انشاء اللہ ہم بیان کریں گے۔

---

(۱) احتجاج، ج ۱، ص ۲۶ - ۳۰ نبی اکرمؐ کا احتجاج مشرکین کی جماعت کے خلاف

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

ع ۱۰ / ۷

۱۰- اے محمدؐ آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے۔ مگر آخر کار مذاق اڑانے والوں کے لیے ان کا مذاق ہی اُن کے گلے پڑ گیا اور وہ اس میں گھر گئے۔

۱۱- اِن سے کہہ دیجیے کہ ذرا زمین میں سیر و سیاحت کر کے دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے۔

۱۲- ان سے دریافت کیجیے آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہو! سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دے دیا ہے وہ روز قیامت تم سب کو ضرور جمع کرے گا جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کر رکھا ہے وہ قیامت کو تسلیم نہ کریں گے۔

۱۳- اور جو مخلوق رات اور دن میں بستی ہے سب اسی کی ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۱۰- وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ -

اے رسولؐ اگر یہ لوگ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے۔ اس آیت کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تسلّی دی جا رہی ہے اس برتاؤ پر جو قوم نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ -

سو جو لوگ اُن میں سے تمسخر کیا کرتے تھے اُن کو تمسخر کی سزا نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

۱۱۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ۔

کہہ دیجیے زمین میں سیر و سیاحت کرو۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ زمین میں سفر کرو۔ [۱]

ثُمَّ انْظُرُوْا۔

پھر تم اپنی آنکھوں سے دیکھو اور دل و دماغ سے سوچو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ قرآن میں غور کرو، اور انبیاء کے حالات کا بنظرِ غائر مطالعہ کرو۔ [۲]

اسی قسم کی بات امام صادق علیہ السلام سے سورۂ آل عمران میں بیان کی جاچکی ہے۔ [۳]

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔

کہ سابقہ امتوں میں رسولوں کا مذاق اڑانے والوں کا انجام کیا ہوا انھیں عذاب نے تباہ و برباد کرڈالا۔

۱۲۔ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ۔

آپ ذرا ان سے دریافت کیجیے: کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے: وہ کس کا ہے؟

یہ عتابانہ اندازِ سوال ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ ؕ۔

یہ گویا کہ اُن کا قول ہے۔ کہہ دو "وہ صرف اللہ کا ہے۔" اس بارے میں ہمارے اور تمھارے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اور تمھیں اس بات پر قدرت حاصل نہیں ہے کہ ان میں سے کسی شے کی اضافت غیرِ خدا کی جانب دو۔

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ۔

اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ اپنی معرفت کی جانب تمھاری رہنمائی کرے۔ اور دلائل قائم کرکے توحید سے تمھیں آگاہ کرے اور کتابیں نازل کرے۔ اور کفر و گناہ کی بنا پر سزا میں کچھ توقف سے کام لے تا کہ جو کوتاہی ہوئی ہے اس کا تدارک ہوسکے۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ۔

وہ صدیاں گذر جانے کے باوجود تم سب کو یکجا کرے گا۔

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ۔

روزِ قیامت جس کے واقع ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

کہا گیا ہے یہ جملہ الگ ہے، اور ان کے لیے ڈراوا ہے کہ وہ شرک کرتے ہیں اور غور و خوض کرنے سے غفلت برتتے ہیں۔ [۴]

---

(۱) طبرسی جامع الجوامع، ج ۱، ص ۳۶۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۴ (۳) آیت ۷ ۱۳ کے ذیل میں

(۴) تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۳۰۴

اور کہا گیا ہے کہ یہ جملہ رحمت کا بدل ہے کیوں کہ یہ بھی تقاضائے رحمت ہے۔[1]

اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ۔

جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اصل پونجی کو برباد کر کے جو ان کی فطرتِ اصلیہ تھی۔

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

پس وہ قیامت کو تسلیم نہیں کرتے۔ فطرت کو باطل قرار دینے نے انھیں اس منزل تک پہنچا دیا کہ وہ اپنے کفر پر اصرار کرتے ہیں۔

۱۳– وَلَهٗ۔

اور اللہ ہی کے لیے ہے۔

مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ۔

جو مخلوق رات اور دن میں بستی ہے۔

جو ٹھہرتی ہے اور مکانات میں آکر اترتی ہے۔ پہلے آسمانوں اور زمینوں کا ذکر کیا جو تمام مقامات کو گھیرے ہوئے ہیں اور یہاں رات اور دن کو بیان کیا جو تمام زمانوں کا احاطہ کر رہے ہیں تاکہ زمان و مکان کے ہر موجود کو اس آیت میں شامل کر لیا جائے۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اور وہ ہر بات کا سننے اور جاننے والا ہے۔ اس سے کوئی بات مخفی نہیں۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۰۴

قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ هُوَ يُطۡعِمُ وَ لَا يُطۡعَمُ ؕ قُلۡ اِنِّيۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ وَ لَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ کہہ دیجیے: کیا میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کو سرپرست بنالوں وہی تو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے، وہی سب کو روزی دیتا ہے اور کسی سے روزی نہیں لیتا، کہیے مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اس کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردوں۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

۱۴۔ قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا۔

کہہ دیجیے کیا میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور سرپرست بنالوں۔

ولی بنانے پر انکار نہیں ہے بلکہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو ولی ماننے پر انکار کیا جارہا ہے اسی لیے لفظ غیر پہلے لایا گیا اور ھمزۂ استفہام سے گفتگو کا آغاز کیا۔

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ۔

جو آسمانوں اور زمینوں کا موجد اور خالق ہے۔جس نے بغیر کسی مثال کے اپنی قدرت اور حکمت سے زمین و آسمان کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے۔

وَ هُوَ يُطۡعِمُ وَ لَا يُطۡعَمُ ؕ۔

وہی رزق رساں ہے ہر ایک کو روزی فراہم کرتا ہے لیکن کسی سے روزی لیتا نہیں ہے۔یعنی تمام فائدے اسی کی ذات سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ کسی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا۔

قُلۡ اِنِّيۡۤ اُمِرۡتُ۔

کہہ دیجیے: میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے۔

اَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ۔

کہ سب سے پہلے میں اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردوں۔ اس لیے کہ نبی اسلام میں اپنی امت سے سابق تھے۔

وَ لَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۔

اور مجھ سے کہا گیا کہ تم مشرکین میں سے نہ ہوجانا اور اس جملہ کا عطف ''قُل'' پر جائز ہے۔[1]

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج/۱، ص/۳۰۵

قُلۡ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۵﴾

مَنۡ یُّصۡرَفۡ عَنۡہُ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمَہٗ ؕ وَ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾

وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ ؕ وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ بِخَیۡرٍ فَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۷﴾

وَ ہُوَ الۡقَاہِرُ فَوۡقَ عِبَادِہٖ ؕ وَ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱۸﴾

۱۵- یہ بھی کہہ دیجیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے سنگین دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔

۱۶- اُس دن جس کی سزا ٹال دی جائے گی اس پر اللہ نے بڑا کرم کیا اور یہ بہت ہی نمایاں کامیابی ہے۔

۱۷- اگر خدا تم کو کسی تکلیف میں مبتلا کردے تو، تم کو اُس کے سوا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور اگر وہ تمھیں نعمت عطا کردے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۸- وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ دانا اور باخبر ہے۔

۱۵- قُلۡ اِنِّیۡۤ .... یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ-

یہ دوبارہ تاکید کی جارہی ہے کہ ان لوگوں کی طمع و لالچ کو منقطع کردیا جائے اور انھیں یہ بتایا جائے کہ وہ مشرکین نافرمان ہیں اور عذاب کے حق دار ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس آیت قُلۡ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ کا پڑھنا ترک نہ کیا یہاں تک کہ سورۂ فتح نازل ہوا اس کے بعد آپ نے اس کلام کا اعادہ نہیں کیا۔ [1]

۱۶- مَنۡ یُّصۡرَفۡ عَنۡہُ یَوۡمَئِذٍ-

اُس دن جس کی سزا ٹال دی جائے گی۔ جس شخص سے عذاب ٹل جائے گا۔

فَقَدۡ رَحِمَہٗ ؕ-

تو اللہ نے اس پر بڑا فضل کیا ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کوئی فرد بھی اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں نہیں جائے گا تو لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا آپ بھی

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۱۲۰، ۱۲۷

نہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت اور فضل کا سایہ ہم پر باقی رکھے۔[1]

وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ۔

اور یہ بہت ہی نمایاں کامیابی ہے۔

۱۷۔ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ۔

اور اگر خدا تم کو کسی مصیبت جیسے بیماری یا فقر و فاقہ میں مبتلا کر دے۔

فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ۔

تو اس کے سوا کوئی اور تمھیں اُن سے بچانے اور محفوظ رکھنے پر قادر نہیں۔

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ۔

اور اگر وہ تمھیں نعمت عطا کر دے جیسے صحت و عافیت اطمینان اور مرفہ الحالی۔

فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔

تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے خواہ اسے دوام عطا کرے یا اُسے ختم کر دے۔

۱۸۔ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔

اس آیت میں غلبہ اور قدرت کی بنیاد پر اس کے جلال اور کبریائی کی تصویر کشی کی گئی ہے یعنی یہ کہ سب کے سب اس کے تابع اور زیر نگین ہیں اور وہ ہر ایک سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔

وَ هُوَ الْحَكِيْمُ۔

اور وہ اپنے حکم اور تدبیر میں بڑا صاحب حکمت ہے۔

الْخَبِيْرُ۔

اور وہ بندوں سے باخبر ہے اور اُن کے جملہ مخفی حالات کو جانتا ہے اور ہر شے سے واقف ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۲۸۰

قُلۡ اَیُّ شَیۡءٍ اَکۡبَرُ شَہَادَۃً ؕ قُلِ اللّٰہُ ۟ۙ شَہِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ۟ وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّکُمۡ لَتَشۡہَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِہَۃً اُخۡرٰی ؕ قُلۡ لَّاۤ اَشۡہَدُ ۚ قُلۡ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ ۘ اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۲۰﴾

۱۹۔ اُن سے دریافت کیجیے: کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے۔ کہو! اللہ وہ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔ اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ تم کو اور جس جس تک یہ پہنچ سکے اس کو ڈراؤں۔ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں؟ اے محمدؐ کہہ دو! میں تو ایسی شہادت ہرگز نہیں دے سکتا، کہہ دو بلا شبہ وہ معبود یکتا ہے اور میں اُس شرک سے قطعی بیزار ہوں تم جس میں مبتلا ہو۔

۲۰۔ ہم نے جنھیں کتاب عطا کی ہے وہ ہمارے پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

۱۹۔ قُلۡ اَیُّ شَیۡءٍ اَکۡبَرُ شَہَادَۃً ؕ۔

کہہ دو کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے۔

اَکۡبَرُ شَہَادَۃً ؕ کا مفہوم ہے کہ سب سے بڑی اور سب سے سچی گواہی کس کی ہے؟

قُلِ اللّٰہُ ۟ۙ شَہِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ۟۔

اے نبیؐ آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ہے جو ہمارے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔

قُلِ اللّٰہُ یہ ایک الگ جملہ ہے جو سوال کا جواب ہے اور شَہِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ میں لفظ ہُوَ محذوف ہے اور وہ دوسرا جملہ ہے کہ وہ اللہ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔ [۱]

اور کہا گیا ہے کہ بلکہ اللہ گواہ ہے اور یہ اس سوال کا جواب ہے۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ غالباً مراد یہ ہے کہ اللہ جواب کا محتاج نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ سوال کا مفہوم یہ ہو کہ پیغمبر اکرمؐ کو کوئی خوف نہیں ہے کیوں کہ اللہ سب سے بڑھ کر گواہ ہے اور تم بھی اس بات کو جانتے

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۰۵ (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۰۵

ہو اور ''اَللّٰہُ شَهِيْدٌ'' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو سب سے بڑھ کر گواہ ہے اسی نے میری نبوت کی گواہی دی ہے۔ لفظ ''شئے'' اللہ کے لیے بولا جاسکتا ہے تاکہ کوئی خدائی صفات کا انکار نہ کرے لیکن لفظ ''شئے'' کا اطلاق اللہ کے لیے دوسری اشیاء سے مختلف ہے کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے یہی مروی ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مشرکین مکّہ نے یہ کہا اے محمدؐ کیا اللہ کو تمھارے علاوہ کوئی اور رسول نہیں ملا تھا وہ جسے بھیجتا؟ ہم نہیں دیکھتے کہ تم جو بات کہہ رہے ہو کوئی بھی اس کی تصدیق کرے گا؟ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آغاز کار میں انھیں دعوت دی تھی اور وہ ان دنوں مکّہ میں تھے انھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں سے سوال کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ہاں آپ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لہٰذا کوئی ایسا امر پیش کریں جو گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہ ہے۔ [۲]

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۔

اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تم کو اور جس جس تک یہ پہنچ سکے اس کو ڈراؤں۔

کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو دین کی باتوں سے آگاہ کروں اور قیامت تک جس جس تک یہ پیغام پہنچے اس کے لیے نذارت کا کام انجام دوں۔ [۳]

تفسیر مجمع البیان، کافی اور عیاشی میں اس آیت کے بارے میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وَمَنْۢ بَلَغَ سے مراد ہے کہ آل محمدؐ میں سے جو امام ہو تو وہ قرآن سے تبلیغ اور تخویف کا کام اسی طرح انجام دے گا جس طرح رسول اللہؐ انجام دیتے تھے۔ [۴]

تفسیر قمی میں بھی اس مفہوم کی روایت موجود ہے۔ [۵]

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۔

کیا تم لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں؟ آیت کے اس حصّہ میں مشرکین کے انکار کرنے اور دوری اختیار کرنے کے باوجود ان کی شہادت (گواہی) کا بیان ہے۔

قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۔

اے نبیؐ آپ کہہ دیجیے کہ تم جو گواہی دیتے ہو میں وہ گواہی نہیں دے سکتا۔

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ کہہ دو بلاشبہ وہ معبود یکتا ہے۔ یعنی میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہتا ہوں۔

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس (اللہ) کے۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۸۱ ذیل حدیث ۵ (۲) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۹۵ (۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۳۰۵

(۴) مجمع البیان ج ۴۔۳ ص ۲۸۲ و الکافی، ج۱ ص ۴۱۶ ح ۲۱ و تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۵۷۔ ۳۵۶ ح ۱۴ (۵) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۹۵

وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔

تم جو بتوں کی پرستش کرتے ہو میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

۲۰۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ۔

ہم نے جنھیں کتاب دی ہے وہ رسول اللہؐ کو اس صفت سے پہچانتے ہیں جو توریت اور انجیل میں بیان کی گئی ہے۔

كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ۔

جس طرح وہ اپنی اولاد کو ان کے صفات سے پہچانتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت انجیل اور زبور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفت ان کے اصحاب کے اوصاف اور ان کی ہجرت کا ذکر نازل کیا تھا اور یہ اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول محمد رسول اللہ سے لے کر پروردگار کے قول ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ تک (الفتح ۴۸/۲۹)

''محمد اللہ کے رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لیے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں...... یہی اُن کی مثال توریت میں ہے اور یہی ان کی صفت انجیل میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل میں رسول اللہ اور اُن کے اصحاب کی یہ صفت بیان فرمائی اور جب آنحضرتؐ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مبعوث کیا تو وہ اِن کو پہچانتے تھے جیسا کہ ارشاد باری ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ (بقرہ ۲/۸۹) [۱]

''پس جب وہ (نبی) ان کے پاس آیا جسے وہ پہچانتے تھے تو ان لوگوں نے اس کا انکار کردیا۔''

اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ۔

اہل کتاب اور مشرکین وہ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے۔

فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اس لیے کہ ایمان لانے کی اہلیت کو انھوں نے خود برباد کردیا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۳۳

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۱- اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان تراشی کرے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے یقیناً ظالم فلاح نہیں پاسکتے۔

۲۲- اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکین سے پوچھیں گے کہ آج تمھارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کا تمھیں دعویٰ تھا۔

۲۳- تو اس دن اُن سے کوئی عذر نہ بن پڑے گا بجز اس کے کہ وہ کہیں کہ قسم ہے ہمارے پروردگار اللہ کی! ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔

۲۴- دیکھیے انھوں نے کس طرح اپنے آپ کو جھٹلایا اور وہاں اُن کے سارے بناوٹی معبود گم ہوگئے۔

۲۱- وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا-

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان لگائے جیسے مشرکین کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، جو اللہ کے پاس ہماری شفاعت کریں گی۔

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ-

یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے۔

جس طرح انھوں نے قرآن کو جھٹلایا اور معجزات کو جادو کا نام دے دیا۔ اور اِن دونوں باتوں کو لفظ ''اَوْ'' لاکر الگ الگ بیان کیا ہے جب کہ مشرکین یہ دونوں عمل ایک ساتھ انجام دے رہے تھے۔ اس امر کی جانب متنبہ کرنے کے لیے کہ اُن میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر بہت بڑا ظلم ہے۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ-

یقیناً ظالم فلاح نہیں پاسکتے چہ جائیکہ وہ جو سب سے بڑھ کر ظالم ہو اور کوئی بھی اُس سے بڑھ کر ظالم نہیں ہے

جو اللہ پر بہتان لگا رہا ہے یا آیات کا انکار کر رہا ہے۔

۲۲۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا۔

وہ دن کتنا ہولناک اور خوفناک ہوگا جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے۔

ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ۔

پھر ہم مشرکین سے سوال کریں گے تمھارے وہ معبود کہاں ہیں جنھیں تم نے اللہ کا شریک قرار دیا تھا۔ [۱]

الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ۔

جن کے بارے میں تمھارا دعویٰ تھا کہ وہ خدا کے شریک ہیں اُس جملہ کے ذریعہ مشرکین کو سرزنش کی جارہی ہے کہ ان کے بنائے ہوئے شرکاء نے انھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچایا۔

۲۳۔ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ۔

تو اس دن اُن سے کوئی عذر نہ بن پڑے گا۔ تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں فتنہ کے معنیٰ ہیں معذرت، عذرخواہی۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان لوگوں کی معذرت جو یہ سمجھتے تھے کہ ان معبودوں کے ذریعہ وہ خالص ہو جائیں گے۔ یہ لفظ فَتَنَتِ الذَّهَبَ سے ماخوذ ہے جب سونے کو پرکھا جاتا ہے اور کھوٹا کھرا معلوم کیا جاتا ہے۔

إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ۔

بجز اس کے کہ وہ کہیں قسم ہے ہمارے پروردگار اللہ کی ہم مشرک تو نہ تھے وہ جھوٹ بولیں گے اور اللہ کی قسم کھائیں گے اس علم کے باوجود کہ حسرت و ناکامی اور خوف و ہراس کے وقت ان کا یہ کہنا بھی کسی کام نہ آئے گا۔

کتاب کافی اور میں امام باقر علیہ السّلام اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ اس سے مراد حضرت علیؑ کی ولایت لیتے تھے۔ [۳]

۲۴۔ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔

اے پیغمبرؐ دیکھیے کہ انھوں نے کس طرح اپنے آپ کو جھٹلایا اور وہاں اُن کے سارے بناوٹی معبود گم ہو گئے۔

احتجاج میں امیرالمومنینؑ سے ایک روایت ہے جس میں آپ نے روز قیامت کی ہولناکی کا ذکر کیا ہے کہ پھر انھیں کسی دوسری جگہ جمع کیا جائے گا اور وہاں اُن سے گفتگو کی جائے گی تو وہ کہیں گے خدا کی قسم اے ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں توحید پرست تھے مگر خدا پر ایمان لانا اُن کے کسی کام نہ آیا کیوں کہ وہ اللہ کے رسولوں کی مخالفت کرتے تھے اور جو کچھ انبیاء لے کر آئے تھے اُس کے بارے میں شک و شبہے کا

---

(۱) تفسیر بیضاوی، ج۱، ص۳۰۶ (۲) مجمع البیان، ج۳۔۴، ص۲۸۴

(۳) الکافی، ج۸، ص۲۸۷، ح۴۳۲ و تفسیر قمی، ج۱، ص۱۹۹

شکار تھے اور اوصیاء کے بارے میں عہد شکنی کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو مبنی بر کذب قرار دیا اور فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ [1] اے پیغمبرؐ دیکھیے انھوں نے کس طرح اپنے آپ کو جھٹلایا۔

تفسیر قمی کی روایت مقطوع ہے [2] انھوں نے کہا یہ آیت اس امت کے قدری [3] لوگوں کے لیے ہے اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں روز قیامت صابئین (ستارہ پرست) نصاریٰ اور مجوس (آتش پرست) کے ساتھ محشور کرے گا تو وہ کہیں گے "خدا کی قسم اے ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے" تو خداوند عالم کا ارشاد ہوگا......

قمی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہر امت میں کوئی نہ کوئی مجوس ہوتا ہے اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں "لَا قَدَرَ" قدر کچھ نہیں ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مشیت اور قدر خود اُن کی جانب سے ہے اور اُن کے لیے ہے۔ [4]

---

(۱) الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۶۰ (۲) وہ قول وفعل اور تقریر جو معصوم تک منتہی ہو اور سلسلہ سند تابعی یا معصوم تک متصل نہ ہو۔

(۳) قَدَرِیَة جو قَدَر کی جانب منسوب ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بندہ جو کام چاہتا ہے اپنے ارادے اور قدرت سے انجام دیتا ہے اس کے عمل میں اللہ کی مشیت اور قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ شرح مواقف میں ہے کہ یہ معتزلہ کی ایک شاخ ہے۔

حدیث میں آیا ہے لا یدخل الجنة قدری قدری جنت میں نہیں جائے گا۔ کیوں کہ اس کا یہ کہنا ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا بلکہ جو ابلیس چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ مجمع البحرین، ج ۳، ص ۴۵۱، مادۂ قدر (۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۹

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُ اِلَیۡکَ ۚ وَ جَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اَکِنَّۃً اَنۡ یَّفۡقَهُوۡهُ وَ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَ اِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا بِهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡکَ یُجَادِلُوۡنَکَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۵﴾ وَ هُمۡ یَنۡهَوۡنَ عَنۡهُ وَ یَنۡـَٔوۡنَ عَنۡهُ ۚ وَ اِنۡ یُّهۡلِکُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲٦﴾

۲۵- ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں، ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جن کی وجہ سے وہ کچھ نہیں سمجھتے ۔ اور اُن کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے، یہ سب نشانیاں دیکھ لیں پھر بھی اُن پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرنے آتے ہیں تو جو کافر ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ تو ایک داستان پارینہ کے سوا کچھ نہیں۔

۲٦- وہ اس سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ اس طرح خود اپنی تباہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں لیکن انھیں اس کا شعور نہیں ہے۔

۲۵- وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُ اِلَیۡکَ ۚ-

اے پیغمبرؐ جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر سنتے ہیں۔

وَ جَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اَکِنَّۃً-

ہم نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

اَکِنَّۃً کنان کی جمع ہے جو کسی چیز کو ڈھانپ لے، چھپا دے۔

اَنۡ یَّفۡقَهُوۡهُ-

تا کہ وہ اُسے سمجھ نہ سکیں۔

وَ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ-

اوران کے کانوں میں گرانی ہے جو سننے سے روک دیتی ہے۔ اس میں کنایہ ہے کہ ان کے دل اور اُن کے کان آیاتِ خداوندی کو قبول کرنے سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

وَ اِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا بِهَا ؕ-

وہ اپنی دشمنی کی زیادتی اور آباؤ اجداد کی تقلید کے استحکام کی بنا پر تمام نشانیاں دیکھ کر بھی انھیں تسلیم نہیں

کریں گے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ -

یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس بحث و تمحیص کرنے آتے ہیں۔

يُجَادِلُوْنَكَ کے معنیٰ ہیں يُخَاصِمُوْنَكَ جھگڑنے کے لئے۔

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ -

تو جو کافر ہیں انکار کرنے والے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو ایک داستان پارینہ ہے۔

اَسَاطِيْر کے معنیٰ ہیں باطل اور خرافات اس کی اصل سطر ہے یعنی تحریر مفہوم یہ ہے کہ ان کافروں کا آیتوں کو جھٹلانا اس منزل تک پہنچ گیا ہے کہ وہ پیغمبر اکرم سے جھگڑنے اور بحث کرنے لگے اور اللہ کے کلام کو جو سب سے زیادہ سچی بات ہے اسے داستانِ پارینہ قرار دے رہے ہیں یہ جھوٹ کی انتہا ہے۔

۲٦- وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ -

وہ اس سے دوسروں کو روکتے اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ بنی ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کیا کرتے تھے۔ اور قریش کو اُن تک آنے سے روکتے تھے لیکن خود بھی اُن سے دور رہتے تھے اور ان پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ [1]

وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ -

وہ اس طرح خود اپنی تباہی اور ہلاکت کا سامان فراہم کررہے ہیں اُن کا نقصان دوسروں کے لیے ضرر رساں نہیں بلکہ خود اُن کے لیے مُضر ہے۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ -

لیکن انھیں اس کا شعور نہیں ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۹٦

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۷- اے نبیؐ کاش آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے ہوں۔ اور کہہ رہے ہوں اے کاش کسی صورت سے ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ہم مومنین میں سے ہوجائیں۔

۲۸- ہاں یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے وہ آج اُن پر ظاہر ہوگیا اور اگر یہ دنیا میں لوٹا دیے جائیں تو وہی کرنے لگیں جس بات سے انھیں روکا گیا تھا۔ اور یقیناً یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

۲۷- وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ- اس آیت میں جواب محذوف ہے یعنی اے کاش آپ انھیں اس وقت دیکھتے جب وہ جہنّم کے کنارے کھڑے ہوں گے یہاں تک وہ جہنّم کو دیکھیں گے یا جس وقت وہ جہنّم میں داخل ہوں گے تو اس وقت آپ ایک سخت قبیح معاملہ دیکھیں گے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ- وہ تمنا کریں گے کہ اے کاش ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے۔

وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ- تو ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور مومنین میں سے ہوجائیں۔

"نُرَدُّ" پر عطف ہے یا نیا جملہ ہے اور گفتگو نئے سرے سے ہورہی ہے۔

۲۸- بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ- اس سے پہلے جو وہ اپنے نفاق اور برے کرتوت چھپایا کرتے تھے آج کے دن وہ سب کچھ ظاہر ہوگیا لہٰذا وہ اس طرح تمنا کرنے لگے، ان کی یہ تمنا اکتاہٹ کے سبب ہے ان کا ارادہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ دنیا میں بھیجے جائیں تو ایمان لے آئیں گے۔

وَلَوْ رُدُّوْا- اتنے عرصے کے قیام اور ان کی اس قباحت کے ظاہر ہونے کے بعد اگر انھیں دنیا میں لوٹا دیا جائے۔

لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ- تو وہ لوگ جو پہلے کفر و عصیان کر رہے تھے اور جن باتوں سے انھیں روکا گیا تھا وہ دوبارہ کرنے لگیں گے۔

وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ- یہ لوگ جھوٹے ہیں انھوں نے اپنے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا نہیں کریں گے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے درحقیقت یہ لوگ ملعون ہیں۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۹٦ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۵۹، ح۱۹

وَ قَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾
وَ لَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۱۰

۲۹- اور وہ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس یہی ہماری بنیادی زندگی ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔

۳۰- اور کاش آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اور رب اُن سے پوچھے گا کیا دوبارہ زندہ ہونا برحق نہیں؟ تو وہ کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے پروردگار کی یہ بالکل برحق ہے۔ تو خدا فرمائے گا اب کفر کے بدلے عذاب کا مزا چکھو۔

---

۲۹ -وَقَالُوْٓا- اور وہ کہیں گے

اس سے پہلے جو آیت ہے اس کے لفظ ''عَادُوْا'' پر عطف ہے یا نیا جملہ ہے۔

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا-

کہ زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے۔

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ- اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔

۳۰ -وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ-

اے کاش آپ انھیں رب کے حضور سرزنش اور سوال کے لیے اس طرح کھڑا ہوا دیکھیں جیسے کوئی گنہ گار غلام اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

اس آیت میں ''کنایہ'' ہے کہ رب ان کے حالات سے باخبر ہے اور ان کی جزا سے بھی مطلع ہے یہاں پر لفظ ''وقوف'' اطلاع کے معنیٰ میں ہے۔

قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ-

اور رب اُن سے سوال کرے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ (یعنی دوبارہ زندہ کیا جانا) چوں کہ وہ ''بعث'' (دوبارہ زندہ کیے جانے) کو جھٹلاتے تھے اس لیے اللہ انھیں شرم دلانے کے لیے اس طرح خطاب کر رہا ہے۔

قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ- تو وہ کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے پروردگار کی یہ بالکل برحق ہے۔

انھوں نے بَعث کا اقرار کیا اور قسم کھا کر اس کی وضاحت کی تاکہ امر بالکل واضح ہو جائے۔

قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ-

تو اللہ نے کہا اب تم اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزا چکھو۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۱-وہ لوگ یقیناً خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ سے اپنی ملاقات کو جھٹلایا جب اچانک وہ گھڑی آجائے گی تو اس وقت یہی لوگ کہیں گے ہائے افسوس ہم سے قیامت کے بارے میں کیسی کوتاہی ہوئی اور ان کا حال یہ ہوگا کہ اپنی پیٹھ پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو! کیسا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

۳۲-اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر ایک کھیل اور ایک تماشا۔اور آخرت کا گھر ان کے لیے سب سے بہتر ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں، کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی؟

۳۱-قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ-

وہ لوگ یقیناً خسارے میں رہے جنھوں نے قیامت کا انکار کیا اور اس دن جو جزا ملنے والی ہے اسے جھٹلا دیا اس طرح نعمت ان کے ہاتھ سے چلی گئی اور وہ ہمیشہ رہنے والے عذاب کے حقدار بن گئے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً-

یہاں تک کہ جب اچانک وہ گھڑی آجائے گی۔

جھٹلانے کی وجہ سے وقت کا تعین کیا جارہا ہے نقصان کی وجہ سے نہیں اس لیے کہ ان کا نقصان ایسا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا-

تو اس وقت یہی لوگ کہیں گے ہائے افسوس۔اے قیامت آجا یہ تیرا وقت ہے۔

عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ-

ہم سے قیامت کے بارے میں کیسی کوتاہی ہوئی۔

کہا گیا ''فِيْهَا'' سے مراد فی الدنیا ''یعنی دنیا میں ہم سے کوتاہی ہوئی'' اگر چہ دنیا کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ

یہ تو سب کو معلوم ہے۔ یا فِيْهَا سے مراد ہے فِي السَّاعَةِ کہ قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں اس پر ایمان لانے کے بارے میں، یا جنّت کے بارے میں یعنی جنّت کے حصول کے لیے اور اس کی خاطر عمل کرنے میں ہم سے کوتاہی ہوئی۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے ذیل میں روایت ہے۔

یَرٰی اھلِ النار منازلھم من الجنة فیقولون یا حسرتنا-

کہ جہنمی لوگ جنّت میں اپنا مقام دیکھ کر کفِ افسوس مَلیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش ہم جنّت میں جاتے (یعنی اگر جنّت میں جاتے تو انھیں یہ مقام ملتا) [1]

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ -

اور ان کا حال یہ ہوگا کہ اپنی پیٹھ پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ بطور مثال یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے حقدار ہیں۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ -

دیکھو انھوں نے کیسا برا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔

۳۲ - وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ -

اور نہیں ہے دنیاوی زندگی مگر ایک کھیل اور ایک تماشا۔

یعنی کاروبارِ حیات کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں لوگوں کو غافل کر دیتا ہے اور ان کو ان باتوں سے ہٹا دیتا ہے جن میں دائمی منفعت اور حقیقی لذّت ہے۔

اور یہ جملہ ان کے قول کا جواب ہے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (انعام ۶ / ۲۹)

''بس جو کچھ ہے وہ یہی دنیاوی زندگی ہے''

وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ -

اور آخرت کا گھر ان کے لیے سب سے بہتر ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں اس لیے کہ وہاں پر ہر شے کو دوام حاصل ہوگا۔ لذّتیں ہمیشہ رہیں گی اور فائدہ مستقل ہوگا۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ -

کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ دونوں میں سے کون سی بات سب سے بہتر ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۲۹۲

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

۳۳- اے محمدؐ، ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں اُن سے آپ کو رنج ہوتا ہے، یہ لوگ درحقیقت آپ کو نہیں جھٹلا رہے ہیں بلکہ ظالم لوگ اللہ کی نشانیوں کا انکار کر رہے ہیں۔

۳۴- آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے۔ مگر اس تکذیب اور اِن اذیتوں پر انھوں نے صبر کیا یہاں تک کہ اُن تک ہماری مدد پہنچ گئی، اللہ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور آپ تک پیغمبروں کے حالات کی خبریں پہنچ چکی ہیں۔

۳۳- قَدْ نَعْلَمُ .... يَجْحَدُوْنَ -

پیغمبر اکرم سے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتیں سن کر آپ کو بہت رنج ہوتا ہے کہ یہ آپ کی باتیں تسلیم نہیں کرتے تو یہ لوگ درحقیقت آپ کو نہیں جھٹلا رہے ہیں بلکہ یہ ظالم لوگ آیاتِ خداوندی کا انکار کر رہے ہیں۔

لفظ ''جُحود'' کے معنیٰ ہیں انکار کرنا اور اس میں جھٹلانا بھی شامل ہے۔

قمی نے امام صادق علیہ السّلام کی جانب اس قول کو منسوب کیا ہے کہ آپ نے فرمایا لَا يُكَذِّبُوْنَكَ کا مفہوم ہے کہ کوئی ایسی حق بات نہیں لاتے جو آپ کے حق کو باطل کر دے۔ [۱]

اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے ہے کہ وہ آپ کے قول کو باطل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے [۲]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپ اس آیت کو اسی طرح پڑھتے تھے لَا يُكْذِبُوْنَكَ اور فرماتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی سچی بات پیش نہیں کرتے تھے جو آپ لائے ہوئے حق سے زیادہ سچی ہو۔ [۳]

اور اسی کتاب میں اکثر مفسرین کی یہ رائے لکھی ہے کہ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ کا مفہوم ہے کہ وہ اعتقادی طور پر دل سے آپ کو نہیں جھٹلاتے تھے اور فرمایا کہ اس امر کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات جب ابوجہل سے ہوئی تو اس نے آپ سے مصافحہ کیا اس سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو اس

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۶ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۵۹، ح ۲۱ (۳) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۲۹۴

نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ یہ سچے ہیں لیکن ہم عبدِ مناف کے زیرنگیں کب تھے؟ اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [۱]

۳۴۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ۔

رسول اکرمؐ کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے۔

فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ۔

مگر اس تکذیب اور ان اذیتوں پر انھوں نے صبر کیا یہاں تک کہ ان تک ہماری مدد پہنچ گئی۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس نے بھی صبر کیا اُس نے کم صبر کیا اور جس نے بھی جزع وفزع کی وہ کم تھی۔ پھر فرمایا تمھیں چاہیے کہ اپنے جملہ امور میں صبر سے کام لو اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث برسالت کیا اور انھیں صبر اور نرمی کا حکم دیا۔ امامؑ نے فرمایا آنحضرتؐ نے صبر کیا یہاں تک انھیں بہت سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان پر طرح طرح کے الزام عائد کیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت کبیدہ خاطر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ (الحجر ۱۵/۹۷۔۹۸) [۲]

اس کے بعد انھیں جھٹلایا گیا اور ان پر الزام لگایا گیا تو آنحضرتؐ اس وجہ سے ملول وحزین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ......... حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا تو اس وقت سے آنحضرتؐ نے صبر کو اپنے لیے لازم قرار دے دیا۔ [۳]

تفسیر قمی میں اسی سے ملتی جلتی روایت پائی جاتی ہے۔ [۴]

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ۔

اور اللہ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدے کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا [۵] اللہ کا قول ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۚ (الصافات ۳۷/۱۷۱۔۱۷۲) [٦]

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ۔

اور آپ تک پیغمبروں کے قصے اور انھوں نے اپنی قوم کے ہاتھوں جو مشقتیں برداشت کیں اُن کے واقعات پہنچ چکے ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۲۹۴ (۲) اور ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں سے دل تنگ ہو رہے ہیں۔ تو اب اپنے پروردگار کے حمد کی تسبیح کیجیے اور سجدہ گزاروں میں شامل ہو جائیے۔

(۳) الکافی، ج ۱، ص ۸۸، ح ۳ (۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۷۔۱۹٦ (۵) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۰۸

(٦) اور ہمارے مُرسلین بندوں سے ہماری بات پہلے ہی طے ہو چکی ہے کہ ان کی مدد بہر حال کی جائے گی۔

وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۵- اور اگر اُن کی بے رخی آپ پر شاق گذرتی ہے اور آپ کے بس میں ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھ نکالیں یا آسمان میں سیڑھی تلاش کرلیں اور ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کریں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کرسکتا تھا۔ لہٰذا آپ خود کو نادانوں میں شامل نہ ہونے دیں۔

۳۶- حق کی دعوت کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو تو اللہ قیامت کے دن ہی اٹھائے گا پھر وہ لوگ اسی کی جانب لوٹائے جائیں گے۔

۳۷- اور کہتے ہیں کہ نبی پر اُن کے پروردگار کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری کہہ دیجیے کہ اللہ نشانی اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے خبر ہیں۔

۳۵ -وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ-

اگرچہ آپ پر شاق ہو، گراں ہو، دشوار ہو

اِعْرَاضُهُمْ-

اُن کی روگردانی آپ سے اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے تسلیم کرنے سے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ حارث بن نوفل بن عبدِ مناف اسلام قبول کرلے اور آپ نے اس سلسلے میں بہت کوشش کی لیکن اس پر بدبختی غالب رہی یہ بات آنحضرتؐ کو بہت شاق گذری تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [1]

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ-

اور اگر آپ کے بس میں ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھ نکالیں تاکہ اس کے ذریعہ زمین کے اندر جاکر

(۱) تفسیر قمی، ج/۱، ص/ ۱۹۸

تلاش کریں۔

اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ۔

یا ایسی سیڑھی تلاش کرلیں جس سے آسمان کی بلندیوں پر پہنچ جائیں۔

فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ۔

تاکہ اُن لوگوں کے لیے زمین میں سے کوئی نشانی نکال لائیں یا آسمان میں سے کوئی نشانی اتارلیں وہ لوگ جسے مان لیں اور اس کا جواب محذوف ہے کہ ''آپ ایسا کرلیں'' اور یہ جملہ شرط اوّل کا جواب ہے اور مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا یہ ہے کہ ان کی قوم ایمان قبول کرلے، اور اگر نبی اکرمؐ اس بات پر قدرت رکھتے تو ایسا ضرور کرتے لیکن وہ اس بات پر قادر نہیں ہیں۔ اور اِس کی نظیر یہ آیت ہے **فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ** (کہف ۱۸/۶)

''تو اے پیغمبرؐ کیا آپ شدّتِ افسوس سے ان کے پیچھے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیں گے اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے۔''

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى۔

اوراگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کرسکتا تھا یعنی ایسی آیت لے آتا جس کے سامنے یہ سرنگوں ہوجاتے لیکن اللہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ یہ بات حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے۔

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا اے علی اللہ نے ہی اس امّت میں افتراق اور اختلافات کو نافذ ہونے دیا ہے اگر اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر مجتمع کردیتا یہاں تک کہ اس امّت کے دو افراد آپس میں اختلاف نہ کرتے اور اپنے امر میں سے کسی بات پر نہ جھگڑتے اور نہ ہی مفضول کسی فاضل کی افضلیت کا انکار کرتا۔ [۱]

نوٹ: از مترجم: اللہ نے دنیا میں ہر شخص کو مختار بنایا ہے، وہ کسی معاملہ میں انسانوں پر جبر نہیں کرتا اگر اللہ تمام مشرکین اور کافرین کو مجبوراً مومن بنادیتا تو یہ اس کے عدل کے منافی ہوتا انسان اس دنیا میں فاعل مختار ہے البتہ اللہ ہر شے پر نگران ہے اور وہ جانتا ہے کہ دنیا میں کون کیا کر رہا ہے۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔

اے نبیؐ لہٰذا آپ خود کو نادانوں میں شامل نہ ہونے دیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں خطاب نبیؐ اکرم سے ہے مگر مراد لوگ ہیں۔ [۲]

---

(۱) اکمال الدین اتمام النعمۃ، ص ۲۶۴، ح ۱۰، باب ۲۴ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۸

۳۶ - اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ -

حق کی دعوت کو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سُن کر سمجھتے اور اس پر غور کرتے ہیں آپ جن لوگوں کے ایمان کی تمنا کر رہے ہیں یہ سب مُردوں کی مانند ہیں جو سنتے ہی نہیں۔

وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ -

اوراللہ مُردوں کو روزِ قیامت دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے گا اور اس وقت ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ -

پھر وہ اللہ کی جانب لوٹائے جائیں گے اس وقت وہ سنیں گے اس سے پہلے انھیں سنانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

۳۷ - وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ -

اور کہتے ہیں کہ نبی پر اُن کے پروردگار کی جانب کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں آجاتی جس کا وہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ پر جتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں اور جتنے زیادہ معجزات عطا ہوئے انھوں نے اُن سب کو چھوڑ دیا اور آنحضرتؐ سے دشمنی کی بنیاد پر یہ کہنے لگے کہ گویا ان پر کوئی آیت نازل ہی نہیں ہوئی۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً -

اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ آیت (نشانی) اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے کہ وہ آیت اتار دے اور یہ لوگ اس کے سامنے جھک جائیں۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ -

لیکن ان میں اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ اللہ اس امر پر قدرت رکھتا ہے۔ البتہ اس کی حکمت اس بات کی متقاضی نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ انھیں معلوم نہیں کہ اگر آیت آجائے اور وہ اُس پر ایمان نہ لائیں تو ہلاک ہوجائیں گے۔[1]

اور امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ اللہ آخری زمانے میں کچھ نشانیاں تمھیں دکھائے گا ان میں سے دَابَّةُ الْاَرْض، دجّال، عیسیٰؑ بن مریم کا نازل ہونا، اور مغرب سے سورج کا نکلنا بھی شامل ہے۔[2]

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۸

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸-زمین میں چلنے پھرنے والا جانور اور ہوا میں اڑنے والا پرندہ یہ سب تمھاری طرح کی اُمّت ہیں۔ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔پھر یہ سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کیے جائیں گے۔

۳۸-دَآبَّةٍ-

زمین میں چلنے والا

يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ-

دو پروں سے اڑنے والا

کہا گیا ہے کہ پرندے کی یہ صفت اس لیے بیان کی گئی کہ وہ بہت تیزی سے اڑتا ہوا گذر جاتا ہے۔[1]

اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ-

یہ سب تمھاری طرح کی امتیں ہیں۔

جن کے حالات کی حفاظت کی جاتی ہے۔جن کا رزق مقرر کیا جاچکا ہے۔جن کی موت لکھی جا چکی ہے،جن کے اجسام خلق کیے گئے ہیں،جن کی ارواح کی تربیت کی گئی ہے۔تم بھی ان کی طرح ہو۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی تمھاری طرح انھیں بھی پیدا کیا ہے،فرمایا کہ جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے وہ تمھاری طرح ہی پیدا کیا گیا ہے۔[2]

کہا گیا ہے کہ اس سے اس طرح رہنمائی کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی قدرت کامل ہے،اس کا علم ہر شے میں شامل ہے اور اس کی تدبیر نہایت وسعت رکھتی ہے۔تاکہ یہ دلیل بن جائے کہ وہ اللہ آیت کے نازل کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔[3]

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ-

ہم نے اس کتاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی ہے اور اس میں کسی شے کو چھوڑا نہیں ہے۔

کتاب سے مراد قرآن ہے اکثر احادیث سے اس بات کا پتا چلتا ہے جیسے "فتاویٰ میں علماء کے اختلاف والی حدیث" نہج البلاغہ میں امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ناقص دین نازل فرمایا تھا اور اُن سے تکمیل کے لیے ہاتھ بٹانے کا خواہش مند ہوا تھا یا یہ کہ وہ اللہ کے شریک تھے کہ انھیں اس کے احکام میں

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۰۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۸ (۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۰۹

دخل دینے کا حق ہوا اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسول نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر شے کا واضح بیان موجود ہے۔ [1]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام نے امام کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا نیز اس کے علاوہ دوسری کتب میں ہے ''قوم جہالت میں پڑگئی اور اپنے دین کے بارے میں مکر وفریب میں مبتلا ہوگئی۔ اللہ نے اس وقت تک نبیؐ کی روح قبض نہ کی جب تک دین کو مکمل نہ کردیا۔ اور ان پر قرآن کو نازل نہ کردیا جس قرآن میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے، اس میں حلال وحرام اور حدود واحکام اور ہر اس چیز کی مکمل طور سے وضاحت کردی گئی ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ'' [2]

ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔

یعنی تمام امتوں کو اپنے پروردگار کے پاس جمع ہونا ہے۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس اونٹ پر انسان تین سال حج کرے اسے جنّت کے جانوروں میں سے قرار دیا جائے گا۔ [3]

فرمایا ایک روایت میں ہے سات سال۔ [4]

اور فقیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک ناقہ کو بندھا ہوا دیکھا اور اس پر سامان لدا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے اس سے کہو کہ کل (بروز قیامت) دشمنی کے لیے تیار ہو جائے۔ [5]

کتاب خصال میں نبی اکرمؐ سے قیامت کے سلسلے میں ایک روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روز قیامت صرف چار افراد سواریوں پر ہوں گے، میں، علیؑ، فاطمہؑ اور پیغمبرؑ صالح میں براق پر ہوں گا، میری بیٹی فاطمہؑ میرے ناقہ عضباء پر ہوں گی، صالح اللہ کے اس ناقہ پر ہوں گے جسے ذبح کر دیا گیا اور علیؑ نور کے ایک ناقہ پر ہوں گے، جس کی لگام یاقوت کی ہوگی اور وہ دو سبز پوشاک پہنے ہوں گے۔ [6]

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸ فی ذم اختلاف العلماء فی الفتیا

(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۱۶ وتفسیر اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۶۷۵

(۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۹۱ (۴) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۹۱

(۵) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۹۱ (۶) الخصال، ص ۲۰۴، ح ۲۰

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَ مَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

۳۹۔اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں، تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ جسے خدا چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت کر دیتا ہے۔

۳۹۔وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ۔

اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ ہدایت سے بے خبر یعنی بہرے ہیں۔

وَّ بُكْمٌ۔

وہ گونگے ہیں کبھی خیر کی بات نہیں کرتے۔

فِي الظُّلُمٰتِ ؕ۔

وہ لوگ کفر کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔

قمی نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں امام باقر علیہ السلام سے یہی روایت کی ہے۔

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ۔

اللہ جس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور اُسے گمراہی میں پڑا رہنے دینا چاہتا ہے تو وہ گمراہ رہتا ہے اس لیے کہ وہ صاحبانِ ہدایت میں سے نہیں ہے۔

وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

اور جسے صراطِ مستقیم پر رکھنا چاہتا ہے اُسے اپنے لطف و کرم سے ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہے اس لیے کہ وہ شخص ہدایت یافتہ لوگوں اور صاحبانِ لطف و کرم میں سے ہوتا ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی جنھوں نے اوصیاء کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا فِي الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں ہیں۔ جو ابلیس کی اولاد میں سے ہے وہ اوصیاء کی تصدیق نہیں کرتا اور ہرگز ان پر ایمان نہیں لائے گا اور یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جنھیں گمراہی میں رہنے دیا ہے اور اولادِ آدم میں سے جو اوصیاء پر ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ صراطِ مستقیم پر ہیں۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۹۹

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع

۴۰- ذرا غور کر کے بتاؤ اگر تم پر خدائی عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔ بولو اگر تم سچے ہو!

۴۱- بلکہ اس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو، پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم سے دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو انھیں ایسے موقعوں پر بھول جاتے ہو۔

۴۰- قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ- اے پیغمبر آپ اُن سے فرمادیجئے کہ ذرا غور کر کے مجھے بتاؤ۔

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ- اگر دنیا میں تم پر عذاب خدا آجائے۔

اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ- یا قیامت آموجود ہو تو اس وقت تم کس کو پکارو گے۔

اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ- کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے، انھیں بطورِ سرزنش کہا جا رہا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ- اگر تم سچے ہو کہ: یہ بُت خدا ہیں، معبود ہیں۔

۴۱- بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ-

جب کوئی مصیبت آجاتی ہے تو اس وقت تم اپنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ سے دُعا طلب کرتے ہو۔

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ-

پس تم جس مقصد کے لیے خدا کو پکارتے ہو وہ تم سے اس مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔

اِنْ شَآءَ-

اگر وہ چاہے: کہ مصیبت کو دور کر کے تم پر اپنا فضل و کرم کرے۔

وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ-

اور ایسے مواقع پر انھیں بھول جاتے ہو جنھیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو اس لیے کہ جب یہ بات عقل میں جاگزیں ہو چکی ہے کہ صرف اللہ ہی مصیبتوں کو دور کرنے پر قدرت رکھتا ہے نہ غیر خدا یا تم اپنے معبودوں کو اس وقت یاد نہیں کرتے جب سخت مصیبت درپیش ہوتی ہے کیوں کہ تم جانتے ہو کہ تمھارے معبود اسے دور نہیں کر سکتے صرف اللہ ہی اس مصیبت کو دور کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۝۴۲

فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۴۳

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۝۴۴

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۴۵

۴۲- آپ سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کی طرف رسول بھیجے اور ان قوموں کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ ہمارے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جائیں۔

۴۳- پس جب ہماری طرف سے اُن پر عذاب آیا تو انھوں نے عاجزی کیوں نہ اختیار کی بلکہ ان کے دل تو اور سخت ہوگئے اور وہ جو عمل کرتے تھے شیطان اُسے آراستہ کرکے انھیں دکھایا کرتا تھا۔

۴۴- پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر طرح کی خوش حالی کے دروازے کھول دیئے۔ جو کچھ انھیں دیا گیا تھا جب وہ اس میں خوب مگن ہوگئے تو اچانک ہم نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور اس وقت وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔

۴۵- اس طرح ظلم کرنے والوں کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیا گیا، اور ہر طرح کی تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

۴۲- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ-

آپ سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کی طرف رسول بھیجے قوم نے ان رسولوں کو جھٹلایا۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ-

ہم نے اُن قوموں کو دشواریوں اور فقر میں مبتلا کر دیا۔

وَ الضَّرَّآءِ-

بیماریوں، جانوں اور مال کی کمی سے دوچار کر دیا۔

لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ –

تاکہ اس طرح وہ انکساری کریں، عاجزی وفروتنی کریں، تابعداری کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں۔

۴۳ – فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم .... مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ –

پس جب ہماری طرف سے اُن پر کوئی مصیبت نازل ہوئی تو انھوں نے اس وقت عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟

لفظ "لَوْلَا" لاکر اس بات کی وضاحت کی جارہی ہے کہ ان لوگوں کے پاس عاجزی و انکساری نہ کرنے کا کوئی عذر نہیں ہیں سوائے اس کے کہ انھیں بغض وعناد ہے اور ان کے دل سخت ہوچکے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنے ان اعمال پر فخر کررہے ہیں جسے شیطان نے ان کے لیے سجا کر اور سنوار کر پیش کردیا ہے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

جس وقت لوگوں پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، اور ان سے نعمتیں سلب کرلی جاتی ہیں اے کاش وہ لوگ اس وقت سچّی نیتوں اور خلوصِ دل کے ساتھ اپنے رب سے عاجزی و انکساری کرتے تو جو کچھ اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے اللہ اُسے لوٹا دیتا اور ان کے تمام بگڑے ہوئے کام بنا دیتا۔ [1]

۴۴ – فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ –

جب انھوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انھیں کی گئی تھی یعنی ان پر مصیبتیں آفتیں اور بلائیں نازل ہوئیں لیکن ان لوگوں نے اس سے بھی سبق نہ لیا۔

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ –

تو ہم نے ہر شے کے دروازے ان پر کھول دیے انھیں صحت، وسعتِ رزق اور ہر نعمت عطا کردی۔

حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَآ أُوتُوٓا –

جو کچھ انھیں دیا گیا تھا خوش حالی، فارغ البالی، نعمتیں اور دولت کی فراوانی، تو وہ مُنعِم (نعمت دینے والا) کو چھوڑ کر صرف نعمتوں میں مگن ہوگئے۔

أَخَذْنَٰهُم بَغْتَةً –

تو ہم نے انھیں اچانک اپنی گرفت میں لے لیا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا کیسے ہوگیا۔

فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ –

اور اس وقت وہ نجات اور رحم سے مایوس ہوکر رہ گئے سوائے حسرت کے اور کچھ نہ کرسکے۔

۴۵ – فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا –

اس طرح ظلم کرنے والوں کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیا گیا۔

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۸، فی الشھادہ والتقویٰ

ان کے کسی فرد کو نہیں چھوڑا گیا جس نے بھی ظالموں کا اتباع کیا انھیں ختم کر دیا گیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

اور ہر طرح کی تمام تعریفیں صرف اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس کے دشمنوں کی ہلاکت اور کلمۂ حق کی سربلندی پر۔ اس لیے کہ زمین والوں کو کافروں کے بیہودہ عقائد اور نافرمانوں اور فاسقوں کے برے اعمال سے نجات دلانا ایک بہت عظیم نعمت ہے اس نعمت کے ملنے پر اللہ کا حق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے روایت کی گئی ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کے باوجود تمھیں نعمتوں سے نواز رہا ہے تو یہ درحقیقت اس کی طرف سے ڈھیل دی جا رہی ہے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ...... الخ

اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اے اولادِ آدم جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تم پر مسلسل نعمتیں نازل کر رہا ہے تو اس بات سے ہوشیار رہو۔ [۱]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ کی تفسیر کے ذیل میں وارد ہوا ہے یعنی جب انھوں نے علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کو ترک کر دیا جب کہ اس کا حکم دیا گیا تھا تو فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ ہم نے ان پر ہر طرح کی خوش حالی کے دروازے کھول دیے دنیا میں انھیں حکومت واقتدار عطا کیا اور ان کے لیے دنیاوی نعمتیں مہیا کر دیں۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً اچانک ہم انھیں اپنی گرفت میں لے لیں گے یعنی جب قائم آل محمدؑ قیام فرمائیں گے۔ یوں محسوس ہوگا کہ ان کی کبھی حکومت تھی ہی نہیں۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ولایت علیؑ کا انھیں حکم دیا گیا تھا جب انھوں نے اُسے ترک کر دیا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً (ہم نے انھیں اچانک اپنی گرفت میں لے لیا) یہ آیت حضرت عباس کی اولاد کے بارے میں نازل ہوئی (یعنی حکومت بنی عباس) [۳]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۳۰۲

(۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۰

(۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۰، ح ۲۳

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ ﴿۴٦﴾ قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴٦۔ اے محمدؐ آپ ان کافروں سے پوچھیے کہ کبھی تم نے سوچا ہے اگر اللہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں چھین لے اور تمھارے دلوں پر مہر لگادے تو خدا کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ نعمتیں واپس کردے، دیکھو ہم کس طرح اپنی نشانیاں بار بار اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ پھر بھی اُن سے روگردانی کرتے ہیں۔

۴۷۔ کہیے کبھی تم نے غور کیا ہے؟ اگر اللہ کی طرف سے اچانک یا علانیہ تم پر عذاب آجائے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا۔

---

۴٦ ۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ .... وَ اَبْصَارَكُمْ ۔

کان اور آنکھیں چھیننے کا مفہوم ہے کہ تمھیں بہرا اور اندھا کردے۔

وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ ۔

اور تمھارے دلوں کو ڈھانپ دے جس سے تمھاری عقل جاتی رہے اور تمیز ختم ہوجائے۔

مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ ۔

تو خدا کے سوا کون معبود ہے جو یہ سب تمھیں واپس لوٹا دے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ مِنْكُمُ الْهُدٰى کہ اگر اللہ تم سے ہدایت کو لے جائے، یعنی تم گمراہی میں پڑے رہو۔

اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ .... یَصْدِفُوْنَ ۔

دیکھو ہم کس طرح اپنی نشانیاں بار بار اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر وہ کس طرح اُن سے روگردانی کرتے ہیں۔

۴۷ ۔ قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ .... عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً ۔

کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کی طرف سے عذاب بغیر کسی تمہید کے، نشانیوں اور علامتوں کے ظاہر ہوئے بغیر اچانک آجائے۔

اَوْ جَهْرَةً ۔

یعنی اس کی علامتیں ظاہر ہوں۔

لفظ بَغْتَةً کو جَهْرَةً کے مقابل میں لایا گیا اس لیے کہ بَغْتَةً میں پوشیدہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

اس عذاب اور ناراضیِ خدا کی بنیاد پر ہلاک نہیں ہوں گے مگر وہی لوگ جنھوں نے اپنے کفر و فساد کی وجہ سے ظلم ڈھایا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آنحضرتؐ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور اصحاب نہایت مشقت، بیماری اور پریشانیوں میں مبتلا ہوگئے اور وہ شک کرنے لگے تو واضح کیا گیا کہ یہ مشقت اور زحمت صرف دنیا تک محدود ہے جہاں تک دردناک عذاب کا تعلق ہے جس میں ہلاکت ہے تو وہ ظالمین کے لیے ہے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بنی امیہ کا مواخذہ اچانک ہوگا اور بنی عباس کا علانیہ۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۰۱ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳٦۰، ح۲۴

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۸- ہم جو رسولوں کو بھیجتے ہیں تو محض اس لیے کہ وہ خوشخبری سنائیں اور لوگوں کو ڈرائیں پس جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیکوکار ہو جائیں تو ان کے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن ہوگا۔

۴۹- اور جو ہماری نشانیوں کو جھٹلائیں گے تو وہ اپنی نافرمانیوں کی پاداش میں سزا پا کر رہیں گے۔

---

۴۸ -وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ-

ہم جو رسولوں کو بھیجتے ہیں تو اس لیے کہ وہ مومنین کو جنت کی خوشخبری دیں۔

وَمُنْذِرِيْنَ ۚ-

اور کافروں کو جہنم کی خبر سنائیں۔

فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ-

پس جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیکوکار بن جائیں تو پھر انھیں عذاب کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ-

اور نہ ہی انھیں اس بات کا غم ہوگا کہ وہ ثواب سے محروم رہے۔

۴۹ -وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا............ يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ-

اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلائیں گے وہ سزا پا کر رہیں گے۔

عذاب کو اُن سے مَس کرتا ہوا بتایا ہے گویا کہ عذاب اُن تک پہنچنے کا خواہشمند ہے جیسا چاہے گا ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے گا۔

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ-

اس لیے کہ وہ نہ تو باتوں کی تصدیق کرتے تھے اور نہ ہی اطاعت گزار تھے۔

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۠﴿۵۰﴾

ع ۹

۵۰- اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں مَیں تو بس اس حکم کا پابند ہوں جو بطور وحی مجھ تک آتا ہے، فرما دیجیے کیا نابینا اور دیکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ تم غور کیوں نہیں کرتے۔

۵۰- قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ-

کتاب توحید، معانی الاخبار اور امالی شیخ صدوق میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو انھوں نے اپنے رب سے استدعا کی پروردگارا! مجھے اپنے خزانے دکھلا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ میرے خزانے یہ ہیں کہ جب میں کسی شے کا ارادہ کرتا ہوں تو کُن کہتا ہوں اور وہ شے ہو جاتی ہے۔ [1]

وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ-

اور میں اس غیب کو نہیں جانتا جسے اللہ نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے بس میں وہی غیب جانتا ہوں جس کی تعلیم اللہ نے مجھے دی ہے۔

وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ-

اور میں یہ نہیں کہتا کہ میں ملائکہ کی جنس میں سے ہوں میں اس چیز پر قادر ہوں جس پر وہ قدرت رکھتے ہیں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ-

جو کچھ ہو چکا اور جو بھی ہونے والا ہے میں اس کے بارے میں بغیر وحی کے کچھ بھی نہیں بتاتا۔

اس آیت میں الوہیت اور فرشتہ ہونے کے دعویٰ سے برائت کا اظہار ہے اور یہ نبوّت کا دعویٰ ہے جو بشری کمالات میں سے ہے۔ اس کے ذریعہ مشرکین کے نظریات کو رد کیا جا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اسے وہ لوگ بعید سمجھ رہے ہیں اور جو مُدّعٰی (دعویٰ کیا گیا) ہے اس کے فاسد ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دن ان سے دریافت کیا گیا جب کہ ان کے

(۱) التوحید، ص ۱۳۲، ح ۱۷، باب ۹، القدرۃ و معانی الاخبار، ص ۴۰۲، ح ۶۵ و امالی شیخ صدوقؒ، ص ۴۱۳، ح ۴

پاس اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی اور وہ لوگ ایک چیز کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو مختلف حدیثوں میں اختلاف کرر ہے تھے تو امامؑ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ جن چیزوں کو حرام قرار دینا چاہتا تھا انھیں حرام کردیا اور جنھیں حلال بنانا چاہتا تھا انھیں حلال کردیا اور فرائض متعین کردیئے۔ پس اگر کوئی ایسی روایت ہے کہ جسے اللہ نے حرام کیا تھا وہ حلال ہوگیا یا جسے حلال قرار دیا تھا وہ حرام ہوگیا یا اللہ کی کتاب میں جو فرض تھا اسے اٹھا لیا گیا تو یہ حکم منسوخ نہیں ہوا اور اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل کرنا ممکن نہیں اس لیے کہ رسول اللہ اسے حرام نہیں کرسکتے جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور نہ ہی اسے حلال کرسکتے ہیں جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ ہی اللہ کے فرائض اور احکامات میں تبدیلی کرسکتے ہیں اور آنحضرتؐ ان تمام امور میں اتباع کرنے والے، سپرد کیے جانے والے اور اللہ نے جو کچھ دیا اسے ادا کرنے والے تھے اور اس پر اللہ کا قول گواہ ہے ”اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ“ تو آنحضرتؐ اللہ کے پابند تھے اور اللہ نے تبلیغ رسالت کے بارے میں جن چیزوں کا حکم دیا تھا وہ صرف انھیں ادا کرنے والے تھے۔ [۱]

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ -

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ کیا نابینا اور دیکھنے والا دونوں برابر ہوسکتے ہیں۔

اعمٰی سے مراد ہے گمراہ اور بصیر سے مراد ہے ہدایت یافتہ [۲]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس سے مراد جاہل اور عالم ہے۔ [۳]

اور اس روایت کو مجمع البیان میں اہلبیتؑ کی جانب نسبت دی گئی ہے۔ [۴]

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ -

تم سوچتے کیوں نہیں کہیں تم اندھوں کی طرح گمراہ نہ ہوجاؤ، اور تم اپنے آپ سے انصاف کرو۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۰، ح ۴۵ (۲) بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۱
(۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۱ (۴) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۳۰۴

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۱- اے محمدؐ آپ اس وحی کے ذریعہ ان لوگوں کو نصیحت کریں جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور وہ جانتے ہیں کہ اس کے سوا وہاں کوئی نہ ہوگا جو ان کا حامی و مددگار ہو اور اُن کی شفاعت کرے، ہوسکتا ہے اس طرح وہ پرہیزگار بن جائیں۔

۵۲- اے نبیؐ ان لوگوں کو اپنے پاس سے دور نہ کریں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں نہ آپ کے ذِمّے ان کا حساب ہے اور نہ ان کے ذِمّے آپ کا حساب ہے اس کے باوجود اگر آپ انھیں اپنی بزم سے نکال دیں گے تو آپ ظالمین میں سے ہوجائیں گے۔

۵۳- اور اسی طرح ہم نے ان لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ انھیں دیکھ کر کہیں کیا یہ لوگ ہم میں سے ہیں خدا نے جن پر فضل کیا ہے اور کیا اللہ اپنے شکرگذار بندوں کو بہتر نہیں جانتا؟

---

۵۱ -وَاَنْذِرْ بِهِ.............. لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ-

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو نصیحت کرو جو اپنے رب کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی طرف انھیں رغبت دلاؤ اس لیے کہ قرآن شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۵۲ -وَلَا تَطْرُدِالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ-

ان لوگوں کو اپنی بزم سے دور نہ کریں جو صبح و شام یعنی مسلسل اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔

یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ -

اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس سے مکمل خلوص رکھتے ہیں۔

مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ .... فَتَطْرُدَهُمْ -

نہ آپ کے ذمہ ان کا حساب ہے اور نہ ان کے ذمّے آپ کا حساب ہے اس کے باوجود بھی اگر آپ انھیں اپنی بزم سے نکالیں گے۔ تو انھیں نکالنے اور بزم سے ہٹانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ -

اگر ایسا کیا تو ظالمین میں سے ہوجائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں حاجت مندوں کا ایک گروہ رہا کرتا تھا جو صاحبان ایمان تھے جنھیں اصحاب صُفّہ کہا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ صفّہ پر رہیں۔ وہ لوگ وہیں پر مقیم تھے اور آنحضرتؐ خود ان کی نگہداشت فرماتے تھے اور اکثر ان کے لیے غذا فراہم کرتے تھے اور وہ لوگ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آنحضرتؐ انھیں قریب بلاتے، نزدیک بٹھاتے اور انھیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ جب اصحاب رسولؐ میں سے صاحبان دولت و ثروت تشریف لاتے تو وہ ان لوگوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور کہا کرتے تھے انھیں اپنی بزم سے نکال دیجیے۔

ایک دن ایک انصاری رسولؐ اللہ کی خدمت میں آیا اور آنحضرتؐ کے پاس اصحاب صُفّہ میں سے کوئی صحابی موجود تھا جو رسولؐ اللہ سے بہت نزدیک لگ کر بیٹھا ہوا تھا اور رسولؐ اللہ اس سے گفتگو فرما رہے تھے تو وہ انصاری ان دونوں سے دور ہو کر بیٹھا۔ رسول اکرمؐ نے اس سے فرمایا آگے بڑھو وہ نہیں بڑھا تو رسولؐ اللہ نے اس سے کہا شاید تمھیں یہ خوف ہے کہ اس شخص کا فقر تم سے چپک نہ جائے تو انصاری نے کہا ان لوگوں کو آپ اپنے پاس سے دور کر دیجیے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ [1]

۵۳ – وَكَذٰلِكَ -

اور اسی آزمائش کی طرح۔ اور وہ دنیاوی امور میں لوگوں کے احوال کا اختلاف ہے۔

فَتَنَّا -

ہم نے آزمایا ہے۔

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ -

بعض کو بعض کے ذریعہ سے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج/۱، ص/۲۰۲

دینی امور میں کہ ہم نے ان کمزور ترین افراد کو سبقتِ ایمانی کی بنیاد پر اشراف قریش پر مقدم کردیا ہے۔

لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا -

وہ کہیں گے کہ ہم میں سے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے جن کو اللہ نے ہدایت و توفیق کی نعمت سے نوازا ہے اسی وجہ سے وہ ہمارے درمیان معزز بنے جب کہ ہم بڑے اور سردار لوگ ہیں اور وہ مساکین اور کمزور ترین افراد ہیں کہ ان لوگوں کو اُن کے درمیان سے مخصوص کردیا گیا بظاہر اس جملہ میں انکار ہے۔ کیوں کہ انھوں نے حق کو پالیا اور خیر کی جانب سبقت کی جیسا کہ اُن کا قول ہے: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ (احقاف ۴۶/۱۱) اگر یہ (دین) بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔

اور اس جملہ میں ''ل'' انجام کے لیے آیا ہے یعنی آخر کار فرجام کار۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ -

کیا اللہ اپنے شکر گذار بندوں کو بہتر نہیں جانتا؟

جس سے ایمان اور شکر واقع ہوتا ہے تو وہ اسے توفیق عطا کرتا ہے اور جس سے واقع نہیں ہوتا پس وہ اُسے تنہا چھوڑ دیتا ہے۔

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع

۵۴- اے نبیؐ جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ اُن سے فرمایئے کہ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (تم پر سلامتی ہو) تمھارے رب نے رحم و کرم کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اگر تم میں سے کوئی نادانی میں کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھے اور اس کے بعد وہ توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو بے شک اللہ اُسے معاف کر دیتا ہے اور وہ نہایت رحم کرنے والا ہے۔

۵۵- اور اس طرح ہم اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ بالکل نمایاں ہو جائے۔

۵۴- وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ .... عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ-

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو منع فرما دیا تھا کہ انھیں اپنی بزم سے نہ نکالیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی انھیں دیکھتے تو سلام کی ابتدا فرماتے اور یہ کہتے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے افراد قرار دیے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سلام کرنے میں ان سے پہل کروں۔ [۱]

اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عمارؓ اور مصعب بن عمیر وغیرہ کی شان میں نازل ہوئی۔ [۲]

اور کہا گیا ہے کہ ایک جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اور کہا ہم سے بے شمار گناہ سرزد ہوئے ہیں آنحضرتؐ اُن کا یہ بیان سُن کر خاموش ہو گئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۳]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے لیے نازل ہوئی ہے۔ [۴]

(۱) یہ عکرمہ کا قول ہے۔ طبرسی علیہ الرحمہ نے مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۳۰۷ میں اس آیت کے شان نزول کے ذیل میں نقل کیا ہے۔
(۲) یہ عطا کا قول ہے جسے طبرسی علیہ الرحمہ نے تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۳۰۷ میں بیان کیا۔
(۳) یہ انس بن مالک کا قول ہے۔ طبرسی علیہ الرحمہ نے مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۳۰۷ میں بیان کیا۔
(۴) مجمع البیان، ۳۔ ۴، ص ۳۰۷

اَنَّهٗ مَنْ۔

اور یہ کہ جو

یہ نیا جملہ ہے جو رحمت کی تفسیر و توضیح کر رہا ہے اور چوں کہ یہ رحمت کا بدل ہے اس لیے "اَنَّ" بالفتح آیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ .... وَاَصْلَحَ۔

تم میں سے کوئی نادانی میں کسی برائی کا ارتکاب کرے اور اس کے بعد وہ توبہ کرے اور اس طرح اپنی اصلاح کرلے۔

فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

تو بے شک وہ اللہ اُسے معاف کر دیتا ہے اور وہ نہایت رحم کرنے والا ہے۔

۵۵۔وَكَذٰلِكَ۔

اور اسی واضح تفصیل کے ساتھ۔

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ۔

ہم قرآنی آیات میں اطاعت گزاروں، مجرموں، گناہوں پر اصرار کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے بارے میں وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔

تاکہ مجرموں کا راستا بالکل نمایاں ہو جائے۔

قُلۡ اِنِّیۡ نُہِیۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَہۡوَآءَکُمۡ ۙ قَدۡ ضَلَلۡتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

قُلۡ اِنِّیۡ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَ کَذَّبۡتُمۡ بِہٖ ؕ مَا عِنۡدِیۡ مَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِہٖ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ یَقُصُّ الۡحَقَّ وَ ہُوَ خَیۡرُ الۡفٰصِلِیۡنَ ﴿۵۷﴾

۵۶۔ اے محمدؐ فرما دیجیے کہ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ اللہ کے علاوہ جنھیں تم پکارتے ہو میں اُن کی عبادت کروں، فرما دیجیے کہ میں تمھاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو میں گمراہ ہو گیا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا۔

۵۷۔ فرما دیجیے کہ میں اپنے پروردگار کی روشن دلیل پر قائم ہوں اور تم اس کی تکذیب کر رہے ہو جس عذاب کی تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے حکم اللہ ہی کے اختیار میں ہے وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

۵۶۔ قُلۡ اِنِّیۡ نُہِیۡتُ۔

اے محمدؐ! فرما دیجیے کہ مجھے منع کر دیا گیا ہے، روک دیا گیا ہے، اس لیے کہ میرے لیے دلائل مقرر کیے گئے اور توحید کے بارے میں مجھ پر آیتیں نازل کی گئیں۔

اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ۔

کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ۔

اللہ کے علاوہ

قُلۡ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَہۡوَآءَکُمۡ ۙ۔

فرما دیجیے کہ میں تمھاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا۔

یہ تاکیدی جملہ ہے ان کی طمع کو منقطع کرنے کے لیے، اور اشارہ ہے کہ اتباع نہ کرنے کا سبب کیا ہے، اور ان کی اتباع نہ کرنے کی علت بیان کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اُن کی احمقانہ کوشش ہے، اور بیان کیا گیا ہے کہ ان کی گمراہی کا مبدا کیا ہے اور یہ کہ وہ جس چیز پر قائم ہیں وہ خواہش ہے ہدایت نہیں ہے اور جو حق کو اختیار کرنا چاہتا ہے اسے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ حجت و دلیل کا اتباع کرے اور تقلید سے باز رہے۔

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا-

کہ اگر میں نے تمھارا اتباع کیا تو گویا میں گمراہ ہوگیا۔

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ-

اور میں ہدایت یافتہ نہ رہا کہ مجھے ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کیا جائے اور اس جملہ میں اشارہ ہے کہ اگر اتباع کیا گیا تو ایسا ہی ہوگا۔

۵۷-قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ-

فرما دیجیے کہ میں واضح حجت رکھتا ہوں۔

مِّنْ رَّبِّيْ-

اپنے رب کی معرفت کے لیے اور یہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔

یا یہ کہ "من ربی" "بینۃ" کی صفت ہے۔

وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ-

جب کہ تم اللہ کی تکذیب کر رہے ہو یعنی اس کی ذات میں غیر کو اس کا شریک بنا رہے ہو۔

مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ-

تم جس عذاب کی جلدی مچائے ہوئے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔

اس لیے کہ وہ مشرکین کہا کرتے تھے فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (انفال ۸ / ۳۲)

ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دیں یا کوئی دردناک عذاب لے آئیں۔ [۱]

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ-

عذاب کی تعجیل یا تاخیر کے سلسلے میں ہر حکم اللہ کے اختیار میں ہے۔

يَقُصُّ الْحَقَّ-

جیسا مناسب ہوگا تعجیل ہو یا تاخیر جو بھی فیصلہ ہوگا وہ مبنی برحق وصدق ہوگا۔

وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ-

وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۳

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ۝۵۸

۵۸- فرما دیجیے کہ تم جس عذاب کی جلدی کر رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتا تو میرے اور تمھارے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور اللہ ظالموں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۵۸- قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ-

کہہ دیجیے کہ تم جس عذاب کی جلدی کر رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتا۔

لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ-

تو میں اپنے رب کے غضب کے سبب تمھیں جلدی ہلاک کر ڈالتا اور میرے تمھارے درمیان جو تعلق ہے وہ منقطع ہو جاتا۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ-

اور اللہ ظالموں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

اَعْلَمُ استدراک کے معنیٰ میں ہے یعنی گویا کہ کہا جا رہا ہے کہ امر تو اللہ کے پاس ہے اور وہی بہتر طور سے جانتا ہے کہ کس کی گرفت کی جائے اور کس کو چھوڑ دیا جائے ایسا ہی کہا گیا ہے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمدؐ سے کہا قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش مجھے حکم دیا جاتا کہ میں تمھیں اُس بات سے آگاہ کر دوں جو تم نے اپنے سینوں میں چھپا رکھی ہے تم یہ چاہتے ہو کہ میں جلد مر جاؤں گا تا کہ تم میرے بعد میرے اہل بیتؑ پر ظلم ڈھا سکو تو اس وقت تمھاری مثال ایسی ہی ہوگی جیسا ارشاد باری ہے كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ (بقرہ ۲/ ۱۷) (کہ اس شخص کی طرح جس نے آگ روشن کی پس جب ماحول روشن ہو گیا) وہ فرما رہا ہے کہ زمین نور محمدؐ سے اسی طرح منور ہوئی ہے جس طرح سورج اسے روشن کرتا ہے۔ [۲]

(۱) بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۳ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۳۸۰، ح ۵۷۴

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا جو کچھ صحراؤں اور سمندروں میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ درخت سے گرنے والے ہر پتہ کا اسے علم ہے۔ زمین کے اندھیروں میں کوئی دانا ایسا نہیں جسے وہ نہ جانتا ہو۔ اور ہر خشک و تر کتاب مبین میں لکھا ہوا ہے۔

۵۹۔ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ۔

اگر مفاتح مَفتح کی جمع ہے تو اس کے معنیٰ ہیں خزانے۔

اور اگر مِفتح کی جمع ہے تو مراد ہے کنجیاں۔ چابیاں۔

جس کے وسیلے سے غائب شدہ چیزوں تک پہنچا جاسکے اور اس لفظ کی ایک قرأت مَفَاتیح بھی ہے۔

لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ۔

جنھیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا اور وہ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق جس پر چاہتا ہے انھیں ظاہر کردیتا ہے۔

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

ہر خشک و تر کتاب مبین میں لکھا ہوا ہے۔

کتاب مبین سے مراد علم خدا ہے یا لوح محفوظ ہے یا قرآن مجید ہے۔ [۱]

کتاب فقیہ میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ میں وَّرَقَةٍ سے مراد شَجَرَةٍ ہے یعنی درخت۔ [۲]

کتاب کافی، معانی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ اور قمی میں ہے اَلْوَرَقَةُ سے مراد وہ بچے ہیں جو ساقط ہو جاتے ہیں۔ حَبَّةٌ سے مراد اولاد ہے۔ اور ظلمات الارض سے مراد اَرحام ہیں۔ رَطب جو لوگوں کو زندہ رکھتی ہے یَابِس جو موت سے ہمکنار کرتی ہے۔ اور یہ سب کچھ کتاب مبین میں موجود ہے۔ [۳]

(۱) بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۳

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۳۲۶، ح ۱۴۸۶

(۳) الکافی، ج ۸، ص ۲۴۸۔ ۲۴۹ و معانی الاخبار ص ۲۱۵ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۱ و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۳

تفسیر عیاشی میں امام کاظم علیہ السلام سے کہ اَلْوَرَقَةُ سے مراد ساقط ہونے والا بچہ ہے جو شکم مادر میں بچہ بننے سے پہلے گر جائے۔

اَلْحَبَّةُ وہ بچہ جو بچہ بننے کے بعد ولادت سے پہلے ساقط ہو جائے۔

اَلرَّطْبُ وہ لوتھڑا جو تخلیق کی تکمیل سے پہلے رحم میں ٹھہرا رہے۔

یَابِسٍ مکمل ہو جانے والا بچہ۔

کتاب مبین سے مراد ہے امام مبین۔ [1]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تمھارے آقا امیر المومنین علیہ السلام کے لیے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ (رعد ۱۳ / ۴۳) [2]

اور ارشاد رب العزت ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اور اس کتاب کا علم علیؑ کے پاس ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ کتاب کا مفہوم تاویل کے اعتبار سے سورۂ بقرہ کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۱، ح ۲۹ (۲) الاحتجاج، ج ۲، ص ۱۴۰

وَ هُوَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰکُمۡ بِالَّیۡلِ وَیَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُمۡ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبۡعَثُکُمۡ فِیۡهِ لِیُقۡضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ ثُمَّ اِلَیۡهِ مَرۡجِعُکُمۡ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَ هُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَ یُرۡسِلُ عَلَیۡکُمۡ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا وَهُمۡ لَا یُفَرِّطُوۡنَ ﴿۶۱﴾

ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ مَوۡلٰهُمُ الۡحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الۡحُکۡمُ ۟ وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِیۡنَ ﴿۶۲﴾

۶۰- وہی تو ہے جو تمھیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم نے دن بھر کیا ہے وہ اسے جانتا ہے، اور پھر دن کے وقت تمھیں دوبارہ واپس بھیج دیتا ہے تاکہ تم مقررہ مدت پوری کرلو، آخرکار اسی کی طرف تمھاری واپسی ہے۔ اس کے بعد وہ تمھیں آگاہ کردے گا جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔

۶۱- اور وہی خدا ہے جو اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تمھارے لیے نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرلیتے ہیں اور وہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے۔

۶۲- پھر سب کے سب اپنے برحق آقا اللہ کے حضور میں لوٹائے جائیں گے۔ آگاہ ہوجاؤ کے تمام اختیارات اسی کو حاصل ہیں وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔

---

۶۰ -وَهُوَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰکُمۡ بِالَّیۡلِ-

اور اللہ وہ ہے جو رات کو سوتے ہوئے اختیارِ کلّی کی بنیاد پر تمھاری روح قبض کرلیتا ہے جس طرح وہ موت دے کر روح قبض کرتا ہے۔

وَیَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُمۡ بِالنَّهَارِ-

اور دن بھر تم نے جو کچھ کیا ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ وہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔

ثُمَّ یَبۡعَثُکُمۡ فِیۡهِ-

جب دن نمودار ہوتا ہے تو وہ تمھیں نیند سے بیدار کردیتا ہے۔یعنی دوبارہ بھیجتا ہے۔

لِیُقۡضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ-

تاکہ تم اپنی مدت حیات پوری کرلو۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے قول یُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد موت ہے۔ [۱]

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ۔

پھر مرنے کے بعد اسی کی طرف تمھاری واپسی ہے۔

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

وہ تمھارے عمل کا بدلہ دے کر تمھارے اعمال سے تم کو آگاہ کر دے گا۔

۶۱ ـ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔

اور وہی خدا ہے جو اپنے بندوں پر غالب ہے اور پوری قدرت رکھتا ہے۔

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔

وہ تمھارے لیے ایسے فرشتے بھیجتا ہے جو تمھاری حفاظت کرتے ہیں تمھارے اعمال کو محفوظ کر لیتے ہیں اور سرکش شیاطین، زمین کے درندوں اور تمام آفات کو تم سے دور کرتے ہیں اور تم جو بھی عمل کرتے ہو وہ اسے لکھ لیتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اعمال کو لکھنے میں یہ حکمت ہے کہ جب بندوں کو معلوم ہوگا کہ ان کے اعمال کو تحریر کیا جارہا ہے اور گواہوں کی موجودگی میں پیش کیا جائے گا تو وہ لوگ برائیوں سے باز رہیں گے۔ اور بندے کو جب اپنے آقا کے کرم پر بھروسا ہوتا ہے اور اس کے عفو درگزر اور پردہ پوشی پر اعتماد ہوتا ہے تو وہ اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتا جس طرح وہ ان کی خدمت سے جی چراتا ہے جو اس کے حالات سے باخبر ہیں۔ [۲]

اور اسی سے ملتی جلتی روایت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جسے انشاء اللہ ہم سورۂ انفطار (آیت ۱۲ کے ذیل) میں بیان کریں گے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو فرشتۂ موت اور اس کے اعوان اس تک پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ پہلے سورۂ نساء میں بیان کیا جاچکا ہے۔ (بقرہ ۲/ ۱۰۳)

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔

وہ فرشتے سستی یا تاخیر کے ذریعہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے۔

۶۲ ـ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔

پھر سب کے سب اللہ کے فیصلہ اور جزا کے لیے اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ۔

وہ اللہ ان کے تمام امور کا والی و حاکم ہے اور وہ عین عدل ہے جو ہر فیصلہ حق کے مطابق کرتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۳ (۲) بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۴

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ۟ –

اس روز سوائے اللہ کے کسی اور کا حکم نہ چلے گا۔

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ –

وہ تمام مخلوقات کا حساب چشم زدن میں کردے گا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گذر چکا۔

کتاب اعتقادات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوّلین و آخرین سے تعلق رکھنے والے تمام بندوں سے یکبارگی ان کے عمل کے اجمالی حساب کے لیے مخاطب ہوگا ان میں سے ہر شخص صرف اپنا فیصلہ سنے گا دوسرے کا نہیں اور ہر ایک کو یقین ہوگا کہ خداوند عالم ان سے مخاطب ہے غیر خدا نہیں۔ ایک سے خطاب کرنا اللہ کے لیے دوسرے سے خطاب کرنے میں رکاوٹ نہیں بنے گا اور وہ اوّلین و آخرین کے تمام لوگوں کا حساب دنیاوی وقت کے مطابق صرف آدھے گھنٹے میں مکمل کردے گا۔ [1]

---

(۱) الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص ۵۲

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

۶۳۔ اے محمدؐ! ان سے دریافت کیجیے وہ کون ہے جو تمھیں صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں خطرات سے بچاتا ہے تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے جس کو پکارتے ہو کہ اگر ہمیں اس مصیبت سے تو نے بچالیا تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

۶۴۔ فرما دیجیے کہ وہ اللہ ہی ہے جو تمھیں اس مصیبت اور ہر غم سے بچاتا ہے اس کے باوجود تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔

۶۵۔ کہہ دیجیے کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب نازل کردے یا تمھارے پیروں کے نیچے سے یا تمھیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے کی طاقت کا مزا چکھا دے۔ دیکھیے ہم کس طرح بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں تا کہ وہ حقیقت سے آشنا ہو جائیں۔

۶۳۔ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔

ظلمات سے مراد ہے مصیبتیں، سختیاں اور زحمتیں۔

فرما دیجیے وہ کون ہے؟ جو تمھیں صحرا اور سمندر کی سختیوں سے نجات دلاتا ہے۔

اندھیرے کو شدت اور مصیبت سے مشابہ قرار دیا گیا اس لیے دونوں خوف و دہشت میں اور دیکھنے کی قوت کو ختم کرنے میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔

اسی لیے یَوْمٌ شَدِیْدٌ کو یومٌ مُظْلِمٌ کہا جاتا ہے۔[1] (سخت دن یعنی تاریک دن)

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا۔

تم اسے پکارتے ہو گڑگڑا کر۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۴

وَّ خُفْيَةً ۚ –

اور چپکے چپکے

لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ –

تم یہ کہتے ہو کہ اے اللہ اگر تو نے ہمیں اس ظلمت اور شدّت سے نجات دے دی۔

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ –

تو ہم شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔

۶۴ – قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا –

کہہ دیجیے کہ اللہ تمھیں اس مصیبت سے نجات دے گا۔

وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ –

اور ہر غم سے بچالے گا۔

ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ –

پھر اس کے باوجود تم شرک کی طرف واپس چلے جاتے ہو اور دلیل مل جانے کے باوجود بھی تم وعدہ وفا نہیں کرتے۔

۶۵ – قُلْ هُوَ الْقَادِرُ –

فرما دیجیے کہ وہ اللہ قدرت رکھتا ہے۔

عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ –

کہ تمھارے لیے عذاب نازل کرے تمھارے اوپر سے جس طرح قوم لوط اور اصحاب فیل پر پتھروں کی بارش کر دی۔

اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ –

یا تمھارے پیروں کے نیچے سے جس طرح فرعون کو غرق کر دیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا –

یا تمھیں مختلف خواہشات رکھنے والے گروہوں میں تقسیم کر دے ہر فرقہ اپنے اپنے قائد کے پیچھے چل رہا ہو۔

یلبسکم کے معنیٰ ہیں معاملے کو تم پر مشتبہ کر دے۔

گھمسان کی لڑائی میں ایک دوسرے سے الجھ جائیں باہمی خلط ملط ہو جائیں۔

وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ –

ایک گروہ کو دوسرے کی طاقت کا مزا چکھا دے۔

یعنی تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ –

دیکھیے ہم کس طرح وعدہ اور وَعید سے اپنی نشانیوں کو لوگوں کے سامنے بار بار پیش کرتے ہیں۔

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔

تا کہ ہوسکتا ہے اس طرح وہ حقیقت کو جان لیں، سمجھ لیں اور اس سے آشنا ہو جائیں۔

تفسیر عیاشی اور قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد دُخان (دھنواں) اور صَيْحَه (چیخ) ہے۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد ''خَسْف'' یعنی زمین میں دھنسنا ہے۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا سے مراد دین میں اختلاف ہے اور ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرنا ہے۔ وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو گے اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے درمیان ہوگا۔ اللہ کہتا ہے دیکھو ہم کس طرح بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں تا کہ اس طرح وہ حق کو پہچان لیں اور حقیقت سے آشنا ہو جائیں۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد ظالم بادشاہ ہیں اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد برے غلام ہیں اور وہ جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا کہ وہ تمھارے درمیان دشمنی اور عصبیت کو ڈال کر ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے پٹوائے گا۔ وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ سے مراد براپڑوس ہے۔ [۲]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ میری امت پر دوسرے دین والوں کا غلبہ نہ ہو اللہ نے میری دعا قبول کی میں نے درخواست کی کہ انھیں بھوک سے ہلاک نہ کرنا اللہ نے میری درخواست منظور کی میں نے گزارش کی کہ انھیں گمراہی پر مجتمع نہ کرنا اللہ نے میری گزارش مان لی اور جب میں نے التجا کی کہ انھیں مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہونے دے تو اللہ نے اسے منظور نہیں کیا۔ [۳]

فرمایا ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں جب سے تلوار کا چلن آجائے گا وہ قیامت تک ان کے درمیان سے نہیں اٹھائی جائے گی۔ [۴]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۴ (۲ و ۳ و ۴) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۳۱۵

وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿٦٦﴾

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ز وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾

وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾

٦٦- اور آپ کی قوم اُس (قرآن) کا انکار کر رہی ہے حالاں کہ وہ حقیقت ہے۔ اے پیغمبر کہہ دیجیے کہ میں تمھارا نگہبان نہیں ہوں۔

٦٧- ہر خبر کے ظہور کا وقت معیّن ہے اور عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا۔

٦٨- اور اے محمدؐ جب آپ دیکھیں کہ لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں لاحاصل بحث کر رہے ہیں تو آپ اُن سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلانا چاہے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔

٦٩- پرہیزگاروں پر اُن لوگوں کے حساب کی کوئی ذمّہ داری نہیں، البتہ نصیحت کرنا اُن کا فرض ہے شاید وہ بھی تقویٰ اختیار کرلیں۔

٦٦- وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ-

آپ کی قوم قرآن کا انکار کر رہی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ عذاب کی منکر ہے۔ [۱]

وَهُوَ الْحَقُّ ؕ-

حالانکہ وہ حقیقت ہے، سچ ہے یا واقع ہونے والا ہے اس کا نازل ہونا ضروری ہے۔

قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ-

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میں تمھارا نگہبان اور نگران نہیں ہوں۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۳۱۵

۶۷–لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ–

ہر خبر کے ظہور کے لیے وقت معیّن اور مقرر ہے۔

وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ–

اور جب وہ واقع ہوگی تو تمھیں پتا چل جائے گا۔

۶۸–وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا–

اور جب آپ دیکھیں کہ لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلا رہے ہیں مذاق اڑا رہے ہیں اور طعن و تشنیع کر رہے ہیں۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ–

تو آپ اُن کے ساتھ نہ بیٹھیں اور وہاں سے اُٹھ جائیں۔

تفسیر عیاشی میں اس آیت کے ذیل میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے اللہ کے بارے میں گفتگو اور قرآن کے بارے میں جدال مراد ہے۔

فرمایا ان میں قصّہ گو افراد بھی ہیں۔ [۱]

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ–

یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ جائیں۔

وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ–

اور اگر شیطان آپ کو بھلانا چاہے غافل کرنا چاہے۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ–

تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔

اس آیت میں قوم ظالمین کا ظاہری طور سے اس لیے ذکر کیا گیا تا کہ انھیں متنبہ کیا جائے کہ ان لوگوں نے تصدیق کرنے اور احترام کرنے کے بجائے جھٹلا کر اور مذاق اڑا کر ظلم ڈھایا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے ۔آپ کو اجازت نہیں ہے کہ جس کے ساتھ چاہیں بیٹھ جائیں اس لیے کہ خداوند عالم فرمارہا ہے۔ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا الخ [۲]

تفسیر قمی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ ایسی بزم میں نہ بیٹھے جس میں امامؑ کو دشنام کیا جاتا ہو یا مسلمانوں کی غیبت ہوتی ہو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرمارہا ہے۔ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا الایۃ [۳]

۶۹–وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ–

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۳۶۲، ح ۳۱ (۲) علل الشرائع، ص ۶۰۴ ـ ۶۰۵، باب ۳۸۵ (۳) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۰۴

وہ صاحبان تقویٰ جو اُن کے ساتھ بیٹھتے ہیں ان پر لازم نہیں ہے۔

مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ -

اُن کے حساب کی ذمہ داری جس کا اُن سے حساب لیا جائے گا یعنی ان کے برے اعمال اور اقوال۔

وَّ لٰكِنۡ ذِكۡرٰى -

البتہ ان صاحبان تقویٰ کو چاہیے کہ انھیں نصیحت کرتے رہیں یا انھیں نصیحت کی باتیں بتلاتے رہیں اور انھیں روکتے رہیں کہ وہ ایسی لاحاصل بحثوں سے احتراز و اجتناب کریں جو قبیح ہیں اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کریں۔

لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ -

ہوسکتا ہے کہ اس طرح وہ لوگ صاحبان تقویٰ کی محبت میں ان باتوں سے اجتناب کریں اور اس لیے بھی کہ وہ لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ تو مسلمانوں نے کہا کہ ہم کس طرح کریں گے کہ جب بھی مشرکین مذاق اڑانے لگیں تو ہم وہاں سے اٹھ جائیں اور انھیں چھوڑ دیں تو ہم پھر ایسی صورت میں مسجد الحرام میں بھی داخل نہ ہوں اور نہ ہی بیت الحرام کا طواف کریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَا عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ جتنی استطاعت ہو اس کے مطابق حکم دیا گیا ہے کہ انھیں نصیحت کریں اور حقائق سے آگاہ کریں۔ [1]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۳۱۶، آیت کا شانِ نزول

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰

ع ۱۰ / ۸ / ۱۴

۷۰۔ اوران سے کوئی تعلق نہ رکھیے جنھوں نے دین کوکھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انھیں دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہاں اس قرآن کے ذریعہ انھیں نصیحت کرتے رہیے تا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے اس روز خدا کے سوا نہ تو اس کا کوئی حامی ہوگا اور نہ ہی سفارش کرنے والا اور اگر ہر ممکن چیز وہ بطور فدیہ دینا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ ہوگی۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے اعمال کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے ہیں ان کے پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

۷۰۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ .... لَعِبًا وَّ لَهْوًا۔

اے نبیؐ اور اُن سے کوئی تعلق نہ رکھیے جنھوں نے دین کوکھیل اور تماشا بنا لیا ہے کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ استہزاء کرتے ہیں۔ انھوں نے دینی امور کو اپنی خواہشات پر مبنی کر دیا ہے یا یہ کہ انھوں نے عید کے دن کو جو عبادت کا دن تھا اسے کھیل کود کا زمانہ قرار دے دیا ہے۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے نبیؐ آپ اُن لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور اُن کے اعمال و اقوال کی کوئی فکر نہ کریں۔

وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔

اور دنیاوی زندگی نے انھیں آخرت سے غافل کر کے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے۔

وَ ذَكِّرْ بِهٖٓ۔

اور اے محمدؐ آپ قرآن کے ذریعہ نصیحت کیجیے۔

اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ۔

اس ڈر سے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے ہلاکت میں نہ ڈال دیا جائے اور اپنے برے اعمال کے سبب بطور رہن وضمانت نہ رکھ لیا جائے۔

اور بَسْل کے معنیٰ ہیں روکنا۔

لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ –

اور قیامت کے دن خدا کے سوا نہ تو اس کا کوئی حامی ہوگا اور نہ ہی سفارش کرنے والا ہوگا۔ جو اس سے عذاب کو دور کر دے۔

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ –

خواہ وہ ہر ممکن چیز بطور فدیہ دے دے۔

عَدْل کے معنی ہیں فدیہ اس لیے کہ وہ فدیہ دینے والے کے مقابل میں ہوتا ہے اس آیت میں اس سے مراد ہے فدیہ دینا۔

لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ –

وہ فدیہ اُن سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ –

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال کی پاداش میں ہلاکت میں ڈالے گئے ہیں یعنی انھیں عذاب کے سپرد کر دیا گیا اُن کے برے اعمال اور غلط عقائد کی بنیاد پر۔

لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ –

ان کے پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا کیوں کہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں تاکید ہے اور عذاب کی تفصیل ہے اور اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اُبلتے ہوئے پانی ''جو اُن کے شکم میں گڑگڑا رہا ہوگا'' اور آگ کے درمیان میں ہوں گے جو اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے بدن کو جلا رہی ہوگی۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۷۱﴾

وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۱- اے محمدؐ آپ ان سے دریافت کیجیے کہ کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر انھیں پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور جبکہ اللہ نے ہم کو سیدھا راستا دکھا دیا ہے تو کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟اور ہم اپنا حال اس شخص جیسا بنالیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگردان پھر رہا ہو اور اس کے ساتھی اُسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آؤ فرمادیجیے کہ اللہ کی رہنمائی ہی صحیح رہنمائی ہے۔اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم مالک کائنات کے آگے سرِاطاعت ختم کردیں۔

۷۲- اور یہ کہ نماز قائم کرو،اور اس کی نافرمانی سے بچو،اور وہی تو ہے جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔

۷۱- قُلْ اَنَدْعُوْا-

اے نبیؐ آپ ان سے فرمادیجیے کہ کیا ہم عبادت کریں؟

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا-

اللہ کو چھوڑ کر اُن کی جو نہ تو ہمیں فائدہ دینے پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچانے پر انھیں قدرت حاصل ہے۔

وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا-

اور ہم الٹے پاؤں پھر جائیں یعنی دین اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرلیں۔

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ-

جب کہ اللہ نے ہم کو سیدھا راستا دکھا دیا ہے۔

كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ-

اس شخص کی طرح جسے سرکش جن بے آب و گیاہ صحرا میں لے جائیں۔

حَيْرَانَ ۪-

حیران شخص کی طرح جو راستا گم کر چکا ہو۔

لَهٗٓ اَصۡحٰبٌ۔

اس بھٹکنے والے کے ساتھی اور رفقاء ہیں۔

یَّدۡعُوۡنَهٗٓ اِلَی الۡهُدَی۔

جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہوں یا اُسے سیدھا راستہ دکھا رہے ہوں۔

ائۡتِنَا۔

اس سے کہہ رہے ہوں ہمارے پاس چلے آؤ۔

وہ شخص جنوں کا اتباع کرتے ہوئے صحرا میں بھٹک چکا ہے اور وہ نہ اپنے دوستوں کو جواب دیتا ہے اور نہ ہی اُن کے پاس آتا ہے اور یہ بات عرب کے اس مزعومہ پر مبنی ہے کہ ''جن'' انسانوں کو اسی طرح بھٹکایا کرتا ہے۔

قُلۡ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰی۔

فرمادیجیے کہ صرف اسلام ہی کا راستا سیدھا ہے اس کے علاوہ سب گمراہی ہے۔

وَاُمِرۡنَا لِنُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم مالک کائنات کے سامنے سرِتسلیم خم کردیں۔یعنی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے حضور سر جھکادیں

۷۲-وَاَنۡ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوۡهُ۔

اور یہ کہ تم کو حکم دیا گیا ہے کہ اٹھ کھڑے ہو اسلام کے لیے اور نماز قائم کرنے کے لیے اور یہ کہ اس کی نافرمانی سے بچو۔

وَهُوَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ۔

اور وہی تو ہے جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے اور تم میں سے ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جائے گی۔

وَ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ وَ یَوۡمَ یَقُوۡلُ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۬ؕ قَوۡلُهُ الۡحَقُّ ؕ وَ لَهُ الۡمُلۡکُ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ ؕ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۷۳﴾

۷۳- اور وہی تو ہے جس نے آسمان اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ فرمائے گا کہ حشر برپا ہوجائے تو ہوجائے گا، اس کا ارشادِ برحق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اُس روز اُسی کی بادشاہت ہوگی وہ غیب اور شہادت سب کا عالم ہے اور وہ دانا اور باخبر ہے۔

۷۳- وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ-

اور وہی تو ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے جو حق اور حکمت کے ساتھ قائم ہے۔

وَ یَوۡمَ یَقُوۡلُ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۬ؕ قَوۡلُهُ الۡحَقُّ ؕ-

جس دن وہ فرمائے گا کہ حشر برپا ہوجائے تو وہ ہوجائے گا اور اس کا ارشاد برحق ہے۔

جس طرح تم یہ کہو القتال یوم الجمعه جمعه کو لڑائی ہوگی۔ لفظ یوم وقت کا مفہوم رکھتا ہے۔ اس آیت کے معنیٰ ہیں کہ وہ آسمان وزمین کا خالق ہے۔ الحق کے معنیٰ ہیں کہ کائنات میں اس کا حکم نافذ ہے۔ جب اللہ اشیاء کو وجود میں لاتا ہے اور انھیں ایجاد کرتا ہے تو وہ کُن کہتا ہے اور شے وجود میں آجاتی ہے۔ ۱

وَلَهُ الۡمُلۡکُ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ ؕ-

اور اسی کی بادشاہت ہوگی جس روز صور پھونکا جائے گا۔

جیسے اللہ کا قول ہے۔ لِمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ (غافر ۴۰/۱۶)

آج کس کی بادشاہت ہے۔ اللہ کی جو یکتا اور غالب ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ صُور نور کی ایک سینگ ہے اسرافیل جسے منہ میں لے کر پھونک ماریں گے۔ ۲

صور کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ وسیع ہے اور تنگ ہے اس میں اختلاف ہے کہ اس کا بالائی حصہ تنگ ہے اور زیریں حصہ کشادہ ہے یا اس کے بالعکس ہے اور ہر ایک کی کوئی وجہ ہے۔ اور انشاء اللہ ہم صُور کے اوصاف سورۂ زُمر کے ذیل میں جو حدیث بیان کریں اس میں واضح کریں گے۔ (زمر ۳۹/۶۸)

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ- وہ اللہ غیب اور شہادت ہر ایک کا علم رکھتا ہے۔

وَهُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ- اور وہ صاحب حکمت اور باخبر ہے۔

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۷ (۲) الجامع لاحکام القرآن، تفسیر قرطبی، ج ۷، ص ۲۰، مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۳۲۱ و روح المعانی تفسیر آلوسی، ج ۷، ص ۱۹۱ و تفسیر ابی سعود، ج ۶، ص ۳۰۳ و تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۲۸

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴿۷۵﴾

۷۴- اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ نے اپنے مربی باپ آزر سے کہا تھا، کیا آپ بتوں کو خدا بناتے ہیں۔ میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں پاتا ہوں۔

۷۵- اور ہم ابراہیمؑ کو اسی طرح آسمان و زمین کا نظام سلطنت دکھاتے تھے تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

۷۴- وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ-

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ زجاج نے کہا کہ نسب بیان کرنے والوں میں اختلاف نہیں ہے کہ ابراہیمؑ کے والد کا نام تارخ تھا۔

فرمایا یہ قول اُس بات کو تقویت بخشتا ہے جسے ہمارے اصحاب نے بیان کیا ہے کہ آزر ابراہیمؑ کے نانا تھے یا چچا تھے اس لیے کہ یہ بات صحت کا درجہ رکھتی ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب موحد تھے اور اس امر پر ہمارے فرقے کا اجماع ہے۔ انھوں نے نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اصلاب طاہرین سے ارحام مطہرات میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ تمھارے زمانے میں میرا ظہور ہوا مجھے جاہلیت کے میل کچیل سے ملوث نہیں کیا۔"

اگر اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر ہوتا تو آنحضرتؐ لفظ طاہرین استعمال نہ فرماتے کیوں کہ اللہ کا قول ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (توبہ ۹ / ۲۸) "یقیناً مشرکین عین نجاست ہیں۔" [۱]

اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ-

کیا آپ بتوں کو خدا بناتے ہیں؟ مَیں آپ کو اور آپ کی قوم کو حق سے گمراہ پاتا ہوں۔

مُّبِیْنٍ-

جس کی گمراہی ظاہر ہو۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۳۲۱

۷۵ ۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ ۔

اور اس طرح کی چیزیں ابراہیمؑ کو دکھاتے رہے ہیں، اس آیت میں ماضی کی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔

مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

آسمان و زمین کی سلطنت اور حکومت۔

ملکوت کے معنیٰ ہیں بڑی سلطنت اور اس لفظ میں "ت" مبالغہ کے لیے آئی ہے۔

وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۔

تاکہ وہ اسے دیکھ لیں اور یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں یا ہم نے ایسا کیا ہے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے زمین سے پردے ہٹا دیے یہاں تک کہ زمین اور جو کچھ اس کے نیچے ہے سب کو دیکھ لیا اور آسمانوں سے حجابات دور کردیے تو آسمانوں، ان میں رہنے والے فرشتوں اور عرش کے اٹھانے والوں کو دیکھ لیا۔ [۱]

تفسیر قمی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ کے لیے زمین اور اس کے رہنے والوں کو ظاہر کردیا گیا، اور آسمان اور اس کے باشندوں کو آشکارا کردیا گیا اور اس فرشتے کو بھی دکھایا گیا جو آسمانوں کو اٹھائے ہوئے ہے نیز عرش اور ساکنین عرش کا بھی معائنہ کرایا گیا۔ [۲]

اور قمی کی روایت میں مزید یہ ہے کہ ایسا رسول اللہ اور امیر المومنین علیہ السلام کے لیے کیا گیا۔ [۳]

اور ایک روایت میں ہے اور ائمہؑ کے لیے بھی۔ [۴]

تفسیر عیاشی کی روایت میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو ہوا وہ امر آنحضرتؐ کے لیے بھی پیش آیا۔ [۵]

اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان کی آنکھوں کو اتنی قوت عطا کی گئی جو آسمانوں سے گزر کر پار ہوگئی تو انھوں نے جو کچھ اس میں تھا وہ دیکھا اور عرش کو دیکھا اور جو اس کے اوپر ہے اسے ملاحظہ کیا اور جو کچھ زمین میں اور اس کے نیچے ہے اسے دیکھا۔ [۶]

کتاب مناقب میں امام باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ امام علیہ السلام سے جابر بن یزید نے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا تم اپنا سر اٹھاؤ جابر بن یزید کہتے ہیں میں نے

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۳۲۲ ‏ ‏ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۵ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۳، ح ۳۳

(۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۵ ‏ ‏ (۴) الخرائج والجرائح، ج ۲، ص ۸۶۷۔۸۶۶، ح ۸۱ و ۸۳

(۵) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۳، ح ۳۴ ‏ ‏ (۶) الکافی، ج ۸، ص ۳۰۵، ح ۴۷۳

اپنا سر اٹھایا تو میں نے آسمان کو بکھرا ہوا پایا اور انھوں نے میری آنکھ کو ایک سوراخ میں مسلسل دیکھتے رہنے کے لیے فرمایا یہاں تک کہ میں نے ایک نور دیکھا جس نے میری آنکھوں کو چکا چوند کر دیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح آسمان و زمین کے اقتدار کو دیکھا۔ اے جابر تم زمین کی طرف دیکھو اور اس کے بعد سر اٹھاؤ پس جب میں نے سر اٹھایا تو آسمان جوں کا توں موجود تھا۔ اس کے بعد انھوں نے میرا ہاتھ تھاما مجھے گھر سے باہر لے گئے اور مجھے ایک لباس پہنایا اور فرمایا کچھ دیر کے لیے اپنی آنکھیں بند رکھو پھر فرمایا تم ان ظلمتوں میں ہو جنھیں ذوالقرنین نے دیکھا تھا پھر میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو مجھے کچھ نظر نہ آیا پھر میں چند قدم آگے بڑھا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم اس چشمہ پر ہو جو خضر علیہ السلام کا چشمۂ حیات ہے پھر ہم اس جہان سے نکلے اور پانچویں اقلیم کی سیر کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ ملکوت الارض ہے پھر فرمایا تم اپنی آنکھیں بند کرو اور امامؑ نے میرا ہاتھ تھاما اس کے بعد ہم اپنے گھر پہنچ گئے جہاں ہمارا قیام تھا اور مجھے جو لباس امامؑ نے پہنایا تھا وہ اتروالیا میں نے دریافت کیا مولا کتنے دن گذرے تو امام علیہ السلام نے فرمایا صرف تین گھنٹے۔ [۱]

کتاب کافی، مجمع البیان، قمی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے آسمان و زمین کی سلطنت و اقتدار کو دیکھا تو کیا دیکھا کہ ایک شخص زنا میں مصروف ہے آپ نے اس کے لیے بدُعا کی اور وہ مرگیا پھر دوسرے کو دیکھا اس کے لیے بددعا کی وہ بھی مرگیا۔ تیسرے شخص کو دیکھا بددعا کی وہ بھی مرگیا اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر وحی کی اے ابراہیمؑ تمھاری دُعا مقبول ہے تم میرے بندوں کے لیے بدُعا نہ کرو اس لیے کہ اگر میں یہ چاہتا کہ تمھاری دُعا سے وہ مرجائیں تو میں انھیں خلق نہ کرتا۔ میں نے تین طرح کی مخلوقات کو خلق کیا ہے۔ ایک وہ قسم ہے جو میری عبادت کرتے ہیں اور کسی کو میرا شریک قرار نہیں دیتے میں انھیں ثواب عطا کروں گا۔ اور ایک قسم وہ ہے جو میرے غیر کی پرستش کرتے ہیں وہ مجھ سے تجاوز نہیں کرسکتے۔

اور ایک قسم وہ ہے جو میرے غیر کی پرستش کرتے ہیں تو میں اُن کی قلب سے ایسے لوگوں کو برآمد کروں گا جو میری عبادت کریں گے۔ [۲]

---

(۱) مناقب بن شہرآشوب، ج ۴، ص ۱۹۴

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۳۰۵، ح ۴۷۳ و مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۳۲۲ و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۶۔۲۰۵ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۴، ح ۳۷

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷٦﴾

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

۷٦- جب اُن پر رات چھا گئی تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا اور کہا یہ میرا رب ہے۔ جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۷۷- پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا! یہ میرا رب ہے؟ پس جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاتا۔

۷۸- پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ یہ سب سے بڑا ہے پس جب وہ غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم والو! میں اُن سے بیزار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو۔

۷٦- فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ-

جب رات تاریک ہوگئی اور اپنے اندھیرے میں اُسے چھپا لیا۔

رَاٰ كَوْكَبًا ۚ -

تو انھوں نے ایک ستارہ کو دیکھا۔

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ -

کہا یہ میرا رب ہے۔ اس جملہ کو بطور انکار اور آگاہ کرنے کے انداز میں کہا اس لیے کہ ان کی قوم ستارہ پرست تھی یا اس کا مقصد غور کرنا اور دلیل فراہم کرنا ہو اس لیے کہ وہ زندگی کے ابتدائی مراحل میں حق کے متلاشی تھے۔

فَلَمَّآ اَفَلَ-

جب ستارہ غروب ہو گیا، غائب ہو گیا۔

قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ-

عبادت کرنا تو درکنار میں ان ڈوبنے والوں کو پسند بھی نہیں کرتا اس لیے کہ کسی شے کا منتقل ہونا، چھپ جانا

اور پردے میں چلا جانا اس کے حادث اور محتاج ہونے کی دلیل ہے۔

۷۷ ۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا ۔

پھر جب چاند کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔

قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۔

فرمایا یہ میرا رب ہے؟

فَلَمَّآ اَفَلَ ۔ پس جب وہ بھی ڈوب گیا۔

قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۔

فرمایا کہ اگر میرے رب نے میری ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہوجاؤں گا اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور حق کو پانے کے لیے رب سے مدد طلب کی اس لیے اگر توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو تو ہدایت پانا ممکن نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول قوم کی رہنمائی اور انھیں متوجہ کرنے کے لیے ہے کہ چوں کہ چاند کی حالت میں بھی تغیر واقع ہوا اس لیے اُس میں معبود ہونے کی صلاحیت نہیں ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی اُسے معبود مانے تو وہ گمراہ ہے۔

تفسیر عیاشی میں صادقینؑ سے روایت ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کیا میں کیے ہوئے وعدے کو بھلا کر گمراہ لوگوں میں سے ہوجاتا؟ [1]

۷۸ ۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً ۔

اس کے بعد جب سورج کو روشن اور چمکتے ہوئے دیکھا۔

قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۔ فرمایا یہ میرا رب ہے؟

کہا گیا ہے کہ اسم اشارہ بصورت تذکیر لفظِ ھٰذا اسے اس لیے فرمایا تا کہ رب کے لیے جو مؤنث کا تصور ہے اُس سے محفوظ رکھا جائے۔

هٰذَآ اَكْبَرُ ۔ یہ تو سب سے بڑا ہے۔

سورج کی بڑائی کو اس لیے بیان کیا تا کہ دشمن کے شبہے کو ظاہر کیا جائے یا بطور استدلال اسے پیش کیا جائے۔

فَلَمَّآ اَفَلَتْ ۔ پس جب سورج غروب ہوگیا۔

قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔

فرمایا اے میری قوم کے لوگو! میں اُن سے بیزار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔

یہ ستارہ، چاند اور سورج سب ایسے اجرام سماوی ہیں جو حادث ہیں اور محتاج ہیں کوئی ذات ہے جو انھیں حدوث عطا کر رہی ہے اور ان کو مخصوص حالات سے مختص کر رہی ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۴، ح ۳۷

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۚ

۷۹- میں نے یکسو ہوکر اپنا رُخ اس ہستی کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۷۹- ابراہیم علیہ السلام نے جب ستارے، چاند اور سورج کی الوہیّت سے بیزاری کا اظہار کیا تو اس کے موجد اور خالق کی جانب توجہ مبذول کی جس نے اس جانب اُن کی رہنمائی کی تھی فرمایا:

میں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اور سب کو چھوڑ کر اپنا رُخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین پیدا کیا ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے مامون رشید نے سوال کیا کہ اے فرزند رسول کیا آپ کا یہ قول نہیں ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا بے شک! تو مامون نے کہا پھر فرمایئے اللہ کے اس قول کے بارے میں فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کو تین طرح کے افراد سے پالا پڑا تھا ایک گروہ وہ تھا جو ستارہ پرست تھا، دوسرا گروہ چاند کی پرستش کرتا تھا اور تیسرا گروہ سورج کو پوجتا تھا اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپ غار سے باہر تشریف لائے جہاں پر آپ مخفی تھے جب رات کا وقت آیا تو زہرہ ستارہ کو دیکھ کر فرمایا کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ جملہ بصورت انکار تھا اور سوالیہ انداز تھا پس جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا میں ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتا کیونکہ ڈوب جانا حادث ہوجانے والے کی صفت ہے۔ قدیم کی صفات میں سے نہیں ہے اس کے بعد جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو بطور انکار اور بطور سوال کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ جب وہ بھی ڈوب گیا تو فرمایا اگر میرے رب نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہوجاؤں گا۔ جب صبح نمودار ہوئی اور سورج کو منوّر و فروزاں پایا تو فرمایا یہ میرا رب ہے کیونکہ یہ زُھرہ اور چاند سے بڑا ہے یہ جملہ بطور انکار و سوال تھا نہ بصورت خبر و اقرار۔

جب سورج غروب ہوگیا تو آپ نے زھرہ، چاند اور سورج تینوں طرح کے پرستاروں سے مخاطب ہوکر فرمایا اے میری قوم کے لوگو! تم لوگ جس شرک میں مبتلا ہو میں اُس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں نے تو یکسو ہوکر اپنا رخ اس کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا اس کا مقصود یہ تھا کہ اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے ان کے دین کو باطل قرار دیں اور اُن پر ثابت کردیں کہ عبادت صرف اُن سب کے خالق اور ارض و سما کے خالق کے لیے ہے اور

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو جو دلائل پیش کیے انھیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو بطور الہام بتادیا اور عطا کیا تھا جیسا کہ ارشاد فرمایا وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ (انعام۶ / ۸۳)

یہ ہماری وہ حجتیں ہیں جنھیں ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابل میں عطا کی تھیں ہم جس کے درجات کو چاہیں بڑھا دیتے ہیں۔

تو یہ سن کر مامون نے کہا "اے رسولؐ خدا کے فرزند اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔[1]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد (مُرَبِّی) آزر نمرود بن کنعان کے منجّم تھے انھوں نے نمرود سے کہا کہ میں نے نجوم کے حساب میں دیکھا ہے کہ اس زمانے میں ایک ایسا شخص جنم لے گا جو اس دین کو منسوخ کردے گا اور دوسرے دین کی طرف بلائے گا۔ نمرود نے پوچھا کہ اس کا تعلق کس شہر سے ہے تو آزر نے جواب دیا اسی شہر سے۔ نمرود کا گھر کوثاریا میں تھا نمرود نے سوال کیا کہ کیا وہ دنیا میں آچکا ہے تو آزر نے کہا نہیں ابھی نہیں آیا نمرود نے کہا یہ چاہیے کہ مردوں اور عورتوں میں جدائی کردی جائے اور جدائی کردی گئی۔ ایسے عالم میں مادر ابراہیمؑ حاملہ ہوئیں اور اُن کا حمل ظاہر نہیں ہوا جب وقت ولادت قریب آیا تو انھوں نے کہا اے آزر میں بیمار ہوں میں تم سے الگ رہنا چاہتی ہوں اس زمانے میں اگر کوئی عورت بیمار ہوجاتی تھی تو اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرلیتی تھی۔ مادر ابراہیمؑ نے ایک غار میں گوشہ نشینی اختیار کی اور وہیں پر ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ انھیں تیار کرکے ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر واپس آگئیں اور انھوں نے غار کا دروازہ پتھر سے بند کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے انگوٹھے سے دودھ جاری کردیا ان کی ماں ان کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں اور ادھر نمرود نے حاملہ عورت پر پہرہ دار متعین کر رکھے تھے اور وہ ہر پیدا ہونے والے لڑکے کو ذبح کرادیتا تھا۔ مادر ابراہیمؑ نے ابراہیمؑ کو ذبح ہونے سے بچالیا اور ابراہیمؑ غار میں پروان چڑھتے رہے جتنا کوئی اور ایک مہینہ میں بڑھتا ہے یہ ایک دن میں بڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ غار میں تیرہ سال گذر گئے ایک دن ماں ملنے کے لیے آئیں اور جب وہ روانہ ہونے لگیں تو یہ ان سے چمٹ گئے اور کہا مادر گرامی مجھے اس غار سے باہر نکالیے تو انھوں نے کہا میرے بیٹے اگر بادشاہ کو پتا چل گیا کہ تمھاری ولادت اس دوران ہوئی ہے تو وہ تمھیں قتل کردے گا۔

پس ان کی والدہ روانہ ہوگئیں تو وہ غار سے باہر آئے اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا انھوں نے آسمان میں "زہرہ" کو دیکھا اور کہا "یہ میرا رب ہے" جب زہرہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو فرمایا اگر یہ میرا رب ہوتا تو نہ حرکت کرتا اور نہ ہی یہاں سے جاتا پھر فرمایا "میں ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" اُفِل کے معنیٰ ہیں غائب۔ اس کے بعد جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یا بڑا خوب صورت ہے جب وہ بھی حرکت میں آیا اور ڈوب گیا تو فرمایا "اگر میرے رب نے رہنمائی نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہوجاؤں گا۔" پس جب صبح

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۹۷، باب ۱۵

نمودار ہوئی اور سورج طلوع ہوا اور انھوں نے اس کی روشنی کو دیکھا کہ اس کے طلوع ہونے سے پوری دنیا روشن ہوگئی ہے تو فرمایا یہ میرا رب ہے، یہ بڑا ہے اور بہتر ہے جب شام ہوئی اور سورج بھی غروب ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے حجابات ہٹا دیے اور انھوں نے عرش اور باشندگانِ عرش کو دیکھا اور اللہ نے انھیں آسمان و زمین کے اقتدار کو دکھلا دیا تو اس وقت انھوں نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! تم جنھیں اللہ کی ذات میں شریک قرار دیتے ہو میں اُن سے براءت کرتا ہوں میں نے تو ہر طرف سے منھ موڑ کر اپنا رُخ اس کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں اس کے بعد وہ اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے والدہ انھیں گھر لے آئیں اور اپنی دوسری اولاد کے ساتھ انھیں بھی شامل کرلیا۔

فرمایا کہ امام صادق علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ھٰذَا رَبِّیْ کہنے سے کیا وہ شرک میں مبتلا ہوگئے ؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی آج یہ کہے تو مشرک ہوگا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے بلکہ وہ رب کی جستجو میں تھے یہ جملہ ابراہیمؑ کے علاوہ کسی اور کی زبان سے ادا ہو تو شرک ہے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں ایسا ہی بیان کیا گیا ہے اور صادقین میں سے کسی ایک سے مزید یہ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی جستجو میں لگے ہوئے تھے اور انھوں نے کفر نہیں کیا تھا ان کی مثال ایسی ہی تھی جیسے انسانوں میں سے کوئی اس بارے میں فکر ونظر سے کام لے۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۰۸۔۲۰۷ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۴، ح ۳۸

وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰- اوراُن کی قوم نے اُن سے حُجّت کی تو انھوں نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ جب کہ اُسی نے میری ہدایت کی ہے۔ اور جن کو تم اس کا شریک بتاتے ہو میں اُن سے نہیں ڈرتا۔ ہاں اگر میرا رب کچھ چاہے تو وہ اور بات ہے۔ میرا رب اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

۸۰-وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ-

ان کی قوم توحید کے بارے میں اُن سے جھگڑنے لگی۔

قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ-

انھوں نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی وحدانیت کے بارے میں مجھ سے بحث کررہے ہو۔

وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ-

جب کہ اللہ نے اپنی وحدانیت کی جانب میری رہنمائی کردی ہے۔

وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ-

اور میں تمھارے معبودوں سے قطعی نہیں ڈرتا اس لیے کہ وہ نفع ونقصان پر کسی قسم کی قدرت نہیں رکھتے۔

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ-

مگر یہ کہ میرا رب چاہے کہ وہ مجھے کسی تکلیف میں مبتلا کردے تو ہوسکتا ہے۔

گویا کہ یہ جواب ہے اس بات کا کہ وہ لوگ آنحضرت گو اپنے معبودوں کا خوف دلایا کرتے تھے۔

وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ-

میرا رب اپنے علم سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ امر بعید نہیں ہے کہ اس کے علم میں ایسی چیز کا نازل کرنا ہو جس میں میرے لیے خوف کا پہلو ہو۔

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ-

کیا تم یہ بات نہیں سمجھتے کہ قادر اور عاجز دونوں میں تمیز کرسکو۔

وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۱- اور تم جنھیں خدا کا شریک گردانتے ہو میں ان سے کیسے ڈروں، جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے خدا نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی فریقین میں سے کون زیادہ بے خوفی اور اطمینان کا حق دار ہے۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ؟

۸۲- جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا انہی کے لیے امن وسکون ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۸۱- وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ-

اور تم جنھیں خدائی میں شریک گردانتے ہو میں ان سے کیوں کر ڈروں جب کہ وہ ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ-

جب کہ تم انھیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے، حالاں کہ اللہ سے پورے طور سے ڈرنا چاہیے اس لیے کہ یہ مصنوع کا صانع کے ساتھ شریک کرنا ہے اور عاجز وقادر اور نقصان پہنچانے والے اور فائدہ دینے والے کو ایک دوسرے کے برابر سمجھنا ہے۔

مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ-

جن کے لیے خدا نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔

تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ میری جانب سے امن کی جگہ جب امن کی پیش کش ہوتی ہے تو تم اس کا انکار کرتے ہو۔ اور جب خوف کی جگہ پر تمھاری اپنی جانب سے امن ہوتا ہے تو اس کو تسلیم کر لیتے ہو۔

فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ-

اب بتاؤ کون سا فریق امن واطمینان کا زیادہ حق دار ہے، موحدین یا مشرکین۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ-

اگر تم جانتے ہو۔

۸۲- اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ-
جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کوظلم سے آلودہ نہیں کیا ان کے لیے امن وسکون ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امیرالمومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ قولِ ابراہیم کا تتمہ ہے۔ [1]

اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں کو بہت شاق گذرا انھوں نے کہا یارسولؐ اللہ ہم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پرظلم نہیں ڈھاتا، تو آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا یہ وہ ظلم نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو کیا تم نے نہیں سنا جو عبد صالح علیہ السّلام نے فرمایا: یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِکۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ۝ (لقمان ۳۱/ ۱۳) اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ بناؤ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ [2]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ظلم سے مراد گمراہی اور اس سے بڑھ کر امور ہیں۔ [3]

امام جعفرصادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے آیت: اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اس میں زنا بھی شامل ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں، میں ان لوگوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس میں ایسا گناہ شامل ہے کہ جب وہ اس گناہ سے توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کرلے اور فرمایا زنا کا عادی، چور اور شرابی بتوں کے پجاری کی طرح ہے۔ [4]

اور ایک روایت میں ہے یہ لوگ خوارج اور ان کے ساتھی ہیں۔ [5] کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شک ہے۔ [6]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۳۲۸ ۔ ۳۲۷
(۲) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۳۲۷
(۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۶، ح ۴۷
(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۶، ح ۴۶
(۵) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۷، ح ۵۰
(۶) الکافی، ج ۲، ص ۳۹۹، ح ۴ وتفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۶، ح ۴۸

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

۸۳– یہ ہماری وہ حُجت تھی جسے ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی، ہم جسے چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں۔ بے شک تمھارا پروردگار نہایت صاحبِ حکمت اور سب سے زیادہ باخبر ہے۔

۸۳– وَ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ–

یہ ہماری وہ حُجت تھی، جس کی جانب ہم نے ابراہیم کی رہنمائی کی تھی اور انھیں اس کی تعلیم دی تھی۔

عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ–

ان کی قوم کے مقابلے میں۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ–

ہم علم وحکمت میں جس کے درجات اور رتبے کو چاہیں بلندی عطا کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ–

یقیناً تمھارا رب اپنی حکمت کے مطابق جسے چاہتا ہے بلندی عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پستی میں لے جاتا ہے۔

عَلِيْمٌ–

اور جسے بلندی عطا کرتا ہے اس کی کیفیت اور صلاحیت سے اچھی طرح باخبر ہے۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۙ۸۴

وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۙ۸۵

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۙ۸۶

وَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۸۷

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۸۸

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ۸۹

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ ۠۹۰

ع ۱۰/۸/۱۲

۸۴- پھر ہم نے ابراہیم کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی اور ان میں سے ہر ایک کو سیدھا راستا دکھایا اور اس سے پہلے ہم نوحؑ کی رہنمائی کر چکے تھے اور ابراہیم ہی کی ذرّیت میں ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت کی نعمت سے سرفراز کیا، اور اسی طرح ہم نیک عمل کرنے والوں کو نیکی کی جزا دیتے ہیں۔

۸۵- اور زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ سب کا تعلق نیکوکاروں میں سے تھا۔

۸۶- اسمٰعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ میں سے ہر ایک کو ہم نے ہی دنیا والوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

۸۷- نیز ان کے آباؤ اجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے ہم نے بہتوں کو نوازا انھیں برگزیدہ کیا اور ان سب کو سیدھا راستا دکھایا۔

۸۸- یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کی راہنمائی کرتا ہے، لیکن اگر کہیں وہ لوگ شرک اختیار کر لیتے تو ان کے تمام عمل ضائع ہو جاتے۔

۸۹- یہ وہ لوگ تھے جنھیں ہم نے کتاب، حکم شریعت اور نبوت عطا کی تھی پس اگر یہ کفار ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ایمان لانے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر رکھے ہیں جو ان باتوں سے انکار کرنے والے نہیں۔

۹۰- یہ وہ لوگ ہیں اللہ نے جنھیں ہدایت کی نعمت سے نوازا تھا اے محمدؐ آپ بھی اسی راہ پر گام زن رہیں۔ اور فرما دیجیے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا یہ تو تمام جہان والوں کے لیے ایک عام نصیحت ہے۔

۸۴- وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ-

پھر ہم نے ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسحاقؑ اور یعقوبؑ کو پیدا کیا اور ان میں سے ہر ایک کی ہدایت کا انتظام کیا۔ اور اس سے پہلے ہم نوحؑ کی ہدایت کر چکے تھے تاکہ ان کے خاندان والوں تک ہمارا یہ پیغام پہنچ جائے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے ۔ [1]

اور اکمال الدین میں ایک حدیث میں سلسلۂ وصیّت کو آدم علیہ السلام سے متصل کیا ہے۔ [2]

۸۴۔۸۵- وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ...... وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ-

اور ابراہیم کی ذرّیت میں سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت کی دولت عطا کی اسی طرح ہم نیک عمل کرنے والوں کو نیکی کی جزا دیتے ہیں اور زکریا، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ سب کا تعلق نیکوکاروں میں سے تھا۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ بن مریم کا نسب قرآن کریم میں عورت کی جانب سے اولاد ابراہیم کے ذیل میں بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ [3]

کتاب عیون میں امام کاظم علیہ السّلام سے اس مسئلہ میں ہارون رشید کے جواب کے طور پر مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کو حضرت مریمؑ کے واسطے سے اولاد انبیاء سے ملحق کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہم کو پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذریت سے ہماری مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ذریعہ سے ملحق کیا گیا ہے۔ [4]

۸۶ تا ۸۸- وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ..................... وَ لَوْ اَشْرَكُوْا-

اسمٰعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ میں سے ہر ایک کو ہم نے ہی دنیا والوں پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۱۱۶، ح ۹۲، حدیث آدم مع الشجرۃ و (۲) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۲۱۶، ح ۲
(۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۷، ح ۵۲ (۴) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۸۴، ح ۹، باب ۷

نیز ان کے آباؤ اجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بھی ہم نے بہتوں کو نوازا، انھیں برگزیدہ بنایا اور ان سب کو سیدھا راستا دکھایا یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کی راہنمائی کرتا ہے لیکن اگر کہیں وہ لوگ اس فضیلت اور رفعتِ منزلت کے باوجود شرک اختیار کرتے۔

لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ -

تو ان کے تمام اعمال ضائع اور برباد ہو جاتے اور وہ لوگ بھی عام افراد کی مانند ہو جاتے۔

٨٩ - أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ -

یہ وہ لوگ تھے جنھیں اللہ نے کتاب عطا کی تھی۔

وَالْحُكْمَ -

اور حکمت یا حکومت و اقتدار اور فیصلہ کی طاقت بخشی تھی۔

وَالنُّبُوَّةَ -

اور انھیں نبوت سے سرفراز کیا تھا یا کتاب، حکم اور نبوت تینوں سے نوازا تھا۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ -

پس اگر یہ قریش ان باتوں کو تسلیم نہ کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ -

کیوں کہ ہم نے ایمان لانے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر رکھے ہیں جو ان باتوں سے انکار کرنے والے نہیں ہیں۔

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے: ''قَوْمًا يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا '' یہ ایسے لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔[1]

٩٠ - أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ -

جن انبیاء کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے، اللہ نے جن کی ہدایت کی تھی۔

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ -

اے محمدؐ آپ بھی ان کی راہ کا اتباع کرتے رہیں اور اسی راہ پر گام زن رہیں۔

کتاب مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مومنین میں سے عقل مند افراد کے لیے اقتداء سے زیادہ صحیح و سالم کوئی اور راستا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہی واضح راستا اور صحیح ترین مقصد (ہدف) ہے۔

---

(١) المحاسن، ج ٢ ص ٣١٩

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کے معزز ترین فرد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر فرمایا "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ" پس اگر دین خدا کے لیے اقتداء سے زیادہ مستحکم کوئی اور مسلک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کو اسی جانب برانگیختہ کرتا۔ [۱]

تفسیر قمی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے انبیاء کی ہدایت بہترین ہدایت ہے اور نہج البلاغہ میں ہے تم اپنے نبیؐ کی ہدایت کی اقتداء کرو اس لیے کہ یہ افضل ترین ہدایت ہے۔ [۲]

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۔

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میں تبلیغ رسالت کا کوئی اجر تم سے طلب نہیں کرتا۔

جس طرح حضرت محمدؐ سے پہلے جو انبیاء تشریف لائے تھے انھوں نے بھی تبلیغ رسالت کے لیے کسی قسم کے اجر کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ جس اقتدا کا حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا تھا ان میں سے یہ بھی ایک امر تھا۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۔

اس لئے کہ اس تبلیغ کا مقصد تمام جہان والوں کے لیے ایک طرح کی نصیحت اور موعظت ہے۔

---

(۱) مصباح الشریعہ، ص ۱۵۷، باب ۴۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۹۱، نہج البلاغہ، ص ۱۹۳، خطبہ ۱۱۰

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

۹۱- انھوں نے اللہ کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگایا جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا آپ ان سے دریافت کیجیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے موسیٰ لے کر آئے تھے جو تمام انسانوں کے لیے نور اور ہدایت تھی تم نے اس کتاب کو علیحدہ اوراق کی صورت میں رکھا ہوا ہے اس میں سے کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادا، آپ کہہ دیجیے کہ اس کتاب کو اللہ نے نازل کیا ہے پھر انھیں چھوڑ دیجیے کہ وہ اپنی بحث ودلیل سے کھیلتے رہیں۔

۹۱- وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ-

اور انھوں نے اللہ کو اس طرح نہیں پہچانا جو پہچاننے کا حق تھا اور اس کی ویسی تعظیم نہ کی جیسا تعظیم کرنے کا حق تھا اور انھوں نے اس کی ویسی توصیف نہیں کی اپنے بندوں پر رحمت اور لطف وکرم کے سبب وہ جس توصیف وتعریف کا مستحق تھا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ کی توصیف کما حقہٗ ممکن نہیں اور کس طرح توصیف کی جاسکتی ہے جب کہ اس نے اپنی کتاب میں فرمادیا ہے: وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ جب بھی کسی اندازے کے مطابق اس کا وصف بیان ہوگا اللہ اس سے کہیں زیادہ باعظمت نظر آئے گا۔ [1]

اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم سورۂ زمر کے ذیل میں اس بارے میں دوسری حدیث بیان کریں گے۔ [2]

اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ-

جس وقت انھوں نے وحی کا انکار کیا اور رسولوں کی بعثت کے منکر ہوگئے جب کہ یہ اللہ کی بڑی عظیم رحمت اور اس کا بہت بڑا لطف وکرم ہے اور یہ کہنے لگے کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جن کے بارے میں ذکر کیا جارہا ہے وہ قریش اور یہودی تھے۔ [3]

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۰۳، ح۱۱ (۲) آیت: ۶۷ سورۂ زمر الکافی، ج۲، ص۱۸۲، ح۱۶ (۳) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۰

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ .... وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۔

اے محمدؐ آپ ان سے دریافت کیجیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے موسیٰؑ لے کر آئے تھے جو تمام انسانوں کے لیے نور اور ہدایت تھی تم نے اس کتاب کو علیٰحدہ اوراق کی صورت میں رکھا ہوا ہے اس میں سے کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو۔ سرزنش کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں پابند کیا گیا ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کریں کہ کتاب کے کچھ حصّے کو چھپا کر اور کچھ حصّے کو ظاہر کر کے وہ کتاب میں تحریف کر رہے ہیں اور انھوں نے علیٰحدہ اوراق کی صورت میں اس لیے رکھا ہوا ہے کہ اپنی مرضی سے اس میں جو تبدیلی کرنا چاہتے ہیں وہ کر سکیں۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتے تھے چھپا لیتے تھے اور جو چاہتے تھے اسے ظاہر کر دیتے تھے۔ [۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے متفرق اوراق میں لکھتے تھے پھر اپنی مرضی سے جسے چاہتے ظاہر کرتے اور جس کو چاہتے اسے چھپا دیتے تھے۔ [۲]

تفسیر قمی میں ہے کہ رسول اکرمؐ کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا تھا وہ اسے چھپایا کرتے تھے۔ [۳]

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ۔

اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جنھیں نہ تم جانتے تھے اور نہ ہی تمھارے باپ دادا اُن سے واقف تھے اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ اس کتاب کو اللہ نے نازل کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم دیا کہ ان کی جانب سے یہ تصور کرتے ہوئے جواب دیں کہ اس کا جواب تو معین ہے اس کے علاوہ کوئی اور جواب ممکن نہیں۔ اور انھیں اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ لوگ حیران و ششدر ہیں اور جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۔

اے نبیؐ پھر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کہ وہ اپنی بحث و دلیل سے کھیلتے رہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ "فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ" سے مراد ہے کہ وہ کتاب کا انکار کرنے اور اسے جھٹلانے کے لیے بے ہودہ بحث میں الجھ گئے ہیں۔ [۴]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۶۹، ح۵۸ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۶۹، ح۵۹
(۳) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۰ (۴) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۰

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی خیر و برکت والی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس لیے نازل کی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ مکّہ کے رہنے والوں اور اطراف وجوانب کے لوگوں کو متنبہ کر دیں اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

۹۲۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ۔

اور یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے بہت زیادہ منفعت بخش اور سودمند ہے۔

مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ۔

اور جو کتابیں اس کتاب سے پہلے نازل کی جا چکی ہیں ان سب کی تصدیق کرتی ہے۔

وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى۔

تاکہ آپ اس کتاب کے ذریعہ مکّہ کے باشندوں کو ڈرائیں۔ مکّہ کو اُم القریٰ یعنی بستیوں کی ماں اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے نیچے زمین پھیلائی گئی گویا کہ مکّہ نے اس سے جنم لیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ مکّہ کا نام اُمّ القریٰ اس لیے رکھا گیا کہ یہ زمین کا پہلا حصّہ ہے جسے اللہ نے خلق فرمایا ہے۔ [1]

وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ۔

اور جو اس کے گرد و نواح میں ہوں یعنی مشرق اور مغرب کے رہنے والے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ۔

اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں نیز وہ اپنی نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ جو آخرت کی تصدیق کرتا ہے وہ انجام سے ڈرتا ہے اور یہ خوف اسے غور و فکر پر آمادہ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کتاب کو مان لیتا ہے اور اطاعت کی پابندی کرتا ہے اور نماز کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا کہ وہ دین کا ستون اور ایمان کا پرچم ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۲۱۰

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا الزام لگائے یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے دراں حالیکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو یا جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے ویسی میں بھی بنالوں گا کاش آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھیں جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لیے کہ تم اللہ کے خلاف ناحق باتیں بنایا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے۔

۹۳۔ وَمَنْ اَظْلَمُ.................. مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی صادقین میں سے کسی سے روایت ہے کہ یہ آیت ابن ابی سَرح کے بارے میں نازل ہوئی عثمان نے جسے مصر کا گورنر بنایا تھا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا کہ فتح مکّہ کے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کا خون بہانا مُباح قرار دیا تھا۔ وہ رسول اللہ کا کاتب تھا جب اللہ تبارک تعالیٰ نے ''اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ'' کی آیت نازل فرمائی تو اس نے اس آیت کی جگہ ''اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ'' لکھ دیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس سے فرماتے تھے کہ یہ نہ لکھو اللہ صاحب علم اور دانا ہے وہ جانتا ہے کہ اس جگہ کون سا لفظ ہونا چاہیے۔ اور ابن ابی سرح منافقین سے یہ کہتا تھا کہ آیت جس طرح نازل ہوتی ہے میں اپنے دل سے اس جیسی آیت بنالیتا ہوں اور مجھے تبدیلی کا احساس نہیں ہوتا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ [1]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عثمان بن عفان کا رضاعی بھائی تھا وہ مسلمان ہوکر مدینہ آگیا اس کا خط اچھا تھا جب آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر وحی نازل ہوتی تو آں حضرت اسے طلب کرتے تو رسول اللہ اسے جو اِملا کرواتے تھے وہ لکھ لیا کرتا تھا جب رسول

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۶۹۔ ۳۷۰

اکرمؐ اس سے فرماتے ''سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ'' تو وہ لکھتا ''سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ'' اور جب آں حضرتؐ اس سے کہتے ''وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ'' تو وہ خبیر کی جگہ ''بَصِيْرٌ'' لکھ دیتا وہ ''ت'' اور ''ی'' میں بھی فرق کر دیتا تھا اور رسول اللہ اس سے کہتے تھے کہ وہ ایک طرح سے ہے۔ وہ شخص مرتد ہو کر کافر ہو گیا اور مکّہ مکرمہ واپس چلا گیا اور اس نے قریش سے کہا خدا کی قسم محمدؐ کو نہیں معلوم کیا کہہ رہے ہیں جیسا وہ کہتے ہیں اسی جیسا میں کہتا ہوں اور وہ اس کا انکار نہیں کرتے تو جس طرح ان پر آیات کا نزول ہوتا ہے اسی طرح مجھ پر بھی آیتیں نازل ہوتی ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بارے میں اپنے نبی اکرمؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ

جب آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکّہ فتح کر لیا تو اس کے قتل کا حکم صادر کیا حضرت عثمانؓ اسے لے کر آئے انھوں نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا اور آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد میں تشریف فرما تھے حضرت عثمانؓ نے رسول اکرمؐ سے کہا یا رسولؐ اللہ اسے معاف فرما دیجیے رسولؐ اکرم خاموش رہے حضرت عثمانؓ نے دوبارہ کہا آں حضرتؐ پھر بھی خاموش رہے انھوں نے تیسری مرتبہ کہا تو آں حضرتؐ نے فرمایا میں نے اسے تمھارے حوالے کر دیا جب وہ گذرا تو رسول اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ جو اسے دیکھے وہ قتل کر ڈالے؟ تو ایک شخص نے جواب دیا یا رسولؐ اللہ میری آنکھیں آپ کی جانب مرکوز تھیں کہ آپ اشارہ کریں تو ہم اسے قتل کر دیں تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ انبیاء اشارے سے قتل نہیں کیا کرتے اس شخص کا شمار طُلقاء (آزادہ کردہ) میں ہوتا ہے۔ [1]

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ۔

کاش آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھیں جب ان پر سکرات کا عالم طاری ہو۔ غمرات الموت کے معنیٰ ہیں موت کی سختی۔ ''غَمَرَةُ الْمَاءِ'' کے معنیٰ ہیں پانی نے ڈھانپ لیا۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ۔

اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے تا کہ ان کی روحیں قبض کر لیں ایسے تقاضا کرنے والے کی مانند جسے ان پر مسلّط کیا گیا ہو۔

اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ۔

وہ فرشتے ان لوگوں سے سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کر کے کہہ رہے ہوں گے اپنی جان نکال کر ہمارے سپرد کر دو۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔

آج کے دن تم کو ذلت و رسوائی کے عذاب کی سزا دی جائے گی۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۰۔۲۱۱

لفظ "ھُوْن" ھَوَان سے ہے جس کے معنیٰ ہیں رسوا کرنے والا عذاب۔
تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد پیاس ہے۔ [1]
تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "عَذَاب الھون" سے مراد روز قیامت کی تشنگی اور پیاس ہے۔ [2]

بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ...................عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔

اس لیے کہ تم اللہ کے خلاف ناحق باتیں بنایا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے۔
آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے اور اسے تسلیم نہیں کرتے تھے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۱ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۰۷، ح ۶۲

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

ع ۱۱/۱۲

۹۴۔ اور تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمھیں عطا فرمایا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمھارے ساتھ ان سفارش کرنے والوں کو بھی نہیں دیکھ رہے ہیں جن کی نسبت تم یہ سمجھتے تھے کہ وہ تمھارے شریک ہیں تمھارے سب تعلقات منقطع ہو گئے اور تمھارے تمام خیالی منصوبے گم ہو کر رہ گئے۔

۹۴۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى۔

اور تم ہمارے پاس اپنے مال ومتاع، اولاد اور بتوں کو چھوڑ کر تنہا آئے ہو۔

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔

جس ہیئت پر ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

کتاب خرائج میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ انھوں نے اس آیت کو حضرت فاطمہؑ بنت اسد کے سامنے پڑھا تو انھوں نے دریافت کیا کہ ''فرادیٰ'' سے کیا مراد ہے؟ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا برہنہ تو حضرت فاطمہؑ بنت اسد نے کہا ہائے افسوس اس برہنگی پر! تو آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی کہ قیامت کے دن انھیں عُریان محشور نہ کرے اور یہ کہ انھیں کفن کے ساتھ محشور کیا جائے۔ [۱]

اور اسی مفہوم کی حدیث کتاب کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ [۲]

اور اسی کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے:

تَنَوَّقُوْا فی الاکفان فانکم تبعثون بها۔

کفن کا کپڑا عمدہ ہونا چاہیئے اس لیے کہ تمھیں اسی لباس میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ [۳]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا قیامت کے دن لوگوں کو برہنہ محشور کیا جائے گا؟ تو نبی اکرمؐ نے فرمایا نہیں بلکہ انھیں کفن پہنے ہوئے اٹھایا جائے گا دریافت کیا گیا کفن کہاں سے آئے گا جب کہ وہ بوسیدہ ہو چکا ہوگا آں حضرتؐ نے فرمایا کہ جو ان کے بدن کو نیا بنائے گا وہی

(۱) الخرائج والجرائح، ج۱، ص۹۰۔۹۱، ح۱۵۰ (۲) الکافی، ج۱، ص۴۵۳، ح۲ (۳) الکافی، ج۳، ص۱۴۹، ح۶

ان کے لیے نئے کفن کا بھی اہتمام کرے گا اور پوچھا گیا کہ اگر کسی کو مرنے کے بعد کفن نہ ملا ہو تو اس کا کیا ہوگا؟ فرمایا اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے اس شخص کی برہنگی کو چھپا دے گا۔ [1]

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ۔

ہم نے تمھیں دنیا میں جن چیزوں کا مالک بنایا تھا تم نے آخرت کو بھلا کر انھیں سے دل لگا لیا اور وہ سب کچھ چھوڑ کر تم چلے گئے۔

وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔

اپنے پیٹھ پیچھے اور اس میں سے تم کچھ بھی اٹھا کر نہ لے گئے۔

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا۔

اور ہم تمھارے ساتھ ان سفارش کرنے والوں کو بھی نہیں دیکھ رہے ہیں جن کی نسبت تم یہ سمجھتے تھے کہ وہ تمھارے شریک ہیں۔

یعنی وہ تمھارے رب کی حیثیت سے اللہ کے شریک ہیں اور یہ کہ وہ تمھاری عبادت کے حق دار ہیں۔

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ۔

تمھارے سارے تعلّقات ختم ہو گئے اور تمھارا اتّحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

لفظ بَیْن اَضداد میں سے ہے جو جدائی اور ملاپ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔

اور تمھارے تمام خیالی منصوبے گم ہو کر رہ گئے، خاک میں مل گئے۔

---

(۱) الاحتجاج، ج ۲ ص ۹۸

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوَىٰ ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿۹۵﴾

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ج وَ جَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۹٦﴾

۹۵- یقیناً اللہ وہ ہے جو دانے اور گٹھلی کو شگافتہ کرتا ہے، جان دار کو بے جان سے نکالتا ہے۔ اور وہی بے جان کا جان دار سے نکالنے والا ہے، یہی تمھارا خدا ہے تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔

۹٦- پردۂ شب کو چاک کر کے وہی صبح کو نمودار کرتا ہے، اور اسی نے رات کو باعث سکون قرار دیا ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند کو شمار کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ خدا کے مقرر کردہ اندازے ہیں جو غالب اور بہت علم والا ہے۔

۹۵- إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوَىٰ -

بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو شگافتہ کر کے ان سے نباتات اور درخت اگاتا ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ -

وہ جان دار کو بے جان سے نکالتا ہے۔

وہ نطفہ اور دانے سے حیوانات اور نباتات کی افزائش کے سامان فراہم کرتا ہے۔

وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ -

اور حیوانات ونباتات سے نطفہ اور دانے کو برآمد کرتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے حدیث طینت کے ذیل میں مروی ہے "اَلْحَبُّ" (دانہ) مومنین کی طینت ہے جس میں اللہ نے اپنی محبت ڈال دی ہے اور "النّویٰ" (گٹھلی) کافرین کی طینت ہے جو ہر خیر سے دور ہیں۔ اسے "نویٰ" اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر خیر سے پرے اور دور ہوتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے: "يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط" تو اس آیت میں حَیّ سے مراد وہ مومن ہے جس کی طینت کافر کی طینتِ سے برآمد ہوتی ہے۔ اور وہ مردہ جو زندہ سے نکلتا ہے تو اس سے مراد ایسا کافر ہے جو طینتِ مومن سے برآمد ہوتا ہے۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے "اَلْحَبُّ" جس سے تم محبت کرتے ہو اور "اَلنَّویٰ" جو حق سے دور ہو اور یہ بھی فرمایا

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۵، ح ۷، باب طینۃ المومن والکافر

''فَالِقُ الْحَبِّ'' کے معنیٰ ہیں کہ ائمہ علیہم السّلام کے ذریعہ سے علم کو ظاہر کرتا ہے۔ ''وَالنَّوٰی'' اور نویٰ وہ ہے جو علم سے دور ہوتا ہے۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''اَلْحَبُّ'' سے مراد مومن ہے اور اس پر دلیل قول خداوندی ''وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ'' (طٰہٰ ۲۰/۳۹) (اے موسیٰ) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی ہے)

اور نویٰ سے مراد وہ کافر ہے جو حق سے دور ہے اور اسے قبول نہیں کیا ہے۔ [۲]

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ –

یہی تمھارا خدا ہے جو لائق عبادت اور قابل بندگی ہے۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ –

تم اسے چھوڑ کر اور اس سے منہ موڑ کر اس کے غیر کی جانب کدھر چلے جا رہے ہو۔

۹۶ – فَالِقُ الْاِصْبَاحِ –

وہ رات کی تاریکیوں کا پردہ چاک کر کے صبح کو نمودار کرتا ہے۔

وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا –

اور اسی نے رات کو باعثِ سکون قرار دیا ہے۔ تمام مخلوقات رات کے وقت سکون حاصل کرتی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ (یونس ۱۰/ ۶۷) تا کہ تم رات کے وقت سکون حاصل کرو۔

نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کا ارشاد ہے تم رات کے پہلے حصّے میں سفر نہ کرو اس لیے کہ اللہ نے اسے باعث سکون بنایا ہے اور اس کی قسمت میں آرام لکھا ہے سیر و سیاحت نہیں، رات کے وقت اپنے بدن کو سکون بہم پہنچاؤ اور اپنی پیٹھ کو راحت مہیا کرو۔ [۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے:

تَزَوَّجْ بِاللَّيْلِ فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ سَكَنًا۔

رات کے وقت نکاح کرو اس لیے کہ اللہ نے اسے باعث سکون و اطمینان قرار دیا ہے۔ [۴]

اور تفسیر عیاشی میں بھی ایسی ہی روایت پائی جاتی ہے۔ [۵]

اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی حاجتوں کی تلاش میں رات کے ہنگام نہ جاؤ اس لیے کہ وہ ظلمتوں کی آماجگاہ ہے۔ [۶]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۱ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۷۰، ح۶۵

(۳) نہج البلاغہ، ص۳۷۲، معقل بن قیس ریاحی کو شام روانہ کرتے وقت وصیت فرمائی (۴) الکافی، ج۵، ص۳۶۷–۳۶۶

(۵) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۷۰، ح۶۶ (۶) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۷۱، ح۶۸

کتاب کافی میں روایت ہے کہ امام علی بن الحسین علیہما السلام اپنے خدام کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ صبح نمودار ہونے سے پہلے کسی جانور کو ذبح نہ کیا کریں۔[1]

اور فرماتے تھے اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ اللَّیْلَ سَکَنًا لِکُلِّ شَیْءٍ۔ بے شک اللہ نے رات کو ہر شے کے لیے باعث سکون قرار دیا ہے۔[2]

وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا۔

سورج اور چاند کو حساب اور شمار کا ذریعہ قرار دیا ہے ان کی مختلف گردشوں سے اوقات کا حساب لگایا جاتا ہے۔

ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔

یہ خدا کے مقرر کردہ اندازے ہیں جو غالب اور بہت علم والا ہے۔ چاند اور سورج دونوں اسی کے زیرنگیں ہیں اور وہ انھیں خاص انداز میں گردش دے رہا ہے اور وہ ان کی تدبیروں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

---

(۱) الکافی، ج۶، ص۲۳۶، ح۲ (۲) الکافی، ج۶، ص۲۳۶، ح۳

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

۹۷۔ اور وہی ہے جس نے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ستاروں کو تمھارے لیے راستا معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا، ہم نے اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لیے واضح انداز میں بیان کردی ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

۹۸۔ وہی تو ہے جس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے، پھر ہر ایک کے لیے جاے قرار اور سونپنے کی جگہ مقرر کی ہے ہم نے سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لیے نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کردیا ہے۔

۹۹۔ اور وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسائی، اور پھر ہم اس کے ذریعہ ہر قسم کی نباتات اگاتے ہیں، پھر اس سے ہم نے ہری بھری ٹہنیاں نکالیں پھر ان سے تہہ بہ تہہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑے ہیں اور انگور اور زیتون کے اور انار کے باغات لگائے جن کے پھل صورت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر مزے میں جدا جدا ہیں جب یہ درخت پھل دار ہوجائیں اور ان کے پھل پکنے لگیں تو ان کی کیفیت پر غور کرو ان چیزوں میں صاحبانِ ایمان کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

۹۷۔ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ۔

اور وہی ہے جس نے خشکی اور سمندر میں رات کی تاریکیوں میں تمھارے لیے ستاروں کو راستا معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔

''فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ'' سے مراد ہے فی ظُلمٰت اللّیل فی البرّ والبحر۔ خشکی اور تری میں رات کی

تاریکیوں میں اور ظلمت کو برّ و بحر کی جانب اس لیے اضافت دی کہ ان میں اشتباہات ہیں یا راستے مشتبہ ہیں یا امور میں اشتباہات ہیں اور انھیں بطور استعارہ ظُلُمٰت کہا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ نجوم سے مراد آل محمدؑ ہیں۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ۔

ہم نے نشانیوں کو جدا جدا بیان کر دیا ہے۔

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔

جاننے والوں کے لیے اس لیے کہ وہی لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۹۸۔ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔

وہی تو ہے جس نے تمھیں ایک متنفس یعنی آدم سے پیدا کیا۔

فَمُسْتَقَرٌّ۔

پھر ہر ایک کے لیے جائے قرار بنائی۔

وَّ مُسْتَوْدَعٌ۔

اور سونپنے کی جگہ مقرر کی ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب ابوبصیر نے امام علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمھارے شہر کے لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو ابوبصیر نے کہا وہ کہتے ہیں کہ مُستقر رحم میں ہوتا ہے اور مُستودع صُلب میں ہوتا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا انھوں نے جھوٹ کہا۔ مُستقر وہ ہے جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہوجائے اور اس میں سے کبھی نہ نکلے۔ اور مُسْتَوْدَع وہ ہے جو ایک عرصہ تک ایمان کو دل میں رکھے پھر اسے نکال دے اور زبیر کا تعلق بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ [۱]

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب ان سے آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مُستَقَر رحم میں ہوتا ہے اور مُسْتَوْدَع صُلب میں ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایمان کو سونپا جائے اور پھر اس سے نکال لیا جائے۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیات مبارکہ تک زبیر ایمان کی روشنی میں چلتا رہا اس کے بعد تلوار کی چھاؤں میں چلنے لگا اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ہم علی کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کریں گے۔ [۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ مُستَقَر سے مراد ہے جو ثابت رہے اور مستودع وہ ہے جو عارضی طور پر ہو۔ [۳]

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے ایمان میں سے جو مُستَقَر ہوگا وہ

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۱، ح ۶۹ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۱، ح ۷۱ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۲، ح ۷۴

قیامت تک ہمیشہ کے لیے اپنی جگہ پر باقی رہے گا اور وہ ایمان جو مُسْتَوْدَع ہوگا مرنے سے قبل اللہ اس ایمان کو سلب کرلے گا۔ [1]

کتاب کافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے انبیاء کو نبوّت دے کر خلق فرمایا ہے وہ ہمیشہ نبوّت کے منصب پر فائز رہیں گے اور مومنین کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا ہے وہ ہمیشہ صاحبان ایمان رہیں گے اور ایک قوم کو ایمان عارضی طور پر بطور امانت دیا ہے اگر وہ چاہے گا تو ان کے ایمان کو مکمّل کردے گا اور اگر چاہے گا تو اسے سلب کرلے گا اور ان ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ۔ [2]

ہم نے سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لیے نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کردیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب نجوم (ستاروں) کا ذکر کیا تو کہا ''يَعْلَمُوْنَ'' اس لیے کہ ستاروں کا امر سب پر ظاہر اور ہویدا ہے۔ اور اولاد کی تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''يفقهون'' اس لیے کہ ان کی تخلیق ایک فرد آدم علیہ السّلام سے ہوتی ہے اور مختلف احوال میں ان کا تغیر و تبدُّل ایک ایسا باریک بیں اور اہم مسئلہ ہے جس کے لیے غور وفکر اور عقل و دانش کی ضرورت ہے۔ [3]

۹۹۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ۔

اور وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسائی پھر ہم نے اس پانی سے اُگا دیے

پہلے غائب کا صیغہ تھا پھر متکلم کا صیغہ ہوگیا۔ عربی میں یہ اسلوب سخن رائج ہے اور یہی گفتگو کا حُسن ہے۔

نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ۔

ہر قسم کے نباتات۔ یعنی نباتات کی جملہ اقسام کو پانی سے اُگا دیا۔

اس آیت کے ذریعہ قدرت خداوندی کا اظہار مقصود ہے کہ ایک پانی سے انواع و اقسام کی نباتات کو روئیدگی عطا کی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ (رعد ۱۳ / ۴)

سب کو ایک ہی پانی سے سینچا جاتا ہے اور ہم کھانے میں (ذائقہ میں) ایک پھل کو دوسرے پھل پر ترجیح دیتے ہیں۔

فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا۔

پھر ان دانوں میں سے ہم نے ہری بھری ٹہنیاں برآمد کیں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۷۳-۲۷۱، ح ۷۲ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۴۱۸، ح ۴

(۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۲۳

نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا۔

پھر ان کونپلوں سے ہم نے بالیاں نکالیں۔

وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ۔

اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے۔

دَانِيَةٌ۔

جو بوجھ کے مارے نیچے جھکے ہوئے ہیں جنھیں حاصل کرنا آسان ہے۔

وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔

اور انگور اور زیتون اور انار کے باغات لگائے جن میں سے بعض پھل ہیئت، مقدار، رنگ اور ذائقہ میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں اور کچھ پھل کسی قسم کی مشابہت نہیں رکھتے۔

اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖ۔

ان پھلوں میں سے ہر ایک پھل کو غور سے دیکھو۔

اِذَا اَثْمَرَ۔

کہ جب پھل نکلتا ہے تو کتنا چھوٹا اور ناقابل توجہ نظر آتا ہے جس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہوتا۔

وَيَنْعِهٖ۔

اور جب وہ پھل پکنے لگتا ہے یا پک جاتا ہے تو کتنا بڑا ہو جاتا ہے۔ فائدہ مند اور لذتوں سے بھرپور ہوتا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ۔

ان کی تخلیق میں نشانیاں ہیں کہ کوئی ان سب کا صانع ہے جو صاحب علم، دانا اور قدرت کا مالک ہے جو ان پر قدرت رکھتا ہے۔ ان کا انتظام کرتا ہے اور ان پھلوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کر دیتا ہے۔

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

صاحبان ایمان کے لیے اس لیے کہ وہ لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۰- اوران لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک بنا دیا حالاں کہ اسی نے انھیں خلق فرمایا ہے۔ اور بے جانے بوجھے اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بھی تیار کر دی ہیں۔ وہ ان باتوں سے پاک اور بلند و بالا ہے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں۔

۱۰۱- وہ تو آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ کوئی اس کی شریک حیات ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

۱۰۰- وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ-

اور انھوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا دیا۔

اس آیت میں جن سے مراد فرشتے ہیں ان فرشتوں کو وہ خدا شریک بناتے ہیں اور ان کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ یہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں فرشتوں کو ''جن'' اس کے لیے کہا گیا کہ وہ پوشیدہ ہیں نیز ان کی شان کو گھٹانا بھی مقصود تھا اور ان لوگوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ بھی قائم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں ''جن'' سے مراد شیاطین ہیں اس لیے کہ یہ لوگ ان شیاطین کی اسی طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے، یا شیطان کے بہکانے پر ان لوگوں نے بتوں کو پوجنا شروع کر دیا یا یہ کہنے لگے کہ اللہ تو خیر کا خالق ہے اور ابلیس شر کا خلق کرنے والا ہے۔ [1]

وَ خَلَقَهُمْ-

جب کہ ان کے علم میں ہے کہ انھیں اللہ نے پیدا کیا ہے نہ یہ کہ جنوں نے اور پیدا کرنے والا پیدا نہ کرنے والے جیسا نہیں ہوسکتا۔

وَ خَرَقُوْا لَهٗ-

اور اللہ کے گڑھ لیے، تصنیف کر لیے، بنا لیے۔

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۲۴

بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۢ۔

بیٹے اور بیٹیاں۔

اس لیے کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور دونوں کتابوں کے ماننے والے یعنی یہود ونصاریٰ عُزیر کو فرزندِ خدا اور عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ۔

جب کہ وہ اپنے قول کی حقیقت سے ناواقف ہیں وہ عظمت خداوندی سے جہالت کی بنا پر یہ باتیں بنا رہے ہیں۔

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ کی ذات میں کوئی شریک ہے یا اس کی کوئی اولاد ہے ان باتوں سے اللہ پاک اور بلند وبالا ہے۔

۱۰۱ ـ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو کسی شے سے یا کسی سابقہ مثال کے بغیر اپنے علم سے فی نفسہ خلق فرمایا اور ایجاد کیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے۔ [۱]

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ۔

کہاں سے اور کس طرح اس کی اولاد ہو سکتی ہے۔

وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ۔

جب کہ اس کی کوئی شریک حیات نہیں جو اولاد کا ذریعہ بنتی۔

وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

جو ان صفات کا حامل ہو اسے کسی شے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳ ـ ۴، ص ۳۴۳

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ فَاعۡبُدُوۡہُ ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ ﴿۱۰۲﴾

لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَ ہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَ ہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۲- ان ہی اوصاف کا مالک اللہ تمھارا رب ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے اسی نے ہر شے کو خلق فرمایا ہے تم اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر شے کا نگران ہے۔

۱۰۳- نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں البتہ وہ نگاہوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔

۱۰۲- ذٰلِکُمۡ-

جو ان صفات سے موصوف ہے۔

اللّٰہُ رَبُّکُمۡ ۚ-

وہ اللہ تمھارا پروردگار ہے۔

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ-

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے، اس نے ہر شے کو خلق فرمایا ہے۔

کتاب خصال میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے، اور کتاب العیون میں امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ بندوں کے تمام اعمال مخلوق ہیں لیکن ان کی خلقت تقدیری ہے تکوینی نہیں اور اللہ ہر شے کا خالق ہے اور ہم جبر اور تفویض کی بات نہیں کرتے۔ [۱]

فَاعۡبُدُوۡہُ ۚ-

جس ہستی میں یہ تمام صفات جمع ہوں وہ عبادت کا مستحق ہے۔

وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ-

اور وہ ہر شے کا محافظ اور نگران ہے۔ اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔

کہا گیا ہے کہ وہ ان صفات کاملہ کے ساتھ تمھارے امور کا ذمّہ دار ہے لہٰذا اپنے امور اسی کے سپرد کر دو اور اس کی عبادت کو وسیلہ بناؤ تاکہ تمھارے مقاصد پورے ہو جائیں اور ان میں کامیابی نصیب ہو وہ تمھارے تمام اعمال پر نگران ہے وہ ان ہی کے مطابق تمھیں جزا دے گا۔ [۲]

(۱) الخصال، ص ۶۰۸، ح ۹/ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۳۱۵، ح ۹، باب ۲۸ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل

۱۰۳۔ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَهُوَ یُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ۚ۔

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں البتہ وہ نگاہوں کا ادراک کرتا ہے۔

کتاب کافی اور کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ سے تصورات اور تخیلات کا احاطہ کرنا مقصود ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ارشاد باری ہے: قَدۡ جَآءَكُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ (انعام۶ / ۱۰۴) (تمھارے پروردگار کی جانب سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں) یہاں پر آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے اور آیت: فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِهٖ ۚ میں بھی آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے اور وَمَنۡ عَمِیَ فَعَلَیۡهَا ؕ سے آنکھوں کا اندھا مراد نہیں ہے بلکہ ان سب کا مفہوم یہ ہے کہ وہم وخیال احاطہ نہیں کرسکتے جیسا کہ کہا جاتا ہے:

فُلَان بَصِیرٌ بِالشِّعْرِ فلاں شخص شعر کے بارے میں بڑی بصیرت رکھتا ہے

وَفُلَان بَصِیرٌ بِالْفِقْهِ فلاں شخص فقہ میں بصیرت کا حامل ہے

وَفُلَان بَصِیرٌ بِالدَّرَاهِمِ فلاں شخص درہموں کے بارے میں بصیرت والا ہے

وَفُلَان بَصِیرٌ بِالثِّیَابِ فلاں شخص کپڑوں کے بارے میں بصیرت رکھتا ہے

اللہ اس بات سے بلند وبالا ہے کہ اسے آنکھوں سے دیکھا جائے۔ [۱]

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ اَوۡهَامُ الۡقُلُوبِ اَدَقُّ مِنۡ اَبۡصَارِ الۡعُیُوۡنِ دلوں کے تصورات آنکھوں کے دیدار سے زیادہ باریک اور دقیق ہوتے ہیں۔ تم اپنے تخیلات سے سندھ، ہند اور ایسے ملکوں کا ادراک کرسکتے ہو جہاں تک تم گئے بھی نہیں ہو اور نہ ہی تم نے انھیں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور اللہ وہ ہے کہ دلوں کے وہم وخیال بھی جس کا ادراک کرنے سے عاجز وقاصر ہیں تو بھلا آنکھوں سے دیکھنے کا سوال کیا۔ [۲]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک شخص نے مشتبہ آیات کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا جہاں تک اللہ کے قول لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَهُوَ یُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ کا تعلق ہے تو اس آیت میں لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ سے مراد ہے کہ وہم وخیال اس کا احاطہ نہیں کرسکتے، وَهُوَ یُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ اور وہ وہم وخیال کا احاطہ کرسکتا ہے۔ [۳]

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ رُویت کے بارے میں جو لوگوں کا اختلاف ہے اس بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے اپنے جو اوصاف بیان کیے ہیں اگر کوئی اس کے خلاف اللہ کے وصف بیان کرتا ہے تو اللہ پر بہت بڑا بہتان لگاتا ہے۔ اللہ ویسا ہے جیسا

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۹۸، ح۹ / کتاب التوحید، ص۱۱۲، ح۱۰، باب ۸

(۲) التوحید، ص۱۱۳، ح۱۲، باب ۸ (۳) التوحید، ص۲۶۲، ح۵، باب ۳۶

اس نے خود فرمایا ہے: لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ۔ اور یہ ابصار یہ آنکھیں نہیں ہیں بلکہ ان سے مراد دل کی آنکھیں ہیں اور بصیرت ہے جہاں تک وہم وخیال کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔ ۱

وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ۔

اور وہ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔

کتاب کافی، توحید اور کتاب عیون الرضا میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے لطیف سے مراد نہ تو قلت ہے اور نہ ہی نحیف ونزار ہونا ہے اور نہ ہی چھوٹا ہونا ہے البتہ اللہ اس اعتبار سے لطیف ہے کہ تمام اشیاء میں اس کا نفوذ وااثر ہے اور اس کا ادراک کرنا محال ہے جیسے کوئی یہ کہے لَطُفَ عَنِّي هٰذَا الۡاَمۡرُ یہ امر مجھ پر مخفی رہا وَلَطُفَ فُلَانٌ فِيۡ مَذۡهَبِهٖ وَقَوۡلِهٖ۔ اور فلاں شخص اپنی روش اور گفتگو میں نہایت ظریف ہے یعنی یہ کہ اس کی گفتگو اور روش نہایت پیچیدہ ہے، عقل کو حیران کردیتا ہے اور وہ کسی کی دست رس میں نہیں ہے چوں کہ یہ روش اور گفتگو نہایت لطیف وظریف اور عمیق تھی اس لیے فکروفہم کی اس تک رسائی نہیں ہے۔ اسی طرح خداوندعالم نہایت لطیف اور پیچیدہ تر ہے اس کا ادراک کسی حدّ ووصف سے نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی خاص وصف کے ذریعہ اسے محدود کیا جاسکتا ہے۔ اگر لطافت کی نسبت ہماری جانب ہوتو وہاں چھوٹائی اور قلت کا تصور آتا ہے اسم ایک ہے اور معنیٰ مختلف ہیں۔ ۲

خبیر وہ ہے جس کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو اور کچھ بھی اس کی دسترس سے دور نہ رہے۔ وہ تجربے اور آزمائش سے چیزوں کا علم حاصل نہیں کرتا اور یہ تجربے اور آزمائشیں اس کے علم میں کوئی اضافہ نہیں کرتیں کہ اگر یہ نہ ہوتیں تو اسے علم ہی نہ ہوتا اور اگر کوئی ایسا ہے تو وہ جاہل کہلائے گا۔ اللہ ازل سے اپنی تمام مخلوقات سے باخبر ہے اور انسانوں میں خبیر اسے کہا جاتا ہے کہ جو پہلے جاہل ہو اور بعد میں علم حاصل کرکے آگاہی حاصل کرے اِس مورد میں نام مشترک ہے لیکن معنی مختلف ہیں۔ ۳

---

(۱) مجمع البیان، ج ۴-۳، ص ۳۴۴/ تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۳، ح ۹۷

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۱۲۲، ح ۲/ التوحید، ص ۱۸۹، ح ۲، باب ۲۹ (۳) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۸، باب ۱۱

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۴- دیکھو تمھارے رب کی جانب سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں، اب جو بینائی سے کام لے گا تو اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنا رہے گا وہ خود نقصان اٹھائے گا میں تمھارا کوئی نگہبان نہیں ہوں۔

۱۰۵- اور اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ لوگ بھی اقرار کرلیں کہ آپ نے قرآن ان کے سامنے پڑھ دیا۔ اور صاحبان علم پر بھی ہم حقیقت کو واضح کردیں۔

۱۰۴- قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ-

تمھارے رب کی جانب سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں۔

بصیرت کا دل سے ویسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسا بَصَر (آنکھوں) کا بَدَن سے ہوتا ہے۔

فَمَنْ اَبْصَرَ-

پس جو بینائی سے کام لے کر حق کو دیکھے گا اور تسلیم کرلے گا۔

فَلِنَفْسِهٖ ۚ-

تو اس بینائی کا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچے گا۔

وَمَنْ عَمِیَ-

اور جو حق سے روگردانی کر کے اندھا بنا رہے گا اور گمراہ ہوگا۔

فَعَلَیْهَا ؕ-

تو اس کا وبال خود اس کے اوپر ہوگا۔

وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ-

میں تمھارا کوئی نگہبان نہیں ہوں۔

آں حضرت کی جانب سے جواب ہے کہ میں ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اللہ تمھارا محافظ ہے وہ تمھارے اعمال کی حفاظت کرتا ہے اور وہی ان اعمال کی تمھیں جزا دے گا۔ [1]

---

(۱) اقتباس از انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۲۵

۱۰۵–وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ –

اور اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں۔ اور ہم اس نوعیت کی تصریف کرتے رہتے ہیں یعنی الفاظ کی تبدیلی سے جو معانی ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہیں ان کو واضح کرتے ہیں۔ تصریف کا مفہوم ہے: نَقْلُ الشَّیْءِ مِنْ حَالٍ اِلٰی حَالٍ ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب کسی شے کا منتقل کرنا۔

وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ –

تاکہ وہ لوگ بھی یہ اقرار کرلیں کہ اے محمدؐ! آپ نے بھی ہماری تبدیلی کو پڑھ لیا، جان لیا، سمجھ لیا۔ لِيَقُوْلُوْا میں ''ل'' انجام کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ اور ''دَرْس'' کے معنی ہیں پڑھنا اور سیکھنا۔ اور ایک قرأت کے مطابق یہ دَارستَ ہے یعنی اے محمدؐ! آپ نے اہل کتاب کو پڑھ کر سنایا اور انھیں یاد دلایا اور اگر دَرستَ دُرُوس سے ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ اے محمدؐ! آپ نے یہ آیتیں پیش کیں اور انھیں غلط کام سے باز رکھا جیسے ان کا قول: اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ (انعام۶ / ۲۵) کہ یہ آیتیں تو صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ قریش رسول اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ کہا کرتے تھے کہ آپ جو خبریں ہمیں سناتے ہیں وہ آپ نے وہ علماے یہود سے پڑھیں اور سیکھیں ہیں۔[1]

وَلِنُبَيِّنَهٗ –

اور ہم ان ''تصریفات'' سے یعنی آیتوں کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرکے حقیقت کو واضح اور آشکار کرنا چاہتے ہیں۔

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ –

ان لوگوں پر جو علم رکھتے ہیں اس لیے کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۲

اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَاۤ اَشۡرَکُوۡا ؕ وَ مَا جَعَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ۚ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۱۰۷﴾

۱۰٦- اور جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے اس کی پیروی کیجیے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور مشرکین سے کنارہ کش رہیے۔

۱۰۷- اور اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا ہے۔ اور نہ ہی آپ ان کے ذمّہ دار ہیں۔

۱۰٦- اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ۚ-

اور جو حکم آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ کے پاس آیا ہے اس پر عمل کر کے اس کا اتباع کیجیے۔

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ-

اس پروردگار کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔

وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ-

اور مشرکین سے روگردانی کیجیے نہ تو ان کی باتوں پر عمل کیجیے اور نہ ہی ان کی رائے پر توجہ دیجیے۔

۱۰۷- وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَاۤ اَشۡرَکُوۡا ؕ-

اور اگر اللہ کی مشیّت ہوتی تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔

تفسیر مجمع البیان میں تفسیر اہل بیت میں وارد ہوا ہے کہ اگر مشیّت خداوندی کا تقاضا ہوتا تو ان سب کو مومنین اور خطاؤں سے مبرّا بنا دیتا یہاں تک کہ کوئی بھی نافرمانی نہ کرتا اور جنّت وجہنّم کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ انھیں حکم دیا، انھیں منع کیا، انھیں آزمایا اور انھیں وہ عطا کیا جو ان پر حجّت بن جائے از قسم ساز و سامان اور استطاعت تاکہ وہ لوگ ثواب اور عذاب کے حق دار بن جائیں۔ [1]

تفسیر قمی میں اسی سے ملتا جلتا ہوا مضمون ہے۔ [2]

وَ مَا جَعَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ۚ -

اور ہم نے آپ کو ان کے اوپر نگہبان نہیں بنایا ہے۔

وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ-

اور نہ ہی آپ ان کے لیے ذمّہ دار قرار دیے گئے ہیں۔ کہ ان کے امور انجام دیں۔

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۳۴٦ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۲

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸- اور یہ مشرکین خدا کے سوا جنھیں پکارتے ہیں تم انھیں گالی نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی حد سے تجاوز کر کے نادانی میں اللہ کو برا کہنا شروع کر دیں۔ اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کے عمل کو آراستہ کر دیا ہے۔ پھر انھیں اپنے رب کی طرف پلٹ کر آنا ہے، اس وقت وہ انھیں آگاہ کرے گا کہ یہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

۱۰۸- وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ-

اے مومنو! یہ مشرکین جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں تم ان کی برائیوں کا تذکرہ نہ کرو۔

فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا-

کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ بھی حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کر کے زیادتی کرتے ہوئے اللہ کو برا کہنے لگیں۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ-

اللہ سے عدم معرفت کی بنیاد پر اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ اللہ کا ذکر کس طرح کرنا چاہیے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ایک قول: اِنَّ الشِّرْكَ اَخفىٰ مِن دَبِيْبِ النَّمْلِ عَلٰى صَفًا سَوْدَاءَ فِي لَيْلَةٍ ظَلْمَاءَ۔ (یقیناً شرک تاریک رات میں کالی چٹان پر چیونٹی کے رینگنے سے زیادہ مخفی ہے) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ مومنین، ان خداؤں کو برا بھلا کہا کرتے تھے مشرکین اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔ تو مشرکین نے بھی مومنین کے معبود کو برا کہنا شروع کر دیا، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کو مشرکین کے خداؤں کو گالی دینے سے منع فرمایا تا کہ کفار بھی مومنین کے معبود کو برا نہ کہیں تا کہ کہیں مومنین اس طرح لاعلمی میں شرک خداوندی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ [۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے خبردار اللہ کے دشمنوں کو گالی نہ دو اس لیے کہ جب وہ تمھیں ایسا کرتے ہوئے دیکھیں گے تو زیادتی کرتے ہوئے نہ جانتے بوجھتے ہوئے اللہ کو برا کہنے لگیں گے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۳ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۷

آپ نے فرمایا کیا تم نے کسی کو اللہ کو برا کہتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو کہا گیا نہیں اور ایسا کیسے ہوگا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا: مَنْ سَبَّ وَلِيَّ اللهِ فَقَدْ سَبَّ اللهَ۔

جس نے اللہ کے ولی کو گالی دی اس نے گویا اللہ کو گالی دی۔ [۱]

اعتقادات شیخ صدوق میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسجد میں کوئی شخص آپ کے دشمنوں کو گالی دے کر اور برا کہہ کر لعنت بھیج رہا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اسے کیا ہوگیا اللہ اس پر لعنت کرے وہ ہمارے درپے ہو رہا ہے ارشاد رب العزت: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ الخ [۲]

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوهُمْ فَإِنَّهُمْ يَسُبُّونَ عَلَيْكُمْ۔

تم انھیں گالی نہ دو اس لیے کہ وہ تمھیں گالی دینا شروع کردیں گے۔ [۳]

اور فرمایا:

مَنْ سَبَّ وَلِيَّ اللهِ فَقَدْ سَبَّ اللهَ۔

جو اللہ کے ولی کو گالی دیتا ہے تو گویا وہ اللہ کو گالی دیتا ہے۔ [۴]

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا:

مَنْ سَبَّكَ فَقَدْ سَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللهَ وَمَنْ سَبَّ اللهَ فَقَدْ كَبَّهُ اللهُ عَلٰى مِنْخَرَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔ [۵]

اے علیؑ! جس نے تم کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی اور جس نے اللہ کو گالی دی تو اللہ اس کو ناک کے بل آتش جہنم میں گرا دے گا۔

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۔

اور اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے لیے ان کے عمل کو خیر وشر کے اعتبار سے آراستہ کردیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امّت نے جب عمل کا انتخاب کرلیا اور اس میں داخل ہوگئے۔ تو اللہ نے اسے اپنی جانب نسبت دی اور فرمایا: زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ نے ہر امّت کے لیے ان کے عمل کو آراستہ کر دیا اور اس پر دلیل ان کا سابقہ عمل ہے جو بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ سے واضح ہو رہا ہے۔ [۶]

ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

پھر ان سب کی بازگشت رب کی جانب ہوگی اس وقت وہ انھیں حساب وکتاب اور جزا وسزا کے ذریعہ سے ان کی کارکردگی سے آگاہ کردے گا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۳-۳۷۴، ح ۸۰
(۲) الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص ۸۲، باب ۳۹
(۳) الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص ۸۲، باب ۳۰
(۴) الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص ۸۲، باب ۳۰
(۵) الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص ۸۲، باب ۳۰
(۶) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۳

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۰۹- یہ لوگ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اے مومنو! تمھیں کیسے سمجھایا جائے کہ اگر نشانیاں آبھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔

۱۱۰- ہم ان کے قلب ونظر کو الٹ پلٹ دیں گے جس طرح یہ لوگ قرآن پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے اب بھی نہ لائیں گے سو ہم انھیں سرکشی ہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔

۱۱۱- اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور ان سے مردے بھی گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے جمع بھی کر دیتے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اِلّا ماشاء اللہ، بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔

۱۰۹- وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ -

اور ان لوگوں نے اللہ کی سخت سخت قسمیں کھا کر کہا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ لوگ قریش تھے۔ [1]

لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ -

ان کی تجویز کے مطابق اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجاتی۔

لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ -

تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۳

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ۔

اے محمدؐ! آپ فرما دیجیے کہ تمام نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں وہی ان پر قدرت رکھتا ہے وہ تقاضائے حکمت کے مطابق ان میں سے جسے چاہتا ہے ظاہر کردیتا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی میری طاقت اور ارادے کی پابند نہیں۔

وَمَا يُشْعِرُكُمْ۔

اے مومنو! تمھیں کیسے سمجھایا جائے اس آیت میں استفہام انکاری ہے۔

اَنَّهَآ۔

ان کی تجویز کردہ نشانیاں۔

اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

اگر آ بھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔

یعنی میں اس بات کو جانتا ہوں کہ اگر ان کی مطلوبہ نشانیاں آ بھی جائیں تو وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں لیکن تم لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تھی مومنین ان کفار کے ایمان کی طمع کرتے تھے اور مزید آیات کے نزول کی تمنا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں آگاہ کیا کہ جو کچھ اللہ کے علم میں ہے وہ نہیں جانتے یعنی وہ مشرکین ایمان لانے والے نہیں کیا تم نے اللہ کے قول: ''كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ'' پر غور نہیں کیا۔ [۱]

اور کہا گیا ہے کہ کہ آیت میں ''لا'' زائدہ ہے۔ [۲]

کہا گیا ہے کہ ''اِنَّ'' لَعَلَّ کے معنی میں ہے جس کی تائید اُبیؓ کی قرأت سے ہوتی ہے۔

اِنَّهَا زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس لیے کہ یہ نیا جملہ ہے اور اس سے پہلے والا جملہ مکمل ہو چکا تھا۔

اس کے بعد اللہ نے انھیں خبر دی کی وہ مشرکین کے بارے میں جانتا ہے اور یہی مفہوم زیادہ واضح ہے۔ [۳]

۱۱۰ – وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ۔

اس جملہ کا تعلق لا یومنون سے ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ تم نہیں سمجھتے جس وقت ہم اُن کے دلوں کو حق سے برگشتہ کردیتے ہیں وہ اسے نہیں سمجھتے اور جب ان کی آنکھوں کو پھیر دیتے ہیں تو وہ نہیں دیکھتے اسی لیے ایمان نہیں لاتے۔

كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔

جس طرح یہ لوگ اللہ کی نازل کردہ آیتوں پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے اب بھی ایمان نہ لائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یعنی یہ لوگ عالمِ ذر اور میثاق کے وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ [۴]

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف، ج۲، ص۵۷ (۲) انوار التنزیل، ج۱، ص۳۲۶ / کشاف، ج۲، ص۵۸-۵۷

(۳) کشاف، ج۲، ص۵۷ / انوار التنزیل، ج۱، ص۳۲۶ (۴) تفسیر قمی، ج۱ ص۲۱۳

وَ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔

سو ہم انھیں سرکشی ہی میں بھٹکنے کے لیے حیران و ششدر چھوڑ دیں گے اور انھیں مومنین جیسی ہدایت سے نہیں نوازیں گے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نُقَلِّبُ قُلُوْبَهُمْ کا مفہوم ہے نُنَكِّسُ قُلُوْبَهُمْ ہم ان کے دلوں کو الٹ دیں گے اس طرح کہ دل کا نچلا حصّہ اوپر چلا جائے گا اور ہم ان کی آنکھوں کو اندھا کردیں گے انہیں ہدایت نظر نہ آئے گی۔ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام نے فرمایا ہے وہ سب سے پہلے جہاد سے برگشتہ ہوں گے۔ پہلے ہاتھوں کے جہاد سے، پھر زبان کے اور اس کے بعد دلوں کے جہاد سے جس نے اپنے دل کو نیکی کی شناخت نہیں کرائی اور بدی کا انکار نہیں کیا تو اس کا دل منقلب ہو جائے گا اور اس کا اوپری حصہ نیچے چلا جائے گا اور وہ کبھی بھی خیر کو قبول نہیں کرے گا۔ [1]

۱۱۱- وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ .... وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا۔

اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور ان سے مردے بھی ہم کلام ہو جاتے اور ہم سب چیزوں کو ان کی نگاہوں کے سامنے جمع بھی کر دیتے جیسا کہ انھوں نے مطالبہ کیا تھا۔ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ (فرقان ۲۵ / ۲۱) کہ آخر ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل ہوتے۔ فَاْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (دخان ۴۴ / ۳۶) اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو قبروں سے اٹھا کر لے آؤ۔ یا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِیْلًا (بنی اسرائیل/ ۹۲) یا اللہ اور ملائکہ کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ قُبُلًا کے معنی ہیں عیاناً نظروں کے سامنے۔ [2]

اور اس کی تفسیر میں دوسرے مفاہیم بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اور قُبُلًا کو اس مفہوم میں قِبَلًا بھی پڑھا گیا ہے۔

مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ۔

تو اس وقت بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے اِلّا ماشاء اللہ، بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نادان اور بے علم ہیں۔

اگر انھیں تمام نشانیاں بھی دے دی جاتیں تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں لیکن انھیں اس بات کا شعور نہیں ہے اگرچہ مطلق آیت کا ہر ایک سے تعلق ہے لیکن ان کی اکثریت کی جانب اسے نسبت دی گئی ہے کہ اکثر مسلمان اس بات سے بے خبر ہیں کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لا رہے ہیں تو وہ آیت کے نازل ہونے کی تمنا محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ مشرکین ایمان لے آئیں۔ [3]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۳ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۳ (۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۲۷

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۲ـ اور ہم نے اسی طرح شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن قرار دیا ہے جو ایک دوسرے کو فریب دینے کے لیے جھوٹ سے آراستہ باتیں القاء کرتے رہتے ہیں اگر تمھارا رب چاہتا تو یہ ایسا نہ کر پاتے انھیں چھوڑ دو کہ یہ اپنی افترا پردازیاں کرتے رہیں۔

۱۱۳ـ یہ اس لیے کرتے ہیں کہ جن لوگوں کا ایمان آخرت پر نہیں ہے ان کے دل اس طرف مائل ہو جائیں اور وہ اسے پسند کر لیں اور ان برائیوں کا اکتساب کریں جن کا اکتساب وہ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۱۲ـ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا ـ

اے نبیؐ جس طرح ہم نے آپ کے دشمن بنائے ہیں آپ سے پہلے ہر نبیؑ کے لیے دشمن تھے تاکہ ان انبیاء اور اُن کے دشمنوں کے مابین امتحان کے لیے تنہائی فراہم کردی جائے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبیؑ کو بھیجا ان کی امت کے دو شیطانوں کو ان کے اوپر مامور کر دیا جو انھیں اذیت پہنچاتے اور ان کے بعد لوگوں کو گمراہ کیا کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السّلام کے ساتھ جو دو شیطان تھے ان کا نام عیطیوش اور حزام تھا، حضرت ابراہیمؑ کے دور میں جو تھے ان کا نام مکثل اور رزام تھا، حضرت موسیٰؑ کے دور میں جو تھے ان کا نام سامری اور مرعقیبا تھا اور عیسیٰ علیہ السّلام کے دور کے شیطانوں کا نام بولیس اور مریتون تھا اور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے عہد کے شیطانوں کا نام حَبتر اور زریق تھا۔ [۱]

اور کہا گیا ہے کہ "زُرَیق" زرق کی تصغیر ہے۔ نیلی آنکھ والا اور "حَبتَر" جعفر کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں لومڑی۔ اور ان دونوں کو اس نام سے اس لیے یاد کیا گیا کہ ایک کی آنکھ نیلی تھی اور دوسرا لومڑی کی طرح چال باز تھا۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ ـ

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۴

انسانوں اور جنوں میں سے سرکش افراد۔

يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا۔

جو ایک دوسرے کو فریب دینے کے لیے من گھڑت باتیں آراستہ وپیراستہ کر کے القاء کرتے رہتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہتے ہیں کہ "من گھڑت باتوں کی طرف دھیان مت دو کہ یہ وحی تو سراسر جھوٹ ہے۔"[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک طولانی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے حق کی صفات کا اہل نہیں بنایا ہے تو وہ لوگ جنوں اور انسانوں میں سے شیطان ہیں۔[2]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ انسان تین حصّوں میں بٹے ہوئے ہیں ایک حصّہ عرش خداوندی کے سایہ تلے ہوگا جس دن سوائے سایہ خداوندی کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا اور ایک حصّہ وہ ہے جن کے لیے حساب اور عذاب ہے اور ایک حصّہ ان لوگوں کا ہے جن کی چہرے انسانوں کے ہیں اور جن کے دل شیطانوں کے ہیں۔[3]

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ۔

اور اگر تمھارا رب چاہتا تو ایسا نہ کر پاتے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ افتراپردازیاں کرتے رہیں۔

۱۱۳۔ وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ۔

اور یہ اس لیے کرتے ہیں کہ جن لوگوں کا ایمان آخرت پر نہیں ہے ان کے دل اس طرف مائل ہو جائیں۔

وَلِيَرْضَوْهُ۔

اور وہ اسے اپنے لیے پسند کرلیں۔

وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ۔

اور ان برائیوں کا اکتساب کریں جن کا اکتساب وہ کرنا چاہتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۴ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۱۱، ح ۱ (۳) الخصال، ص ۱۵۴، ح ۱۹۲

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۴۔ کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور منصف تلاش کروں؟ وہی تو ہے جس نے مفصل کتاب تمھاری طرف نازل کردی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے تم سے پہلے کتاب دی تھی وہ جانتے تھے کہ یہ کتاب تمھارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے، تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔

۱۱۵۔ اور تمھارے رب کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل ہے کوئی اس کے فرامین کو تبدیل نہیں کرسکتا اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

۱۱۴۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا۔

اے نبیؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ کیا اللہ کے علاوہ میں کوئی اور منصف تلاش کروں جو میرے اور تمھارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کردے اور اہلِ حق کو اہلِ باطل سے جدا کردے۔

وَّ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ۔

اور وہی تو ہے جس نے تمھاری طرف قرآن کو نازل کیا۔

مُفَصَّلًا ؕ۔

جس کتاب میں حق و باطل کو نہایت واضح طور سے بیان کردیا گیا ہے اس طرح کہ یہ کتاب خلطِ مباحث اور شک وشبے میں پڑنے سے روکتی ہے۔

۱۱۵۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ۔

اور جن لوگوں کو ہم نے توریت اور انجیل دی ہے۔

يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔

وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب (قرآن مجید) تمھارے پروردگار کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے اس لیے کہ جو کتابیں انھیں دی گئی ہیں وہ قرآن کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور قرآن ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے باوجودیکہ

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کبھی ان کتابوں کی کوئی مشق نہیں کی اور نہ ہی ان کے علماء سے ملاقاتیں کیں۔

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ۔

تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا کہ انھیں اس بارے میں علم ہے یا یہ کہ اکثریت کے انکار کے باوجود قرآن نازل ہوکر رہا تو یہ قول گویا برانگیختہ کرنے کے طور پر بیان ہوا ہے جیسے ارشاد ہوا: وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۝ (مشرکین میں سے نہ ہوجانا) (انعام۶ / ۱۴) یہ جملہ عربی کی اس عبارت کی مانند ہے اِيَّاكَ اعنی اسمعي يا جارہ یعنی کہنا کسی دوسرے سے مقصود ہوتا ہے اور کہا اپنے قریبی فرد سے جاتا ہے۔

۱۱۵ ۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ۔

اور تمھارے رب کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل ہے اس لیے کہ اس میں حجّت ودلیل سے بات کی گئی ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس کی خبریں، احکامات اور وعدے اپنی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔ [1]

صِدْقًا ۔ خبریں اور وعدے مبنی برصدق ہیں۔

وَّعَدْلًا ۔ احکامات اور فیصلے مبنی بر عدل ہیں۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۔

کوئی بھی ان میں سے کسی شے کو تبدیل نہیں کرسکتا اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ مبنی برصدق وعدل ہیں۔

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ سنتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں انھیں جانتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امام شکم مادر میں سنتا ہے اور جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے کندھوں کے درمیان لکھ دیا جاتا ہے۔ [2]

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیا جاتا ہے۔ [3]

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کے دائیں بازو پر تحریر ہوتا ہے: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا جب امر اس تک منتہی ہوتا ہے تو اللہ اسے امام کے لیے نور کا ایک ستون بنادیتا ہے جس سے وہ شہر کے باشندوں کے عمل کو دیکھتا ہے۔ [4]

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ اپنی مخلوقات پر استدلال کرے گا۔ قمی اور عیاشی میں اسی سے ملتے جلتے ہوئے مضامین ہیں۔ [5]

---

(۱) بیضاوی انوارالتنزیل، ج۱، ۳۲۸ (۲) الکافی، ج۱، ص۳۸۷، ح۴

(۳) الکافی، ج۱، ص۳۸۸، ح۶ (۴) الکافی، ج۱، ص۳۸۷، ح۳

(۵) الکافی، ج۱، ص۳۸۷، ح۲ / تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۷۴، ح۸۳-۸۲ / تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۴-۲۱۵

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۶۔ اے محمدؐ! اگر آپ زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بے راہ کردیں گے وہ تو محض گمان پر چلتے اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

۱۱۷۔ بے شک آپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

۱۱۶۔ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ۔

اے محمدؐ! اگر آپ زمین میں بسنے والے لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بے راہ کردیں گے اس لیے کہ لوگوں کی اکثریت خواہشات کا اتباع کرتی ہے۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ۔

وہ لوگ تو صرف گمان کا اتباع کررہے ہیں۔

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد حق پر تھے جن کی یہ تقلید کررہے ہیں یا اس سے مراد ان کی جہالتیں اور ان کے فاسد خیالات ہیں۔ [1]

وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔

اور وہ صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ یعنی ان کا قول مبنی بر قیاس ہوتا ہے۔

۱۱۷۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ۔

بے شک آپ کا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ یعنی کون گمراہ ہو جائے گا یا یہ کہ بطور استفہام بیان کیا گیا ہے۔

وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔

اور وہ جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے۔

یعنی کہ اللہ دونوں فریق کو اچھی طرح جانتا ہے۔

(۱) اس مفہوم میں کہ ظن کا اطلاق علم کے مقابلے میں ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۲۸

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۸- جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کا گوشت کھاؤ اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔

۱۱۹- اور سبب کیا ہے کہ تم وہ نہ کھاؤ جس پر وقتِ ذبح اللہ کا نام لیا جا چکا ہے حالاں کہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے جسے تم پر حرام کیا ہے اِلّا یہ کہ تم اس کے کھانے پر مجبور ہو جاؤ اور لوگوں کی اکثریت بے سمجھے بوجھے اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہی ہے۔ بے شک تمھارا رب حد سے تجاوز کرنے والوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔

۱۱۸- فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ-

تم اس جانور کا گوشت کھاؤ جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

گمراہوں کے اتباع کرنے والوں کے انکار کی علت بیان کی جا رہی ہے جو حلال چیزوں کو حرام کر دیتے ہیں اور حرام کو حلال بنا لیتے ہیں اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے مسلمانوں سے کہا: کیا تم وہ کھاتے ہو جسے تم نے خود قتل کیا ہے اور جسے تمھارے رب نے قتل کیا اسے نہیں کھاتے ہو تو ان سے کہا جا رہا ہے کہ اسے کھاؤ وقت ذبح جس پر خاص طور سے اللہ کا نام لیا گیا ہو، اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے یا وہ اپنی موت مر جائے۔

اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ-

اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو کیوں کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جسے اللہ نے حلال کیا تم اسے مباح سمجھو اور جسے حرام قرار دیا ہے اس سے اجتناب کرو۔

۱۱۹- وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ-

اور اس میں تمھاری کون سی غرض پنہاں ہے کہ تم وہ نہ کھاؤ جس پر وقتِ ذبح اللہ کا نام لیا جا چکا ہے۔ تمھیں اس بات سے کون سی چیز مانع ہے۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔

جو چیزیں تمھارے لیے حرام ہیں اس نے انھیں تمھارے لیے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

ارشادِ باری ہے: حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (بقرہ ۲ / ۱۷۳) تمھارے لیے مردار کو حرام قرار دیا ہے۔

اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ

الّا یہ کہ تم اسے کھانے پر مجبور ہو جاؤ جسے تمھارے لیے حرام کیا گیا تھا اس لیے کہ وہ بھی ضرورت کے وقت حلال ہے۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ۔

اور لوگوں کی اکثریت گمراہ کرتی ہے حرام کو حلال کر کے اور حلال کو حرام قرار دے کر۔

بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

بے سمجھے بوجھے اپنے نفس کی خواہشوں سے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ۔

یقیناً تمھارا پروردگار حد سے تجاوز کرنے والوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کرتے ہیں اور حلال کو چھوڑ کر حرام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴ / ۱۱

۱۲۰۔ تم ظاہری اور باطنی ہر طرح کے گناہ کو ترک کر دو، جو گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔

۱۲۱۔ اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت مت کھاؤ اس کا کھانا نافرمانی ہے۔ بے شک شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ اگر تم نے ان کی اطاعت قبول کر لی تو یقیناً تم مشرک ہو۔

۱۲۰۔ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ۔

جو گناہ ظاہری طور پر کیے جاتے ہیں اور جو پوشیدہ طور سے واقع ہوتے ہیں ان دونوں کو ترک کر دو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد عصیان اور نافرمانی ہے۔ اور باطنی گناہ سے مراد شرک اور دل میں شک کرنا ہے۔ [۱]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ۔

بے شک جو لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں انھیں ان کے کیے کی سزا دی جائے گی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ يَقْتَرِفُوْنَ سے مراد ہے يَعْمَلُوْنَ وہ جو عمل کرتے ہیں۔ [۲]

۱۲۱۔ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت مت کھاؤ۔

کتاب فقیہ اور تہذیب میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے مجوسی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے بسم اللہ کہہ کے ذبح کیا تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں اس کا ذبیحہ کھا سکتے ہو پھر سوال کیا گیا اگر مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو امام علیہ السلام نے فرمایا ایسا ذبیحہ مت کھاؤ اس لیے کہ فرمان خداوندی ہے: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (انعام ۶ / ۱۱۸) وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۲۱۵ (۲) تفسیر قمی، ج۱، ص ۲۱۵

(۳) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۱۰ / تہذیب الاحکام، ج ۹، ص ۶۹

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اہل کتاب کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں اگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو لیکن میری مراد اہل کتاب سے وہ لوگ ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے فرمان پر عمل پیرا ہوں۔ [۱]

امام صادق علیہ السّلام سے یہود و نصاریٰ کے ذبیحے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ذبیحہ نام لینا ہے اور نام لینے پر سوائے مسلمان کے کسی اور کا ایمان نہیں۔ [۲]

کتاب تہذیب میں ہے کہ امام باقر علیہ السّلام سے ناصبی، یہودی اور عیسائی کے ذبیحے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ مت کھاؤ یہاں تک کہ سن لو کہ وہ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا: وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ [۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ حدیث سابقہ احادیث کی توضیح کرتی ہے اور اسے محکم بناتی ہے اور اس کے اجمال کو تفصیل میں تبدیل کرتی ہے جس طرح سابقہ حدیثیں اس حدیث کی تائید کرتی ہیں اور تینوں حدیثیں کثرت اختلاف کے باوجود اس مفہوم میں باہم موافقت رکھتی ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر بھولے سے ایسا ہوا ہے تو اسے جب یاد آئے وہ نام لے لے اور وہ آغاز و انجام دونوں وقت نام لے۔ [۴]

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اگر مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ لے اور بھول جائے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم اس کا ذبیحہ کھا سکتے ہو جو کھا رہے ہو اس پر اللہ کا نام لے لو۔ [۵]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے ذبح کرتے وقت سبحان اللہ کہا، اللہ اکبر کہا، لا الہ الا اللہ کہا اور الحمد للہ کہا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ [۶]

وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ

اور یہ نافرمانی ہے۔

اس لیے کہ فسق یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے ارشاد رب العزت ہے: أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ (انعام ۶ / ۱۴۵)

یا وہ نافرمانی ہو جسے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

---

(۱) الکافی، ج ۶، ص ۲۴۱-۲۰۴، ح ۱۴ (۲) الکافی، ج ۶، ص ۲۴۰، ح ۱۲ (۳) تہذیب الاحکام، ج ۹، ص ۶۸
(۴) الکافی، ج ۶، ص ۲۳۳ (۵) تہذیب الاحکام، ج ۵، ص ۲۲۲ (۶) الکافی، ج ۶، ص ۳۴

وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ۔

اور یقیناً شیاطین وسوسہ ڈالتے ہیں۔

اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـئِهِمْ۔

اپنے کافر دوستوں کے دلوں میں۔

لِیُجَادِلُوْکُمْ۔

تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ جسے تم نے مارا ہے اسے تو کھاتے ہو اور جسے اللہ نے مارا ہے اسے چھوڑ دیتے ہو۔

وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ۔

اگر حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنے میں تم ان کی اطاعت قبول کرو گے۔

اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ۔

تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

اس لیے کہ جو اللہ کی اطاعت کو ترک کر کے اس کے غیر کی اطاعت کرنے لگے اور اس کی باتیں ماننا شروع کردے تو گویا اس نے اللہ کی ذات میں کسی کو شریک بنا لیا۔

اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَـيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا‌ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

۱۲۲۔ وہ شخص جو مردہ تھا جسے ہم نے زندگی بخشی اور اسے ایسا نور عطا کیا جس میں وہ لوگوں کے درمیان سفر حیات طے کررہا ہے کیا اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہوا ہے اور اس سے نکلتا ہی نہیں اسی طرح کفار کے لیے ان کے اعمال کو آراستہ کردیا گیا ہے۔

۱۲۲۔ اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا۔

اس آیت میں لفظ مَیۡتًا کو مَیِّتًا بھی پڑھا گیا ہے۔

فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا ...... بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ۔

یعنی اس شخص کی مثال، اللہ نے جس کی ہدایت کی، گمراہی سے اسے نکالا اور اس کے لیے حجت قرار دی جسے نورِ رب سے رہنمائی مل رہی ہے کیا اس شخص جیسی ہوسکتی ہے جو گمراہی میں پڑا رہنا چاہتا ہے اور کسی حال میں بھی اس سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: ''مَیۡتًا'' کے معنی ہیں جو کسی چیز سے واقف نہیں۔ اور نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ سے مراد وہ امام ہے جس کی وہ اقتدا کررہا ہے۔ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ سے مراد وہ ہے جو امام کی معرفت نہیں رکھتا ہے۔ [۱]

اور تفسیر عیاشی میں بھی اسی جیسی روایت ہے۔ [۲]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''مَیِّت'' وہ ہے جو اس حالت کی معرفت نہ رکھتا ہو یعنی اس امر سے آگاہ نہ ہو۔ ''وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا'' اور ہم نے اس کے لیے امام مقرر کیے ہیں جن کی اقتدا کرنی چاہیے اس سے مراد علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ ''كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ'' امام علیہ السّلام نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ اسی طرح یہ مخلوق ہے جنھیں کچھ بھی خبر نہیں۔ [۳]

کتاب مناقب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ ہم سے جدا تھا تو مردہ تھا ہمارے پاس آگیا تو اسے زندگی مل گئی۔ [۴]

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ حق اور ولایت سے بے خبر تھا ہم نے اس کی جانب اس کی رہنمائی کی۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا ''نورًا'' سے مراد ولایت ہے اور ''فِى الظُّلُمٰتِ'' سے مراد ائمہ کرام کے علاوہ دوسروں کی سرپرستی ہے۔ [۵]

(۱) الکافی، ج ۱ص ۱۸۵ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۶-۳۷۵ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۶

(۴) مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۲۷۰ (۵) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۵

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ارشار رب العزّت ہے: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ "اللہ وہ ہے جو مردے سے زندہ کو برآمد کرتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔

"حی" سے مراد وہ مومن ہے جس کی طینت کافر کی طینت سے برآمد ہوتی ہے اور وہ میّت جو حی سے نکلتا ہے اس سے مراد وہ کافر ہے جو مومن کی طینت سے برآمد ہوتا ہے۔ پس حی سے مراد مومن ہے اور میّت سے مراد کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ کا یہی مفہوم ہے تو مومن کی موت کافر کی طینت سے اس کی طینت کا اختلاط ہے اور اس کی حیات اس وقت ہوتی ہے جب اللہ اپنے کلمہ کے ذریعہ ان دونوں کو جدا جدا کر دیتا ہے اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ مومن کو اس کی ولادت کے وقت ظلمت میں داخل ہو جانے کے بعد نور کی طرف لے آتا ہے اور کافر کو نور میں داخل ہو جانے کے بعد نور سے نکال کر ظلمت کی جانب لے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول: لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (یٰسین ۳۶/ ۷۰) سے یہی مراد ہے۔[1] تاکہ اس کے ذریعہ زندہ افراد کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں اور کفار پر حُجت تمام ہو جائے۔

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

اور اسی طرح کافروں کے لیے ان کے عمل کو آراستہ کر دیا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2]

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۶-۵، ح ۷ (۲) مجمع البیان، ج ۴-۳، ص ۳۵۹

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ؕ وَ مَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

وقف لازم / وقف منزل

۱۲۳- اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرمین کو موقع فراہم کیا کہ وہاں پر اپنے مکر کا جال پھیلائیں اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں اس کا نقصان انھیں کو ہے۔ مگر انھیں اس کا شعور نہیں ہے۔

۱۲۴- اور جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک ہمیں وہ چیز نہ مل جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔ عنقریب مجرمین کو خدا کے نزدیک ذلّت کا سامنا ہوگا اور وہ اپنی مکاریوں کے سبب عذاب شدید سے دوچار ہوں گے۔

۱۲۳- وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا-

جس طرح ہم نے مکّہ میں موقع فراہم کیا تھا اسی طرح ہر بستی میں بڑے بڑے مجرمین کو ہم نے مہلت دے رکھی ہے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔

لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ؕ-

تاکہ وہ اس بستی میں اپنے مکر کا جال پھیلا دیں اور ہم انھیں مکر سے روکتے نہیں ہیں اور اکابر کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا کہ وہ لوگوں کو اپنی راہ پر چلانے اور انھیں مکاریوں میں گرفتار کرنے کی زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ-

اور درحقیقت وہ خود اپنے آپ سے مکر کر رہے ہیں اس لیے کہ اس مکر کا وبال انہی کو پہنچے گا۔

وَمَا یَشْعُرُوْنَ-

مگر وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔

۱۲۴- وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا-

اور جب ان تک کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں۔

تفسیرِ قمی میں ہے کہ قَالُوْا سے مراد ''اکابر'' ہیں یعنی بڑے بڑے لوگ کہتے ہیں۔ [۱]

لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ-

ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں وہی کچھ نہ مل جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ ابوجہل نے کہا ہم بنوعبدمناف پر عرصۂ حیات تنگ کردیں گے، ہم ان سے کسی شرف میں پیچھے نہیں رہیں گے یہاں تک ہم گھڑدوڑ کے گھوڑوں جیسے نہ ہوجائیں۔ انھوں نے کہا ہمارے درمیان ایک نبی ہے جس پر وحی آتی ہے خدا کی قسم ہم اس سے راضی نہ ہوں گے اور ہرگز اس کی پیروی نہیں کریں گے جب تک ہم پر بھی ویسی ہی وحی نہ آجائے جیسی اس پر آتی ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۲]

اور اسی کی مانند اللہ کا قول: بَلْ یُرِیْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ (مدثر ۷۴/ ۵۲) ان میں کا ہر فرد یہی چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں عطا کردی جائیں۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ-

اللہ بہتر طور سے سمجھتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔

کفّار کی تردید کی جارہی ہے کی نبوّت کا تعلّق نسب اور سرمایہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ذاتی فضائل و محاسن سے ہوتا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس منصب کے لیے مختص کرلیتا ہے وہ جسے اس مقصد کے لیے مناسب سمجھتا ہے اسے منتخب کرتا ہے۔ اور وہی موزوں جگہ جانتا ہے جہاں اس رسالت کو رکھے اور ایک قرأت کے مطابق لفظ رِسَالَتَهٗ ''رِسَالاته'' پڑھا گیا ہے۔ [۳]

سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ-

مجرموں کو ان کے غرور وتکبّر کے بعد عنقریب ذلّت وحقارت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عِنْدَ اللّٰهِ-

اللہ کے پاس یعنی روز قیامت۔

اور ایک قول کے مطابق اللہ کے پاس سے۔ [۴]

وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ-

اور اپنی مکاریوں کے سبب وہ عذاب شدید سے دوچار ہوں گے۔

تفسیرِ قمی میں ہے کہ یمکرون سے مراد ہے کہ وہ پوشیدہ طور سے اللہ کی نافرمانی کیا کرتے تھے۔ [۵]

---

(۱) تفسیرِ قمی، ج۱، ص۲۱۶ (۲) مجمع البیان، ج ۳ ۔ ۴، ص۳۶۱/ انوارالتنزیل، ج۱، ص۳۳۰

(۳) اقتباس از تفسیر انوارالتنزیل، ج۱، ص۳۳۰ (۴) بیضاوی تفسیر انوارالتنزیل، ج۱، ص۳۳۰

(۵) تفسیرِ قمی، ج۱، ص۲۱۶

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵- پس اللہ جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو ایسا تنگ اور گھٹن والا بنادیتا ہے گویا کہ وہ آسمان کی طرف بلند ہورہا ہو اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر رجس کو مسلط کردیتا ہے۔

۱۲۵- فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ-

پس اللہ جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے۔ تو اسے حق سے متعارف کردیتا ہے اور اسے ایمان کی توفیق فراہم کرتا ہے۔

يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ-

اس کے سینے کو اسلام کے لیے وسیع اور کشادہ کردیتا ہے اور یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ دل حق کو قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے اور اس کا دل اس بات کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے کہ اس میں اسلام جاگزیں ہوجائے اور ان تمام باتوں سے پاک صاف رہتا ہے جو اسلام کے لیے رکاوٹ بنیں اور اس کے منافی ہوں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرح صدر کی بابت دریافت کیا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ وہ ایسا نور ہے اللہ تعالیٰ جسے مومن کے دل میں ڈال دیتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا سینہ کشادہ اور وسیع ہوجاتا ہے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا کوئی علامت ہے جس سے اسے پہچانا جاسکے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا بے شک ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کی جانب رجوع، غرور وتکبّر کے گھر سے علیحدگی اور موت کے نازل ہونے سے قبل موت کے لیے آمادگی۔ [1]

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا-

اور جسے گمراہی میں چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو تنگ اور دشوار بنادیتا ہے یعنی اس کا دل قبول حق سے اچاٹ ہوتا ہے اس میں ایمان داخل نہیں ہوتا اور ایک قرأت کے مطابق ضَيِّقًا ضَيْقًا ہے اور حَرَجًا حَرِجًا ہے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ تنگ اور گھٹا ہوا ہونا۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں ضَيِّق

---

(۱) مجمع البیان، ج ۴۔ ۳ ص ۳۶۳

ایسی تنگ جگہ جس کے روشن دان سے کچھ سنائی اور دکھائی دے اور حَرَجًا ایسی تنگ وتاریک جگہ جس میں کوئی روشن دان نہ ہو وہاں سنائی تو دے سکتا ہے، لیکن سُجھائی کچھ نہیں دیتا۔[1]

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ۔

گویا کہ وہ آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہے۔

يَصَّعَّدُ دراصل يَتَصَعَّدُ تھا اور اس کو يَصْعَدُ بھی پڑھا گیا ہے۔

سینے کی تنگی کی انتہائی کیفیت کا بیان ہے اس شخص سے تشبیہ دیتے ہوئے جو ایسی چیز کا متلاشی ہے جس پر اسے قدرت حاصل نہیں ہے۔ صَعُوْدُ السَّمَآءِ بطور ضرب المثل بولا جاتا ہے اس کے لیے جو اپنی استطاعت سے بڑھ کر کام کرنا چاہے اور قدرت کے وقت تنگی سے پالا پڑے۔

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

اور اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر رِجس کو مسلّط کر دیتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رِجس سے مراد شک ہے۔[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ دل اندر سے بکھرا ہوا اور بے قرار ہوتا ہے حق کی تلاش میں لگا رہتا ہے اگر حق مل جائے تو اس کی وجہ سے دل کو اطمینان وسکون اور قرار نصیب ہوتا ہے اس کے بعد امام علیہ السّلام نے تلاوت فرمائی: "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ"[3]

تفسیر عیاشی میں بھی اسی قسم کی روایت موجود ہے۔[4]

اور ایک روایت میں ہے کہ دل کو جب تک حق نہیں ملتا وہ اپنی جگہ سے حلقوم تک بے قرار رہتا ہے اور جب حق مل جاتا ہے تو اسے قرار وسکون آجاتا ہے اس کے بعد امام علیہ السّلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[5]

تفسیر مجمع البیان میں بھی اسی مفہوم کی روایت پائی جاتی ہے۔[6]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں نور کا ایک نشان بنا دیتا ہے جس سے اس کی سماعت اور اس کا دل منور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ تم سے زیادہ اس چیز کی تمنا کرنے لگتا ہے جو تمھارے پاس ہے اور اگر کسی بندے پر برا سلوک روا رکھنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نشان لگا دیتا ہے جس سے اس کی سماعت اور دل دونوں تاریک ہو جاتے ہیں اس کے بعد آپ نے اس آیت: فمن یرد اللہ یھدیہ۔الخ کی تلاوت فرمائی۔[7]

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۱۴۵، ح ۱ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۷، ح ۹۶
(۳) الکافی، ج ۲، ص ۴۲۱، ح ۵ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۶، ح ۹۳
(۵) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۷، ح ۹۵ (۶) مجمع البیان، ج ۴۔۳، ص ۳۶۴ (۷) الکافی، ج ۳، ص ۲۱۴، ح ۶

کتاب کافی، توحید اور عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے دل میں نور کا نشان لگا دیتا ہے اور اس کے دل کی سماعت کو کھول دیتا ہے اور اس پر ایک فرشتہ کو متعین کر دیتا ہے جو اسے سیدھی راہ پر رکھتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو برائی پر باقی رکھنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نشان لگا دیتا ہے جس سے اس کی دل کی سماعت مسدود ہو جاتی ہے اور اس پر ایک شیطان کو مسلّط کر دیتا ہے جو اسے گمراہ کرتا ہے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امامؑ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لو کہ جب اللہ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جب اللہ یہ اسے عطا کر دیتا ہے تو اس کی زبان حق کے ساتھ گویا ہو جاتی ہے اور اس کا دل بھی اسی ڈگر پر چل پڑتا ہے اور وہ اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہے اور جب اللہ اسے اس امر پر مجتمع کر دیتا ہے تو اس کا اسلام مکمل ہو جاتا ہے اور اگر وہ اس حالت میں مر جائے تو یقیناً اس کا شمار مسلمانوں میں ہوگا اور اگر اللہ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ نہیں کرتا تو اسے اس کے نفس کے حوالہ کر دیتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور اس میں شدّت کی گھٹن ہوتی ہے اگر حق اس کی زبان سے جاری ہو بھی جائے تو اس کا دل اسے قبول نہیں کرتا اور جب دل مائل نہیں ہوتا تو اللہ اس کو عمل کی توفیق عطا نہیں کرتا اور اگر یہ عالم ہو اور اسے موت آجائے تو اس وقت اللہ کے نزدیک منافقین میں اس شمار ہوگا۔ اور اس کی زبان سے جو حق جاری ہوا تھا دل اس سے منسلک نہیں ہو سکا اور نہ ہی اس کا عمل اس کے لیے حجّت قرار پایا۔ تم تقویٰ اختیار کرو اور اللہ سے دعا مانگو کہ تمھارے سینے کو اسلام کے لیے کھول دے اور تمھاری زبانیں حکمت کے ساتھ گویا ہوں یہاں تک کہ مدّت حیات کی تکمیل تک تم اسی راہ پر گام زن رہو۔ [۲]

کتاب توحید، معانی اور عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ دنیا میں ایمان کے ساتھ جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اور آخرت میں جسے جنّت اور کرامت کے گھر تک لے جانا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے۔ اللہ کی اطاعت اس پر اعتماد اور سکون حاصل کرنے کے لیے جس کے ثواب کا اس نے وعدہ فرمایا ہے تاکہ اسے اطمینان حاصل ہو جائے اور اللہ جسے گمراہی میں رہنے دینا چاہتا ہے آخرت میں جنّت اور کرامت کے گھر سے دور دنیا میں اس کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے تو اس کے سینے کو تنگ اور دشوار بنا دیتا ہے تو وہ کفر کی طرف مائل رہتا ہے اور قلبی اعتقاد میں مضطرب رہتا ہے یہاں تک کہ ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہے: كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہ لانے والوں پر اللہ اسی طرح رِجس کو مسلّط کر دیتا ہے۔ [۳]

---

(۱) الکافی / التوحید / تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۷۷ ۳-۶ ۷۷ ۳، ح ۹۴ (۲) الکافی، ج۸، ص ۱۲-۱۳

(۳) التوحید، ص ۲۴۳-۲۴۲، ح ۴ / معانی الاخبار، ص ۱۴۵، ح ۲ / عیون اخبار الرضا، ج۱، ص ۱۳۱، ح ۲۷

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۶–اور یہی تمھارے پروردگار کا سیدھا راستا ہے۔ ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے آیتوں کو تفصیل سے بیان کردیا ہے۔

۱۲۷–ان کے لیے ان کے اعمال کی بنیاد ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہ (اللہ) ان کا مولا ہے۔

۱۲۶–وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ–

کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو توفیق عطا کرنے اور کسی کو محروم کرنے میں یہی اس کا طریقہ اور عادت ہے۔ [۱]

مُسْتَقِيْمًا ؕ–

جو مبنی بر عدل ہے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں ہے ''مستقیم'' کے معنی ہیں واضح راستا۔ [۲]

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ–

ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے آیتوں کو تفصیل سے بیان کردیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور خیر و شر جو بھی واقع ہوتا ہے وہ اس کے فیصلہ پر مبنی ہوتا ہے وہ بندوں کے احوال سے باخبر ہے۔ لوگوں کے ساتھ جو بھی سلوک کرتا ہے وہ بر بنائے حکمت و عدل ہوتا ہے۔

۱۲۷–لَهُمْ–

جنھوں نے نصیحت کی اور حق کو پہچان لیا، اُن کے لیے۔

دَارُ السَّلٰمِ–

اللہ کا گھر ہے یا ہر آفت و مصیبت سے سلامتی کا گھر ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ''دار السَّلَام'' سے مراد جنّت ہے یعنی ان کے لیے جنت ہے۔ ''و السَّلَام'' سے مراد اَمان، عافیت اور مَسرّت ہے۔ [۳]

سورہ یونس آیت/۲۵ کے ذیل میں دار السّلام کے بارے میں حدیث بیان کی جائے گی۔ جو پہلے معنی پر مشتمل ہے۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل، ص ۳۳۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۶ (۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۶

عِنْدَ رَبِّهِمْ-

ان کے پروردگار کے پاس۔

وہ لامحالہ انھیں وہاں تک پہنچا دے گا۔

وَهُوَ وَلِيُّهُمْ-

کہا گیا ہے اور وہ اللہ ان کا مولا اور ان سے محبت کرنے والا ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ ولی کا مفہوم ہے: ''اَوْلیٰ بھم'' ان پر سب سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ [۲]

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ-

یہ سب (انعام واکرام) ان کے اعمال کی بدولت ہے۔

---

(۱) تفسیر کشاف میں موالیھم وَمُحِبِّیْھِم کا لفظ ہے تفسیر غرائب، تفسیر ابی سعود، ج ۳ ص ۱۸۴ میں مولاھم وناصرھم ہے۔

(۲) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۲۱٦

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵/۸

۱۲۸۔ جس دن وہ سب کو جمع کرے گا اور کہے گا اے گروہِ جنات تم نے انسانوں سے بہت سے فائدے حاصل کیے ہیں، اور انسانوں میں سے جو ان کے رفیق تھے وہ کہیں گے پروردگار ہم ایک دوسرے سے فائدے اٹھاتے رہے ہیں اور اب ہم اس مدّت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے متعیّن کی تھی ارشاد ہوگا تمھارا ٹھکانا جہنّم ہے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اس سے وہی بچیں گے جنھیں اللہ بچانا چاہے۔ بے شک تمھارا پروردگار صاحبِ حکمت اور جاننے والا بھی ہے۔

۱۲۹۔ اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے کیے ہوئے اعمال کے سبب ایک دوسرے پر مسلّط کردیتے ہیں۔

۱۲۸۔ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ۔

اگر لفظ نحشرھم ہے تو مفہوم ہوگا اس دن کو یاد کرو جب ہم انھیں محشور کریں گے اور اگر لفظ یحشرھم ہے تو معنی ہوں گے وہ دن یاد کرو جب اللہ انھیں محشور کرے گا۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ۔ یعنی اے شیاطین

قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ۔

تم نے اکثر لوگوں کو گمراہ کرکے انسانوں سے بہت سے فائدے حاصل کیے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا جو بھی کسی قوم کو دوست رکھے تو وہ انھیں میں سے ہے خواہ اس کا تعلق اس کی جنس سے نہ ہو۔ [1]

وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ۔

انسانوں میں سے جو ان کے رفیق تھے یعنی جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور ان کی اطاعت کی تھی انھوں نے کہا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۶

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ۔

اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔

انسانوں نے جنوں (شیاطین) سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان جنّات نے انھیں خواہشات کی جانب اور جو چیزیں خواہشات تک لے جاتی ہیں ان کی طرف رہنمائی کی۔ اور شیاطین نے انسانوں سے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ ان کا کہا مانا اور اپنی مراد پائی۔

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ۔

اور اب ہم اس مدّت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے متعیّن کی تھی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد قیامت ہے۔ [۱]

قَالَ۔ اللہ نے ان سے کہا۔

النَّارُ مَثْوٰىكُمْ۔

تمھارا ٹھکانا جہنم ہے۔ ''مثویٰ'' کے معنی ہیں مقام یعنی جائے قیام۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ۔

جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ۔

اس سے وہی بچیں گے جنھیں اللہ بچانا چاہتا ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ۔

بے شک تمھارا پروردگار اپنے افعال میں صاحب حکمت ہے۔

عَلِیْمٌ۔

اور جن و انس کے اعمال اور احوال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۱۲۹– وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔

اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے کیے ہوئے اعمال کے سبب ایک دوسرے پر مسلّط کر دیتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے ہم ان میں سے ہر اس شخص کو مسلّط کر دیتے ہیں جو ان کے سرپرستوں سے دوستی رکھتا ہے تو اس طرح وہ سب ایک ساتھ ہو جاتے ہیں۔ [۲]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ ظالم کا بدلہ ظالم کے ذریعہ سے لیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے واضح ہے: وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۲۱۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۶ (۳) الکافی، ج ۲، ص ۳۳۴، ح ۱۹/ تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۶ ح ۹۲

يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا‌ؕ قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰٓى اَنۡفُسِنَا وَ غَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَ شَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ ﴿۱۳۰﴾

ذٰلِكَ اَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ رَّبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا غٰفِلُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۰۔ اے گروہ جن وانس کیا تمھارے پاس خود تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ جو میری آیتیں تمھیں سنایا کرتے تھے اور اِس دن کے انجام سے ڈرایا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا ہاں! ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اب یہ خود اپنے خلاف گواہی دے رہے ہیں کہ یہ لوگ کافر تھے۔

۱۳۱۔ (اے محمدؐ! یہ پیغمبر اس لیے آتے رہے) کہ تمھارا پروردگار بستیوں کو ظلم کے ساتھ برباد نہیں کرنا چاہتا کہ اس کے باشندے بالکل غافل اور بے خبر ہوں۔

۱۳۰۔ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا‌ؕ سے مراد ہے روز قیامت۔

کتاب عیون میں مروی ہے کہ ایک شامی نے امیرالمومنین علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے جنوں کی طرف کسی نبی کو بھیجا تھا؟ تو امامؑ نے جواب مرحمت فرمایا ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک نبی کو جنوں کی طرف بھیجا تھا جس کا نام یوسف تھا انھوں نے جنوں کو اللہ کی طرف بلایا اور جنوں نے انھیں قتل کرڈالا۔ [۱]

امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جنوں اور انسانوں دونوں کی جانب مبعوث کیا تھا۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ آں حضرتؐ کی عمومی رسالت ثقلین یعنی جنوں اور انسانوں کے لیے بہت مشہور ہے۔

قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰٓى اَنۡفُسِنَا۔

انھوں نے کہا ہم اپنے خلاف جرم و نافرمانی کے بارے میں گواہی دیتے ہیں۔

یہ ان کی جانب سے کفر کا اعتراف اور عذاب کو قبول کرنے کا اعلان ہے۔

وَ غَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَ شَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اس برے نظریے اور غلط فیصلے کی مذمت کی ہے۔ دراصل وہ لوگ دنیاوی زندگی

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۴۲ ح ۱ (۲) حوالہ

اور اس کی بھرپور لذّتوں سے دھوکا کھارہے ہیں۔ اور مکمّل طور سے آخرت سے منہ پھرائے ہوئے ہیں۔
یہاں تک کہ انجام کار وہ اس مقام تک پہنچ گئے کہ خود اپنے خلاف کفر اور دائمی عذاب کو قبول کرنے کی گواہی دینے
پر مجبور ہوگئے۔ تاکہ سامعین میں سے جو لوگ ایسے ہیں انھیں اس بات سے خوف لاحق ہو۔

۱۳۱ - ذٰلِكَ -

اے محمدؐ! یہ پیغمبر اس لیے تشریف لاتے رہے۔

اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ -

کہ تمھارا پروردگار بستیوں کو ظالمانہ طریقے سے یا اس ظلم کے سبب جو انھوں نے کیے ہیں برباد نہیں کرنا چاہتا۔

وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ -

اگر اس کے باشندے بالکل غافل اور بے خبر ہوں یعنی انھیں رسولوں کے ذریعہ متنبّہ نہ کیا گیا ہو۔

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ؕ﴿۱۳۳﴾
اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۲– اور ہر ایک کے درجات ان کے عمل کے لحاظ سے مقرر کیے گئے ہیں اور وہ لوگ جو بھی عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے غافل نہیں ہے۔
۱۳۳– اور تمھارا پروردگار بے نیاز اور صاحبِ رحمت ہے اگر وہ چاہے تمھیں لے جائے اور تمھارے بعد جن لوگوں کو چاہے تمھارا جانشین بنادے۔ جس طرح تمھیں بھی دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔
۱۳۴– تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جارہا ہے وہ یقیناً آکر رہے گا اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے۔

۱۳۲– وَ لِكُلٍّ –
اور مکلّفین میں سے ہر ایک کے لیے۔
دَرَجٰتٌ –
مراتب اور مدارج ہیں۔
مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ –
ان کے عمل کے اعتبار سے۔
وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ –
اور وہ لوگ جو عمل انجام دیتے ہیں تمھارا پروردگار اس سے غافل نہیں ہے۔
نہ تو اللہ سے کسی کا عمل مخفی ہے اور نہ ہی یہ بات مخفی ہے کہ وہ کس قدر ثواب یا عذاب کا مستحق ہے۔
۱۳۳– وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ –
اور تمھارا پروردگار اپنے بندوں اور ان کی عبادت سے مستغنی ہے۔
ذُو الرَّحْمَةِ ؕ –
تکلیف شرعی کے ذریعہ ان پر مہربان ہے تاکہ انھیں عظیم منفعتوں سے نوازے جن کا ان تک استحقاق کے ذریعہ پہنچانا ہی زیادہ احسن ہے۔
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ –

اے نافرمانو! اگر اللہ چاہے تو تمھیں لے جائے۔

وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ -

اور تمھاری ہلاکت اور تمھارے چلے جانے کے بعد تمھارے علاوہ دوسری مخلوق کو پیدا کردے جو اللہ کے فرماں بردار ہوں جو تمھارے جانشین بن جائیں۔

كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ -

جس طرح تمھیں بھی ایک صدی کے بعد دوسری صدی میں دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کرتا رہا ہے۔

۱۳۴ – اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ -

تم سے جو حشر اور ثواب وعذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

لَاٰتٍ -

وہ لامحالہ ہوکر رہے گا۔

وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ -

اور تم اللہ کے اقتدار اور حکومت سے باہر نہیں ہو۔

کہا جاتا ہے کہ: ''أَعْجَزَنِي كَذَا'' وہ اس طرح اس معاملہ میں مجھ سے آگے بڑھ گیا۔ یعنی کوئی اللہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ ہی اسے مغلوب کرسکتا ہے۔

قُلۡ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ اِنِّیۡ عَامِلٌ ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ تَکُوۡنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵- اے پیغمبرؐ! آپ فرما دیجیے کہ تم اپنی جگہ عمل کرو میں بھی اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ یقیناً ظالم لوگ فلاح پانے والے نہیں ہیں۔

۱۳۵- قُلۡ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ-

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ تم اپنے امکان کی انتہا اور استطاعت کے مطابق جو کر سکتے ہو کر گزرو۔ یا تم جس حال پر ہو اس پر باقی رہو۔ [1]

اِنِّیۡ عَامِلٌ ۚ-

میں اپنی جگہ پر عمل کر رہا ہوں۔

یہ جملہ ایک طرح کی دھمکی ہے مفہوم یہ ہے کہ تم اپنے کفر اور دشمنی پر جمے رہو اور میں اسلام اور صبر کا مقابلہ کرنے میں ثابت قدم رہوں گا۔

فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ تَکُوۡنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ؕ-

عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کا انجام بہتر ہوتا ہے جس انجام کی خاطر اللہ نے اس گھر کو پیدا کیا ہے۔

ایک قرأت کے مطابق "تَکُوۡنُ" "یَکُوۡن" پڑھا گیا ہے اور صیغہ امر کے ساتھ دھمکی مبالغہ کی وجہ سے ہے نیز جنھیں حکم دیا جا رہا ہے ان پر سختی کرنا مطلوب ہے اس لیے کہ ان لوگوں سے سوائے شر کے اور کوئی امید نہیں اور یہ آیت اللہ کے قول: اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ (فصلت ۴۱/۴۰) کی مانند ہے۔ تم جو چاہو عمل کرو وہ تمھارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ-

یقیناً ظالم فلاح پانے والے نہیں ہیں۔

اللہ نے کافرین کی جگہ ظالمین کا لفظ رکھ دیا اس لیے کہ یہ لفظ عام ہے اور اس لفظ کے لانے کا فائدہ زیادہ ہے۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۳۲

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶- ان لوگوں نے اللہ کے لیے خود اس کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے اور بزعم خود یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔ تو جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کا ہے وہ ان کے شرکاء تک پہنچ جائے گا۔ یہ لوگ کیسے برے فیصلے کرتے ہیں۔

۱۳۶- وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ-

عرب کے مشرکین مقرر کرتے ہیں اللہ کے لیے۔

مِمَّا ذَرَاَ-

جسے اللہ نے پیدا کیا ہے۔

مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ-

کھیتیوں اور مویشیوں میں سے حصہ اور بزعم خود یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہے۔

حالاں کہ انھیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔

وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ-

اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

وہ بت جنھیں انھوں نے اپنے مال میں شریک بنالیا تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ وہ کھیتیوں اور جانوروں کے بچوں کو اللہ کے لیے معیّن کرتے تھے اور اسے مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کر ڈالتے تھے اور اس میں سے کچھ حصہ اپنے معبودوں کے لیے مقرر کرتے تھے اور اسے معبودوں کے خدمت گزاروں پر خرچ کرتے تھے اور انھیں معبودوں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے۔ پھر اگر وہ یہ دیکھتے کہ جو کچھ انھوں نے اللہ کے لیے معیّن کیا ہے وہ نشوونما میں زیادہ ہے تو اسے اپنے معبودوں کے حصے سے بدل دیتے تھے اور اگر یہ دیکھتے تھے کہ معبودوں کا حصہ نشوونما میں زیادہ ہے تو اپنے معبودوں کی محبت میں اسے ویسا ہی رہنے دیتے تھے اور علت یہ بیان کرتے کہ اللہ تو غنی (بے پروا) ہے۔ [1]

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۳۳

تفسیر مجمع البیان میں ہمارے ائمہ سے مروی ہے کہ جو حصّہ انھوں نے بتوں کے لیے قرار دیا ہے اگر وہ اللہ کے حصّے سے مخلوط ہوجاتا تو وہ واپس کردیتے اور جو حصّہ انھوں نے اللہ کے لیے قرار دیا ہے اگر اصنام کے حصّے میں مخلوط ہوجاتا تو اسے ویسا ہی چھوڑ دیتے اور کہتے اللہ غنی ہے۔ اور جو حصّہ اللہ کے لیے ہے اگر اس حصے سے اصنام کے حصے کی طرف تیزی سے پانی بہنے لگتا تو اسے بند نہیں کرتے تھے اور اگر بتوں کے حصے سے اللہ کے حصے کی طرف تیزی سے پانی بہتا تو وہ اسے بند کردیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تو غنی (بے نیاز) ہے۔[۱]

کہا گیا ہے کہ اللہ کے قول: ''مِمَّا ذَرَاَ'' میں تنبیہ ہے ان کی انتہائی جہالت پر کہ انھوں نے خالق کی تخلیق میں جَماد (پتھر) کو شریک گردانا ہے جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اس پر طرّہ یہ کہ اسے اللہ پر ترجیح بھی دی ہے اس طرح کہ زیادہ نشو ونما پانے والا حصّہ اپنے بتوں کے لیے قرار دیا ہے۔[۲]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۳۷۰ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۳۳

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۷- اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوشنما بنادیا ہے تاکہ وہ انھیں ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے دین کو ان پر مشتبہ بنادیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو چھوڑ دو وہ جانیں اور ان کا جھوٹ۔

۱۳۸- اور کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیت مخصوص ہیں، انھیں صرف وہی لوگ کھاسکتے ہیں جنھیں ہم کھلانا چاہیں یہ پابندی ان کی خودساختہ ہے۔ اور کچھ چوپائے ہیں جن پر سواری اور باربرداری حرام کردی گئی ہے اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے۔ انھوں نے اللہ پر افترا کیا ہے۔ عنقریب اللہ ان کی افترا پردازیوں کا بدلہ دے گا۔

۱۳۹- اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے شکم میں ہے یہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں کے لیے حرام ہے لیکن اگر مردار ہو تو وہ سب اس میں شریک ہوسکتے ہیں۔ اللہ عنقریب ان کی من گھڑت باتوں کی انھیں سزا دے گا بے شک وہ صاحب حکمت اور ہر چیز کا زیادہ علم رکھتا ہے۔

۱۳۷- وَ كَذٰلِكَ -

اور اس زینت کی مانند۔

زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ -

بہت سے مشرکوں نے خوشنما بنادیا ہے اپنی اولاد کے قتل کو زندہ درگور کرنے کے ذریعہ احتیاج یا ننگ وعار

کے خوف سے یا اپنے معبودوں کے لیے ذبح کرنے کے ذریعہ۔

شُرَكَآؤُهُمْ۔

ان مشرکین کے شیاطین یا بت خانے کے خدمت گزاروں نے۔

لِيُرْدُوْهُمْ۔

تاکہ برائی کی ترغیب دلا کر انھیں ہلاکت میں ڈال دیں۔

وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ۔

اور جس دین کی وہ پیروی کر رہے ہیں اسے مشتبہ بنا دیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو چھوڑ دو وہ جانیں اور ان کا جھوٹ۔

۱۳۸ ۔ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ ۔

اور انھوں نے کہا کہ یہ دراصل اس طرف اشارہ ہے جو کچھ انھوں نے اپنے معبودوں کے لیے قرار دیا ہے۔

اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ۔

کہ چوپائے اور کھیت مخصوص ہیں، حرام ہیں۔

لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ۔

انھیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنھیں ہم کھلانا چاہیں یہ پابندی بغیر کسی دلیل کے خود ساختہ ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ لوگ ان چیزوں کو کسی قوم پر حرام کر دیا کرتے تھے۔ [۱]

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا۔

اور کچھ چوپائے ہیں جن پر سواری اور باربرداری حرام کر دی گئی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام ہیں۔ [۲]

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا۔

اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن پر وہ ذبح اور نحر کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے۔

اور کہا گیا ہے کہ ان جانوروں پر سوار ہو کر نہ حج کرتے تھے اور نہ تلبیہ پڑھتے تھے اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے اپنے جانوروں کو تقسیم کر دیا تھا اور کہتے تھے کہ یہ جانور مخصوص ہیں، اور یہ جانور سواری اور باربرداری کے لیے حرام ہیں۔ یہ وہ جانور ہیں جن پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اپنے باطل خیالات کی بنیاد پر انھوں نے جانوروں کو کئی حصّوں میں بانٹ رکھا تھا اور اس تقسیم کی نسبت اللہ کی جانب دیتے تھے۔ [۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۷

افْتِرَآءً عَلَيْهِ۔

اور یہ سب کچھ انھوں نے اللہ پر افترا پردازی کے لیے کیا ہے۔

سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔

اللہ عنقریب ان کی افترا پردازیوں کا بدلہ دے گا۔

۱۳۹ — وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ .... فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ۔

اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے شکم میں ہے یہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے لیکن اگر مردار ہو تو وہ سب اس میں شریک ہو سکتے ہیں اللہ عنقریب ان کی من گھڑت باتوں کی سزا دے گا۔ بے شک وہ صاحب حکمت اور زیادہ باخبر ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جانوروں کے شکم سے جو بچہ جنم لیتا تھا اس کو وہ عورتوں کے لیے حرام قرار دیتے تھے اور اگر وہ مردار ہو تو اس میں سے مرد اور عورت دونوں کے لیے کھانا جائز تھا۔[۲]

سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ۔

اللہ عنقریب ان کی من گھڑت باتوں کی سزا دے گا، حلال وحرام کے بارے میں انھوں نے اللہ پر جو جھوٹ باندھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ (نحل ۱۶/۱۱۶) جو تمھاری زبانیں غلط بیانی سے کام لیتی ہیں اس بنا پر یہ نہ کہو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔

بے شک وہ صاحب حکمت اور باخبر ہے۔

---

(۱) الکشاف، ج ۲، ص ۷۱ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۱۸

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ لا

۱۴۰- یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت اور نادانی کی بنا پر قتل کر ڈالا۔ اور اللہ نے انھیں جو رزق عطا کیا تھا اللہ پر افترا پردازی کر کے اسے حرام ٹھہرا لیا۔ وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے۔

۱۴۱- اور اللہ وہ ہے جس نے طرح طرح کے باغات پیدا کیے ہیں جن میں سے بعض درخت ایسے ہیں جو ٹہنیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور کچھ بے چڑھائے رہتے ہیں، نخلستان پیدا کیے اور کھیتیاں اگائیں جن کے مزے مختلف ہوتے ہیں۔ زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن میں بعض ملتے جلتے ہیں اور بعض بے میل کے۔ پس جب ان درختوں میں پھل آجائے تو ان کی پیداوار کو کھاؤ اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو اور خبردار فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۱۴۰- قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ-

یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اپنی اولاد کو قتل کر ڈالا۔

عرب کے باشندے اپنی بیٹیوں کو قید ہو جانے اور فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل کر ڈالتے تھے۔

اور ایک قرأت کے مطابق یہ لفظ ''قَتَّلُوْا'' ہے۔ تشدید کے ساتھ، جو کثرت کے معنی دیتا ہے۔

سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ-

اپنی عقلوں کی کمی اور نادانی کے سبب اس لیے کہ اللہ ان کی اولاد کا رازق ہے وہ خود ان کے رازق نہیں ہیں۔

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ-

اور اللہ نے انھیں جو رزق عطا کیا تھا اسے حرام ٹھہرا لیا۔

بَحیرہ اور اسی قسم کے جانوروں کو۔ [1]

(۱) نوٹ از مترجم: بحیرہ وہ اونٹنی جس کے کان کاٹ کر آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اسے ذبح کر کے اس کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔

افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ–

اللہ پر افترا پردازی کر کے اور جھوٹی بات کو اس سے منسوب کر کے۔

قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ–

وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور حق اور صحیح راستے کی ہدایت پانے والے نہیں ہیں۔

۱۴۱ – وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ–

اور اللہ وہ ہے جس نے انگور کی بیلوں کے باغات پیدا کیے۔

مَّعْرُوْشٰتٍ–

جن میں سے بعض درخت وہ ہیں جو ٹہنیوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔

وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ–

اور کچھ بے چڑھائے یعنی زمین کے اوپر پڑے رہتے ہیں۔

وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ–

نخلستان پیدا کیے اور کھیتیاں اگائیں جن میں ہر ایک کا پھل جسے کھایا جاتا ہے وہ رنگ، مزے، حجم اور خوش بو میں مختلف ہے۔

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ–

زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن میں سے کچھ مزے رنگت اور حجم میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ–

ان میں سے ہر درخت کا پھل تم کھا سکتے ہو۔

اِذَآ اَثْمَرَ–

جب درخت پھل دار ہو جائے خواہ اس کا پھل ابھی پکا نہ ہو اور تیار نہ ہوا ہو۔

کہا گیا ہے کہ اس آیت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ اللہ کا حق ادا کرنے یعنی زکوٰۃ دینے سے قبل باغ کا مالک ان پھلوں میں سے کھا سکتا ہے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ کھانا اس وقت درست ہوگا جب وہ کھانے کی مقدار کا اندازہ لگا لے۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ–

اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۳۴

لفظ "حَصَاد" کو زیر کے ساتھ "حِصَاد" بھی پڑھا گیا ہے۔ [1]

کتاب قربُ الاسناد میں امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی تو آپ نے قاری سے فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اس کی تلاوت "حِصَادِہٖ" کیا کرتے تھے اور پھر فرمایا کہ حرف "حا" کہتے وقت اپنے منہ کو کھولا کرو۔ [2]

اور قمی نے بھی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ آیت کا نزول اسی طرح ہوا تھا یعنی "حِصَادِہٖ" [3]

کہا گیا ہے کہ "حق" سے مراد وہ صدقہ ہے جو فصل کی کٹائی کے وقت دیا جائے۔ اس سے مقرّر کردہ زکوٰۃ مراد نہیں ہے اس لیے کہ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی اور آیت مکّی ہے۔ [4]

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے کہ جب زکوٰۃ دینے کا وقت آجائے تو اسے اوّلِ وقت ادا کرو اور اس میں کسی قسم کی تاخیر سے کام نہ لو اور یہ آیت مدنی ہے۔ [5]

اور اہل بیت علیہم السّلام سے مروی ہے کہ "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ حق ہے۔ [6]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ زراعت میں دو طرح کے حق ہیں ایک وہ حق ہے جو اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک وہ حق ہے جسے تم خود دیتے ہو۔ جو حق تم سے لیا جاتا ہے وہ عُشر (دسواں حصہ) اور نصف عُشر ہے اور جو حق تم خود دیتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے قول "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" سے ثابت ہے تم ایک مٹھی بھر دیتے ہو پھر مٹھی بھر دیتے ہو یہاں تک کہ تم اس کام سے فراغت حاصل کر لیتے ہو۔ [7]

امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے یہ صدقہ میں شمار ہوگا کہ تم مساکین کو مٹھی بھر اور پھر مٹھی بھر دیتے رہو اور جب کھجور توڑ لی جائے تو اس میں سے لپ کے بعد لپ بھر کے دینا شروع کرو۔ [8]

تفسیر قمی میں ہے کہ امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ بالیوں میں سے ایک گٹھا اور کھجور میں سے ایک لپ دیا جائے گا جب اس کی مقدار کا اندازہ لگا لیا جائے۔ [9]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس بارے میں مروی ہے کہ اس وقت مشرک اور اس کے علاوہ جو موجود ہو اسے عطا کرو۔ [10]

اور اس مفہوم سے تعلّق رکھنے والی بہت سی روایات ہیں۔ [11]

---

(۱) بصرہ اور شام کے باشندوں اور عاصم نے حَصَادِہٖ زبر کے ساتھ پڑھا ہے ان کے علاوہ سب حضرات نے حِصَادِہٖ زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ مجمع البیان، ج ۴۔ ۳، ص ۳۷۴

(۲) قرب الاسناد، ص ۳۶۸-۳۶۷

(۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۸

(۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۳۴

(۵) الکشاف، ج ۲، ص ۴۷ / انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۳۴

(۶) جوامع الجامع، ج ۱، ص ۴۱۴

(۷) الکافی، ج ۳، ص ۵۶۴ / تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۸

(۸) تفسیر عیاشی ج ۱، ص ۳۷۸، ح ۱۰۴ و الکافی، ج ۳، ص ۵۶۵

(۹) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۸

(۱۰) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۷

(۱۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۷-۳۸۰

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رات کے وقت نہ تو درخت میں سے کچھ توڑو اور نہ کاٹو اور نہ جمع کرو اور نہ دانہ نکالو اس لیے کہ اگر تم نے رات کے وقت کٹائی کی تو تمھارے پاس کوئی لینے والا نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے قول: ''وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ'' کی تعمیل نہ ہوگی۔ کھیتی کاٹنے کے دن ان کا حق مٹھی بھر بھر کے دو اور اس کے بعد لپ بھر بھر کے دو اور اسی طرح پھلوں کو چنتے وقت اور کھلیان سے دانہ نکالتے وقت، اور رات کے وقت دانہ نہ نکالو اس لیے کہ تمھیں جس طرح کھیتی کاٹتے وقت دینا ہے اسی طرح دانہ نکالتے وقت بھی دینا ہے۔[۱]

امام جعفر صادق علیہ السّلام اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ کھیتی کاٹتے وقت جب غلہ کھلیان میں آئے تو اس میں سے مٹھی بھر بھر کے مسکینوں کو دو پھر جب ناپنے لگو تو عشر اور نصف عشر ادا کرو۔[۲]

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کے ہر حصے میں کٹائی کے روز مسکینوں کے لیے ایک مٹھی بھر اناج فرض قرار دیا ہے اور اسی طرح کھجور کے خوشوں اور کھجوروں میں اور اسی طرح دانہ نکالتے وقت اور امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر کٹائی کے وقت کوئی مسکین موجود نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا تو اس وقت اس کے ذمے کچھ نہیں ہے۔[۳]

اور امام صادق علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ وہ اپنی زرعی پیداوار کو اپنے گھر لانے کے بعد بھی اپنی عطا کو جاری رکھے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ اسے گھر میں لانے سے قبل اپنے نفس کے لیے زیادہ سخی ہے۔[۴]

وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ۔

اور صدقہ دیتے وقت اسراف (فضول خرچی) نہ کرو جس طرح اللہ کا قول ہے: وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (بنی اسرائیل ۱۷/۲۹) اور نہ اپنے ہاتھ کو بالکل کھول دو کہ سبھی کچھ دے دو۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔

بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی ان کے عمل سے راضی نہیں ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ زراعت کی کٹائی اور پھلوں کے توڑنے میں اسراف یہ ہے کہ انسان دونوں ہاتھوں سے لپ بھر بھر کے سب کچھ دے دے۔ ایسے وقت میں میرے والد موجود تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک غلام اپنے دونوں ہاتھوں سے صدقہ دے رہا ہے تو آپ نے بلند آواز میں

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۵۶۵ (۲) الکافی، ج ۳، ص ۵۶۵ (۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۸
(۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۸ (۵) الکافی، ج ۳، ص ۵۶۶ / تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۹، ح ۱۰۶

فرمایا مٹھی بھر بھر کے اسے دو اور بالی میں سے ایک گٹھا دو۔ [۵]

امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت سے متعلق سوال کیا گیا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ فلاں بن فلاں انصاری اور امامؑ نے اس کا نام لیا کہ اس کے پاس زرعی زمین تھی اور جب اسے زراعت سے کچھ ملتا تھا تو وہ صدقہ دے دیتا تھا اور وہ اور اس کے اہل عیال کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اسراف قرار دیا۔ [۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دوسری آیت میں فرمایا ہے: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا انھیں اسراف سے منع کیا گیا اور نفقہ میں تنگی کرنے سے روکا گیا ہے لیکن ان دونوں کے مابین درمیانی راستا اختیار کرنا چاہیے اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اگر سب کا سب دے دے اور پھر اللہ سے دعا طلب کرے تو ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ [۲]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۷۹، ح ۱۰۵

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۶۷، ح ۱

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

۱۴۲۔ اور چوپایوں میں سے کچھ سے سواری اور بار برداری کا کام لیا جاتا ہے اور کچھ بچھانے کے وسائل فراہم کرتے ہیں، اللہ نے تمھیں جو رزق مہیا کیا ہے اُن میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمھارا صریحی دشمن ہے۔

۱۴۳۔ یہ آٹھ جوڑے ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے اے نبی آپ ان سے دریافت کیجیے کہ اللہ نے نر کو حرام قرار دیا ہے یا مادہ کو یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں پل رہے ہیں اگر تم سچے ہو تو مجھے صحیح صحیح بتا دو۔

۱۴۲۔ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ۔

اور اللہ نے چوپایون میں ایسے جانور پیدا کیے جو وزن اٹھاتے ہیں اور اس کے پشم، اون اور بال سے بُن کر فرش بنایا جاتا ہے۔

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ۔

اللہ نے تمھیں جو رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ پیو۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ۔

اور شیطان کے نشاناتِ قدم کا اتباع نہ کرو کہ اپنی مرضی سے ان میں سے کچھ چیزوں کو حرام قرار دے دو۔

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

بے شک وہ تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

۱۴۳۔ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ۔

ان جانوروں سے نر و مادہ کے آٹھ جوڑے ہیں۔

مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ۔

پالتو اور جنگلی بھیڑوں میں سے دو۔

وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ۔

اور پالتو اور جنگلی بکریوں میں سے دو یہ لفظ مَعَزْ بھی پڑھا گیا ہے۔

قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ۔

اے محمدؐ! آپ ان سے دریافت کیجیے کہ بھیڑ اور بکری کے نر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ۔

یا بھیڑ بکرے کی مادہ کو حرام کیا گیا ہے۔

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ۔

یا بھیڑ بکرے کی ماداؤں نے جو حمل اٹھایا ہوا ہے خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔

نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ۔

تم صحیح بات سے آگاہ کرو جس سے پتا چلے کہ اللہ نے ان میں کچھ چیزیں حرام کر دی ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

اگر تم اسے حرام قرار دینے کے دعوے میں سچے ہو۔

وَ مِنَ الۡاِبِلِ اثۡنَیۡنِ وَ مِنَ الۡبَقَرِ اثۡنَیۡنِ ؕ قُلۡ ءٰٓالذَّکَرَیۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَیَیۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَیۡہِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ؕ اَمۡ کُنۡتُمۡ شُہَدَآءَ اِذۡ وَصّٰکُمُ اللّٰہُ بِہٰذَا ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴۴﴾ ع

۱۴۴ – اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو، اے نبی آپ دریافت کیجیے کہ کیا اللہ نے ان کے نروں کو حرام کیا ہے یا ان کی ماداؤں کو حرام قرار دیا ہے یا ان بچوں کو جو اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہیں کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ نے ان کے حرام ہونے کا تمھیں حکم دیا تھا؟ پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی جانب جھوٹی باتوں کی نسبت دے تا کہ وہ شخص بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کیا کرتا۔

۱۴۴ – وَ مِنَ الۡاِبِلِ اثۡنَیۡنِ –

اور اونٹ میں سے دو یعنی (عِرَاب) عربی اونٹ اور (بُخَاتی) یعنی خُراسانی اونٹ۔

وَ مِنَ الۡبَقَرِ اثۡنَیۡنِ ؕ –

اور گائے میں سے دو یعنی پالتو اور جنگلی گائے۔

اور کہا گیا ہے کہ اثنین سے مراد ہر صنف میں سے نر و مادہ ہے۔ اور درست وہی ہے جو ہم نے کہا ہے جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ [1]

قُلۡ ءٰٓالذَّکَرَیۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَیَیۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَیۡہِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ؕ –

اے نبی آپ دریافت کیجیے کہ کیا اللہ نے ان کے نروں کو حرام کیا ہے؟ یا ان کی ماداؤں کو حرام قرار دیا ہے؟ یا ان کے بچوں کو جو اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہیں؟

اس آیت میں انکار کا مفہوم پایا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے چاروں چیزوں میں سے خواہ پالتو ہو یا جنگلی، نر ہو یا مادہ اور جو کچھ ان مادنیوں کے پیٹ میں ہے اسے حرام قرار دیا ہو ان کے قول کو رد کرنا مقصود ہے اس لیے کہ وہ لوگ کبھی چوپاؤں کے نر کو حرام قرار دیتے تھے اور کبھی مادہ کو اور اسی طرح ان کی اولاد کو حرام کر دیا کرتے تھے یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حرام کر رکھا ہے۔

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۳۵

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ ـ

کیا تم اس وقت موجود تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

اِذۡ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ـ

جب اللہ نے تمھیں اس کی حرمت کی تلقین کی تھی چوں کہ تم رسولوں کو تسلیم نہیں کرتے ہو اس لیے اس قسم کی باتوں کو جاننے کے لیے سوائے مشاہدے اور سماعت کے کوئی اور راستا باقی نہیں بچتا۔

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ـ

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی جانب جھوٹی باتوں کی نسبت دے۔

یعنی جو چیزیں حرام نہیں ہیں ان کی حُرمت کو اللہ سے منسوب کرے اس سے مراد ان کے وہ برے لوگ ہیں جو اس قسم کی باتیں طے کیا کرتے تھے یا عَمرو بن لُحَی مراد ہے جس نے اونٹنیوں کے کان چیرنے اور کاٹنے کا رواج ڈالا اور کھلی پھرنے والی اونٹنیوں کی رسم قائم کی۔

لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ـ

تاکہ وہ شخص بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ـ

یقیناً اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کیا کرتا۔

تفسیر قمی میں ہے یہ وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور اس بارے میں فرمایا ہے:

وَ اَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ (زمر ۳۹/۶) اور تمھارے لیے آٹھ قسم کے چوپائے نازل کیے ہیں۔ پھر اس آیت میں ان کی وضاحت کی ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا بھیڑ (دنبہ) میں سے دو اس سے مراد پالتو اور جنگلی (پہاڑی) دونوں ہیں اور بکری میں سے دو اس سے بھی پالتو اور جنگلی (پہاڑی) دونوں مراد ہیں اور گائے میں سے دو اس سے بھی مراد پالتو اور جنگلی (پہاڑی) ہیں اور اونٹ میں سے دو یعنی بُخاتی اور عِراب دونوں مراد ہیں اور اللہ نے ان سب کو حلال قرار دیا ہے۔ [1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنے سفینہ میں وہ آٹھوں جوڑے سوار کرائے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ مِنَ الضَّاۡنِ اثۡنَيۡنِ تو بھیڑ (دنبہ) میں سے دو ایک وہ جوڑا جو پالتو تھا جسے لوگ پالتے ہیں اور دوسرا وہ جوڑا جو جنگلی ہے پہاڑوں میں رہتا ہے لوگوں کے لیے جس کا شکار کرنا حلال قرار دیا گیا ہے اور بکری میں سے دو ایک جو پالتو میں سے ہے جسے لوگ پالتے ہیں اور دوسرا وہ جو جنگل اور بیابان میں رہتی ہے اور اونٹ میں سے دو بُخاتی اور عراب اور گائے میں

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۱۹

سے دو ایک جوڑا جسے لوگ پالتے ہیں اور دوسرا وحشی گاے اور ہر طرح کا حلال پرندہ خواہ وہ جنگلی ہو یا پالتو جو لوگوں سے مانوس ہوتا ہے۔ [۱]

کتاب کافی اور فقیہ میں داؤرقی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کسی خارجی نے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا ''مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ'' کہ اللہ نے ان میں کسے حلال قرار دیا ہے اور وہ کون سے جانور ہیں جنھیں حرام کیا ہے میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں اس وقت حج کررہا تھا میں نے انھیں صورت حال سے مطّلع کیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لیے پالتو بھیڑ اور بکری کو حلال قرار دیا ہے اور پہاڑی بھیڑ بکری کو حرام کیا ہے۔ جہاں تک اللہ کے قول: ''وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ'' کا تعلّق ہے تو خداوند عالم نے قربانی کے لیے اونٹوں میں سے عراب کو حلال اور بُخاتی کو حرام قرار دیا ہے اور گاے میں پالتو کو قربانی کے لیے حلال قرار دیا ہے اور پہاڑی گاے کو حرام قرار دیا ہے۔ رقّی کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پاس واپس گیا اور میں نے اسے یہ جواب بتلایا تو اس شخص نے کہا کہ یہ وہ امر ہے کہ جسے حجاز کے اونٹ باربرداری کرکے لاتے ہیں۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ شاید خارجی نے جانوروں کے ان آٹھ جوڑوں میں قربانی کے لیے بعض کی حرمت کے بارے میں سنا ہوگا جب کہ وہ سب کے سب حلال ہیں تو اس نے ارادہ کیا کہ اس بارے میں داؤد رقّی کا امتحان لے اور ہوسکتا ہے کہ منیٰ میں پہاڑی جانورں کی قربانی کو اس لیے حرام کردیا گیا کہ ان کا تعلّق شکار سے ہے اور بُخت کو کسی اور سبب سے حرام کیا گیا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۲۸۳ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۴۹۲ / من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۲۹۴-۲۹۳

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

۱۴۵ – اے محمدؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو اِلّا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ یہ رِجس ہے، یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھالے) نافرمانی کا ارادہ کیے بغیر اور حد سے تجاوز نہ کرتے ہوئے تو یقیناً آپ کا پروردگار بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۱۴۵ – قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا –

اے محمدؐ آپ فرما دیجیے کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں کوئی طعام حرام نہیں کیا گیا۔

عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ –

کسی کھانے والے پر جو اسے کھائے۔

اس جملہ کے ذریعہ اطلاع دینا مقصود ہے کہ کسی شے کی حرمت وحی کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے نہ کہ خواہشات نفسانی سے۔

اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ –

مگر یہ کہ وہ طعام۔

مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا –

مردار ہو یا بہنے والا خون ہو وہ خون جو رگوں میں دوڑتا ہے۔ نہ وہ خون جو جگر اور تلی اور گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے جس سے اس کا علیحدہ کرنا ممکن نہ ہو۔

اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ –

یا سور کا گوشت کہ یہ ناپاک ہے۔

اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ –

یا فسق ہو جو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

جو صَنَم (بت) کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے اسے فِسق کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ فسق و فجور میں شامل ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ -

پھر جو شخص حالتِ اضطرار میں ان میں سے کسی شے کو کھالے۔

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ -

نافرمانی کیے بغیر اور حد سے تجاوز نہ کرتے ہوئے تو اس کے کھانے پر اس سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

سورۂ بقرہ میں باغی اور عادی کی تفسیر بیان ہو چکی ہے۔[1]

اگر یہ کہا جائے کہ ذکرِ تحریم کے ساتھ صرف چار چیزوں کو کیوں مخصوص کیا حالاں کہ دیگر اشیاء بھی حرام ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں "مُنْخَنِقَه" (جس کا گلا گھونٹ کر مارا جائے)، "مَوْقُوْذَة" (جسے زمین پر پٹخ کر مار دیا جائے) اور "مُتَرَدِّيَه" (یا بلندی سے گر کر مرا ہو) وغیرہ اور صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ہر پنجہ والا پرندہ حرام ہے اور جنگلی جانور میں ہر دانت رکھنے والا جانور اور مچھلی میں جس کا چھلکا نہ ہو وہ حرام ہے تو ہم کہیں گے کہ سورۂ مائدہ میں جن حرام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان پر مردار کا اطلاق ہوتا ہے تو وہ اسی کے حکم میں آتے ہیں یہاں پر اس کا اجمالی تذکرہ کیا گیا اور وہاں تفصیلی بیان تھا ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ حرمت میں اس معیار کا نہیں ہے اسی لیے ان اشیاء کی حرمت کو مخصوص طور سے بیان کیا گیا تا کہ اس کی حرمت کی عظمت کو بیان کیا جاسکے اور بقیہ چیزوں کی حرمت کو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بیان کیا ہے اور ان اشیاء کا بیان ہے جنھیں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔[2]

اب جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ سورہ مکّی ہے اور مائدہ مدنی سورہ ہے تو جائز ہے کہ اس آیت میں جن محرّمات کا ذکر نہیں کیا گیا انھیں بعد میں حرام قرار دیا گیا ہو تو اس بارے میں اہل بیت علیہم السّلام سے وارد ہونے والی روایات سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

اور جیسا کہ قمی نے کہا ہے کہ قوم نے اس آیت کے ذریعہ یہ حجت پیش کی ہے کہ بس صرف یہی اشیاء حرام ہیں اور انھوں نے جانوروں میں سے ہر ایک کو حلال کر دیا ہے۔ بندر، کتّے، درندے، بھیڑیے، شیر، خچر، گدھے اور چوپائے اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ سب کچھ حلال ہے انھوں نے اس بارے میں زبردست غلطی کا ارتکاب کیا ہے عرب کے باشندے جس کی حلّت اور حُرمت کے قائل تھے اس آیت نے اس کی تردید کی ہے اس لیے کہ عرب کے لوگ خود ہی کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو اپنے اوپر حرام بنا لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قول سے نبی اکرمؐ کو آگاہ کیا ہے: وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا (انعام ۶ / ۱۳۹) (اور انھوں نے کہا کہ جو کچھ ان چوپاؤں کے شکم میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور اسے ہماری بیویوں کے لیے حرام کر دیا گیا ہے) پس جب بچہ ساقط ہو جاتا تھا تو اسے صرف مرد حضرات کھایا کرتے تھے عورتوں کے لیے حرام کر دیتے تھے اور اگر مردار ہو جائے تو پھر مرد اور عورت دونوں اس میں سے کھایا کرتے تھے۔ قمی کا کلام ختم ہوا۔[3]

---

(۱) آیت ۱۷۳ کے ذیل میں۔ (۲) تہذیب الاحکام، ج۹، ص۶، ح۱۶ (۳) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۱۹

اور ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ دونوں اقوال وہ ہیں احادیث سے جن کی تائید نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حرام وہی ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور اس آیت کی تلاوت کی گئی اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب لوگوں نے ان جانوروں کی حُرمت کے بارے میں سوال کیا جن کا اس آیت میں ذکر نہیں ہے۔

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امام علیہ السّلام سے سوال کیا گیا جری (بام مچھلی) اور مار ماھی اور زمیر اور جس مچھلی کے چھلکا نہیں ہوتا کیا وہ حرام ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمدؐ تم سورۂ انعام کی اس آیت کو پڑھو: ''قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ آیت پڑھی جب میں پڑھ کر فارغ ہوا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے لیکن وہ لوگ کچھ چیزوں کو رہنے دیتے تھے ہم بھی انھیں ترک کردیتے ہیں۔ [1]

امام باقر علیہ السّلام سے اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے شکاری پرندوں اور جنگلی جانوروں کے بارے میں سوال کیا گیا حتیٰ کہ آپ سے قنفذ (سیہی چوہیا) اور وَطواط (بڑا چمگادڑ) گدھے، خچر اور گھوڑے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا بس حرام وہی ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خیبر کے دن گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا اور منع کرنے کا سبب یہ تھا کہ ان پر یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ لوگ کھا کر گدھوں کو ختم کردیں گے جب کہ گدھا حرام نہیں ہے پھر فرمایا اس آیت کو پڑھو: قُلْ لَّآ اَجِدُ الخ [2]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے جرّیث (بام مچھلی) کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ امامؑ نے اس سے وضاحت طلب کی اور امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں کوئی آیت نہیں پاتا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو سوائے خنزیر کے صراحتہً حرام نہیں قرار دیا ہے اور سمندر کی ہر شے جس پر پتے کی طرح چھلکا نہ ہو تو وہ حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔ [3]

اور دونوں معصومینؑ میں سے کسی ایک سے مروی ہے کہ کوّے کا کھانا حرام نہیں ہے۔ حرام تو وہی ہے جسے اللہ نے قرآن میں حرام قرار دیا ہے۔ لیکن لوگ بہت سی چیزوں سے از لحاظِ طہارت کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ [4]

صاحب تہذیب نے امامؑ کے قول: ''لَيْسَ الْحَرَامُ اِلَّا مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ'' کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ حرامِ مخصوص اور غلیظِ شدید جس کی ممانعت کی گئی ہے وہ وہی ہے جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے دیگر محرّمات ہیں مگر یہ کہ وہ غلاظت میں کم ہیں۔ [5]

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج۹، ص۶ / تفسیر عیاشی، ج۱ص ۳۸۲ (۲) تہذب الاحکام ج۹، ص۱۷۶ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۳۸۲، ح ۱۱۸
(۳) تہذیب الاحکام، ج۹، ص ۱۵ (۴) تہذیب الاحکام، ج۹، ص ۱۸، ح ۷۲ (۵) تہذیب الاحکام، ج۸، ص ۴۲، ح ۱۷۶

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

---

۱۴۶ – اور یہودیوں پر ہم نے ناخن والے سب جانور حرام کردیے تھے۔ اور ان پر گاے اور بکری کی چربی کو بھی حرام قرار دیا تھا اِلّا یہ کہ جو اُن کی پیٹھ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہو یا ہڈی میں لگی رہ جائے یہ ان کی سرکشی کی سزا ہم نے انھیں دی تھی اور ہم اپنے قول میں صادق ہیں۔

۱۴۷ – اب اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرما دیجیے کہ تمھارا پروردگار نہایت وسیع رحمت والا ہے اور مجرمین سے اُس کے عذاب کو ٹالا نہیں جاسکتا۔

---

۱۴۶ – وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ –

اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والے جانور اور پرندے حرام کردیے تھے۔

وَمِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ –

اور ان پر گاے اور بکری کی آنتوں کی جھلّی اور مکمل چربی کو حرام کردیا تھا۔

اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ –

اِلّا یہ کہ جو اُن جانوروں کی پیٹھ سے لگی ہوئی ہو۔

اَوِالْحَوَايَآ –

یا جو آنتوں سے لگی ہوئی چربی ہو۔

اَوْمَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ –

یا وہ چربی جو ہڈی سے چمٹی ہوئی ہو وہ دنبے کی چربی ہے جو دم سے متّصل ہوتی ہے۔

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ –

یہ بدلا ہم نے ان کے ظلم کے سبب دیا ہے۔

وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ –

اور یقیناً ہم اطلاعات فراہم کرنے اور وعدہ وعید میں سچے ہیں۔

۱۴۷-فَاِنْ كَذَّبُوْكَ-

پس اگر یہ لوگ آپ کے فرمان کو جھٹلائیں۔

فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ-

تو آپ فرما دیجیے تمھارا پروردگار نہایت وسیع رحمت والا ہے۔

وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تم اس کے ڈھیل دینے پر دھوکا نہ کھاؤ جب وقت آجائے گا تو پھر مُہلت نہیں ملے گی۔

وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ-

اور مجرمین سے اللہ کے نازل ہونے والے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾

۱۴۸- مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا شرک میں گرفتار ہوتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزا بھی چکھ لیا۔ آپ ان سے کہہ دیجیے کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے جسے ہمارے روبرو پیش کرسکو، تم محض گمان کی پیروی کرر ہے ہو اور قیاس آرائیوں سے کام لے رہے ہو۔

۱۴۹- اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ بس اللہ کے پاس حُجت بالغہ ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کی ہدایت کر دیتا۔

۱۴۸- سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا .... كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ۔

مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا شرک میں گرفتار ہوتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے جس طرح یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا! کہ اللہ نے شرک سے روکا ہے اور جسے انھوں نے حرام قرار دیا ہے اللہ نے اسے حرام نہیں کیا ہے۔ ان سے پہلے بھی لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ۔

یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھ لیا جو ہم نے ان کی تکذیب کے سبب نازل کیا تھا۔

قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ۔

اے نبیؐ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ کیا تمھارے پاس ایسا کوئی امر ہے جسے تم جانتے ہو جس کے ذریعہ سے تم اپنے مزعومات پر حجت قائم کرسکتے ہو۔

فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ۔

جسے تم ہمارے سامنے ظاہر کرسکو۔

إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ۔

تم لوگ محض گمان کا اتباع کرر ہے ہو۔

وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ۔

اورتم اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگا کر قیاس آرائیاں کر رہے ہو۔

۱۴۹ – قُلۡ فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ ۚ–

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ اللہ کے پاس حجت بالغہ ہے۔ یعنی نافذ ہونے والی دلیل ہے۔

فَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰٮكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ–

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو اس کی توفیق دے کر اور اسے برداشت کرنے کی طاقت عطا کر کے تمھاری ہدایت کر دیتا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امر پر قرار دے دیتا لیکن اس نے تمھارے درمیان اختلاف کو برقرار رکھا ہے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے:

اَنَّ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حُجَّتَيۡنِ حُجَّةٌ ظَاهِرَةٌ وَحُجَّةٌ بَاطِنَةٌ فَاَمَّا الظَّاهِرَةُ فَالرُّسُلُ وَالۡاَنۡبِيَاءُ وَالۡاَئِمَّةُ عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ وَاَمَّا الۡبَاطِنَةُ فَالۡعُقُوۡلُ۔ [۲]

بے شک اللہ کی انسانوں پر دو حجتیں ہیں ظاہری حجت اور باطنی حجت۔ ظاہری حجت سے مراد مرسلین انبیاء اور ائمہ ہیں اور باطنی حجت عقول ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

نَحۡنُ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ عَلٰى مَنۡ دُوۡنَ السَّمَآءِ وَفَوۡقَ الۡاَرۡضِ۔

ہم ہی حجت بالغہ ہیں اس پر جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے۔ [۳]

تفسیر عیاشی میں بھی اسی قسم کی روایت ملتی ہے۔ [۴]

کتاب امالی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے قول: فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم قیامت کے دن بندے سے کہے گا اے میرے بندے کیا تو جانتا تھا؟ اگر بندہ ہاں کہے گا تو اللہ اس سے کہے گا جب تمھیں علم تھا تو اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کیا۔ اور اگر وہ جاہل ہوگا تو اس سے ارشاد فرمائے گا تم نے سیکھا کیوں نہیں تاکہ اس کے مطابق عمل کرو اللہ اس کے سامنے دلائل پیش کرے گا۔ اسی کو اَلۡحُجَّۃُ البالغہ کہا گیا ہے۔ [۵]

ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حجت بالغہ وہ ہے جو اہل کتاب کے جاہلوں تک پہنچ چکی ہے اور وہ باوجود جہالت کے اسے اسی طرح جانتا ہے جس طرح عالم اپنے علم سے اسے جانتا ہے۔ [۶]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۲۰ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۲۲۰ (۳) الکافی، ج ۱، ص ۱۹۲، ح ۳

(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۸۳، ح ۱۲۲ (۵) امالی شیخ طوسی، ص ۹، ح ۱۰

(۶) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۳۸، ذیل حدیث نمبر: ۱

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

۱۵۰- اے پیغمبرؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ تم اپنے گواہوں کو پیش کرو جو اس امر کی شہادت دیں کہ اللہ نے ہی ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ پس اگر وہ شہادت دے دیں تو آپ ان کے ساتھ ہرگز شہادت نہ دیں اور نہ ہی ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع کریں جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور دوسرں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔

۱۵۰- قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمْ-

اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ تم اپنے گواہوں کو لاکر حاضر کرو۔

الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ-

یعنی جو اس امر میں اُن کے رہنما ہیں انھیں بلانے کی کوشش کرو تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور اس کی عدم حضوری کے سبب ان کی گمراہی ہویدا ہو جائے اور کوئی بھی ان کا مقلد ایسا نہ ہو جو اس بات سے تمسک اختیار کرے کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔

اسی لیے لفظ ''شُهَدَآءَكُمْ'' کہا گیا یعنی تم اپنے گواہوں کو بلاؤ اور انھیں ان اوصاف سے یاد کیا ہے جو ان سے معاہدے کا تقاضا تھا۔

فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ-

پس اگر وہ شہادت دے دیں تو اے پیغمبرؐ آپ اس کی تصدیق نہ کریں اور ان لوگوں پر اس کی خرابی کو واضح کر دیں۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا-

اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کریں جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے۔

اس آیت میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ خواہشات کی پیروی تکذیب کا سبب قرار پاتی ہے۔ اور حجت کا اتباع تصدیق کی وجہ بنتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ-

اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جیسے بتوں کے پجاری۔

وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ-

اور دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

ع ۱۸ ‏ ۶

۱۵۱۔ اے پیغمبرؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں کہ تمھارے رب نے کن کن چیزوں کو تمھارے لیے حرام قرار دیا ہے یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم تمھیں رزق دیتے ہیں اور انھیں بھی رزق عطا کریں گے اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں، اور کسی ایسے نفس کو قتل نہ کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر یہ کہ تمھارا کوئی حق ہو۔ ان باتوں کی اس نے تمھیں تلقین کی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

۱۵۲۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جانا مگر احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ سنِ رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول میں انصاف سے کام لینا ہم ہر شخص کو اُتنی ہی ذمہ داری دیتے ہیں جتنی وہ وُسعت رکھتا ہے اور جب بات کہو تو عدل سے کام لو خواہ قرابت دار کا ہی معاملہ کیوں نہ ہو۔ اور اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرو۔ تمھیں ان باتوں کی نصیحت کی جاتی ہے شاید کہ تم نصیحت کو قبول کر لو۔

۱۵۱۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ۔

اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ تم آؤ میں پڑھ کر سناؤں۔

مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا۔

کہ تمھارے پروردگار نے کن کن چیزوں کو تمھارے لیے حرام قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے جب ترک شرک اور

والدین سے احسان کو واجب کر دیا تو پھر شرک اور والدین سے برے سلوک کو حرام قرار دیا اس لیے کہ کسی چیز کو قبول کرنا اس کے ضِد کی نفی کرنا ہے تو اس کے بعد حرام اشیاء کا تفصیلاً تذکرہ درست اور صحیح ہے۔

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ۔

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا اور بہترین سلوک کرو، اس جملہ کی ساخت برائی سے نفی کو واضح کرتی ہے اور اس بات کی رہنمائی کرتی ہے کہ والدین کے حق میں برائی کو ترک کرنا ہی کافی نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں فرمایا کہ والدین سے مراد رسولؐ اللہ اور امیر المومنینؑ ہیں۔ [۱]

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ۔

اور مفلسی کے خوف یا افلاس وغربت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷/۳۱) اور خبردار اپنی اولاد کو فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرنا کہ ہم انھیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی، یقیناً انھیں قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ۔

ہم تمھیں رزق دیتے ہیں اور انھیں بھی رزق دیں گے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ۔

اور بڑے بڑے گناہوں یا زنا کے قریب مت جانا۔

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ۔

خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: مَا ظَهَرَ سے مراد باپ کی بیوی سے نکاح کرنا ہے اور مَا بَطَنَ سے مراد زنا ہے۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مَا ظَهَرَ سے مراد زنا ہے اور مَا بَطَنَ سے مراد چھپ کر دوستی کرنا ہے۔ [۳]

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ۔

اور کسی ایسے نفس کو قتل نہ کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر یہ کہ تمھارا کوئی حق ہو۔

جیسے قصاص، مرتد کو قتل کرنا اور پاک دامن کو سنگسار کرنا۔

ذٰلِكُمْ۔

جو کچھ تفصیلی طور سے بیان کیا گیا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱ص ۲۲۰ (۲) الکافی، ج۵، ص۵۶۷، ح۷۴/تفسیر عیاشی، ج۱ص ۳۸۳ ح ۱۲۴ (۳) حوالہ

وَصّٰكُم بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

تمھیں تلقین کی جارہی ہے کہ ان باتوں کا خیال رکھو تا کہ عقل سے کام لے سکو۔

۱۵۲۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔

اور خبردار یتیم کے مال کے قریب نہ جانا مگر احسن طریقے سے یعنی جس سے اس کے مال کا فائدہ ہو جیسے اس کی حفاظت کرنا اور اس میں اضافہ کرنا۔

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ۔

یہاں تک کہ وہ سن رشد کو پہنچ جائے یعنی قوت وطاقت کا مالک ہو جائے اور وہ بالغ ہونا اور عقل کا کامل ہونا ہے۔

کتاب فقیہ اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یتیم کی یتیمی کا خاتمہ اس کا بالغ ہونا ہے اور اَشُدَّہٗ سے یہی مراد ہے، اگر بالغ ہو جائے اور قوت وطاقت کا فقدان ہو اور وہ بیوقوف یا کمزور ہو تو اس کے ولی پر لازم ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کرے۔[1]

اور کتاب فقیہ اور کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب اس کا سن تیرہ سال کا ہو جائے اور چودھویں سال میں داخل ہو جائے تو اس پر وہ تمام امور واجب ہو جاتے ہیں جو بالغ کو انجام دینے چاہییں خواہ اس کو احتلام ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اس کی برائیاں اور اچھائیاں تحریر کی جائیں گی اور اس کے لیے ہر چیز جائز ہوگی (یعنی اس کا مال اسے مل جائے گا) اِلّا یہ کہ وہ کمزور یا سفیہ العقل ہو۔[2]

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔

اور تم ناپ تول میں عدل اور مساوات سے کام لینا۔

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

ہم کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ یعنی آسانی سے جس کام کو کر سکے اور صحیح ناپ تول کرنے میں اسے کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اس آیت کے ذریعہ متنبہ کیا گیا ہے کہ پورا پورا ناپ تول کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن اگر وسعت سے زیادہ ہو تو قابل معافی ہے۔

وَاِذَا قُلْتُمْ۔

جب تم فیصلہ کرتے وقت کوئی بات کہو۔

فَاعْدِلُوْا۔

تو اس میں عدل وداد سے کام لو۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۶۳، ح ۵۶۹ / تہذیب الاحکام، ج ۹، ص ۱۸۳، ح ۷۳۷ / ۱۲

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۶۴، ح ۵۷۱

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ ۔

خواہ جس کی موافقت یا مخالفت میں بات کہی جارہی ہو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ۔

اور اللہ نے تم سے جو وعدہ لیا ہے اسے وفا کرو عدل پر باقی رہنے اور احکام شریعت کو بجا لانے کا۔

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔

تمھیں ان باتوں کی نصیحت کی جارہی ہے شاید کہ تم نصیحت کو قبول کرلو۔

ایک قرأت کے مطابق تَذَكَّرُوْنَ، تَذْكُرُوْنَ بھی پڑھا گیا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ وہ اپنی خواب گاہ میں ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ ان کے سامنے سورۂ انعام کی آیات محکمات کی تلاوت کی گئی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ وہ آیتیں ہیں جنھیں کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا اور فرمایا ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی ہے یہ آیت: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ہے۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ وہ آیات محکمات ہیں جملہ کتابوں میں سے کسی نے بھی اسے منسوخ نہیں کیا اور یہ باتیں تمام اولاد آدم کے لیے حرام ہیں۔ اور یہی اُم الکتاب ہیں جو بھی ان پر عمل کرے گا جنّت میں داخل ہوگا اور جو انھیں ترک کردے گا وہ جہنّم میں جائے گا۔ کعب الاحبار نے کہا اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہی وہ پہلی شے ہے جو توریت میں مسطور ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ [2]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۸۳، ح ۱۲۳ (۲) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۳۸۴۔۳۸۵

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳- اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستا ہے تم اسی کا اتباع کرو اور مختلف راستوں پر نہ چلو وہ خدا کے راستے سے تمھیں جدا کردیں گے تمھیں اس امر کی وصیت کی جاتی ہے شاید کہ تم متقی بن جاؤ۔

۱۵۳- وَ اَنَّ-

اور لفظ اَنَّ لاکر اتباع امر کی علت بیان کی گئی ہے۔

هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا-

یہی میرا سیدھا راستا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس جملہ کے ذریعہ جو کچھ سورہ میں ذکر کیا گیا ہے اس کی جانب اشارہ ہے کہ مکمل سورہ توحید کو ثابت کرنے، نبوت کو واضح کرنے اور شریعت کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور لفظ اِنَّ کو بالکسر بھی پڑھا گیا ہے اور زبر کے ساتھ اَنَّ بھی پڑھا گیا ہے اور صِراطی کا لفظ صِرَاطِیَ اور "س" کے ساتھ سراطی بھی پڑھا گیا ہے۔ [۱]

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ-

تم صرف اسی کا اتباع کرو اور مختلف ادیان جو مقتضا دخواہشات کی بنا پر طرح طرح کی شاخوں میں بٹے ہوئے ان کا اتباع نہ کرو۔

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ-

وہ تمھیں پراگندہ کردیں گے اور تمھیں ہٹادیں گے۔

عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ-

اللہ کے راستے سے جو وحی کی پیروی کرنا اور برہان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔

ذٰلِكُمْ-

یہ وہ اتباع ہے۔

وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ-

جس کی تم کو وصیت کی جارہی ہے تا کہ تم اس کے ذریعہ گمراہی اور حق کی علیحدگی سے محفوظ رہو۔

روضۃ الواعظین میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجا کی کہ اسے علیؑ کے لیے قرار دے تو اللہ نے ایسا کردیا۔ [۲]

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۳۳۸ (۲) روضۃ الواعظین، ج۱، ص۱۰٦

کتاب احتجاج میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطبۂ غدیر میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! اللہ نے مجھے کچھ باتوں کا حکم دیا ہے اور کچھ باتوں سے منع فرمایا ہے اور میں نے علیؑ کو امرونہی کی تعلیم دی ہے تو علیؑ نے امرونہی کو اپنے رب سے حاصل کیا ہے تم پر لازم ہے کہ ان کا حکم مانو اور تسلیم کرو ان کی اطاعت کرو اور ہدایت حاصل کرو اور وہ جن باتوں سے منع کریں ان سے باز رہو رہنمائی پا جاؤ گے اور اپنی مراد کو پالو گے اور وہ تمھیں خدا کے راستے سے ہٹا کر مختلف راستوں پر نہیں لے جائیں گے۔ لوگو! میں ہی وہ صراط مستقیم ہوں اللہ نے تمھیں جس کی اتباع کا حکم دیا ہے میرے بعد علیؑ صراط مستقیم ہے اور ان کے بعد ان کی نسل سے میری اولاد صراط مستقیم ہے وہ ایسے ائمہ ہیں جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور معاملات میں حق وانصاف سے کام لیتے ہیں۔ [1]

---

(۱) الاحتجاج، ج ۱، ص ۷۹-۸۷، حدیث الغدیر

ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ وَ تَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴– پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی جو نیکی کی روش اختیار کرنے والے انسان کے لیے نعمت کی تکمیل، ہر شے کی تفصیل، سراپا ہدایت اور رحمت تھی تا کہ اس طرح وہ لوگ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

۱۵۴– ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ–

یہ جملہ وصّٰکُمْ سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ ثُمَّ اس لیے لایا گیا کہ ان باتوں کی اطلاع بعد میں دی ہے یا اس وجہ سے کہ رُتبہ میں فرق ہے گویا کہ یہ کہا جا رہا ہے یہ وہ باتیں ہیں جو ہم نے تمھیں پہلے بھی بتائی تھیں اور اب بھی بتا رہے ہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی۔

تَمَامًا–

تا کہ فضیلت اور نعمت کی تکمیل کر دیں۔

عَلَى الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ–

اس پر جس نے اس کتاب کے ذریعہ نیکی کی روش اختیار کی ہے۔

وَ تَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ–

اور اس نے کتاب میں ہر شے کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جس کی دین میں ضرورت ہوتی ہے۔

وَّ هُدًى وَّ رَحۡمَةً–

اور یہ کتاب مکمّل ہدایت اور سراپا رحمت ہے۔

لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ–

ہوسکتا ہے کہ اس طرح بنی اسرائیل اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں کہ انھیں اس دن جزا ملے گی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ ع

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

۱۵۵- اور یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے بڑی بابرکت ہے تم اس کا اتباع کرو، اور تقویٰ اختیار کرو بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔

۱۵۶- (اور ہم نے اس لیے بھی اس کتاب کو نازل کیا) کہ تم یہ نہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل کی جاچکی ہے اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے۔

۱۵۷- یا تم یہ کہنے لگو کہ اگر کتاب ہم پر نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے سو اب تمھارے رب کے پاس سے ایک روشن دلیل، ہدایت اور رحمت آچکی ہے اب اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے روگردانی کرے، جو لوگ ہماری آیتوں سے منہ موڑتے ہیں ہم اس روگردانی کی پاداش میں انھیں بدترین سزا دے کر رہیں گے۔

۱۵۵-وَهٰذَا كِتٰبٌ-

اور یہ قرآن وہ کتاب ہے۔

اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ-

جسے ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی منفعت بخش ہے۔

فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ-

تم اس کتاب کا اتباع کرو اور تقویٰ اختیار کرو ہوسکتا ہے اس طرح تم پر رحم کیا جائے۔

۱۵۶-اَنْ تَقُوْلُوْۤا-

تمھارے اعتراض سے بچنے کے لیے ہم نے اسے نازل کیا کہ تم یہ نہ کہنے لگو۔

اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآٮِٕفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا۔

کہ ہم سے پہلے دو گروہوں یہود و نصاریٰ پر تو کتاب نازل کی گئی تھی۔

وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ۔

اور ہم اس کی تعلیم و تدریس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔

۱۵۷۔ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَـكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ‌۔

یا تم کہتے کہ اگر کتاب ہم پر نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے کیوں کہ ہم زیادہ ذہین، تجربہ کار اور سمجھدار ہیں اسی لیے ہم نے علم کے بہت سے فنون ایجاد کیے ہیں جیسے داستان گوئی، شاعری اور خطابت باوجودیکہ ہم لوگ امّی ہیں۔

فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ۔

تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس واضح حجت و برہان آچکی ہے جسے تم جانتے ہو۔

وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ‌۔

اور غور و خوض اور عمل کرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت کا نزول ہو چکا ہے۔

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔

پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ کی آیات کو درست جاننے کے باوجود اور ان کی معرفت حاصل کرنے کے بعد انھیں جھٹلائے اور ان کا انکار کردے۔

وَصَدَفَ عَنۡهَا‌۔

اور ان سے روگردانی کرے یا ان کی راہ میں رکاوٹ بنے۔

تفسیر قمی میں صَدَفَ کا مفہوم یہ بیان کیا گیا کہ "رد کر دینا"۔ [۱]

تو ایسا شخص خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ۔

جو لوگ ہماری آیتوں سے منہ موڑتے ہیں ہم انھیں شدید عذاب بطور جزا دیں گے۔

بِمَا كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ۔

اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں سے اعراض کر رہے تھے اور رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۲۲۱

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

۱۵۸- کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے آ کھڑے ہوں یا تمھارا رب خود آ جائے یا تمھارے رب کی کچھ صریحی نشانیاں ظاہر ہو جائیں جس روز تمھارے رب کی کچھ نشانیاں نمودار ہو جائیں گی تو پھر کسی ایسے شخص کا ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے ایمان لانے کے بعد بھلائی کا کوئی کام نہ کیا ہو اے محمدؐ! آپ فرما دیجیے اب تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

۱۵۸- هَلْ يَنْظُرُوْنَ-

لفظ هل انکار کے لیے آیا ہے یعنی وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں۔

اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ-

مگر یہ کہ ان کے سامنے فرشتہ موت یا فرشتہ عذاب آ جائے۔

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ-

یا رَب کا حکم عذاب آ جائے۔

اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ-

یا تمھارے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں۔

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے اس آیت کے مفہوم کے متعلق مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مخاطب ہو کر گفتگو کی ہے کہ یہ منافقین اور مشرکین کیا اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے سامنے آ کھڑے ہوں اور وہ انھیں دیکھ لیں؟ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ سے مراد یہ ہے کہ آپ کے رب کا حکم آ جائے اور آیات سے دنیاوی عذاب مراد ہے جس طرح سابقہ امتوں اور گذشتہ صدیوں میں عذاب آتا رہا ہے۔ [1]

کتاب احتجاج اور توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مشرکین اور منافقین کے بارے میں خبر دی ہے جنھوں نے اللہ اور رسولؐ کی دعوت پر لبیک نہیں کہی فرمایا کہ کیا وہ لوگ فرشتوں کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں کہ انھوں نے اللہ اور رسولؐ کی دعوت کو قبول نہیں کیا یا ان کے پاس آپ کا رب آئے گا

(۱) الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۷۲

یا رب کی بعض نشانیاں آئیں گی اس سے مراد وہ عذاب ہے جو دنیاوی زندگی میں ان تک پہنچے گا جس طرح سابقہ صدیوں میں آتا رہا ہے۔ [1]

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ .... إِيمَٰنِهَا خَيْرًا ۗ۔

اس آیت کا مفہوم گویا کہ یہ ہوگا کہ اس روز کسی کا ایمان منفعت بخش نہ ہوگا اگر وہ پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اگر پہلے سے ایمان لایا ہو تو اس نے کوئی کارِ خیر انجام نہ دیا ہو۔

کتاب توحید میں سابقہ حدیث کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ ''مِن قَبْلُ'' سے مراد ہے کہ اس آیت کے آنے سے قبل اور آیت سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور اسی قسم کی روایت کتاب احتجاج میں امیرالمومنین سے مروی ہے۔ [2]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ''أَوْ كَسَبَتْ فِيٓ إِيمَٰنِهَا خَيْرًا ۗ'' نازل ہوئی تھی فرمایا کہ اس کا مفہوم ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو جو شخص اس روز ایمان لائے گا اس کا ایمان لانا ہرگز فائدہ مند نہ ہوگا۔ [3]

کتابِ خصال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس دن ہر ایک شخص ایمان قبول کرلے گا لیکن اس وقت ایمان لانا کسی کے کام نہ آئے گا۔ [4]

اور ایسی ہی روایت کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں دونوں اماموں سے ہے اللہ تعالیٰ کے قول: ''يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ'' کے ذیل میں فرمایا اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجّال کا نکلنا، دُخان کا اٹھنا اور فرد کا کسی بات پر اصرار کرنا اور ایمان کے مطابق عمل نہ کرنا ہے پھر اس وقت آیتیں نظر آئیں گی لیکن ایمان لانا منفعت بخش نہ ہوگا۔ [5]

اور دونوں معصومینؑ میں سے کسی ایک سے ''أَوْ كَسَبَتْ فِيٓ إِيمَٰنِهَا خَيْرًا ۗ'' کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ جو مومن گناہ گار ہوگا تو اس کے اور اس کے ایمان کے درمیان اس کے لاتعداد گناہ اور اس کی قلیل نیکیاں حائل ہوجائیں گی تو گویا اس نے اپنے ایمان میں کوئی عمل خیر نہیں کمایا۔ [6]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''مِن قَبْلُ'' کا مفہوم ہے یعنی میثاق میں، ''أَوْ كَسَبَتْ فِيٓ إِيمَٰنِهَا خَيْرًا ۗ'' یعنی انبیاء واوصیاء کا اقرار کرنا بالخصوص امیرالمومنینؑ کا اقرار کرنا ہے اور فرمایا کہ ''لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَٰنُهَا'' یعنی آیتوں کا ایمان ان سے سلب کرلیا جائے گا۔ [7]

---

(۱) الاحتجاج، ج۱، ص ۲۶۳-۲۶۲ / التوحید، ص۲٦٦، ح۵، باب۳٦

(۲) التوحید، ص۲٦٦، ح۵، باب۳٦ / الاحتجاج، ج۱، ص ۳٦۳ (۳) تفسیر قمی، ج۱، ص ۲۲۲

(۴) الخصال، ص۲۷۴، ح۱۸، باب۵ (۵) الکافی، ج۵، ص۱۰، ح۲ / تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۸۵-۳۸۴، ح۱۲۸

(٦) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۸۵، ح۱۳۰ (۷) الکافی، ج۱، ص۴۲۸، ح۸۱

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں خروج قائم منتظر کی خبر دی گئی ہے۔ ۱؎

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "آیات" سے مراد ائمہ ہیں اور جس آیت کا انتظار کیا جارہا ہے وہ قائم علیہ السّلام ہیں اس دن کسی کا ایمان لانا منفعت بخش نہ ہوگا۔ ۲؎

اور امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے جس میں آپ نے دجّال کے آنے اور اس کے قاتل کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ اس کے بعد "طامّۃ الکبریٰ" ہوگی۔

سوال کیا گیا اے امیر المومنینؑ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ صفا کے پاس "دابّۃ الْاَرض" کا نکلنا اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السّلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عصا ہوگا وہ ہر مومن کے چہرے پر انگوٹھی کو رکھے گا تو چہرے پر نقش ہو جائے گا: "یہ حقیقی مومن ہے" اور اسے ہر کافر کے چہرے پر رکھے گا تو تحریر ہو جائے گا: "یہ حقیقی کافر ہے" یہاں تک کہ مومن ندا دے گا اے کافر تجھ پر وائے ہو اور کافر یہ کہے گا اے مومن تمھیں مبارک ہو میری خواہش تھی کہ میں تم جیسا ہوتا تو عظیم کامیابی پر فائز ہوتا پھر اس کے بعد وہ دابہّ اپنے سر کو بلند کرے گا تو وہ حکم خداوندی سے منافقین (مشرق سے مغرب تک) کے درمیان ہر شے کو دیکھ لے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس وقت توبہ کو اٹھا لیا جائے گا نہ اس وقت توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی کوئی عمل بلند ہوگا اور جو شخص پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اور اس نے ایمان لانے کے بعد کوئی عمل خیر انجام نہیں دیا ہوگا تو اس وقت اس کا ایمان لانا کسی کام نہیں آئے گا اس کے بعد اس حدیث کے راوی صعصعہ نے مغرب سے طلوع شمس کو قائم آل محمد کے ظہور سے تعبیر کیا ہے۔ ۳؎

قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۔

اے نبیؐ آپ ان سے فرما دیجیے تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

یہ ایک طرح کی تنبیہ اور دھمکی ہے کہ تم تینوں میں سے کسی ایک کی آمد کا انتظار کرو ہم بھی اس کا انتظار کر رہے ہیں اس وقت ہمارے لیے کامیابی اور تمھارے لیے وَیل (مصیبت، ناکامی اور افسوس) ہوگا۔

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۳۵۷، ح ۵۴ (۲) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۳۳۶، ح ۸

(۳) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۵۲۸-۵۲۷، ح ۱، باب ۴۷

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَ كَانُوۡا شِيَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿١٥٩﴾

١٥٩- یقیناً جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے اے نبیؐ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے پھر وہی انھیں بتائے گا کہ وہ لوگ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

١٥٩- اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ-

''فَرَّقُوۡا'' کے معنی ہیں تقسیم کردیا، بانٹ دیا، جدا جدا کردیا۔

وہ لوگ بعض چیزوں پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کردیا اور اس میں افتراق پیدا کردیا۔

اور ایک قرأت کے مطابق ''فَرَّقُوۡا'' ''فَارَقُوۡا'' ہے یعنی علیحدہ ہوگئے۔ جدائی اختیار کرلی اس کی نسبت مجمع البیان نے امیر المومنین کی طرف دی ہے۔ ١

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السّلام اس آیت کو ''فَارَقُوۡا دِيۡنَهُمۡ'' پڑھا کرتے تھے انھوں نے فرمایا: ''فَارَقَ وَاللّٰهِ الۡقَوۡمُ'' خدا کی قسم قوم تفرقے میں پڑ گئی۔ ٢

وَكَانُوۡا شِيَعًا-

اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہر فرقہ اپنے اپنے امام کی پیروی کرتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد اس امت کے گمراہ لوگ، شبہے میں گرفتار افراد اور بدعتی لوگ ہیں۔ ٣

تفسیر قمی میں ہے فرمایا: کہ امیر المومنینؑ سے جدا ہوکر مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ٤

امام صادق علیہ السّلام نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا: فَارَقَ الۡقَوۡمُ وَاللّٰهِ دِيۡنَهُمۡ۔ ٥

خدا کی قسم قوم نے اپنے دین کو چھوڑ دیا۔

حدیث نبوی میں آیا ہے: سَتَفۡتَرِقُ اُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبۡعِيۡنَ فِرۡقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الَّتِي تَتۡبَعُ وَصِيِّيۡ عَلِيًّا۔ ٦

عنقریب میری امت کے ٧٣ فرقے ہوں گے سب کے سب جہنمی ہیں سوائے ایک کے اور یہ وہ فرقہ ہے جو میرے وصی علیؑ کا اتباع کرنے والا ہے۔

---

(١) مجمع البیان، ج ٤-٣، ص ٣٨٨ (٢) تفسیر عیاشی، ج ١، ص ٣٨٥، ح ١٣١ (٣) مجمع البیان، ج ٤-٣، ص ٣٨٩
(٤) تفسیر قمی، ج ١، ص ٢٢٢ (٥) تفسیر قمی، ج ١، ص ٢٢٢
(٦) الاحتجاج، ج ١، ص ٣٩٢-٣٩١ / ترمذی، احمد ابی نعیم داؤد اور طبرانی نے نقل کیا ہے۔

لَسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ۔

اے نبیؐ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ ان کی بابت سوال کیے جانے اور ان کے تفرقے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ [۱]

کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی آپ ان کے مذاہب فاسدہ میں ان کے ساتھ ہر طرح کے اجتماع سے مکمل طور پر دوری اور بُعد رکھتے ہیں۔ [۲]

اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ۔

ان کے اختلافات کے درمیان ان کا معاملہ۔

اِلَى اللّٰهِ۔

اللہ کے سپرد ہے۔

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ۔

پھر وہ انھیں سزا دے کر بتادے گا کہ وہ لوگ کیا کچھ کر رہے تھے۔

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف، ج ۲ ص (۲) طبری تفسیر مجمع البیان، ج ۴۔۳، ص ۳۸۹

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱٦۰﴾

۱٦۰- جو کوئی خدا کے حضور نیکی لے کر آئے گا تو اسے دس گنا بدلہ ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا تو اسے ویسی ہی سزا ملے گی اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱٦۰- ''عَشْرُ اَمْثَالِهَا'' کا مفہوم ہے کہ اسی جیسی دس نیکیاں ملیں گی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضل ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کے جب یہ آیت: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ (النمل ۲۷/۸۹) (جو ایک نیکی کرے گا ہم اس سے بہتر اجر عطا کریں گے) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میرے پروردگار اس میں اضافہ فرما دے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ نازل فرمائی۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ کو منسوخ کرتی ہے۔ [2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ تو وہ ہے جو سب سے کم اضافے کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے ورنہ ستر (۷۰)، سات سو (۷۰۰) اور بغیر حساب دینے کا وعدہ بھی اللہ نے کیا ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا مومن کے لیے مسلمانوں کے مقابلے میں فضائل احکام اور حدود کے اعتبار سے کوئی فضیلت حاصل ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں بلکہ ان دونوں کے ساتھ ان معاملات میں ایک ہی جیسا سلوک ہوگا لیکن اعمال کے اعتبار سے اور جو چیزیں خداوند عالم کا تقرّب دلاتی ہے اس اعتبار سے مومن کو مُسلم پر فضیلت حاصل ہوگی امامؑ سے دریافت کیا گیا: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ ؟ اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ نماز، زکوۃ، روزہ اور حج میں شریک ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد نہیں فرمایا: فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ (بقرہ ۲/۲۴۵) پس مومن وہ ہیں اللہ تعالیٰ جن کے حَسنَات میں سے ہر نیکی کو ستر (۷۰) گنا بڑھا دے گا یہ ہے مومن کا فضل اور اسی طرح اللہ مومن کے حسنات اس کے ایمان کی درستی کے اعتبار سے بڑھاتا چلا جائے گا اور اللہ تعالیٰ مومنین کے لیے جو خیر چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ [3]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ یہ آیت عامۃ المسلمین کے لیے ہے پس اگر ولایت نہ ہو تو جو عمل خیر اس نے دنیا میں انجام دیا ہوگا وہ اس سے دور کر دیا جائے گا اور آخرت

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۱، ص ۳۴۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۲۲ (۳) الکافی، ج ۲، ص ۲۷-۲٦، ح ۵

میں بھی اسے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ (۱)

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَھَا۔

اور اللہ تعالیٰ کے تقاضاے عدل کی بنیاد پر جو بھی برائی لے کر آئے گا اسے ویسی ہی سزا ملے گی۔

وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔

اور ثواب کم کر کے اور عذاب کو بڑھا کر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جو طاقت عطا کرنی تھی جب عطا کردی تو آدم علیہ السّلام نے دعا کی اسے میرے پروردگار تو نے شیطان کو میری اولاد پر مسلّط کر دیا اور اسے اُن کے درمیان ایسا نفوذ عطا کر دیا جس طرح خون رگوں میں دوڑتا ہے اور شیطان کو جو کچھ دینا تھا دے دیا۔ یہ بتا کہ میرے اور میری اولاد کے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اسے آدم تمھارے اور تمھاری اولاد کے لیے یہ ہے کہ اگر وہ ایک گناہ کریں گے تو اس کا بدلہ بھی ایک ہوگا اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہوگا آدمؑ نے عرض کی پروردگار اس میں اضافہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی سانس کے حلق تک پہنچنے تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے آدمؑ نے کہا مزید بڑھا دے تو ارشاد فرمایا: میں ان کی مغفرت کروں گا اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے آدمؑ نے کہا میرے لیے یہ کافی ہے۔ (۲)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں غالباً نیکیوں کا بدلہ دس گنا دینے اور برائی کا بدلہ اتنا ہی دینے میں یہ راز ہے کہ انسانِ مومن کا جوہر طبعی اعتبار سے عالمِ عُلوی کی جانب مائل ہوتا ہے اس لیے کہ اسی سے ماخوذ ہے اور جسمانی قالب کی طرف نیچے آنا اس کی طبیعت کے لیے اجنبیت رکھتا ہے اور نیکی اسی اعتبار سے بلند ہوتی جس طرح اس جوہر کی طبیعت ہوتی ہے اس لیے کہ اس کا تعلق اسی جنس سے اور جس قوت سے پتھر کو بلندی کی جانب ایک ہاتھ متحرک کرتا ہے اگر اسی قوت کو اسفل کے لیے استعمال کیا جائے تو دس ہاتھ اور اس سے زیادہ حرکت ہوگی اسی لیے نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک زیادہ ہیں اور اسی کے ذیل میں وہ اجر بھی آتا ہے جس کا کوئی حساب مقرّر نہیں ہے اور وہ نیکی جس کی تاثیر کو شہرت، ریاکاری یا خود پسندی نہیں روک سکتی اس پتھر کی مانند ہے جو بلندی سے گھما کر پھینکا جائے تو کوئی رکاوٹ اس کے مدِ مقابل نہیں آسکتی اس لیے کہ اس کے نیچے گرنے کی رفتار کو کسی حساب سے ناپا نہیں جا سکتا یہاں تک کہ وہ منزل تک پہنچ جائے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۴۲

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾
قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ۙ
لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

۱۶۱- اے نبیؐ آپ فرما دیجیے یقیناً میرے رب نے مجھے سیدھا راستا دکھا دیا ہے، بالکل دُرُست دین ملّتِ ابراہیم جسے انھوں نے یکسوئی کے ساتھ اختیار کیا تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔
۱۶۲- فرما دیجیے بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔
۱۶۳- جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سر اطاعت خم کرنے والوں میں پہلا ہوں۔

۱۶۱- قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ -

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ یقیناً میرے رب نے وحی اور رہنمائی کے ذریعہ سیدھے راستے کی طرف میری ہدایت کی ہے۔ ''دیناً'' مجھے دین کی ہدایت کی ہے۔ ''قیماً'' یہ لفظ قَامَ سے فَیْعِلٌ کے وزن پر ''قَیِّمٌ'' ہے جیسے سَیِّدٌ اور هَیِّنٌ اور قِیَماً بھی پڑھا گیا ہے اور یہی متداول قرأت ہے۔

مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ-

اللہ نے میری ہدایت کی اور مجھے ملّت ابراہیمی سے متعارف کرایا جب کہ وہ ہر ایک سے کٹ کر اللہ کی جانب راغب تھے۔

وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ-

اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے ان چیزوں کے بارے میں جو حنیفیّت کی یادگار ہیں۔ جیسے ناخنوں کا کاٹنا اور مونچھیں کتروانا اور ختنہ کرنا۔ [۱]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس امّت میں ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ کوئی کی بھی دین ابراہیمی پر عمل پیرا نہیں ہے۔ [۲]

امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ کوئی بھی ملّت ابراہیمی پر نہیں ہے

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۸۸، ح ۴۳ — (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۸۸، ح ۱۴۴

اور دیگر تمام لوگ اس سے علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ [۱]

۱۶۲ – قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ –

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میری نماز اور میری قربانی۔

وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ –

اور جس پر اپنی زندگی میں باقی ہوں اور جس پر میں مروں گا یعنی ایمان و اطاعت۔

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ –

سب کچھ اللہ کے لیے خالص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۱۶۳ – لَا شَرِيْكَ لَهٗ –

میں اس میں کسی غیر کو شریک قرار نہیں دیتا۔

وَ بِذٰلِكَ –

اور اللہ کے اس اخلاص کا۔

اُمِرْتُ –

مجھے حکم دیا گیا ہے۔

وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ –

اور میں سر تسلیم خم کرنے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

کہا گیا ہے کہ یہ اس لئے کہا کہ ہر نبی کا اسلام اس کی امت کے اسلام سے مقدّم ہوتا ہے۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ اس لیے فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہ تھے جنھوں نے عالم ذر میں میثاق کے وقت اسلام قبول کیا تھا جیسا کہ معصومینؑ کی روایت میں آیا ہے اس لیے ان کا اسلام تمام مخلوقات کے اسلام پر تقدّم رکھتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ایک حدیث کے ذیل میں وارد ہوا ہے جس میں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ان کا دین میرا دین ہے اور میرا دین ان کا دین ہے ان کی سُنّت میری سُنّت ہے اور میری سُنّت اُن کی سُنّت ہے اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے اور میں اُن سے افضل ہوں۔ [۳]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۸۸، ح۱۴۶ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص۳۴۰

(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۲۹، ح۳۳

قُلۡ اَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡغِیۡ رَبًّا وَّ ہُوَ رَبُّ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ وَ لَا تَکۡسِبُ کُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَیۡہَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴۔ فرما دیجیے کہ کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور رب تلاش کروں جب کہ وہ ہر شے کا رب ہے، ہر شخص خود اپنے کیے کا ذمہ دار ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت وہ تمھارے اختلافات کی حقیقت تم پر واضح کر دے گا۔

۱۶۴۔ قُلۡ اَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡغِیۡ رَبًّا۔

فرما دیجیے کہ کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور رب تلاش کروں؟ جسے اپنی عبادت میں شریک بنالوں۔

یہ درحقیقت جواب ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے معبودوں کی عبادت کی دعوت دے رہے تھے۔

وَّ ہُوَ رَبُّ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ۔

جب کہ حال یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ جو بھی ہے وہ میری طرح پروردہ ہے جو رب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

وَ لَا تَکۡسِبُ کُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَیۡہَا ۚ۔

ہر شخص اپنے عمل کی جزا پائے گا خواہ اطاعت کی ہو یا معصیت، اسے معصیت کی سزا ملے گی اور اطاعت کا ثواب ملے گا۔

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۚ۔

کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یہ ان کے قول کا جواب ہے۔ کہ

اتَّبِعُوۡا سَبِیۡلَنَا وَ لۡنَحۡمِلۡ خَطٰیٰکُمۡ ؕ (عنکبوت ۲۹/۱۱)

تم ہماری راہ پر گام زن ہو جاؤ ہم تمھاری خطاؤں کا بوجھ اٹھالیں گے۔

کتاب عُیُون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو امام صادق علیہ السّلام سے نقل کی گئی ہے کہ جب قائم کا ظہور ہوگا تو آپ امام حسینؑ کے قاتلوں کی اولاد کو ان کے باپ دادا کے عمل کی بنیاد پر قتل کریں گے امام علیہ السّلام نے جواب مرحمت فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا تو سوال کیا گیا کہ پھر اللہ تعالیٰ کے قول: ”وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی“ کا مفہوم کیا ہوگا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ اپنے جملہ اقوال میں سچا ہے۔ قاتلین امام حسینؑ کی اولاد اپنے آباؤ اجداد کے عمل پر راضی ہوگی اور اس پر فخر کر رہے ہوں گے اور اگر کوئی کسی عمل پر راضی ہو تو گویا کہ اس عمل کو بجا لایا ہے اگر کوئی شخص

مشرق میں قتل کیا جائے اور کوئی شخص مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو یہ راضی ہونے والا اللہ کے نزدیک قاتل کا شریک ہے امام قائم علیہ السلام جب ظہور فرمائیں گے تو انھیں قتل کر ڈالیں گے کیوں کہ وہ لوگ اپنے باپ دادا کے عمل پر راضی تھے۔ [1]

اور اسی کتاب میں مامون کے نام امام کا مکتوب خالص اسلام اور دین کے قوانین کے بارے میں ہے جس میں امام علیہ السلام نے وضاحت کی ہے کہ بیمار کے بدلے میں صحت مند کا مواخذہ نہیں ہوگا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ آباؤ اجداد کے گناہوں کی پاداش میں اُن کے بچّوں پر عذاب نازل فرمائے گا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ [2]

ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ۔

پھر روز قیامت تمھارے رب کی طرف تم سب کی بازگشت ہوگی۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔

تم جس بارے میں اختلاف کر رہے ہو وہ ہدایت کو گمراہی سے اور حق کو باطل سے واضح کر کے اُسے تم پر ظاہر کر دے گا۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۷۳، ح ۵ باب ۲۸ (۲) عیون اخبار الرضا، ج ۲ ص ۱۲۵ ح ۱ باب ۳۵

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖؗ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ (۱۶۵)

ع ۲۰ / ۱۱ / ۷ النصف

۱۶۵- وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے اور بعض کو بعض کے مقابلے میں بلند درجے عطا کیے ہیں تا کہ اس نے جو کچھ دیا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرے بیشک تمھارا رب سزا دینے میں جلدی کرتا ہے اور یقیناً وہی بہت مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

۱۶۵- وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ-

کہا گیا ہے کہ "خَلٰٓىِٕفَ" کے معنی ہیں بعض کو بعض کی جگہ لے آئے گا جب بھی ایک نسل گزرتی ہے تو ان کی جگہ دوسری نسل آجاتی ہے اور یہ سلسلہ ایک نظم ونسق کے ساتھ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ یا اس سے مراد زمین پر اللہ کے مقرر کردہ خلفاء ہیں جو اس میں گردش کریں گے۔ [1]

وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ-

اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں بلند درجات عطا کیے ہیں۔

لِّیَبْلُوَكُمْ- اللہ تمھاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔

فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْؕ-

تمھیں جو کچھ عزّت ومنزلت اور مال ودولت عطا کیا ہے کہ تم کس طرح اس کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہو۔

اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖؗ- بے شک تمھارا رب اسے جلد سزا دیتا ہے جو کفران نعمت کرے۔

وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ- اور جو شکر رب ادا کرتا ہے وہ اس کی مغفرت کرتا ہے اور اس پر بڑا مہربان ہے۔

کتاب کافی اور ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ سورۂ انعام مکمّل طور پر یکبارگی نازل ہوا اور ستّر ہزار فرشتے اس کی جلو میں آئے یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر یہ سورہ نازل ہوا تم پر لازم ہے کہ اس سورہ کی تعظیم کرو اور اس کی تکریم کرو کیوں کہ اس سورہ میں اللہ کے نام ستّر مقامات پر آئے ہیں اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ اس کی قرأت کا کتنا ثواب ہے تو اس کی تلاوت کو کبھی ترک نہ کریں۔ [2]

تفسیر قمی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ سورۂ انعام یکبارگی نازل ہوا اور ستّر ہزار فرشتے اس کی جلو میں آئے جن کی تسبیح وتہلیل وتکبیر کی آواز سنائی دے رہی تھی پس جو بھی اس سورہ کی تلاوت کرے گا وہ فرشتے قیامت تک اس کے لیے تسبیح پڑھتے رہیں گے۔ [3]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۴۰ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۲۲، ح ۱۲، باب فضل القرآن/ثواب الاعمال، ص ۱۰۵
[۳] تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۹۳

سورۂ اعراف

مکۂ مکرمہ میں نازل ہوا اس میں ۲۰۶ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾

کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَ ذِکۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲﴾

بے حد مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱۔ ا۔ ل۔ م۔ ص

۲۔ یہ ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے آپ اس کی تبلیغ کی خاطر اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں۔ آپ اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائیں اور یہ تو مومنین کے لئے نصیحت ہے۔

۱۔ ا۔ ل۔ م۔ ص جو حروف مقطعات میں سے ہے اس کی تاویل سورۂ بقرہ کے آغاز میں بیان کی جا چکی ہے۔

کتاب معانی میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے ایک حدیث کے ذیل میں آپ نے فرمایا کہ "المص" کا مفہوم ہے اَنَا اللہ المقتدر الصّادق میں اللہ صاحب اقتدار اور صادق ہوں۔ [۱]

اور اسی کتاب [۲] اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں بنی امیہ کا ایک شخص آیا اور وہ زندیق تھا اس نے امامؑ سے قولِ خداوند عالم "المص" کے بارے میں دریافت کیا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس میں کون سے چیز حلال وحرام بیان کی گئی ہے اور اس میں وہ کون سی چیز ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ راوی کہتا ہے کہ امامؑ اس کے سوال سے برافروختہ ہوئے اور فرمایا ٹھہر جاؤ تم پر وائے ہو "الف" کا عدد ایک ہے "ل" کے تیس ہیں "م" کے چالیس ہیں اور "ص" کے نوے ہیں بتاؤ یہ کل کتنے ہوئے اس شخص نے کہا ایک سو اکسٹھ۔ امامؑ نے فرمایا جب ۱۶۱ سال پورے ہو جائیں گے تو تمھارے اصحاب کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے

(۱) و (۲) معانی الاخبار ص ۲۲ ج ا ص ۲۸ ح ۵ باب معنی حروف المقطعۃ فی اوائل سور القرآن

(الف) مُسَوِّدہ کے معنی ہیں سیاہ لباس پہننے والے یعنی عباسی دعوت والے لوگ اس لئے کہ وہ سیاہ لباس پہنا کرتے تھے۔ عیسیٰ بن موسیٰ علویین میں پہلا شخص ہے جس نے عباسیوں کا سا لباس زیب تن کیا شیطان نے اُن پر غلبہ حاصل کرلیا تھا اور جاہلیت کے لباس میں انھیں ڈھانپ دیا تھا۔ مجمع البحرین ج ۳ ص ۷۴ مادّہ "سود"

گا۔ راوی کہتا ہے ہم نے غور کیا جب ایک سو اکسٹھ سال تمام ہوئے تو عاشور کے دن مسودہ (الف) کوفہ میں داخل ہوئے اور بنو امیہ کی حکومت جاتی رہی۔ [۱]

۲۔ کِتٰبٌ ۔ وہ کتاب ہے

اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ۔

جو کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے آپ اس کی تبلیغ کی خاطر اپنے سینے میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں۔

کہا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ اپنی قوم کے جھٹلانے اور اپنی بات کو تسلیم نہ کئے جانے اور اذیت دیئے جانے کے سبب خائف تھے۔ لہٰذا قرآن کی تبلیغ کے سلسلے میں آپ کافی دل تنگ تھے اور کوئی خوشی محسوس نہیں کر رہے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ انھیں اطمینان دلایا اور حکم دیا کہ وہ اس بات کی پروا نہ کریں۔ [۲]

لِتُنۡذِرَ بِہٖ۔

یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی کہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائیں۔

وَ ذِکۡرٰی۔

اور نصیحت کریں

لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

صاحبانِ ایمان کو۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲ ح ۲ (۲) طبرسی جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۳۵

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

وَ كَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ﴿۴﴾

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۵﴾

۳۔ اے لوگو! جو کچھ تمھارے رب کی جانب سے تم پر نازل کیا گیا ہے تم صرف اسی کا اتباع کرو اور اپنے رب کے علاوہ دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم بہت کم نصیحت کو قبول کرتے ہو۔

۴۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے تباہ کردیا ان کے پاس ہمارا عذاب اس وقت آیا جب وہ رات کو سو رہے تھے یا دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔

۵۔ اور جب اُن پر ہمارا عذاب آ گیا تو ان کی زبان پر اس کے علاوہ کوئی اور صدا نہ تھی کہ "واقعی ہم ظالم تھے"۔

۳-اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ-

تمھارے پروردگار کی جانب سے تمھاری طرف قرآن اور وحی کے طور پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے تم اُن سب کا اتباع کرو۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ؕ-

اور اللہ کے علاوہ جنوں اور انسانوں میں سے شیطانی ٹولے کا اتباع نہ کرو وہ تمھیں خواہشات کی پیروی کرنے اور بدعتوں کو تسلیم کرنے پر آمادہ کریں گے اور تمھیں اللہ کے دین سے برگشتہ اور ان چیزوں سے دور کردیں گے جن کی پیروی کا تمھیں حکم دیا گیا ہے۔

قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ-

تم لوگ نصیحت کو بہت کم قبول کرتے ہو۔

اس لفظ کو یتذکرون بھی پڑھا گیا ہے اور اس طرح خطاب کا رُخ نبی اکرمؐ کی جانب ہوگا یعنی "اے نبی وہ لوگ نصیحت کو بہت کم قبول کرتے ہیں۔"

۴-وَكَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ-

اور بہت سی بستیاں ہیں

اَهْلَكْنٰهَا-

جنھیں ہم نے تباہ و برباد کردیا۔

فَجَآءَهَا بَأْسُنَا-

اس کے باشندوں تک ہمارا عذاب آیا۔

بَيَاتًا-

جب کہ رات کے وقت وہ سو رہے تھے جیسے قومِ لوطؑ۔

اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ-

یا دوپہر کے وقت جب وہ قیلولہ کر رہے تھے جیسے شعیبؑ کی قوم یعنی ان کی گرفت اس وقت کی جب وہ غفلت کے عالم میں تھے اور نہایت اطمینان کی کیفیت سے دوچار تھے۔ یعنی دونوں وقت عذاب آنے کے وہ تھے جب وہ رام اور استراحت کر رہے تھے۔

۵- فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ-

جس دین پر وہ عمل پیرا تھے، وہ جنھیں پکارا کرتے تھے اور جن سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔ جب ہمارا عذاب اُن پر آیا تو اس وقت وہ اپنی زبان سے اُن سب کے باطل ہونے کا اعتراف کر رہے تھے اور وہ اپنے ظالم ہونے کو تسلیم کر رہے تھے اور انھوں نے جو غلط کام کیے تھے اس پر کفِ افسوس مل رہے تھے۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾

۶۔ پس ضرور بالضرور ہم ان لوگوں سے باز پرس کریں گے جن کی طرف پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا اور ہم یقیناً رسولوں سے بھی سوال کریں گے۔

۷۔ اس کے بعد ہم مکمل سرگزشت پورے علم کے ساتھ ان کے آگے پیش کردیں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔

---

۶ - فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ -

ہم ضرور بالضرور امتوں سے رسالت کو قبول کرنے اور رسولوں کی دعوت پر لبیک کہنے کے بارے میں سوال کریں گے۔

وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ -

اور ہم انبیاءؑ سے بھی دریافت کریں گے کہ جو پیغام رسالت لے کر گئے تھے اسے انھوں نے پہنچایا یا نہیں؟

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسولوں کو بلایا جائے گا اور اُن سے سوال کیا جائے گا کہ انھوں نے اپنی اپنی اُمتوں کو فرائض رسالت بجالاتے ہوئے پیغام پہنچایا یا نہیں تو وہ یہ بتلائیں گے کہ انھوں نے اپنی اپنی امتوں تک یہ پیغام پہنچا دیا تھا اور جب امتوں سے سوال ہوگا تو وہ انکار کردیں گی جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ہم نے مکمل حدیث سورہَ نساء کی آیت فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ کے ذیل میں بیان کردی ہے۔ [1]

۷ - فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ -

ہم یقیناً رسولوں اور امتوں کی مکمل سرگذشت ان کے سامنے پیش کردیں گے۔

بِعِلْمٍ - ہم ان کے ظاہری اور باطنی حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔

وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ -

ہم اُن سے ان کے افعال اور احوال سے بے خبر نہیں تھے۔

سوال کرنے کی غرض ان کی سرزنش اور اُن کا بیان سننا تھا اور ثواب حاصل کرنے والوں کی تعریف و توصیف کرکے اُن کی خوشی میں اضافہ کرنا اور سزا پانے والوں کی برائیوں کو ظاہر کرکے انھیں رنجیدہ کرنا تھا۔

---

(۱) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۶

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

۸۔ اور آج کے دن اعمال کا تولنا برحق ہے پس جن کے (نیک) اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہی فلاح پانے والے لوگ ہوں گے۔

۹۔ اور جن کے پلڑے ہلکے رہیں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی وجہ سے اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرلیا ہے۔

۸- وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ِالْحَقُّ ۚ-

اعمال کا تولنا اور ہلکے اور وزنی کے فرق کو جاننا آج کے دن برحق ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اعمال کی جزا دی جائے گی اگر اچھے اعمال ہیں تو اچھی جزا اور برے اعمال ہیں تو بری جزا ملے گی اور اللہ کے قول فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ سے یہی مراد ہے۔ [۲]

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ-

یعنی جس کی نیکیوں کا وزن بھاری ہوگا۔ موازین موزون کی جمع ہے۔

کتاب توحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ سے مراد حَسَنَات ہیں۔ حسنات (نیکیوں) اور سَیِّئَات (برائیوں) کو تولا جائے گا ترازو کے بھاری ہونے سے مراد حسنات ہیں اور ترازو کے ہلکے ہونے سے مراد سَیِّئَات ہیں۔ [۳]

کتاب احتجاج میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ سے مراد حسنات کی قلت اور کثرت ہے۔ [۴]

فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ-

یہی لوگ نجات اور ثواب حاصل کرکے کامیاب ہوں گے۔

۹- وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ-

اور جن کے پلڑے ہلکے رہیں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرلیا ہے۔ فطرت سلیم کو ضائع کرکے جس پر انھیں خلق کیا گیا تھا اور ایسے گناہوں کا ارتکاب کرکے جن کی وجہ سے انھیں عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔

(۱) جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۲۷ سے اقتباس (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۴

(۳) التوحید ص ۲۶۸ ح ۵ باب ۳۶ (۴) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۶۳ ۔ ۳۶۴

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ-

اس لئے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کیا تھا یعنی جہاں پر تصدیق کرنی چاہیے وہاں تکذیب کر رہے تھے

کتاب احتجاج میں امام صادقؑ سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا اعمال کو تولا نہیں جائے گا؟ تو امامؑ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ اعمال جسم نہیں رکھتے بلکہ جو عمل کیا جاتا ہے وہ ایک وصف ہے۔ کسی شے کا وزن اس لئے کیا جاتا ہے کہ ان اشیاء کی تعداد نہیں معلوم ہوتی اور ان کے وزنی یا ہلکے ہونے کا علم نہیں ہوتا اور اللہ پر کوئی شے مخفی نہیں۔ تو سوال کیا گیا کہ میزان کا کیا مفہوم ہے تو امامؑ نے فرمایا ''اَلْعَدْل'' اس سے مراد عدل ہے۔ تو پھر دریافت کیا گیا کہ اللہ کی کتاب میں جو ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ آیا ہے اس کا کیا مفہوم ہے؟ امامؑ نے فرمایا فَمَنْ رَجَحَ عَمَلُهٗ جس کا عمل بڑھ جائے۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس میں راز یہ ہے کہ ہر شے کا میزان وہ معیار ہے جس سے اس شے کی قدر جانی اور پہچانی جاتی ہے تو قیامت کے دن انسانوں کا میزان وہ ہوگا جس سے ہر انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے عقیدے، اخلاق اور عمل کے اعتبار سے لگایا جائے گا تاکہ ہر نفس کو اس کی کمائی کے اعتبار سے جزا دی جائے اور یہ انبیاء اور اوصیاء کے ذریعہ سے ممکن ہے اس لیے کہ اُن سے اور اُن کی لائی ہوئی شریعتوں کا اتباع کرنے اور ان کے نشانات قدم پر چلنے اور اسے ترک کرنے ان کی سیرت کو اپنانے یا اس سے دوری اختیار کرنے کے ذریعے سے لوگوں کے بارے میں اور اُن کے حسنات و سیئات کے بارے میں اندازہ لگایا جاسکے گا۔ ہر امت کا میزان اس امت کا نبیؐ ہے اور اس نبیؐ کا وصی ہے اور وہ شریعت ہے جسے وہ لے کر آیا تھا جس کی نیکیوں کا وزن بھاری ہوگا اور نیکیاں زیادہ ہوں گی تو وہ لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کی نیکیاں ہلکی اور کم ہوں گی تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا ہے انبیاء اور اوصیاء کی تکذیب کر کے اور ان کا اتباع نہ کر کے۔

کتاب کافی [۲] اور معانی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (انبیاء۔ ۴۷) کے بارے میں سوال کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا اس سے مراد انبیاء اور اوصیاء ہیں [۳]

اور دوسری روایت میں ہے نحن الموازین القسط۔ ہم ہی عدل کے میزان ہیں۔ [۴]

ہم نے میزان کے معنی وزن اعمال کی کیفیت کے بارے میں تحقیق کی ہے اور ہم نے متعارض احادیث اور اقوال کے مابین اپنی کتاب ''میزان القیامۃ'' میں توافق پیدا کیا ہے وہ اس موضوع پر نہایت عمدہ کتاب ہے اس سے پہلے ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جسے توفیق ہوگی وہ انشاء اللہ اس کتاب کا مطالعہ کرے گا اور اس کے مطالب کو سمجھے گا۔

---

(۱) الاحتجاج ج ۲ ص ۹۸ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۱۹ ح ۳۶

(۳) معانی الاخبار ص ۳۱۔ ۳۲ ح ۱ (۴) یہ نقل بالمعنی بحار الانوار ج ۱ ص ۲۲۶ سے ہے۔

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

۱۰۔ ہم نے تمھیں زمین میں اختیارات سونپ کر بسایا اور اس میں ہم نے تمھارے لئے سامانِ زیست فراہم کیا مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

۱۱۔ اور بلاشبہ ہم ہی نے تمھیں تخلیق سے آراستہ کیا پھر تمھاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ سجدہ گزاروں میں شامل نہ ہوا۔

۱۲۔ دریافت کیا، تجھے سجدہ نہ کرنے سے کس چیز نے روکا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔

۱۰۔ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ۔

اور ہم نے تمھیں زمین میں رہائشی مکانات اور زرعی زمینوں اور اُن میں تصرف کے اختیارات دے کر بسایا تھا

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ۔

اور ہم نے اُس میں تمھارے لئے سامانِ زیست فراہم کیا تا کہ تم زندگی گزارو

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔

ہم نے جو کچھ تمھارے لئے پیدا کیا ہے اس کے لئے تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو

۱۱۔ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ۔

اور ہم نے تمھیں خلق کیا پھر تمھاری صورت بنائی

تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ہم نے جو تمھاری تخلیق کی ہے وہ نطفہ ہے۔ پھر علقہ ہے۔ پھر مضغہ ہے۔ پھر ہڈی ہے۔ پھر گوشت ہے اور ہم نے جو صورت بنائی ہے اس سے مراد ہے آنکھیں، ناک، کان، منہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں۔ ہم نے ان چیزوں کی اور اسی طرح اور چیزوں کی

صورت بنائی ہے پھر بدصورت خوب صورت، تندمند، طویل اور قصیر (چھوٹا) اور اس سے مشابہ بنایا۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ حدیث میں اولاد آدمؑ کی تخلیق اور تصویر کے بیان پر اکتفا کرنا اس امر کے منافی نہیں ہے کہ آیت میں آدمؑ کی تخلیق کو شامل کیا جاے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا تھا۔ پہلے تصویر نہ تھی بعد میں تصویر بنی۔ لہٰذا حدیث میں مکمل آیت کی منافات نہیں ہے۔

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ ۔

آدمؑ کی تخلیق اور ان کی شکل بنانے کے بعد ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۔

سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ ان میں شامل نہ تھا جنھوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔

۱۲ – قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ ۔

دریافت کیا تجھے سجدہ نہ کرنے سے کس چیز نے روکا

یعنی سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا تھا ایسے جملے میں لفظ "لا" اگر لایا جائے تو معنیٔ فعل میں تاکید کرنا مقصود ہوتا ہے جس کی مثال ہے لئلا یعلم کہ وہ نہ جانے یعنی اُسے جان لے اور اس جملہ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ سجود کو ترک کرنا قابلِ ملامت عمل ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اگر کسی کو کسی شے سے روکا جائے تو وہ مجبوراً اس کے خلاف عمل کرتا ہے تو گویا کہ اس جملہ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ تمھیں کس بات نے مجبور کیا تھا کہ تم سجدہ نہ کرو۔ [۲]

اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ جب میں نے تجھے حکم دیا تھا

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۔

اس نے کہا میں آدمؑ سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ابلیس نے اپنے نفس پر آدمؑ کو قیاس کیا اور یہ کہا اے اللہ تو نے مجھے آگ سے اور انھیں مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ اس جوہر پر غور کرتا جس سے آدمؑ کی تخلیق کی گئی تھی تو اُسے آگ سے زیادہ منور اور روشن پاتا۔ [۳]

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ فرشتے یہ سمجھ رہے تھے ابلیس کا تعلق فرشتوں سے ہے اور علم الٰہی میں تھا کہ یہ اُن میں سے نہیں ہے۔ حمیت و غیرت کی بنیاد پر جو کچھ اس کے دل میں تھا وہ زبان پر آ گیا اور اس نے کہا خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۔ [۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۴ (۲) غرائب القرآن جلد ۵ ص ۲۶

(۳) الکافی ج ۱ ص ۵۸ ح ۱۸ (۴) الکافی ج ۲ ص ۳۰۸ ح ۶

کتاب کافی، احتجاج اور علل الشرائع میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب ابوحنیفہ امامؑ کے پاس آئے تو امامؑ نے اُن سے پوچھا اے ابوحنیفہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم قیاس کرتے ہو تو ابوحنیفہ نے جواب دیا ہاں میں قیاس کرتا ہوں، امامؑ نے اُن سے فرمایا قیاس مت کیا کرو اس لئے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا جب اس نے کہا تھا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ابلیس نے آگ اور مٹی کے مابین قیاس کیا۔ اگر وہ آدمؑ کی نورانیت کو آگ کی روشنی سے قیاس کرتا تو دونوں انوار میں جو فرق ہے اسے سمجھ لیتا اور یہ جان لیتا کہ ایک نور دوسرے سے کتنا لطیف ہے۔ [۱]

اور امام صادقؑ سے ایک طولانی حدیث میں وارد ہوا ہے پہلی معصیت جس کا ظہور ہوا وہ ابلیس لعین کی انانیت تھی جس وقت اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کریں سب نے سجدہ کیا اور ابلیس لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تمھیں سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا تھا" اللہ تعالیٰ نے اپنی قربت سے اسے دور کردیا اس پر لعنت کی اور اسے رَجِیم (لعنتی) کہا اور اپنے عزت و جلال کی قسم کھائی کہ جو بھی دین میں قیاس کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ابلیس کے ساتھ جہنم کے آخری طبقے میں رکھے گا۔ [۲]

تفسیر قمی میں ہے کہ ابلیس نے جھوٹ بولا تھا اللہ نے اُسے بھی مٹی سے پیدا کیا تھا۔ ارشادِ باری ہے الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (یٰس۔ ۸۰) (وہ اللہ جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ بنادی) اور اللہ نے اسی درخت سے ابلیس کو پیدا کیا تھا اور درخت کی اصل مٹی سے ہے۔ [۳]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۵۸ ح ۲۰ و الاحتجاج ج ۲ ص ۱۱۸۔ ۱۱۷ و علل الشرائع ص ۸۶ ح ۱ باب ۸۱

(۲) علل الشرائع ص ۶۲ ح ۱ باب ۵۴ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۴۵

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾
قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

۱۳۔ فرمایا، تو یہاں سے اتر کر نیچے چلا جا، تجھے اس جگہ گھمنڈ کرنے کا حق نہیں ہے تو نکل جا، یقیناً تو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی ذلت چاہتے ہیں۔

۱۴۔ وہ بولا! مجھے اس دن تک کی مہلت دے دے جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

۱۵۔ فرمایا، تو ان لوگوں میں سے ہے جنھیں مہلت دی گئی ہے۔

۱۳ – قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تجھے آسمان میں جو منزلت اور فرشتوں کی رفاقت میسر ہے اُس سے نیچے اتر جا۔

فَمَا يَكُوْنُ لَكَ۔

تیرے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا۔

کہ اس جگہ پر گھمنڈ کرے اس لئے کہ یہ جگہ خشوع کرنے والوں اور اطاعت گزاروں کے لئے ہے۔

کہا گیا ہے کہ متنبہ کرنا مقصود ہے کہ تکبر صاحبان جنت کے لئے مناسب و موزوں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو راندۂ درگاہ کیا اور اسے زمین میں اتارا تو اس کا سبب تکبر تھا محض نافرمانی نہ تھی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

من تواضع لِلّٰہِ رفعه الله ومن تکبر وضعه الله۔ [1]

جو اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ اُسے رفعت عطا کرے گا اور جو تکبر کرے گا اللہ اُسے ذلیل و حقیر کر دے گا۔

فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۔

تو نکل بے شک تو اُن لوگوں میں سے ہے جو اپنی ذلّت چاہتے ہیں جنھوں نے تکبر کی وجہ سے اللہ کی توہین کی ہے۔

۱۴ – قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۴۳

وہ بولا! مجھے اس دن تک کی مہلت دے دے جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے مجھے اُس وقت تک موت نہ دینا اور نہ ہی مجھے سزا دینے میں عجلت سے کام لینا۔

۱۵۔قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔

اس نے جو مہلت طلب کی تھی اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تجھے مہلت دے دی گئی البتہ مہلت کے وقت کا تعین اس جگہ پر نہیں کیا۔ دوسری جگہ فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ (ص ۸۰۔۸۱ اور حجر ۳۷۔۳۸) اللہ نے فرمایا بے شک تجھے مہلت دے دی گئی ہے۔ مقررہ وقت کے دن تک اور وہ پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے کا وقت ہے اور دوبارہ اٹھایا جانا اور قیامت دوسری مرتبہ صور پھونکا جانا ہے۔

کتابِ علل الشرائع میں امام صادقؑ سے مروی ہے:

يَمُوْتُ ابليس مابين النفخة الاولىٰ والثانية [1]

ابلیس کی موت پہلے صور اور دوسرے صور کے درمیان میں ہوگی۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس دن تک کی مہلت دی ہے جس دن ہمارے قائم کا ظہور ہوگا۔ [2] اور یہ دونوں حدیثیں انشاء اللہ ہم سورہ الحجر (کی آیت ۳۷) کی تفسیر کے موقع پر بیان کریں گے۔ امام مہدیؑ کی خدمت میں مدد کے لئے جانا بندوں کی آزمائش اور شیطان کی مخالفت کر کے ثواب حاصل کرنا ہے۔

---

(۱) علل الشرائع ص ۴۰۲ ح ۲ باب ۱۴۲ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۲ ح ۱۴

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۶۔۱۷۔ وہ بولا جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی تیرے سیدھے راستے پر انسانوں کی تاک میں بیٹھا رہوں گا پھر آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف سے انھیں گھیرلوں گا اور تُو اُن میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔

۱۸۔ فرمایا تُو یہاں سے ذلیل اور دھتکارا ہوا ہو کر نکل جا یقین رکھ جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب سے میں جہنم کو بھر دوں گا۔

۱۶-قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ -

شیطان نے کہا جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے۔ یعنی اسے ایسا حکم دیا گیا جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوگیا اور وہ فرشتوں کی طرح ثابت قدم نہیں رہا جب اللہ نے اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اسے نخوت نے معصیت کرنے پر ابھارا۔

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ -

میں بھی تیرے سیدھے راستے پر انسانوں کی تاک میں بیٹھا رہوں گا۔ میں انھیں گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ میری وجہ سے بگڑ جائیں جس طرح میں ان کی وجہ سے خراب ہوا ہوں اور یہ اس طرح ہوگا کہ میں اسلام کے راستے پر اسی طرح گھات لگا کر بیٹھوں گا جس طرح رہزن لوٹ مار کے لئے راستے پر گزرنے والوں کی گھات میں بیٹھے رہتے ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ یہاں پر صراط سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ [1]

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اے زرارہ شیطان تمھاری اور تمھارے ساتھیوں کی تاک میں ہے جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے وہ اُن سے فارغ ہو چکا ہے۔ [2]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۹ ح ۶   (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۴۵ ح ۱۱۸

اورعیاشی کی روایت میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اس نے قصد کرلیا ہے۔ [۱]

۱۷-ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ .... وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ -

پھر آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف سے انھیں گھیرلوں گا میں چاروں طرف سے انھیں گھیرے میں لےلوں گا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ کا مفہوم ہے میں آخرت کا معاملہ اُن کے سامنے آسان کرکے بتاؤں گا۔ وَمِنْ خَلْفِهِمْ کا مفہوم ہے میں انھیں مال جمع کرنے اور حقوق ادا نہ کرنے کا حکم دوں گا تاکہ مال وارثوں کے لئے بچ رہے۔ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ کا مفہوم ہے کہ میں گمراہی کو زینت دے کر اور شبہات کو خوب صورتی عطا کرکے دین کے معاملے کو اُن کے لئے فاسد کردوں گا اور وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ کا مفہوم ہے لذتوں کو ان کے لئے پسندیدہ بنادوں گا اور ان کے دلوں پر خواہشات کو غالب کردوں گا۔ [۲]

تفسیر قمی میں اسی سے ملتا جلتا زیادہ مفصل بیان ہے۔ [۳]

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ -

اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔

ان میں سے اکثر اطاعت گزار نہ ہوں گے۔ ابلیس نے یہ بات ظن کی بنیاد پر کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ (سبا۔ ۲۰) اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کردکھایا۔

۱۸-قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا -

تو یہاں سے نکل جا (ذلیل) قابلِ مذمت ہوکر مَذْءُوم کا لفظ ذَام سے نکلا ہے یعنی جس کی مذمت کی جائے

مَّدْحُوْرًا -

کے معنی ہیں دھتکارا ہوا جسے دور کیا جائے

لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ -

ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا

لَمَنْ میں ''ل'' قسم اور جواب قسم کی تمہید کے طور پر آیا ہے۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ -

میں ضرور بالضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

یعنی اے شیطان میں تجھ سے اور اُن سے جو تیرا اتباع کریں گے جہنم کو بھر دوں گا چوں کہ مُخَاطَبْ کی

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۹ ح ۷ (۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۴

کثرت تھی اس لئے لفظ منکم لایا گیا۔

تفسیر قمی میں امام صادقؑ سے اللہ کے قول فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (الحجر ۳۴-۳۵) کے بارے میں مروی ہے کہ ابلیس نے اللہ سے کہا تو ایسا عادل ہے کہ کسی پر ظلم نہیں ڈھاتا اس طرح تو میرے عمل کا ثواب ختم ہوجائے گا۔ اللہ نے فرمایا نہیں تو اپنے عمل کے ثواب میں امر دنیاوی سے جو بھی مانگے گا میں تجھے عطا کروں۔ تو اس نے سب سے پہلے جو سوال کیا وہ یہ کہ روزِ قیامت تک کے لئے بقا مل جائے۔ اللہ نے فرمایا میں نے تجھے عطا کردی۔ اس نے کہا مجھے اولادِ آدمؑ پر تسلط اور غلبہ دے دے۔ فرمایا میں نے تجھے مسلط کردیا۔ شیطان نے کہا مجھے اس طرح ان میں دوڑا دے جس طرح رگوں میں خون دوڑتا ہے۔ اللہ نے فرمایا میں نے جاری کردیا۔ ابلیس نے کہا کہ اگر اُن کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو تو میرے دو بیٹے پیدا ہوں، میں انھیں دیکھوں مگر وہ مجھے نہ دیکھیں اور میں جس شکل میں چاہوں اُن کے پاس آؤں۔ اللہ نے فرمایا میں نے تجھے یہ سب دے دیا۔

ابلیس نے کہا اے میرے رب اس میں اضافہ کردے تو اللہ نے فرمایا میں نے تیرا اور تیری ذریت کا وطن ان کے سینوں کو بنا دیا ہے۔ تو ابلیس نے کہا اے میرے رب یہ میرے لئے کافی ہے تو اس وقت ابلیس نے کہا فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (ص ۸۲-۸۳) کہنے لگا مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاؤں گا۔ سوا اُن کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ...... سے اللہ کے قول شٰكِرِيْنَ تک امامؑ سے سوال کیا گیا۔ میری جان آپ پر فدا ہو کس وجہ سے ابلیس کو اللہ نے یہ سب کچھ عطا کردیا۔ بہت سی چیزیں تھیں جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا تھا فرمایا وہ کس طرح ادا کیا تھا۔ فرمایا کہ اس نے دو رکعت شکر کی نماز آسمانوں میں چار ہزار سال میں ادا کی تھی۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۴۲

وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾

وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

۱۹۔ اور اے آدمؑ تم اور تمھاری زوجہ دونوں جنت میں رہو جہاں جس چیز کا تمھارا جی چاہے کھاؤ لیکن خبردار اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

۲۰۔ پھر شیطان نے انھیں ورغلایا تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ رکھی گئی تھیں ان پر نمایاں ہو جائیں اور کہا تمھارے رب نے جو تم دونوں کو اس درخت سے روکا ہے وہ محض اس لئے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمھیں دائمی زندگی نہ مل جائے۔

۲۱۔ اور اس نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تو تمھارا خیر خواہ ہوں۔

۲۲۔ اس طرح دھوکا دے کر وہ دونوں کو اپنے ڈھپ پر لے آیا پس جب دونوں نے درخت کا مزہ چکھا تو ان کی شرم گاہیں نمایاں ہو گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا تن ڈھانپنے لگے۔

تب اُن کے رب نے انھیں آواز دی کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا؟ اور بتلا نہ دیا تھا کہ شیطان تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

۱۹۔ وَيٰۤاٰدَمُ ۔ اور ہم نے کہا اے آدمؑ۔

اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ .... فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ کی آیت ۳۵ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ -

پھر شیطان نے ان دونوں کو ورغلایا۔

وسوس الیہ اور وسوس لہ میں فرق ہے۔ وسوس الیہ کے معنی ہیں کہ ان کے دل میں مفہوم کو پوشیدہ آواز میں ڈال دیا اور وسوس لہ کے معنی ہیں نصیحت کی شکل میں انھیں وہم میں ڈال دیا۔ وسوسہ درحقیقت پوشیدہ آواز کو کہتے ہیں۔

لِيُبْدِيَ لَهُمَا -

تا کہ اُن کے لئے ظاہر کر دے۔

مَاوٗرِيَ - جو پوشیدہ رکھا گیا تھا

عَنْهُمَا - ان دونوں سے

مِنْ سَوْاٰتِهِمَا - اُن دونوں کی شرم گاہوں کو

وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا -

اور کہا تمھارے رب نے جو تم دونوں کو اس درخت سے روکا ہے وہ محض اس لیے

مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ -

کہ کہیں تم فرشتہ نہ بن جاؤ یا تمھیں دائمی زندگی نہ مل جائے۔

۲۱ - وَقَاسَمَهُمَآ - اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا

اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ -

میں تو تمھارا خیر خواہ ہوں۔

۲۲ - فَدَلّٰىهُمَا - انھیں پھسلا کر درخت میں سے کھانے پر آمادہ کر لیا۔

اس لفظ سے متنبہ کیا ہے کہ شیطان اس ذریعہ سے انھیں بلند درجے سے پست درجے کی طرف اتار لایا۔

تدلیہ اور اِدلاء کا مفہوم ہے کسی شے کو بلندی سے پستی کی طرف بھیجنا۔

بِغُرُوْرٍ - دھوکا دے کر۔

اس نے قسم کھا کر انھیں دھوکا دیا۔ آدم وحوا یہ سمجھ رہے تھے کہ کوئی بھی اللہ کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا -

پس جب دونوں نے درخت کا مزہ چکھا تو اُن کی شرم گاہیں نمایاں ہو گئیں۔

جب ان دونوں نے اس درخت کا پھل کھانا شروع کیا اور انھیں اس کا ذائقہ محسوس ہوا تو اس کا انجام بھی انھیں نظر آنے لگا ان کا لباس اتر گیا اور ان کی شرم گاہیں نمایاں ہو گئیں۔

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اُن کی شرم گاہیں خود اُن پر ظاہر نہ تھیں وہ ظاہر ہوگئیں یعنی اُن کی خارجی حیثیت نہ تھی۔ ۱

وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ-

اور وہ دونوں (اپنا تن) ڈھانپنے لگے۔

اور وہ پتوں کو اس طرح اوپر تلے رکھنے لگے جیسے پیوند لگاتے ہیں اور ایک پتے پر دوسرا پتا چپکانے لگے۔

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ-

دونوں جنت کے پتوں سے شرم گاہیں (چھپانے لگے)

تفسیر قمی میں امام صادقؑ سے مروی ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمؑ کو جنت میں رکھا اور ان کے لئے سوائے ایک درخت کے سب چیزوں کو مباح کردیا اس لئے کہ اللہ نے انھیں ایسی مخلوق بنایا تھا جو باقی نہیں رہ سکتی تھی سوائے امر، نہی، غذا، لباس اور ایسی چیزیں جو سردی اور گرمی سے بچائیں نیز شادی بیاہ وغیرہ اور وہ نہیں جانتی تھی کہ کون سی چیز اس کے لئے منفعت بخش ہے اور کون سی نقصان دہ مگر یہ کہ آہستہ آہستہ اس سے واقفیت حاصل ہوتی۔ ابلیس اُن کے پاس آیا اور اُن سے کہا اگر تم دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا جسے اللہ نے منع فرمایا ہے تو تم دونوں فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو گے اور اگر تم نے نہیں کھایا تو اللہ تمھیں جنت سے نکال دے گا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے۔ آدمؑ نے اس کی بات کو تسلیم کرلیا اور درخت میں سے کھالیا اور اس کے بعد جو معاملہ ہوا اسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے **بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا** ان کی شرم گاہیں ظاہر ہوگئیں اور اللہ نے انھیں جو جنت کا لباس پہنایا تھا وہ ان سے جدا ہوگیا اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے تن ڈھانپنے لگے۔ ۲

وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ .... عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ-

تب اُن کے رب نے آواز دی کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور بتلا نہ دیا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

منع کیے جانے کی مخالفت کرنے پر عتابانہ انداز میں خطاب ہے اور سرزنش کی گئی ہے کہ دشمن کے بہلانے پھسلانے میں نہیں آنا چاہیئے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۵ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۱ ح ۱۲ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۴۳

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۳۔ وہ دونوں کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ستم کیا ہے اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

۲۴۔ ارشاد فرمایا، اتر جاؤ تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو تمھارے لئے زمین میں جائے قرار ہے اور ایک خاص مدت تک کے لئے سامانِ زیست مہیا ہے۔

۲۵۔ اور فرمایا تم کو وہیں پر جینا ہے اور اسی میں مرنا ہے اور اسی سے تم کو نکالا جائے گا۔

اس مکمل واقعہ کی تفسیر سورۂ بقرہ آیت ۳۶ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

۲۵۔ قَالَ فِيْهَا...................تُخْرَجُوْنَ۔

اللہ نے فرمایا تم کو وہیں پر جینا ہے اور اسی میں مرنا ہے اور مکافات کے ساتھ مجازات کے لیے اس سے نکالے جاؤ گے۔

يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِيۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيۡرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۲۶﴾
يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ كَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَيۡكُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ يَنۡزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰٮكُمۡ هُوَ وَقَبِيۡلُهٗ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ لِلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۲۷﴾

۲۶۔ اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس کو نازل کیا جو تمھاری برہنگی کو ڈھانپے اور تمھارے جسم کی حفاظت کا ذریعہ اور باعثِ زینت ہو۔ اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

۲۷۔ اے آدم کے بیٹو! کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں اسی طرح فتنے میں مبتلا کردے جس طرح اس نے تمھارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا۔ ان کے لباس اتروا دیئے تھے تاکہ انھیں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ کردے وہ اور اس کی جماعت تمھیں ایسی جگہ سے دیکھتی ہے کہ تم انھیں نہیں دیکھ پاتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

---

۲۶ – يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ – اے اولاد آدمؑ

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس آیت میں خطاب عمومی ہے۔

قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِيۡ سَوۡاٰتِكُمۡ –

ہم نے تم پر لباس کو نازل کیا جو تمھاری برہنگی کو ڈھانپے۔

اور پتوں کے لپیٹنے سے تم کو مستغنی کردے۔

وَرِيۡشًا ؕ – اور بیش قیمت لباس

جو تمھارے لئے باعثِ زینت ہو۔ ریش ہر اس لباس کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ آراستہ ہوا جائے۔ اور بطور استعارہ پرندے کے پر کو ریش کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اُس کا لباس اور اس کی زینت ہے۔

وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ۙ –

اور خوفِ خدا کا لباس زیب تن کرنا۔

ذٰلِكَ خَيۡرٌ ؕ – وہی بہترین لباس ہے

ایک قرأت کے مطابق لِبَاسَ زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور تفسیر قمی میں کہ تقویٰ کا لباس سفید کپڑوں کو کہتے ہیں۔ [۱]
امام محمد باقرؑ سے مروی ہے لباس سے مراد وہ کپڑے ہیں جنھیں تم پہنتے ہو اور ریاش مال و متاع کو کہتے ہیں۔
جہاں تک لباسِ تقویٰ کا تعلق ہے تو وہ عفت و پارسائی ہے۔ اس لئے کہ پاک دامن وہ ہوتا ہے کہ اگر وہ لباس سے عاری ہو جب بھی برہنہ نظر نہیں آتا اور فاجر اگرچہ لباس میں ملبوس ہو پھر بھی برہنہ دکھائی دیتا ہے۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ کے لفظ سے مراد یہ ہے کہ پاک دامنی بہترین لباس ہے۔ [۲]

ذٰلِكَ - یعنی لباس کا نازل کرنا

مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ - اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا پتا دیتے ہیں

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ - تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

یعنی اللہ کی نعمت کو پہچانیں یا نصیحت حاصل کریں اور اس طرح قبیح باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔

۲۷ - يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ -

اے آدمؑ کے بیٹو! کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں فتنے میں مبتلا کردے۔

تمھیں اس طرح فتنے میں مبتلا نہ کرے کہ بہکا کر تمھیں جنت میں جانے سے روک دے۔ اس آیت کا مفہوم انھیں شیطان کی پیروی سے روکنا اور اس کے فتنوں سے بچانا ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَ .... سَوْاٰتِهِمَا -

جس طرح اس نے تمھارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا ان کے لباس اتروا دیئے تھے تاکہ انھیں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ کردے۔

لباس اتروانے کو شیطان کی جانب سے منسوب کیا کیوں کہ وہی اس بات کا سبب بنا تھا۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ .... لَا تَرَوْنَهُمْ -

وہ اور اس کی جماعت تمھیں ایسی جگہ سے دیکھتی ہے کہ تم انھیں نہیں دیکھ پاتے۔

اتباع شیطان سے روکنے کی علت بیان کی جارہی ہے اور اس کے فتنے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قَبِيْلُهٗ سے مراد شیطان کا لشکر ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ شیطان فرزندِ آدمؑ میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون رگوں میں دوڑتا ہے۔ [۳]

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ -

ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے اس لیے کہ ان سب کے درمیان مناسبت پائی جاتی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۵ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۶ - ۲۲۵ (۳) صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الصوم

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

۲۸۔ اور جب یہ لوگ بے حیائی کے کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ نے بھی ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیا کرتا کیا تم اللہ کے خلاف ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمھیں علم تک نہیں۔

۲۹۔ اے محمدؐ! آپ فرما دیجیے کہ میرے رب نے تو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ تم عبادت کے وقت اپنا رُخ قبلہ کی جانب رکھو اور اس کی اطاعت اخلاص کے ساتھ بجا لاتے ہوئے اسی کو پکارو جس طرح اس نے تمھیں آغاز میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔

۳۰۔ ایک گروہ کی اس نے ہدایت کی اور دوسرے گروہ سے گمراہی چمٹ کر رہ گئی۔ انھوں نے اللہ کے علاوہ شیطانوں کو اپنا سرپرست بنالیا ہے اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲۸– وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً–

اور جب یہ لوگ بے حیائی کے کام کرتے ہیں۔

ایسے کام جو برائی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں جیسے بتوں کی پرستش کرنا اور ظالم امام کی اقتدا کرنا اور خانہ کعبہ کا عُریاں طواف کرنا۔

قَالُوْا وَجَدْنَا .... مَا لَا تَعْلَمُوْنَ–

اور کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ نے بھی ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیا کرتا کیا تم اللہ کے خلاف ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمھیں علم تک نہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب بت پرستوں نے یہ بات کہی تو اللہ نے ان کی تردید کی ہے۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۶

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ فحشاء کا حکم دیتا ہے وہ اللہ پر جھوٹا الزام لگاتا ہے اور جو یہ خیال کرتا ہے کہ خیر و شر اسی کی طرف سے ہے تو وہ بھی اللہ پر بہتان لگاتا ہے۔ ۱

۲۹- قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ-

اے محمدؐ! آپ فرمادیجیے کہ میرے رب نے تو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ قسط کے معنی عدل اور استقامت کے ہیں۔

وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ- اور تم اپنا رخ کیے رہو

اس کی عبادت کی جانب متوجہ رہو بالکل سیدھے سیدھے اس کے غیر کی جانب مڑے بغیر یا یہ کہ عبادت کے وقت اپنا رخ قبلہ کی جانب رکھو۔

عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ- ہر عبادت کے وقت

ہر وقت جب تم سجدہ کرو، اور ہر سجدے کی جگہ پر اور اس سے مراد نماز ہے۔

کتاب تہذیب میں امام صادقؑ سے ہے یہ آیت قبلہ کے بارے میں ہے۔ ۲

اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جاے سجدہ چوں کہ بدلتی رہتی ہے تو انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنا رُخ مسجد الحرام کی جانب رکھیں۔ ۳

تفسیر عیاشی میں بھی دونوں حدیثوں جیسی حدیث موجود ہے۔ ۴ البتہ پہلی حدیث میں یہ اضافہ ہے۔ جہاں خالصتہً پورے خلوص کے ساتھ بتوں کی عبادت نہ کی جاتی ہو۔ ۵

اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ سے مراد ائمہ ہیں۔ ۶

وَادْعُوهُ- تم اس کی عبادت کرو

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ- اپنی اطاعت کو اس کے لئے خالص کیے ہوئے

اس لیے کہ تم کو اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ-

اس نے جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا تھا تم اسی طرح پھر دوبارہ پیدا کیے جاؤ گے وہ اس وقت تمھیں تمھارے اعمال کی جزا دے گا۔

تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں مروی ہے کہ اللہ نے انھیں جس وقت پیدا کیا تو انھیں مومن، کافر، شقی (بدبخت) اور سعید (نیک بخت) پیدا کیا اور اسی طرح تم روز قیامت ہدایت یافتہ اور گمراہ

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲ ح ۱۶۷ (۲) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۴۳ ح ۱۳۴

(۳) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۴۳ ح ۱۳۶ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲ ح ۱۷-۱۹

(۵) تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۴۲-۴۳ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲ ح ۱۸

کی حیثیت سے لوٹو گے۔ ۱

۳۰- فَرِيقًا هَدَىٰ - ایک گروہ کو اس نے ہدایت کی توفیق عطا کی ہے۔

وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَٰلَةُ -

اور ایک گروہ سے گمراہی چمٹ کر رہ گئی ہے۔ چوں کہ انھوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا اس لئے گمراہی میں پڑے رہ گئے۔

إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَٰطِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ اللَّهِ -

انھوں نے اللہ کے علاوہ شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے

شیاطین جن باتوں کا انھیں حکم دیتے ہیں وہ اسے بجالاتے ہیں۔

وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ -

اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ قدریہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کچھ بھی نہیں ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت و گمراہی پر وہ خود ہی قدرت رکھتے ہیں یہ خود ان پر موقوف ہے اگر وہ چاہیں تو ہدایت یافتہ ہوجائیں اور اگر چاہیں تو گمراہ رہیں۔ وہ اس امت کے مجوسی ہیں اللہ کے دشمنوں نے مشیت اور اللہ کی قدرت کو جھٹلایا ہے۔ کما بداھم یعودون اللہ نے آغاز میں انھیں جیسا خلق کیا تھا وہ ویسے ہی واپس آئیں گے۔ جسے روز خلقت شقی بنایا تھا وہ ویسا ہی شقی واپس آئے گا اور جسے خلقت کے وقت سعید بنایا تھا وہ سعید کی صورت میں واپس لوٹے گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے:

الشقی من شقی فی بطن اُمّه والسعید من سعد فی بطن اُمِّهٖ

بدبخت وہ ہے جو شکم مادر ہی میں بدبخت ہوتا ہے اور نیک بخت وہ ہے جو شکم مادر ہی سے نیک بخت ہوتا ہے۔ ۲

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۶ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۷ ۔ ۲۲۶

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

ع ۲

۳۱۔ اے بنی آدمؑ تم ہر عبادت کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کرو، کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

۳۲۔ اے پیغمبرؐ! آپ فرما دیجئے کہ کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جسے اُس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا، اور اللہ کی عطا کردہ پاک چیزوں کو ناجائز قرار دیا۔ فرما دیجئے کہ یہ تمام چیزیں دنیاوی زندگی میں بھی مومنین کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خالصۃً انھی کے لیے ہوں گی۔ ہم اسی طرح علم رکھنے والوں کے لیے اپنی نشانیوں کو واضح انداز میں بیان کرتے ہیں۔

۳۱–يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ......... كُلِّ مَسْجِدٍ

تفسیر قمی میں ہے کہ عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) اور جمعہ کے دن غسل کرے اور سفید لباس زیب تن کرے۔ [۱]

اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ہر نماز کے وقت (بالوں میں) کنگھی کرے۔ [۲]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ بنی آدم کو زینت کرنے کا حکم عیدین اور جمعہ کے لیے ہے۔ [۳]

اور تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے روایت ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے کپڑوں کو لے کر جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے لیے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔ [۴]

تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ زینت سے مراد کپڑے ہیں۔ [۵]

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد عیدین اور جمعہ میں رداؤں کا پہننا ہے۔ [۶]

کتاب جوامع اور تفسیر عیاشی میں روایت ہے کہ امام حسن بن علی علیہما السلام جب نماز کے لیے آمادہ ہوتے

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۹ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۹ (۳) الکافی ج ۳ ص ۴۲۴ ح ۸
(۴) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۱۲ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲ ح ۱۲ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۳ ح ۲۷

تھے تو بہترین پوشاک پہنتے تھے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، فَأَتَجَمَّلُ لِرَبِّي

''بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ میں خود کو اپنے رب کے لیے آراستہ کرتا ہوں۔'' اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1]

کتاب فقیہ میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہر نماز کے وقت بالوں میں کنگھی کرنا ہے۔ [2]

اور تفسیر عیاشی میں بھی ایسی روایت موجود ہے۔ [3]

کتاب خصال میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ تم بالوں میں کنگھی کیا کرو اس لیے کہ کنگھی کرنا رزق کو بڑھاتا ہے، اور بالوں کو خوبصورت بناتا ہے اور حاجتوں کو بر لاتا ہے اور صُلب کے پانی کو بڑھاتا ہے۔ بلغم کو قطع کرتا ہے اور رسول اللہؐ داڑھی کے نیچے چالیس مرتبہ اور اوپر کی طرف سات مرتبہ کنگھی پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ عمل ذہن کو بڑھاتا ہے اور بلغم کو گھٹاتا ہے۔ [4]

کتاب تہذیب میں امام صادقؑ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ جب بھی امام سے ملاقات کرنے جاؤ تو غسل کرو۔ [5]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ [6]

اور کہا گیا ہے کہ نماز اور طواف میں کپڑے پہننے کا حکم دیا گیا ہے وہ لوگ برہنہ ہو کر طواف کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے ہم ان کپڑوں میں عبادت نہیں کریں گے جن میں ہم نے گناہ کیے ہیں۔ [7]

تفسیر قمی میں ہے کہ لوگ خانۂ کعبہ کا عریاں ہو کر طواف کیا کرتے تھے۔ مرد حضرات دن کے وقت اور عورتیں رات کے وقت۔ تو اللہ نے انھیں حکم دیا کہ کپڑے پہنیں اور وہ صرف اتنا کھاتے تھے کہ زندہ رہیں۔ اللہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ کھائیں پئیں اور اسراف نہ کریں۔ [8]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ حکم حج کے دنوں کے لیے دیا گیا ہے کہ وہ لوگ اس طرح اپنے حج کو باعظمت بناتے تھے۔

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا۔

تمھیں جو بھی پسند ہو اس میں سے کھاؤ پیو۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۱ ص ۳۴۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴ ح ۲۹ — (۲) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۷۵ ح ۳۱۹

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۳ ح ۲۵ — (۴) الخصال ص ۲۶۸ ح ۳ — (۵) تہذیب الاحکام ج ۶ ص ۱۱۰ ح ۱۹۷

(۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۲ — (۷) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۰ — (۸) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۲۹۔۲۲۸

وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ -

اور خرچ بڑھا کر اور ضائع کر کے اور حرام میں پڑ کر اور حلال کو حرام کر کے اسراف نہ کرو۔

کہا گیا ہے کہ نصف آیت میں اللہ تعالیٰ نے طِب کو جمع کر دیا ہے اور فرمایا ہے "کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔" [1]

یہ آیت نگرانی کر رہی ہے کہ کھانے میں زیادتی نہ کی جائے اور بہت سی احادیث میں اسے ناپسندیدہ اور قابلِ مذمت قرار دیا گیا ہے۔ [2]

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ -

بے شک وہ مُسرفین کو دوست نہیں رکھتا یعنی اُن کے عمل سے راضی نہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ اللہ کو جسے عطا کرنا تھا اس پر فضل کرتے ہوئے اسے عطا کر دیا اور جسے نہیں دینا تھا اس کی حقارت کے سبب اُسے نہیں دیا ایسا نہیں ہے بلکہ جو بھی دولت ہے وہ اللہ کا مال ہے۔ اللہ نے اسے لوگوں کے پاس بطورِ امانت رکھا ہوا ہے اور انھیں اجازت دی ہے کہ درمیانی طور سے کھائیں اور درمیانی انداز میں پئیں اور درمیانی طریقے سے لباس پہنیں اور نکاح کرنے اور سواری میں بھی اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھیں اور ان سب اخراجات سے جو بچ رہے اسے مومنین میں ضرورت مند لوگوں کو دے دیں اور اس کے ذریعہ ان کی پراگندگی کو دور کریں۔ پس جو شخص اس طریق پر عمل کرے گا تو وہ جو بھی کھائے گا حلال ہوگا، جو پئے گا حلال ہوگا، جو سواری لے گا وہ حلال ہوگی، اس کا نکاح حلال ہوگا اور اس کے علاوہ سب اس کے لیے حرام ہوگا۔ پھر فرمایا (وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ) کیا تم نے دیکھا کہ اللہ نے کسی کو مال عطا کر کے اُسے اس پر امین بنایا ہو اور وہ دس ہزار درہم کا گھوڑا خریدے جب کہ وہ بیس درہم کا گھوڑا خرید سکتا تھا اور ہزار دینار کی کنیز خریدے جب کہ وہ بیس دینار میں کنیز خرید سکتا تھا اور فرمایا (وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ)۔ [3]

اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ اگر کوئی کسی سے کچھ مانگے جب کہ اس کے پاس اس دن کی روزی

---

(۱) بیان کیا گیا ہے کہ رشید (عباسی حکمران) کا ایک نصرانی طبیب تھا جس کے ہاتھ میں شفا تھی۔ اس نے ایک دن علی بن حسین بن راقد سے کہا کیا تمھاری کتاب میں طب کے بارے میں بھی کچھ لکھا ہے اس لئے علم دو طرح کا ہوتا ہے علمِ ابدان اور علمِ ادیان۔ علی نے اُسے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مکمل طب صرف آدھی آیت میں جمع کر دی ہے اور وہ اللہ کا قول وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اور ہمارے نبی اکرمؐ نے طب کو اپنے اس قول میں جمع کر دیا ہے المعدۃ بیت الادواء والحمیۃ راس کل دواء واعط کل بدن ما عودتہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز ہر دوا کی اصل ہے اور بدن کو وہی دو جس کا وہ عادی ہو گیا ہے۔ طبیب نے یہ سن کر کہا تمھاری کتاب اور تمھارے نبیؐ نے جالینوس کے لئے کسی قسم کی طب نہیں چھوڑی۔ کشاف ج ۲ ص ۱۰۰

(۲) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۳۶ ح ۸۹ و الخصال ص ۶۳۰ ح ۲۹ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۳ ح ۲۳

موجود ہوتو وہ مسرفین میں سے ہے۔ [۱]

۳۲- قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ-

اے پیغمبر فرمادیجئے کہ کس نے اللہ کی زینت کو جو کپڑوں کی صورت میں یا وہ تمام چیزیں جن سے وہ اپنے آپ کو آراستہ کرے اپنے لئے حرام کردیا ہے۔

الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ-

جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے زمین سے نکالا ہے جیسے کپاس اور کتان (سَن) ریشم اور اون اور جواہرات

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ-

اور اللہ کی عطا کردہ پاکیزہ چیزیں۔ کھانے اور پینے کی لذیذ اشیاء یہ دراصل ان اشیاء کی حرمت کا انکار کرنا ہے

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے امیر المومنین علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس کو ابن الکواء اور اس کے ساتھیوں کے پاس روانہ کیا وہ نہایت عمدہ اور نرم قمیص اور حُلہ پہنے ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں نے ابن عباس کو دیکھا تو کہا۔ اے ابن عباس آپ ہم سب سے بہتر شخص ہیں اور آپ ایسا لباس پہنے ہوئے ہیں؟ تو ابن عباس نے فرمایا یہ پہلی بات ہے جس پر میں تم سے مباحثہ کروں گا۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ اور اللہ نے فرمایا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ- [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے اسی مضمون کی حدیث ملتی ہے۔ [۳]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اُن کو سفیان ثوری نے دیکھا جب کہ وہ بیش قیمت لباس پہنے ہوئے تھے۔ سفیان ثوری نے کہا خدا کی قسم میں اُن کے پاس جاؤں گا اور اُن کو ملامت کروں گا وہ اُن کے قریب گیا اور کہا اے فرزندِ رسول، رسول اللہؐ نے تو ایسا لباس نہیں پہنا تھا اور نہ ہی علی نے اور نہ ہی آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی نے ایسا لباس زیب تن کیا تھا۔ امام صادقؑ نے اُس سے کہا کہ رسول اکرمؐ کا زمانہ تنگ دستی کا دور تھا اور رسول اکرمؐ لباس خرید کر فقراء کو دے دیا کرتے تھے اور اس کے بعد دنیاوی نعمتیں وافر ہوگئیں تو اس کے زیادہ حق دار نیکوکار لوگ ہیں۔ پھر آپ نے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ والی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا لہٰذا اللہ نے جو کچھ عطا کیا ہے اس کے ہم سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ سفیان ثوری تم جو یہ لباس پہنے ہوئے ہمیں دیکھ رہے ہو اسے ہم نے لوگوں کی خاطر پہنا ہے۔ پھر آپ نے سفیان کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا اور اوپر کا کپڑا ہٹایا اور اس کے نیچے سے وہ موٹا کپڑا نکالا جو کھال سے مس ہو رہا تھا اور فرمایا یہ کپڑا میں اپنے لئے پہنتا ہوں اور جسے تم دیکھ رہے ہو وہ لوگوں کے لئے ہے۔ پھر آپ نے سفیان کے کپڑے کو کھینچا اور کہا کہ اوپر جو کپڑا تم نے نہیں رکھا ہے وہ موٹا اور کھردرا ہے اور اندر جو لباس پہن رکھا ہے وہ نرم و گداز ہے۔ امامؑ نے فرمایا تمہارا اوپری لباس

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴ ح ۲۸ (۲) الکافی ج ۶ ص ۴۴۲-۴۴۱ ح ۶ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵ ح ۳۲

لوگوں کے لئے ہے اور یہ اندرونی لباس تم نے اپنے لئے پہن رکھا ہے تا کہ تمھیں راحت ہو۔ [۱]

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ اپنے کسی صحابی پر ٹیک لگا کر بیٹھے تھے کہ عباد بن کثیر نے اُن سے ملاقات کی اور اس وقت آپ مَرد کا بنا ہوا عمدہ کپڑا پہنے ہوئے تھے تو اس نے کہا اے ابوعبداللہ آپ اہلِ بیت نبوت کے فرد ہیں اور آپ کے والد بھی تھے تو یہ فرمایئے کہ آپ نے مرو کا بنا ہوا کپڑا کیوں پہنا ہوا ہے کاش آپ کوئی اور لباس پہن لیتے۔تو امام صادقؑ نے اُسے جواب دیا اے عبادتم پر وائے ہو مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو نعمت عطا کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ وہ اسے دیکھے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔تم پر وائے ہو اے عباد میں فرزندِ رسولؐ ہوں تم مجھے اذیت نہ پہنچاؤ اور عباد نے خود کپاس کے بنے ہوئے دو لباس پہن رکھے تھے۔ [۲]

اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا اللہ آپ کا بھلا کرے آپ نے بیان کیا کہ علی بن ابی طالبؑ کھردرا لباس پہنتے تھے اور ایسی قمیص پہنتے تھے جس کی قیمت چار درہم یا اس سے ملتی جلتی ہو اور ہم یہ دیکھ رہے کہ آپ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔امام علیہ السلام نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب نے اس زمانے میں وہ لباس پہنا تھا جب وہ کوئی انوکھی بات نہ تھی اور اگر آج وہ ایسا لباس پہنتے تو اس سے مشہور ہو جاتے۔ ہر دور کا بہترین لباس وہ ہے جو اس دور کے افراد پہنتے ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ جب ہمارا قائم ظہور کرے گا تو وہ علی والا لباس پہنے گا اور انھی کی سیرت پر عمل کرے گا۔ [۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں دوسری روایت میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ اس لیے کھردرا لباس پہنتے اور سادہ غذا کھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل پر مبنی حکومت کرنے والوں پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ معاشرے کے کمزور ترین افراد کے مطابق زندگی گزاریں تا کہ کسی محتاج کا فقر اسے ہیجان میں مبتلا نہ کرے۔ [۴]

قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-

اے نبیؐ آپ فرما دیجئے کہ یہ تمام چیزیں دنیاوی زندگی میں بھی مومنین کے لئے ہیں۔ دراصل صرف مومنین کے لیے ہیں۔ان چیزوں میں کفار کی شرکت ثانوی حیثیت سے ہے۔

خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ-

لیکن قیامت میں وہ صرف مومنین کے لیے مخصوص ہوں گی کوئی غیر اس میں شریک نہ ہوگا۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب آپ نے زمین کے دریاؤں کا تذکرہ فرمایا تو کہا کہ جو خود سیراب کرے یا جس سے پانی لایا جائے وہ ہماری ملکیت ہے اور جو کچھ ہمارا ہے وہ ہمارے شیعوں کے لئے

---

(۱) الکافی ج ۶ ص ۴۴۳۔۴۴۲ ح ۸ (۲) الکافی ج ۶ ص ۴۴۴۔۴۴۳ ح ۱۳

(۳) الکافی ج ۶ ص ۴۴۴ ح ۱۵ (۴) الکافی ج ۱ ص ۴۱۱۔۴۱۰ ح ۳

ہے اور ہمارے دشمنوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ [۱]

کتاب امالی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ اللہ کے بندو! جان لو کہ متقین نے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کو جمع کرلیا ہے اور وہ دنیا والوں کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک ہوگئے ہیں اور اہل دنیا اُن کے ساتھ ان کی آخرت میں شریک نہیں ہیں۔ اللہ نے دنیا میں سے ایسی چیزیں اُن کے لئے مُباح کردی ہیں جو اُن کے لئے کافی ہیں اور انھیں مستغنی کررہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل من حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ .... يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ انھوں نے دنیا میں بہترین رہائش گاہوں میں سکونت اختیار کی اور افضل ترین چیزوں کو بصورتِ غذا کھاتے رہے، وہ دنیا والوں کے ساتھ اُن کی دنیا میں شریک رہے اور وہ لوگ جو پاکیزہ چیزیں کھاتے تھے انھوں نے بھی کھائیں اور جو پاکیزہ چیزیں وہ پیتے تھے انھوں نے بھی پیں ان کی طرح بہترین لباس زیب تن کیا اور بہترین رہائش گاہوں میں سکونت اختیار کی۔ اور جس طرح انھوں نے شادی کی انھوں نے افضل انداز میں شادی کی اور جس طرح وہ سوار ہوتے تھے انھوں نے افضل سواریاں اختیار کیں اور دنیا والوں کے ساتھ دنیاوی لذتیں حاصل کیں اور آئندہ کل وہ خدا کے ہمسائے ہوں گے اور اللہ سے تمنا رکھیں گے تو وہ انھیں اُن کی خواہش کے مطابق عطا کرے گا۔ ان کی دعائیں مسترد نہیں ہوں گی اور نہ ہی ان کے لئے لذت کی کسی قسم میں کوئی کمی کی جائے گی۔ تو اے اللہ کے بندو! جس شخص میں ذرا سی بھی عقل ہوگی وہ اس کا مشتاق ہوگا۔ [۲]

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔

اسی طرح ہم علم رکھنے والوں کے لئے تفصیل سے اپنے احکام بیان کرتے ہیں۔ جس طرح ہم نے اس حکم کو تفصیل سے بیان کیا ہے اسی طرح ہم جملہ احکام کو ان کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۰۹ ح ۵ (۲) الامالی شیخ طوسی ص ۲۷۔۲۶ ج ۳۱ مجلس اول

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۳۔ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے! میرے رب نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ یہ ہیں! بے شرمی کے کام خواہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ طور سے اور گناہ یعنی شراب اور ناحق زیادتی کرنا اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دو جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کی طرف ایسی بات کو منسوب کردو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔

۳۴۔ ہر قوم کے لیے ایک وقت معین ہے جب ان کی مدت پوری ہوجاتی ہے تو ایک ساعت کے لیے نہ تاخیر ہوسکتی ہے اور نہ ہی تقدیم ممکن ہے۔

۳۳-قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ .... بِهٖ سُلْطٰنًا-

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے قول "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے مراد علانیہ زنا کا ارتکاب کرنا اور جھنڈے نصب کرنا ہے۔ جسے فاسق و فاجر عورتیں زمانۂ جاہلیت میں نصب کیا کرتی تھیں اور اللہ کے قول "وَ مَا بَطَنَ" سے مراد آباء کی بیویوں سے نکاح کرنا ہے۔ نبی اکرمؐ کی بعثت سے قبل اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو چھوڑ کر مرجاتا تو اس کا بیٹا اس سے شادی کرلیتا تھا اگر وہ اس کی ماں نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو حرام کردیا۔ "الْاِثْمَ" سے مراد صرف شراب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ (بقرہ۔ ۲۱۹) اے نبیؐ یہ لوگ آپ سے خمر و میسر کے بارے میں سوال کرتے ہیں فرمادیجیے کہ دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فائدہ بھی ہے۔

اللہ کی کتاب میں خمر کو اثم کہا گیا ہے اس مراد خمر و میسر ہے اور ان دونوں کا گناہ بہت بڑا ہے اور اللہ کے قول "الْبَغْيَ" سے مراد پوشیدہ طور سے زنا کرنا ہے۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کبھی "فواحش" کا لفظ بطور عموم ہر اس قبح کے لیے آتا ہے جس میں علانیہ یا

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷ ح ۳۸

خفیہ طور سے اضافہ کیا جائے اور" اثم" ہر گناہ کے لیے عام طور پر بولا جاتا ہے اور" بغی" کی تفسیر ظلم اور تکبر سے بھی کی گئی ہے اور آیت میں" بِغَيْرِ الْحَقِّ" کا لفظ تاکید کے طور پر لایا گیا ہے اور مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ڈراوے کے لیے کہا گیا ہے اس لیے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ برہان نازل کرے کہ اس کو کسی غیر کا شریک قرار دیا جائے۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ قرآن کے لیے ظاہر اور باطن دونوں ہیں اللہ نے جن چیزوں کو قرآن میں حرام قرار دیا ہے وہ ظاہر ہے اور اس میں جو باطن ہے وہ ائمۂ جور ہیں اور اللہ نے کتاب میں جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ ظاہر ہے اور جو اس میں باطن ہے وہ ائمہ حق ہیں۔ [۱]

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

اور یہ کہ تم اللہ کی طرف ایسی بات کو منسوب کرو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔ یعنی اپنی طرف سے باتیں بنا کر اور افترا پردازی کر کے

اور کتاب کافی اور خصال میں امام صادقؑ سے ہے:

ایاك وخصلتین فیهما هلك من هلك ایاك ان تفتی الناس برایك وتدین بمالا تعلم۔ [۲]

تم دو باتوں سے اجتناب کرو اس بارے میں جو ہلاک ہو چکا وہ ہلاک ہو چکا۔ لوگوں کو اپنی رائے سے فتویٰ دینے اور جس بات کا تمھیں علم نہیں ہے اس کے مطابق فیصلہ کرنے سے اجتناب کرو

اور دوسری روایت میں ہے:

اَنْ تُدِيْنَ اللّٰهَ بِالْبَاطِلِ وتفتی النَّاسَ بِمَا لَا تَعْلَمُ۔ [۳]

تم اللہ کی عبادت باطل کے ساتھ کرو اور لوگوں کو اس کے بارے میں فتویٰ دو جسے تم نہیں جانتے۔

کتاب کافی اور توحید میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ بندوں پر اللہ کی حجت کیا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا:

اَنْ يَقُوْلُوْا مَا يَعْلَمُوْنَ وَيَقِفُوْا مَا لَا يَعْلَمُوْنَ [۴]

جس چیز کا علم ہے صرف وہی بات کہیں اور جسے نہیں جانتے اس کے بارے میں توقف اختیار کریں۔

کتاب فقیہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے محمد بن حنیفہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے جو بات تمھیں معلوم نہیں اس کے بارے میں کچھ نہ کہو بلکہ جو کچھ تم جانتے ہو اس میں سے ہر بات کہنا ضروری نہیں۔ [۵]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۳۷۴ ح ۱۰ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۲ ح ۲ و الخصال ص ۵۲ ح ۶۶

(۳) الخصال ص ۵۲ ح ۶۵ و الکافی ج ۱ ص ۴۲ ح ۱ باب النهی عن القول بغیر علم

(۴) التوحید ص ۴۵۹ ح ۷ باب ۶۷ (۵) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۳۸۱ ح ۱۶۲۷

کتاب عیون میں امیر المومنینؑ نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں مَنْ افتی النّاس بغیر علمٍ لعنته ملائکه السموات والارض۔ [1]

جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا تو اس پر آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے لعنت بھیجیں گے۔

۳۴–وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ–

ہر امت کے لیے زمانہ یا وقت معین ہے جب اس کو موت آئے گی اور اس پر عذاب نازل ہوگا۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ–

جب اُن کی مدت پوری ہوجائے گی یا اُن کا وقت آجائے گا۔

لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ–

تو ایک ساعت کے لیے نہ تاخیر ہوسکتی ہے اور نہ ہی تقدیم ممکن ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے شب قدر میں ملک الموت کو اس کام پر معین کر رکھا ہے۔ [2]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے سال کو شمار کیا جائے گا۔ پھر مہینوں کا حساب ہوگا پھر سانسوں کو گنا جائے گا اس کے بعد جب اُن کی مدتِ حیات پوری ہوجائے گی تو ایک ساعت کے لیے نہ تاخیر ہوسکتی ہے اور نہ ہی تقدیم ممکن ہے۔ [3]

---

(۱) عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۴۶ ح ۱۷۳ باب ۳۱

(۲) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۵۴ ح ۶

(۳) الکافی ج ۳ ص ۲۶۲ ح ۴۴ باب النوادر

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

۳۵۔ اے بنی آدمؑ یاد رکھنا جب تمھاری طرف خود تم میں سے ایسے رسول آئیں جو تمھیں میری آیتیں سنائیں تو اس وقت جو بھی تقویٰ اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرلے گا تو ان کے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی حزن و ملال۔

۳۶۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کریں گے اور اس کے مقابل میں بڑائی اختیار کریں گے وہی لوگ جہنمی ہوں گے اور اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

۳۷۔ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو جھوٹی باتیں گھڑ کر انھیں اللہ سے منسوب کرے۔ یا اس کی آیتوں جھٹلا دے، ایسے لوگوں کو ان کی قسمت کا لکھا ملتا رہے گا پس جب ہمارے فرشتے اُن کی روح قبض کرنے کے لئے پہنچیں گے اور ان سے پوچھیں گے بتاؤ تمھارے وہ معبود کہاں ہیں جنھیں تم اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے تو وہ جواب دیں گے وہ سب ہم سے گم ہوگئے اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ لوگ واقعی کافر تھے۔

۳۵۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ۔

اے بنی آدمؑ جب بھی تمھاری طرف آئے

اما دراصل اِنْ مَا تھا اِنْ کو جو شرط کے لئے آتا ہے ما سے متصل کرکے معنی شرطیہ کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ -

تمھاری جنس میں سے رسول (یعنی مُرسلین)

يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى -

جو تمھیں میری آیتیں سنائیں تم میں سے جو بھی ان کی تکذیب سے بچے گا

وَاَصۡلَحَ -

اور اپنے عمل کو درست کرلے گا

فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ -

تو ان کے لئے نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی حُزن۔

کہا گیا ہے کہ فَلَا میں "ف" پہلی جزا کے لئے ہے دوسری جزا کے لئے نہیں۔ وعدے کی تاکید اور وعید (ڈراوا) میں چشم پوشی مقصود ہے۔ [1]

۳۶- وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا.................. هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ -

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کریں گے اور اس کے مقابل میں بڑائی اختیار کریں گے وہی لوگ جہنمی ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۳۷- فَمَنۡ اَظۡلَمُ -

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ جس نے بہت رُسوا کن ظلم کیا ہے۔

مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ -

جو جھوٹی باتیں گھڑ کر انھیں اللہ سے منسوب کردے یا اس کی آیتوں کو جھٹلا دے یعنی جو اللہ نے کہا ہے اس کی تکذیب کردے۔

اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمۡ نَصِيۡبُهُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ ؕ -

ایسے لوگوں کی قسمت میں جو رزق اور اس کی میعاد مقرر ہے وہ ملتا رہے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ہماری کتاب میں ان کے گناہوں کی جو سزا معین ہے وہ انھیں ملے گی۔ [2]

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ ۙ -

یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لئے پہنچیں گے۔

اس آیت میں لفظ "حتیٰ" ان کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے اور اس کے پورے ہونے کا وقت آچکا ہے اس کی انتہا کو بیان کرنے کے لئے آیا ہے یعنی ان کی وفات کے وقت تک۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۴۸ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۰

اس آیت میں ''رُسُل'' سے مراد فرشتۂ موت اور اس کے مددگار ہیں۔

قَالُوْٓا-

وہ فرشتے کہیں گے

اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ-

بتاؤ تمھارے وہ معبود کہاں ہیں تم اللہ کے علاوہ جن کی پرستش کیا کرتے تھے

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا-

تو وہ جواب دیں گے کہ وہ معبود تو ہم سے غائب ہوگئے

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ-

اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے وہ اس بات کا اعتراف کریں گے کہ یہ لوگ ان میں سے کسی بات کو نہیں مانتے جس پر تھے یعنی ان کا عقیدہ اُن کے عقیدے سے مختلف ہے۔

قَالَ ادۡخُلُوۡا فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ فِی النَّارِ ؕ کُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّۃٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَہَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَکُوۡا فِیۡہَا جَمِیۡعًا ۙ قَالَتۡ اُخۡرٰىہُمۡ لِاُوۡلٰىہُمۡ رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِہِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِکُلٍّ ضِعۡفٌ وَّ لٰکِنۡ لَّا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۸﴾

وَ قَالَتۡ اُوۡلٰىہُمۡ لِاُخۡرٰىہُمۡ فَمَا کَانَ لَکُمۡ عَلَیۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡسِبُوۡنَ ﴿۳۹﴾ ع ۸ / ۱۱

۳۸۔ حکمِ خدا ہوگا جاؤ تم بھی اسی جہنم میں چلے جاؤ تم سے پہلے گزرے ہوئے جن وانس جس میں جاچکے ہیں۔ جب بھی کوئی گروہ جہنم میں داخل ہوگا تو اپنے پیشرو گروہ پر لعنت کرتا ہوا جائے گا، جس وقت سب وہاں اکٹھے ہوجائیں گے تو بعد والا گروہ پہلے گروہ کے بارے میں کہے گا اے ہمارے پروردگار! یہ لوگ تھے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا لہٰذا انھیں آگ کا دوہرا عذاب دے۔ ارشاد ہوگا ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تمھیں اس کی خبر نہیں۔

۳۹۔ اور پہلا گروہ دوسرے گروہ سے کہے گا کہ تم لوگوں کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی۔ پس اپنے کرتوت کے سبب تم عذاب کا مزا چکھو۔

۳۸- قَالَ- اللہ تعالیٰ نے اُن سے کہا

ادۡخُلُوۡا فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ-

تم بھی دوسری قوموں کی طرح جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان کا ساتھ دیتے ہوئے

مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ-

قومِ جن وانس کی طرح (زمانۂ گزشتہ کے کافروں کی دونوں اقسام کا ذکر ہے)

فِی النَّارِ ؕ- جہنم میں داخل ہوجاؤ

کُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّۃٌ-

جب بھی کوئی گروہ جہنم میں داخل ہوگا

لَّعَنَتۡ اُخۡتَہَا ؕ-

تو وہ اپنے پیشرو گروہ پر لعنت کرے گا جن کی اقتدا میں یہ گمراہ ہوگیا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا ادّٰرَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا -

اور جس وقت یہ سب گروہ جہنم میں ایک دوسرے سے مل جائیں گے، ملحق ہو جائیں گے۔

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اُن میں سے ایک گروہ دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے ان میں سے کچھ یہ چاہیں گے کہ دوسروں سے بحث کریں شاید حریف پر کامیابی حاصل ہو جائے اور جو عظیم مصیبت ان پر نازل ہوئی اس سے انھیں نجات مل جائے۔ امتحان و آزمائش اور قبولیت اور معذرت کی گھڑی گزر چکی ہوگی اور نجات کا لمحہ جاتا رہا ہوگا۔

قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ -

اُن سے نچلی منزلت کے لوگ یعنی پیروکار اور کم مرتبہ لوگ کہیں گے

لِاُوْلٰىهُمْ -

بلند مرتبہ لوگوں کے لیے

یعنی اُن کی وجہ سے اس لیے کہ خطاب اللہ سے ہے نہ کہ اُن لوگوں سے۔ اُولیٰ سے مراد قائدین اور سربراہ ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد ائمہ جور ہیں۔ [1]

رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا -

اے ہمارے رب ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کر دیا

یعنی ہمیں گمراہی کی طرف بلایا اور ہمیں اس پر آمادہ کیا۔

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ -

لہٰذا انھیں آگ کا دوہرا عذاب دے دے

دوہرا اس لئے کہ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ -

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہوگا۔

سرداروں اور سربراہوں کے لیے اُن کے کفر اور گمراہی کی وجہ سے اور اُن کے پیروکاروں پر ان کے کفر اور تقلید کی بنیاد پر۔

وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ -

لیکن تم نہیں جانتے کہ اُن میں سے ہر ایک کو کتنا عذاب ملا

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۱۷

۳۹-وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ-

پہلا گروہ دوسرے گروہ سے مخاطب ہوکر کہے گا

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ-

تم لوگوں کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے

لِكُلٍّ ضِعْفٌ (ہر ایک کو دگنا عذاب ملے گا) کی اتباع کرتے ہوئے اللہ کے کلام پر ان کے قول کا عطف ہے یعنی یہ بات ثابت ہوچکی کہ تم کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہم اور تم دونوں گمراہی میں مساوی ہیں اسی طرح دوگنے عذاب کے حق دار ہیں۔

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ-

پس اپنے کرتوت کے سبب تم سب عذاب کا مزا چکھو

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ ان کی شماتت کے لئے کہا گیا۔ [۱] شماتت یعنی دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۰

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا لَا تُفَتَّحُ لَہُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾ لَہُمۡ مِّنۡ جَہَنَّمَ مِہَادٌ وَّ مِنۡ فَوۡقِہِمۡ غَوَاشٍ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۱﴾

۴۰۔ جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اس سے سرتابی کی تو اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ ان کا جنت میں جانا ایسا ہی محال ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا، ہم مجرمین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

۴۱۔ ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا ہوگا اور جہنم ہی کا پردہ اُن پر پڑا ہوگا۔ ہم ظلم کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

۴۰ — اِنَّ الَّذِیۡنَ .... وَاسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا۔

وَاسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا سے مراد اس پر ایمان لانے سے سرتابی کی۔

لَا تُفَتَّحُ لَہُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ۔

ان کی دعاؤں اور اعمال، ان پر برکتوں کے نزول اور مرنے کے بعد ان کی ارواح کو بلند کرنے کے لیے ان پر آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ مومنین کے اعمال اور ان کی ارواح کو آسمان کی طرف بلند کیا جائے گا تو اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھل جائیں گے۔ جہاں تک کافر کا تعلق ہے تو اس کے عمل اور روح کو آسمان کی طرف بلند کیا جائے گا۔ جب وہ آسمان تک پہنچے گا تو ایک منادی ندا دے گا کہ اسے سجّین میں لے جاؤ اور یہ حضرموت میں ایک وادی ہے جسے بَرَہوت بھی کہا جاتا ہے اور لَا تُفَتَّحُ کو لَا تُفۡتَحُ اور لَا یُفۡتَحُ بھی پڑھا گیا ہے۔

وَلَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ ؕ۔

ان کا جنت میں جانا ایسے ہی محال ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا۔ اس لئے کہ اونٹ کے گزرنے کے لئے بڑا دروازہ درکار ہوتا ہے وہ چھوٹے سے سوراخ سے نہیں گزر سکتا۔

وَکَذٰلِکَ — اور ایسی ہی رسوا کن جزا

نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ — ہم مجرمین کو دیں گے

۴۱ — لَہُمۡ مِّنۡ جَہَنَّمَ مِہَادٌ — ان کے لئے جہنم ہی کا بچھونا ہوگا

وَّ مِنۡ فَوۡقِہِمۡ غَوَاشٍ ؕ — اور ان پر جہنم ہی کا پردہ پڑا ہوگا۔ جو انہیں ڈھانپ لے

وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ — اور ہم ظلم کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ دار نہیں ٹھہراتے۔ وہی لوگ صاحبانِ جنت ہیں وہ ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔

۴۳۔ ہم ان کے دلوں میں سے کدورتوں کو نکال دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان کی زبان پر ہوگا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا ہے۔ ہم ہدایت نہ پاسکتے اگر اللہ ہماری ہدایت نہ فرماتا۔ ہمارے رب کے مرسلین یقیناً پیغام حق لے کر آئے تھے اور اس وقت یہ آواز آئے گی یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے ان اعمال کے سبب جنھیں تم بجالاتے رہے ہو۔

۴۲–وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .... اِلَّا وُسْعَهَاۤ–

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ–

''ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔''

یہ جملہ مبتدا اور خبر کے درمیان جملۂ معترضہ کے طور پر ترغیب دلانے کے لئے لایا گیا ہے کہ نعمتوں کا حاصل کرنا ان کی طاقت کے مطابق ہے اور اُن کا حصول بے حد سہل ہے۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ–

یہی لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے

۴۳–وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ–

ہم ان کدورتوں کو نکال دیں گے جو وہ دنیا میں اپنے بھائیوں کے خلاف اپنے سینوں میں رکھتے تھے۔ اس طرح ان کا دل محفوظ رہے گا اور کینہ، حسد اور نفرت سے پاک ہوجائے گا اور اُن کی جانب سے سوائے مہربانی، شفقت اور محبت کے کچھ نہ ہوگا۔

تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ دشمنی کو ان سے دور کر دیا جائے گا یعنی ان مومنین سے جو جنت میں ہوں گے۔ ۱

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ .... اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ -

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو نبی اکرمؐ اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ کرام کو بلایا جائے گا وہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوں گے جب ان کے شیعہ انھیں دیکھیں گے تو کہیں الحمد الله الذی هدانا لهذا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اس طرف ہماری ہدایت کی۔ یعنی اللہ نے ہمیں ولایت امیرالمومنین اور ان کی اولاد میں آنے والے ائمہ کی جانب ہدایت کی ہے۔ ۲

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ -

ہمارے رب کے مرسلین یقیناً پیغام حق لے کر آئے تھے

ہم نے ان کی ہدایات سے رہنمائی حاصل کی۔ وہ لوگ یہ بات از روئے رشک اور فخریہ انداز میں کہیں گے اس لئے کہ دنیا میں انھیں جس کے متعلق عِلمُ الیقین تھا وہ آخرت میں عَیْنُ الیقین میں تبدیل ہو گیا۔

وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ -

جب ان کی نظر جنت پر پڑے گی تو اس وقت انھیں یہ آواز آئے گی کہ یہ جنت جسے تم دیکھ رہے تم اس کے وارث بنائے گئے ہو اپنے ان اعمال کے سبب جنھیں تم بجالاتے رہے ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ ہر شخص کے لیے جنت میں منزل اور جہنم میں منزل معین ہے۔ کافر کی منزل جہنم ہے جو اسے مومن سے وراثت میں ملی ہے اور مومن کی منزل جنت ہے جو اسے کافر سے وراثت میں حاصل ہوئی ہے اور اللہ کے قول اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ سے یہی مراد ہے۔ ۳

نوٹ از مترجم:۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت تمھیں بطور میراث عطا کی ہے اور وہ اسی طرح تمھاری ملکیت ہوگئی جس طرح میراث وارثوں تک پہنچتی اللہ تعالیٰ نے کفار سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو انھیں جنت ملے گی لہٰذا ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے تم اس جنت کے وارث بن گئے کیوں کہ تم نے اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کیا اور فرائض کو ادا کیا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۱

(۲) الکافی ج ۱ ص ۴۱۸ ح ۳۳

(۳) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۲۰

وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَۃُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾ۙ

الَّذِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ یَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ کٰفِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾ۘ

وَ بَیۡنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَی الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ یَّعۡرِفُوۡنَ کُلًّۢا بِسِیۡمٰهُمۡ ۚ وَ نَادَوۡا اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۟ لَمۡ یَدۡخُلُوۡهَا وَ هُمۡ یَطۡمَعُوۡنَ ﴿۴۶﴾

وَ اِذَا صُرِفَتۡ اَبۡصَارُهُمۡ تِلۡقَآءَ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوۡا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۴۔ پھر یہ جنت والے جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اُسے سچ پایا، تمھارے رب نے تم سے جو وعدے کئے تھے کیا تم نے وہ ٹھیک پائے؟ وہ جواب دیں گے ”ہاں“ اس وقت اعلان کرنے والا اُن کے درمیان یہ اعلان کرے گا کہ ظالمین پر خدا کی لعنت ہو۔

۴۵۔ جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے منکر تھے۔

۴۶۔ اور ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگا اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے کو اس کی نشانیوں سے پہچانیں گے وہ جنت والوں سے بلند آواز میں کہیں گے ”سلامٌ علیکم“ یہ لوگ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے لیکن اس کے امیدوار ہوں گے۔

۴۷۔ اور جب ان کی نگاہوں کو دوزخیوں کے بالمقابل پھیرا جائے گا تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب تو ہمیں ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا!

۴۴۔ وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ .... وَعَدَ رَبُّکُمۡ حَقًّا۔

جنت والوں کی یہ گفتگو اصحاب جہنم سے اپنی شان وشوکت کے اظہار کے لئے بطورِ فخر ہوگی اور صاحبانِ جہنم کی مصیبت پر خوش ہونے اور انھیں حسرت زدہ کرنے کے لئے ہوگی۔ انھوں نے یہ نہیں کہا مَاوَعَدَکم (کہ اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا) جس طرح اپنے لئے کہا مَاوَعَدَنَا کہ ہم سے اللہ نے جو وعدہ کیا تھا اس لئے کہ وعدہ شدہ شے جو اہلِ جہنم کو غمگین کر رہی ہے وہ مکمل طور سے کسی کے لئے مخصوص نہ تھی ان سب سے جو وعدہ کیا گیا تھا

وہ دوبارہ اٹھائے جانے کا، حساب کا اور جنت میں جانے والوں کے لیے جنت کی نعمتوں کا تھا۔

قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

وہ جواب دیں گے "ہاں"! تو ان کے درمیان میں اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ ظالمین پر خدا کی لعنت ہو۔

کتاب کافی اور تفسیر قمی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے اور تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ موذن سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ [1]

اور قمی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ ایسا اعلان ہوگا جسے تمام مخلوقات سنے گی۔ [2]

تفسیر مجمع البیان اور کتاب معانی میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ مؤذن میں ہوں۔ [3]

۴۵ – الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ۔

جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے۔

عِوَجًا کا مفہوم ہے کج کر دینا، اور وہ جس پر چل رہا تھا اس سے موڑ دینا۔

وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ۔

اور وہ لوگ آخرت کے منکر تھے

۴۶ – وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ۔

اور دونوں فریقین کے درمیان میں ایک پردہ حائل ہوگا۔

سورۂ حدید آیت ۱۳ میں ہے فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ یعنی جنت و جہنم کے درمیان ایک فصیل قائم کر دی جائے گی تا کہ ایک کو دوسرے تک پہنچنے سے روک دیا جائے۔

وَ عَلَى الْاَعْرَافِ – اعراف پر یعنی اس حجاب کی بلندیوں پر

رِجَالٌ – کچھ لوگ ہوں گے

يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا – جو جنت اور جہنم میں جانے والے لوگوں میں سے ہر ایک کو پہچان لیں گے۔

بِسِيْمٰهُمْ ۚ – ان علامتوں میں سے جن سے اللہ نے انھیں آگاہ کر دیا تھا اس لیے کہ ان کا تعلق صاحبان فراست میں سے ہے جو اپنی فراست سے پہچان لیتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان اور جوامع میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے ہم جنت و جہنم کے درمیان روز قیامت کھڑے ہوں گے پس جس نے ہماری نصرت کی ہوگی ہم اسے علامات سے پہچان لیں گے اور جنت میں داخل

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۲۶ ح ۷ و تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۷ ح ۴۱

(۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۱ (۳) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۲۲ و معانی الاخبار ص ۵۹ ح ۹

کردیں گے اور جو ہم سے بغض رکھتا ہوگا ہم اسے نشانیوں سے پہچان لیں گے اور جہنم میں داخل کردیں گے۔ ۱

مجمع اور جوامع اور تفسیر قمی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اَعْراف جنت وجہنم کے مابین ٹیلے کا نام ہے اور رِجَال سے مراد ائمہ صلوات اللہ علیہم ہیں۔ ۲

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے اعراف پر ہم ہوں گے اور ہم اپنے حامیوں کو ان کی علامات سے پہچان لیں گے اور ہم وہ اعراف ہیں کہ ہماری معرفت کے راستے ہی سے اللہ کی معرفت حاصل کی جاسکے گی اور ہم اعراف ہیں اللہ تعالیٰ روز قیامت ہمیں صراط پر ٹھہرائے گا تو جنت میں صرف وہی داخل ہوگا جو ہمیں پہچانے اور ہم اس کو پہچانیں اور جہنم میں وہی شخص جائے گا جو ہمیں نہ پہچانتا ہو اور ہم بھی اسے نہ پہچانیں۔ ۳

اور ایسی ہی حدیث کتاب بصائر اور احتجاج میں ہے فرمایا ہے کہ ہم روزِ قیامت جنت وجہنم کے درمیان ٹھہرے رہیں گے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ اگر اللہ چاہے گا تو لوگوں سے اپنا تعارف کرادے گا یہاں تک کہ لوگ کما حقہ اس کی معرفت حاصل کرلیں گے اور اس کے دروازے سے اس کے پاس آئیں گے لیکن اللہ نے ہمیں اپنا دروازہ صراط اور سبیل بنایا ہے اور وہ دروازہ قرار دیا ہے جس سے اس تک پہنچا جائے۔ ۴

تفسیر عیاشی میں قریب قریب یہی مضمون ہے اور سلمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ انھوں نے علیؑ سے مخاطب ہوکر دس بار سے زیادہ مرتبہ فرمایا ہے "اے علیؑ تم اور تمھارے بعد اوصیاء جنت وجہنم کے درمیان اعراف ہو جنت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ جو تمھیں پہچانتا ہو اور تم اسے پہچانتے ہو اور جہنم میں نہیں جائے گا مگر وہی جسے تم نہ پہچانو اور وہ تمھیں نہ پہچانے۔ ۵

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ رجال سے مراد آلِ محمدؐ ہیں اور جنت میں صرف وہی جائے گا جو انھیں پہچانتا ہو اور وہ اسے پہچانتے ہوں اور جہنم میں وہی جائے گا جو نہ انھیں پہچانتا ہو اور نہ وہ اسے پہچانتے ہوں۔ مجمع البیان میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ ۶

کتابِ بصائر میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ رجال سے مراد وہ ائمہؑ ہیں جن کا تعلق آل محمد سے ہے اور اعراف جنت وجہنم کے درمیان راستہ ہے ہم ائمہؑ میں سے اگر امام کوئی گناہ گار مومنین میں سے کسی کی شفاعت کردے گا تو اسے نجات مل جائے گی اور جس کی شفاعت نہیں ہوگی وہ جہنم میں گر جائے گا۔ ۷

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۲۳ وجوامع الجامع ج ۱ ص ۴۴۰۱

(۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۲۳ وجوامع الجامع ج ۱ ص ۴۰۹ وتفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۱

(۳) الکافی ج ۱ ص ۱۸۴ ح ۹ (۴) بصائر الدرجات ص ۵۱۷۔۵۱۶ واحتجاج ج ۱ ص ۳۳۸

(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹ ح ۴۹ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸ ح ۴۴

(۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸ ح ۴۵ ومجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۲۳ (۷) بصائر الدرجات ص ۵۱۶ ح ۵ باب ۱۶

کتاب بصائر میں امام صادقؑ سے مروی ہے فرمایا کہ ہم ہی وہ رجال ہیں ائمہ ہم ہی میں سے ہیں وہ پہچانتے ہیں کہ کون جہنم میں جائے گا اور کون جنت میں داخل ہوگا۔ جس طرح تم اپنے قبیلہ کے ایسے شخص کو پہچانتے ہو جو قبیلہ کے نیکوکار اور بدکار افراد کو پہچانتا ہے۔ [۱]

اس مفہوم سے متعلق بہت سی احادیث ہیں بعض روایتوں میں یہ اضافہ ہے ''چوں کہ وہ لوگ بندوں میں صاحبان معرفت ہیں اس لیے اللہ نے ان سے اپنا تعارف اس وقت کرادیا تھا جب وہ اپنی اطاعت کا عہد و پیمان لے رہا تھا۔ اللہ نے قرآن میں انھی افراد کی توصیف کی ہے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ اور وہ لوگوں پر گواہ ہوں گے اور جب وہ بندوں سے اطاعت کا عہد لے رہے ہوں گے تو انبیاء اُن کے اوپر گواہ ہوں گے۔ [۲]

تفسیر قمی میں امام صادقؑ سے مروی ہے ہر امت کا محاسبہ اس کے زمانے کا امام کرے گا اور ائمہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے اور اس پر اللہ کا قول صادق آتا ہے '' وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ '' وہ اپنے دوستوں کو ان کا نامۂ عمل ان کے دائیں ہاتھ میں دیں گے تو وہ بغیر حساب کے جنت کی جانب روانہ ہوجائیں گے اور وہ اپنے دشمنوں کو ان کا نامۂ عمل ان کے بائیں ہاتھ میں دیں گے تو وہ بغیر حساب کے جہنم کی جانب روانہ ہوجائیں گے۔ [۳]

کتاب بصائر اور تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اصحاب اعراف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہیں ان کے اعمال کم ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ الخ۔ [۴]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا وہ ایسی قوم کے افراد ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہیں۔ اب اگر اللہ انھیں جہنم میں ڈالے گا تو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا اور اگر انھیں جنت میں داخل کردے گا تو وہ اس کی رحمت کا تقاضا ہوگا۔ [۵]

اور عیاشی کی روایت میں ہے اگر اللہ انھیں جنت میں داخل کرے گا تو وہ اس کی رحمت کا تقاضا ہوگا اور اگر انھیں مُعذّب کرے گا تو ان پر کوئی ظلم نہیں ہوا۔ [۶]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان دونوں روایتوں میں اور اس سے پہلے جو روایات نقل کی گئیں ان میں کسی قسم کا تضاد اور منافات نہیں ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے۔ اس لئے یہ قوم اُن لوگوں کے ساتھ ہوگی جو اعراف پر ہوں گے اور وہ دونوں اعراف کے لوگ ہوں گے۔ جوامع اور قمی کی روایتیں اس بات پر صریحی دلالت

---

(۱) بصائر الدرجات ص ۵۱۶ ۔ ۵۱۵ ح ۱ باب ۱۲ (۲) بصائر الدرجات ص ۵۱۸ ح ۹ باب ۱۲
(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳/۷ (۴) یہ روایت کتاب کافی میں ہے ج ۲ ص ۴۰۳ ح ۲ کے ذیل میں
(۵) الکافی ج ۲ ص ۳۸۱ ح ۱ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸ ح ۴۶

کرتی ہیں اور آیتوں میں سے آخری دو آیتیں رہنمائی کرتی ہیں کہ اعراف پر ہر امام کے زمانے کے گناہ گار شیعہ موجود ہوں گے۔ اب رہا لفظ ''اعراف'' کا اطلاق ائمہ علیہم السلام پر کرنا جیسا کہ سابقہ متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ اعراف کا اشتقاق اگر معرفت سے ہوا ہے تو انبیاء اور اوصیاء ہی معرفت رکھنے والے، پہچانے جانے والے اور اللہ اور بندوں کو پہچاننے والے ہیں۔ بندوں کے لئے اس زندگی میں اور اگر اعراف عُرف سے ماخوذ ہے تو اس کا مفہوم ہے وہ جگہ جو بلند و بالا ہو تو وہ لوگ ہوں گے جو اپنی معرفت کی انتہا اور بصیرت کی شدت کی وجہ سے بلند و بالا مقامات پر ہیں تمام انسانوں کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ ان کا تعلق کن درجات اور طبقات سے ہے اور وہ نیکوکاروں کو بدکاروں سے ممیز کرتے ہیں۔ اس معرفت کی بنیاد پر جو ان کی جانب سے ان کے لئے ہوتی ہے۔ درانحالیکہ وہ اس جہان میں بعد میں آئیں گے اور اسی طرح اُن کے شیعوں میں سے بعض ایسے افراد ہیں جو ان ائمہ کی سیرت پر گامزن ہیں جیسا کہ حارثہ بن نعمان کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ جو جنتیوں کی طرف دیکھا کرتے تھے کہ وہ جنت میں ان سے ملاقات کر رہے ہیں اور جہنمیوں کی طرف دیکھا کرتے تھے جو آتش جہنم کے گرد جمع ہوں گے جب کہ بعد میں وہ دنیا میں تھے اور کافی میں ان کی حدیث بیان کی گئی ہے۔ [۱]

وَنَادَوْا۔

یعنی اصحاب اعراف پکار کر کہیں گے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ائمہ کرام علیہم السلام کے ساتھ گناہ گار شیعوں میں سے ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں گی۔

۴۶۔ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۔

یعنی جب وہ جنتیوں کی طرف دیکھیں گے تو انھیں سلام علیکم کہیں گے۔

لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ۔

یہ لوگ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے لیکن اس کے امیدوار ہوں گے۔

۴۷۔ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا ۔

اور جب اُن کی نگاہوں کو دوزخیوں کے بالمقابل پھیرا جائے گا تو وہ اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے کہیں گے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

اے ہمارے رب تو ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ جہنم میں داخل نہ کرنا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ اسے اس طرح پڑھا کرتے تھے قالوا ربّنا عائذًا بك ان تجعلنا مع القوم الظّٰلمين

پروردگارا ہم تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں کہ کہیں ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ قرار نہ دینا۔ [۲]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۵۴ ح ۳ (۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۲۴ س ۴

وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَ مَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿۴۹﴾

۴۸۔ پھر یہ اعراف کے لوگ دوزخ کے سربرآوردہ لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچان کر آواز دیں گے آج کے دن تمھارا ٹولہ تمھارے کسی کام نہ آیا اور نہ ہی وہ سامان جن پر تم اکڑتے تھے۔

۴۹۔ کیا یہ صاحبانِ جنت وہ لوگ نہیں ہیں جن کے لئے تم قسمیں کھا کر یہ کہا کرتے تھے کہ انھیں تو اللہ اپنی رحمت سے کچھ بھی نہ دے گا۔ (آج انھی سے کہا گیا) تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ تمھارے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ حزن۔

---

۴۸ – وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ –

اعراف کے یہ لوگ یعنی ائمہ پکار کر کہیں گے

رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ –

دوزخ کے سربرآوردہ لوگوں۔ کفار کے سربراہوں سے جنھیں علامات سے پہچان لیں گے۔

قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ –

انھوں نے کہا دنیا میں تمھارا ٹولہ تمھارے کسی کام نہ آیا

وَ مَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ –

اور نہ ہی وہ سامان جس کی بنیاد پر تم حق سے اکڑتے تھے

۴۹ – اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ –

کیا یہ صاحبانِ جنت وہ لوگ نہیں ہیں جن کے لئے تم قسمیں کھا کر یہ کہا کرتے تھے کہ انھیں تو اللہ اپنی رحمت سے کچھ بھی نہ دے گا۔

یہ ائمہؑ کے قول کا تتمہ ہے جو انھوں نے لوگوں سے کہا اور ان شیعوں کی طرف اشارہ ہے جو ان کے ساتھ اعراف پر تھے کافرین دنیا میں جن کو حقیر سمجھتے تھے اور قسم کھایا کرتے تھے کہ اللہ انھیں جنت میں داخل نہیں کرے گا۔

اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ –

اب وہ اپنے ساتھیوں کی جانب متوجہ ہوں گے اور ان سے کہیں گے تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ

تمھارے لئے نہ کسی قسم کا خوف ہے نہ حزن۔

نبیؐ کا جانشین اپنے زمانے کے گناہ گاروں کے ساتھ موجود ہوگا جس طرح لشکر کا سردار کمزور سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا ہے اور نیکوکار جنت میں جاچکے ہیں تو وہ جانشین ان افراد سے جو اس کے ساتھ ہوں گے یہ کہے گا ذرا اپنے نیکوکار بھائیوں کی طرف دیکھو جو پہلے جنت میں جاچکے ہیں تو گناہ گار انھیں سلام کریں گے اور یہ قولِ خدا ہے سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۟ لَمۡ یَدۡخُلُوۡهَا وَ هُمۡ یَطۡمَعُوۡنَ تم پر سلامتی ہو وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے لیکن اس کی تمنا کر رہے ہیں کہ انھیں بھی اللہ تعالیٰ نبی اکرمؐ اور امامؑ کی شفاعت کے سبب جنت میں داخل کردے اور وہ گناہ گار جب جہنمیوں کی جانب دیکھیں گے تو یہ کہتے نظر آئیں گے رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ پروردگار تو ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ رکھنا۔[۱]

اور صاحبانِ اعراف آواز دیں گے اس سے مراد انبیاء اور خلفاء ہیں۔ جہنمیوں اور کفار کے سربرآوردہ لوگوں کو اور ان سے کہیں گے بطورِ سرزنش تمھارا ٹولہ تمھارے کسی کام نہ آیا اور نہ ہی تمھارا غرور وتکبر۔ دیکھو یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے کہا تھا کہ اللہ اپنی رحمت سے انھیں کچھ نہ دے گا۔ اشارہ ہے ان جنتیوں کی طرف سربراہاں جنھیں کمزور کیے ہوئے تھے۔ اُن کے فقر و فاقہ کی بنیاد پر انھیں حقیر سمجھتے تھے اور مال دنیا کی وجہ سے ان پر رعب جمایا کرتے تھے اور قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ اب صاحبانِ اعراف ان کمزور کیے جانے والے افراد سے امرِ الٰہی کی بنیاد پر یہ کہیں گے کہ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡکُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ۔ تم بے خوف وخطر جنت میں داخل ہوجاؤ۔ تمھیں نہ ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی غم زدہ ہونے کی۔[۲]

تفسیرِ قمی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اعراف جنت وجہنم کے مابین ٹیلوں کا نام ہے اور رجال سے مراد ائمہ علیہ السلام ہیں جو اپنے شیعوں کے ساتھ اعراف پر ہوں گے اور کچھ مومنین جنت میں ان سے پہلے داخل ہوچکے ہوں گے۔ تو ائمہ کرام گناہ گار شیعوں سے مخاطب ہوکر کہیں گے ذرا اپنے ان بھائیوں پر نظر کرو جو جنت میں داخل ہوچکے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۟ لَمۡ یَدۡخُلُوۡهَا وَ هُمۡ یَطۡمَعُوۡنَ پھر ان سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے دشمنوں کی طرف دیکھو اور وہ اللہ کا قول ہے وَ اِذَا صُرِفَتۡ اَبۡصَارُهُمۡ تِلۡقَآءَ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوۡا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ اور صاحبانِ اعراف ان لوگوں کو آوازیں دیں جنھیں یہ علامات سے پہچان لیں گے اور وہ لوگ جہنم میں ہوں گے اور اُن سے کہیں گے نہ تو دنیا میں تمھارا ٹولہ ہی تمھارے کسی کام آیا اور نہ ہی تمھارا کبر و غرور اس کے بعد جہنم میں جو دشمن ہوں گے ان سے مخاطب ہوکر یہ کہیں گے یہ ہیں میرے شیعہ اور میرے بھائی جن کے بارے میں تم دنیا میں قسم کھا کر کہا کرتے تھے لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اس کے بعد ائمہ کرام اپنے شیعوں سے کہیں گے اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡکُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ۔[۳]

---

(۱) جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۳۹ ۔ ۴۳۸ (۲) جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۴۰ ۔ ۴۳۹ (۳) تفسیرِ قمی ج ۱ ص ۲۳۲ ۔ ۲۳۱

وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿ۙ۵۰﴾

الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَہۡوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ نَنۡسٰہُمۡ کَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ یَوۡمِہِمۡ ہٰذَا ۙ وَ مَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۵۱﴾

۵۰۔ جہنم والے، جنتی لوگوں کو پکار کر کہیں گے کہ تھوڑے سے پانی سے ہمیں بھی فیض یاب کردو یا جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اسی میں سے کچھ دے دو۔ تو وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں کے لیے حرام کردی ہیں۔

۵۱۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تفریح بنالیا تھا اور دنیاوی زندگی نے انھیں فریب میں مبتلا کر رکھا تھا آج ہم انھیں بھلا دیں گے جس طرح انھوں نے آج کی ملاقات کو فراموش کردیا تھا اور اس لیے بھی کہ وہ ہماری نشانیوں کو جھٹلایا کرتے تھے۔

۵۰–وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ .... اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ–

افیضوا علینا کے معنی ہیں کہ اوپر سے ہم پر گرادو اس لیے کہ جنت جہنم کے اوپر ہے۔

اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ–

یا اللہ نے تمھیں جو کھانے اور پھل عطا کیے ہیں ان میں سے ہمیں دے دو۔

تفسیر عیاشی صادقین میں کسی ایک سے روایت ہے فرمایا کہ جہنم کے لوگ پیاسے مریں گے اور قبروں میں پیاسے جائیں گے اور جہنم میں پیاسے داخل ہوں گے۔ جنت کے مشکیزوں کو انھیں دور سے دکھایا جائے گا تو وہ کہیں گے اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ [1]

امام صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ یوم التناد وہ دن ہے جب جہنم والے جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ [2]

قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ–

وہ یہ کہیں گے کہ اللہ نے جنت کا پانی اور کھانا دونوں کافرین کے لیے حرام کردیا ہے۔

۵۱–الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ–

جس دین پر انھیں عمل کرنا چاہیے۔ انھوں نے اُس دین کو بنالیا ہے

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹ ح ۴۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹ ح ۵۰

لَهْوًا وَّ لَعِبًا –

کھیل تماشا اور تفریح

وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا –

اور دنیاوی زندگی نے انھیں فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال قرار دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا –

آج ہم انھیں بھلا دیں گے جس طرح انھوں نے آج کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا۔ کتاب عُیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے امامؑ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ اللہ فرما رہا ہے ہم انھیں چھوڑ دیں گے جس طرح انھوں نے آج کے دن ملاقات کی تیاری کو ترک کر دیا تھا اور فرمایا کہ جو قیامت اور آج کے دن کی ملاقات کو بھول جائے گا ہم اس کی جزا ایسے دیں گے کہ وہ اپنے آپ کو بھول جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (الحشر۔۱۹) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے خود ان کے نفسوں کو بھلا دیا یہی لوگ فاسق ہیں۔ [۱]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں مروی ہے کہ نسیان کا مفہوم یہ ہے کہ وہ انھیں اس ثواب سے محروم کر دے گا جیسا ثواب وہ اپنے ان چاہنے والوں کو دے گا جو دنیا کے گھر میں اطاعت گزار تھے اور اللہ کا ذکر کر رہے تھے جب وہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور غائبانہ طور سے خوف خدا رکھتے تھے۔ عرب کے باشندے نسیان کے باب میں یہ کہا کرتے تھے "قد نسینا فلان" فلاں شخص نے ہمیں بھلا دیا ہے۔ یعنی نہ تو وہ ان سے خیر کے بارے میں کچھ کہتا ہے اور نہ ہی انھیں خیر کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ [۲]

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ –

اور وہ تو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ انھیں جھٹلاتے تھے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۲۵ ح ۱۸ باب ۱۱ (۲) التوحید ص ۲۶۰۔۲۵۹ باب ۲۶

وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ‌ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾

ع ۶ ۱۳

۵۲۔ ہم اُن لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنیاد پر مفصل بنایا ہے۔ جو صاحبانِ ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

۵۳۔ کیا یہ لوگ کتاب کی تاویل کے منتظر ہیں جس دن اس کی تاویل سامنے آجائے گی تو وہی لوگ جنھوں نے اسے نظرانداز کر دیا تھا یہ کہیں گے، بلاشبہ ہمارے رب کے مرسلین حق لے کر آئے تھے، کیا ہمارے لئے شفاعت کرنے والے ہیں جو ہماری شفاعت کریں یا ہمیں دوبارہ واپس بھیج دیا جائے تا کہ ہم اس کے علاوہ دوسرے کام انجام دیں جو ہم پہلے کیا کرتے تھے۔ انھوں نے یقیناً خود کو خسارے میں ڈال دیا اور ان کی تمام افترا پردازیاں غائب ہو گئیں۔

۵۲ – وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ –

فَصَّلۡنٰهُ کا مفہوم ہے کہ ہم نے عقائد، احکام اور مواعظ کے مفاہیم کو تفصیلی طور سے بیان کر دیا ہے۔

عَلٰى عِلۡمٍ –

ہمیں اس کی تفصیل کا پورا پورا علم تھا یہاں تک کتاب حکیم ان تک آ گئی

هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ –

ایسی کتاب جو صاحبانِ ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

۵۳ – هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ –

کیا انھیں انتظار ہے؟

اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ –

کتاب کی تاویل کا یعنی وعدہ اور وعید کے بارے میں جو کچھ کتاب میں بیان کیا گیا ہے اس کے ظہور کے ذریعے کتاب کی سچائی کو واضح کر دیا جائے۔

يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ-

جس دن اس کی تاویل سامنے آجائے گی۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ قائم آلِ محمد علیہ السلام کے قیام کے وقت ایسا ہوگا اور قیامت کے دن۔ [۲]

يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ-

اور جن لوگوں نے پہلے اسے نظر انداز کر دیا تھا وہ کہیں گے۔۔۔ ایسے چھوڑا تھا جیسے بھولنے والا چھوڑ دیتا ہے۔

قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ-

اب واضح ہوگیا ہے کہ ہمارے رب کے مرسلین حق لے کر آئے تھے

فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا-

تو کیا ہماری سفارش کرنے والے ہیں جو آج کے دن ہماری سفارش کریں

أَوْ نُرَدُّ-

یا ہمیں دنیا میں دوبارہ واپس بھیج دیا جائے

فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ-

تاکہ ہم پہلے جو کچھ کیا کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے کام انجام دیں یقیناً اپنی زندگی کفر میں بسر کر کے انھوں نے خود کو خسارے میں ڈال دیا ہے

وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ-

ان کی تمام افترا پردازیاں ختم ہو کر رہ گئیں اور انھیں ان کا کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

---

(۱) عمادی تفسیر ابی السعود ج ۳ ص ۲۳۲ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۶

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر اس کا امر قائم ہوا۔ وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، سورج چاند اور ستارے سب اس کے تابع فرمان ہیں، خلق اور امر کا وہی مالک ہے، بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۵۴-سِتَّةِ اَيَّامٍ-

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اس سے مراد چھ ادوار ہیں۔ [۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو چشم زدن سے بھی کم وقت میں اسے خلق کر دیتا لیکن اسے آہستہ آہستہ اور ادوار میں خلق کرنے کا مقصد اس کے ذمہ داروں کے لئے مثال قائم کرنا اور مخلوقات پر حجت کو لازم قرار دینا ہے۔ [۲]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ آسمان و زمین کو پلک جھپکتے ہی پیدا کر سکتا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے چھ دنوں میں پیدا کیا تاکہ ایک شے کی تخلیق کے بعد دوسری شے کی تخلیق فرشتوں پر ظاہر ہو جائے اور اس طرح وہ یکے بعد دیگرے جن چیزوں کی تخلیق کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں ان کے ذریعے استدلال کر سکے۔ [۳]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خیر کو اتوار کے دن خلق فرمایا اور اس نے شر کو خیر سے پہلے خلق نہیں کیا اور اتوار اور پیر کے دن اس نے زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی روزی منگل کے دن پیدا کی اور آسمانوں کی تخلیق بروز بدھ اور جمعرات عمل میں آئی اور اُن کی روزی کو جمعہ کے دن پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ سے یہی مراد ہے۔ [۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ آیت اللہ کے قول ''ومابینھما'' پر مشتمل ہے یہ سورۂ فرقان اور سورۂ سجدہ میں بھی مرقوم ہے جو سورۂ لقمان کے بعد واقع ہے۔ اس سے اور اس حدیث اور اسی طرح اس قبیل کی ان

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۶ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۹

(۳) عیون اخبار الرضاج ۱ ص ۱۳۵ _ ۱۳۴ ح ۳۳ (۴) الکافی ج ۸ ص ۱۴۵ ح ۱۱۷

تمام باتوں سے جو اس بارے میں بیان ہوئی ہیں یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ''مابینهما'' بھی آیت کے مقصود میں داخل ہے ہم جس کی تفسیر کر رہے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کو چھ روز میں پیدا فرمایا۔ پھر اسے سال کے دنوں سے منقطع کر دیا اور سال کے تین سو چوّن (۳۵۴) دن ہوتے ہیں۔ [۱]

کتاب فقیہ اور کتاب تہذیب میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سال میں تین سو ساٹھ دن پیدا کئے اور آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر ان دنوں کو تین سو ساٹھ دنوں سے جدا کر دیا اب سال تین سو چوّن دن کا ہے۔ [۲]

کتاب خصال اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔ [۳]

اگر کہا جائے کہ فلک کی حرکت کے سبب دنوں کا تعین ہوتا ہے اور دن بنتے ہیں تو پھر آسمان و زمین کی تخلیق میں دنوں کا تعین اُن کی تخلیق سے پہلے کیوں کر ہوا؟

تو ہم کہیں گے کہ دنوں کی تمیز اور تعین فلکِ اعلیٰ کی حرکت پر موقوف ہے نہ کہ ساتوں آسمان پر اور مقررہ دنوں میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کی تخلیق کی گئی ہے جو ان کے اوپر ہے اس کی تخلیق اس وقت عمل میں نہیں آئی اور اس میں کوئی خلا لازم نہیں آتا کیوں کہ سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا جس سے تمام چیزیں تمام چیزوں پر خلق ہوئیں اور یہ بھی سمجھ لو کہ یہ آیت اور اس جیسی احادیث ان متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل راسخون فی العلم کے پاس ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۔

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ عرش پر اس کی تدبیر قائم ہوئی اور اس کا امر بلند ہوا۔ [۴]

امام کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ (اللہ) ہر چھوٹی اور بڑی چیز پر غالب آ گیا۔ [۵]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ وہ ہر شے پر قائم ہے تو کوئی شے دوسری شے سے زیادہ اس سے قریب نہیں ہے۔ [۶]

اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہر شے سے ایک جیسی نسبت رکھتا ہے لہٰذا کوئی شے دوسری شے سے زیادہ اس سے قریب نہیں ہے۔ [۷]

---

(۱) الکافی ج ۴ ص ۸۷ ح ۲ (۲) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰ ح ۲۷۴ تہذیب الاحکام ج ۴ ص ۱۷۲۔۱۷۱ ح ۴۸۴

(۳) خصال ص ۴۸۶ ح ۶۲ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲۰ ح ۷

(۴) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۳ (۵) معانی الاخبار ص ۴ ح ۱

(۶) الکافی ج ۱ ص ۱۲۸ ح ۷ (۷) الکافی ج ۱ ص ۱۲۸ ح ۸

اور ایک روایت میں وہ ہر شے میں یکساں ہے لہٰذا کوئی شے دوسری شے سے زیادہ اس سے قریب نہیں اور کوئی بعید اس سے بعید نہیں اور نہ ہی کوئی قریب اس سے قریب ہے وہ ہر شے میں یکساں طور سے ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ عرش سے مراد ایسا جسم ہے جو تمام اجسام پر محیط ہے اور کبھی اس سے مراد ایسا جسم ہوتا ہے جو اس میں دیگر اجسام کے ساتھ ہوتا ہے یعنی مکمل عالم اجسام، اور کبھی اس سے مراد وہ مجموعہ ہوتا ہے ان تمام چیزوں کے ساتھ جو اس کے اور اللہ کے درمیان واسطہ قرار پاتی ہے وہ ارواح جن پر جسم کے قیام کا دار و مدار ہے یعنی مکمل کائناتیں اپنے اقتدار جبروت طاقت کے ساتھ اور اللہ کے علاوہ سب کچھ اس میں شامل ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ علم ہے جس کا تعلق اس کے علاوہ چیزوں سے ہے اور کبھی اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ علم ہوتا ہے جن سے اس نے انبیاء، مرسلین اور اپنی حجتوں کو مطلع کردیا ہے اور ائمہ کے کلام میں ان تمام امور کی جانب اشارہ ملتا ہے اور کبھی اس سے مراد اقتدار ہے اور استواء سے مراد ہے حاوی ہوجانا۔ جیسا کہ سورۂ طٰہ میں ہے (طٰہ ۵) الرحمٰن علی العرش استوی رحمان عرش پر مُستوی ہوگیا

پھر میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں امام جعفر صادقؑ نے کافی کی روایات میں استواء کے بارے میں یہ تفسیر فرمائی ہے کہ اس سے مراد عرش اور تمام اشیاء کے مجموعے کے ساتھ نسبت کی برابری ہے اور پہلی روایت میں استواء کو شامل کیا ہے جس کا تعدیہ علیٰ کے ساتھ ہے۔ جیسے غالب آجانا اور بلند ہوجانا یا کسی کی نگرانی کرنا اور اسی طرح کے مفاہیم تاکہ قرآن سے موافقت ہوجائے تو مفہوم ہوگا اس کی نسبت ہر شے سے برابر ہے جبکہ وہ ہر شے پر چھایا ہوا ہے تو آیت میں دلالت ہے کہ اللہ کسی مکان میں نہیں ہے یہ اس معنی کے مخالف ہے جسے جمہور تصور کرتے ہیں اور اس میں بھی اشارہ ہے کہ وہ قیومیّت کے ساتھ ہے اور اس کا معنوی اتصال ہر شے کے ساتھ مساوی بنیاد پر ہے اِس اعتبار سے جو اس کی وحدانیت کے منافی نہیں ہے اور اس کی جلالت و پاکیزگی کے بھی خلاف نہیں ہے کہ وہ عمومی رحمت کا ہر ایک پر فیضان کرتا ہے ایک ہی نسبت کے ساتھ اور اس کا علم ہر شے کا ایک ہی طرح سے احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر شے سے اس کا قرب ایک جیسا ہے اور دوسری روایت میں مستوی لفظ ''من'' اس بات کو ثابت کرنے کے لئے لایا ہے کہ قرب و بُعد میں استواء کا مفہوم کیا ہے اور لفظ ''فی'' تیسری روایت میں اس مفہوم میں آیا ہے کہ مایستوی فیہ وہ جس بارے میں مستوی ہے اب رہا مقربین جیسے انبیاء و اولیاء کا اختلاف مُبعَدِین یعنی شیاطین اور کفار سے قرب و بعد میں تو اس کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے نہیں ہے بلکہ ان ہستیوں کے ارواح کے متفاوت ہونے کے اعتبار سے ہے۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے حدیث جاثلیق میں ہے فرمایا کہ فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش تخت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ ایک شے ہے جو محدود ہے مخلوق ہے اور تدبیر

کرنے والا ہے اور تمہارا رب اس کا مالک ہے وہ اس پر ایسے نہیں ہے جیسے کہ ایک شے کسی شے پر ہوتی ہے۔ [1]

يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ -

وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے

لفظ يُغشِى يُغَشِّى بھی پڑھا گیا ہے۔

يَطْلُبُهُ حَثِيثًا -

دن رات کے پیچھے تیزی سے چلا آرہا ہے جیسے وہ اس کی طلب میں سرگرداں ہو ان کو کوئی شے جدا کرنے والی نہیں ہے۔

وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ -

سورج، چاند اور ستارے سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

ایک قرأت کے مطابق الشّمسُ والقمَرُ والنُّجومُ پیش کے ساتھ ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ -

خلق اور امر کا وہی مالک ہے یعنی عالمِ اجسام اور عالمِ ارواح دونوں اسی کے اختیار میں ہیں۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ -

بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

وہ الوہیت میں وحدانیت کے سبب بلند ہے اور ربوبیت میں یکتائی کے سبب باعظمت ہے۔

---

(۱) التوحید ص ۳۱۶ ح ۳ باب ۴۸

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾
وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ اِنَّ
رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

۵۵۔ تم اپنے رب کو تضرع و زاری کے ساتھ اور چپکے چپکے پکارا کرو، یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔
۵۶۔ اور زمین میں اصلاح ہوجانے کے بعد فساد برپا نہ کرو عذاب کے خوف اور رحمت کی امید میں خدا سے دعائیں طلب کرو، بے شک رحمتِ خدا نیکی کرنے والوں سے بہت قریب ہے۔

۵۵۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ۔

تَضَرُّع کے معنی ہیں آہ و زاری کے ساتھ، انکساری اور خاکساری کرتے ہوئے۔

خفیة چپکے چپکے پوشیدہ طور سے اس لیے کہ خاموشی سے پکارنا اخلاص سے زیادہ قُرب کی علامت ہے اور اس لفظ کو زیر کے ساتھ خِفْيَةً بھی پڑھا گیا ہے۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دعا یا اس کے علاوہ دوسرے امور میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے آپ کا گزر ایک وادی سے ہوا لوگوں نے اونچی آواز میں لاالہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا شروع کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے لوگو ذرا اپنے اوپر قابو رکھو تم اسے نہیں پکار رہے ہو جو بہرا اور غائب ہے بلکہ اسے آواز دے رہے ہو جو سب سے زیادہ سننے والا اور تم سے نزدیک ہے یقیناً وہ تمھارے ساتھ ہے۔ [1]

کتاب مصباح الشریعہ میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ تم اللہ سے اپنے تمام امور میں رات دن تضرع و زاری کے ساتھ مدد طلب کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ اور اعتداء (یعنی حد سے تجاوز کرنا) ہمارے زمانے کے قاریوں کی صفت اور نشانی ہے۔ [2]

۵۶۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ۔

اور کفر و نافرمانی سے زمین میں فساد برپا نہ کرو

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۲۹ (۲) مصباح الشریعہ ص ۵۸

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔

جبکہ انبیاء کی بعثت اور احکامات کے نفاذ کے ذریعہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ زمین فاسد ہو چکی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی اور فرمایا وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ اور امیر المومنین علیہ السلام کے ذریعہ زمین کی اصلاح فرمائی تھی اور جب لوگوں نے امیر المومنین کو چھوڑ دیا تو گویا اُسے فاسد کر دیا۔ [۲]

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔

اور عذاب کے خوف اور رحمت کی امید میں خدا سے دعا طلب کرو۔ اعمال کی کوتاہیوں اور عدمِ استحقاق کی بنیاد پر تمھاری دعا رد نہ ہو جائے اس سے ڈرتے رہو اور اس کے وفورِ رحمت کے سبب احسان وفضل وکرم کی بنیاد پر قبولیت کی امید رکھو۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

بے شک رحمتِ خدا نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

اس آیت کے ذریعہ امید کو ترجیح دی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح قبولیتِ دعا تک پہنچا جا سکتا ہے۔

کتاب فقیہ میں نبی اکرمؐ نے ایک وصیت میں علی علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر کسی کو جادوگر یا شیطان سے خوف وخطر ہو تو اسے چاہئے کہ ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ'' پڑھا کرے۔ [۳]

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص غیر آباد زمین میں رات بسر کرے اور آیت اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ سے لے کر اللہ کے قول تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ تک پڑھے تو فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اور شیاطین اس سے دور رہیں گے۔ فرمایا کہ ایک شخص روانہ ہوا اور وہ ایسی بستی میں پہنچا جو غیر آباد اور ویران تھی وہاں پر اس نے رات بسر کی اور اس نے اس آیت کی تلاوت نہیں کی تو شیاطین نے اسے ڈھانپ لیا اور اس کی ناک کو پکڑ لیا۔ شیطان کے ساتھی نے اس سے کہا ذرا اس کو مہلت دے دے وہ شخص بیدار ہوا اور اس نے یہ آیت پڑھی تو شیطان نے اپنے ساتھی سے کہا تیرا ستیاناس ہو اس نے صبح تک اپنے کو محفوظ کر لیا جب صبح ہوئی وہ شخص امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بات سے مطلع کیا اور کہا کہ مولا میں نے آپ کے کلام کی صحت اور صداقت کا خود مشاہدہ کر لیا وہ سورج نکلنے کے بعد جب وہاں گیا تو دیکھا کہ زمین پر شیطان کے موجود ہونے کے آثار تھے۔ [۴]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۵۸ ح ۲۰ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۹ ح ۵۱ — (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۶

(۳) من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۶۹ ح ۲۱ — (۴) الکافی ج ۲ ص ۶۲۶ ح ۲۱

وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع

۵۷۔ اور وہی تو ہے جو ہواؤں کو رحمت کی بشارت بنا کر بھیجتا ہے پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو ہم انھیں مردہ سرزمین کی جانب حرکت دیتے ہیں، پھر ہم اس سے مینہ برساتے ہیں اور اس کے ذریعے ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں ہم اسی طرح مردوں کو حیات عطا کریں گے ہوسکتا ہے تم اس مشاہدے سے سبق حاصل کرو۔

۵۸۔ اور جو زمین پاکیزہ ہوتی ہے اس کا سبزہ بھی حکم رب سے خوب پھل لاتا ہے اور جو زمین خبیث ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہم اسی طرح اپنی نشانیاں شکر گزاروں کے لئے بار بار پیش کرتے رہتے ہیں۔

۵۷- وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا-

اور وہی تو ہے جو ہواؤں کو بشارت بنا کر بھیجتا ہے۔

بُشْرًا بشیر کی جمع ہے اور ایک قرأت کے مطابق یہ نشراً ہے جو نشور جمع ہے بمعنی ناشر۔

بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ-

رحمت کے سامنے یعنی بارش نازل کرتا ہے اس لئے کہ باد صبا بادلوں کو بلند کرتی ہے اور شمالی ہوا اسے یکجا کرتی ہے اور جنوبی ہوا اسے لئے لئے پھرتی ہے اور مغرب سے آنے والی ہوا اسے منتشر کر دیتی ہے۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا-

یہاں تک کہ جب وہ ہوا بادلوں کو اٹھا لیتی ہے۔

ثِقَالًا- جو پانی سے وزنی ہوتے ہیں۔

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ-

ہم انھیں مردہ زمین کی جانب حرکت دیتے ہیں تا کہ ہم اسے زندہ کردیں۔

لفظ مَیِّت مَیْتٍ بھی پڑھا گیا ہے۔

فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ –

پھر ہم اس سے مینہ برساتے ہیں اور اس کے ذریعہ انواع و اقسام کے پھل نکالتے ہیں

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى –

اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور انھیں قبروں سے نکالیں گے

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ –

ہوسکتا ہے تم اس مشاہدے سے سبق حاصل کرو کہ جو ہستی اس پر قدرت رکھتی ہے وہ اُس پر بھی قدرت رکھ سکتی ہے

۵۸ – وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ – وہ زمین جس کی مٹی عمدہ ہوتی ہے پاکیزہ ہوتی ہے

يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ –

اس کا سبزہ امر رب سے نہایت آسانی سے پھل لاتا ہے۔ مقابلہ میں قرینہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ سبزہ فراواں ہوتا ہے، بہترین ہوتا ہے اور نفع سے بھرپور ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْ خَبُثَ – اور جو زمین خبیث ہوتی ہے جیسے کالے پتھروں والی زمین اور شور زمین

لَا يَخْرُجُ – اس سے سبزہ برآمد نہیں ہوتا

اِلَّا نَكِدًا ؕ – مگر کم اور بے فائدہ

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ –

ہم اسی طرح اپنی نشانیاں بار بار پیش کرتے رہتے ہیں

لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ –

ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ آیت اُن کے لیے مثال بیان کرتی ہے جو آیتوں میں تدبر کرتے ہیں اور اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو سر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور ان سے متاثر نہیں ہوتے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ ائمہ کی مثال دی گئی ہے جن کا علم اذن خدا سے جاری ہوتا ہے اور دشمنوں کے لیے ان کا علم گدلا اور فاسد ہوتا ہے۔ [۲]

کتاب مناقب میں ہے کہ عمرو بن العاص نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ کیا بات ہے آپ کی ڈاڑھی ہماری ڈاڑھی کے مقابلے میں گھنی ہے، تو امامؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [۳]

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۵۳ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۶ (۳) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۶۷

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

۵۹۔ ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی جانب بھیجا، انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم سب اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمھارے لئے کوئی اور معبود نہیں ہے۔ میں تمھارے بارے میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

۶۰۔ قوم کے سرداروں نے جواب دیا! کہ ہم تم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔

۶۱۔ نوحؑ نے کہا اے میری قوم والو! میں کسی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوں البتہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں۔

۶۲۔ میں اپنے رب کے پیغامات تمھیں پہنچاتا ہوں اور تمھارا خیر خواہ ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جسے تم نہیں جانتے۔

۵۹۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ۔

ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی جانب بھیجا۔

یہ محذوف قَسَم کا جواب ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ نوحؑ بن ملک بن متوشلخ بن ادریس ہیں جو ادریس علیہ السلام کے بعد پہلے نبی ہیں۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے کہ نوحؑ کا نام عبدالغفار تھا اور انھیں نوحؑ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اوپر گریہ کرتے تھے۔ [2]

کتاب علل میں امام صادقؑ سے ایسی ہی روایت بیان کی گئی ہے۔ [3]

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا نام عبدالاعلیٰ تھا۔ [4]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۵۳
(۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۲۸
(۳) علل الشرائع ص ۲۸ ح ۱ باب ۲۰
(۴) علل الشرائع ص ۲۸ ح ۳ باب ۲۰

اور ایک دوسری روایت میں آپ کا نام عبدالملک بتایا گیا ہے۔ [1]

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا نام نوحؑ اس لیے ہوا کہ آپ نے پانچ سو سال گریہ کیا تھا۔ [2]

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بشارت دی تھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کی دعوت دیں گے اور ان کی قوم انھیں جھٹلائے گی اللہ اُسے طوفان کے ذریعہ ہلاک کر ڈالے گا اور آدمؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ تم میں سے جس کو بھی ان کا زمانہ مل جائے ان پر ایمان لائے اور ان کا اتباع کرے کیونکہ اسی کو غرق ہونے سے نجات ملے گی اور ان دونوں کے درمیان ان کے دس آباء انبیاء اور اوصیاء تھے اور وہ سب کے سب پوشیدہ رہے اس لئے قرآن میں بھی ان کا ذکر مخفی رہا۔ [3]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ نوحؑ کی شریعت یہ تھی کہ اللہ کی عبادت توحید، اخلاص اور کسی کو اس کا شریک نہ مانتے ہوئے کرو اور یہ وہ فطرت ہے جس پر انسانوں کو خلق کیا گیا ہے۔

اور اللہ نے نوحؑ اور دیگر انبیاءؑ سے یہ پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں، اور انھیں حکم دیا تھا نماز، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور حلال وحرام کا اور حدود کے احکام ان پر فرض نہیں کیے تھے اور نہ ہی میراث کو فرض قرار دیا تھا یہ نوح علیہ السلام کی شریعت تھی۔ [4]

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔

انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم صرف اللہ کی عبادت کرو

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔

اس کے علاوہ تمھارے لیے کوئی اور معبود نہیں ہے

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔

اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو میں تمھارے بارے میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ ''یوم'' سے مراد روزِ قیامت ہے یا طوفان کا دن ہے۔

۶۰ – **قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ**۔

ان کی قوم کے اشراف (برگزیدہ افراد) نے کہا

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

ہم تو، تم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ ضلال کے معنی ہیں جو حق اور درست بات سے دور چلے جانے پر قدرت رکھتا ہو۔

---

(۱) علل الشرائع ص ۲۸ ح ۲ باب ۲۰ (۲) علل الشرائع ص ۲۸ ح ۳ باب ۲۰

(۳) الکافی ج ۸ ص ۱۱۴ ح ۹۲ (۴) الکافی جلد ۸ ص ۸۳۔ ۲۸۲ ح ۴۲۴ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۴۴ ح ۱۸

۶۱- قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ-

نوحؑ نے کہا! اے میری قوم والو! میں کسی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوں

جس طرح ان لوگوں نے نوح کے لیے اثبات ضلالت میں مبالغہ سے کام لیا تھا نوحؑ نے بھی نفیِ ضلالت کا اسی انداز میں مبالغہ سے جواب دیا۔

وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

البتہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں اور ہدایت کی انتہا تک پہنچا ہوا ہوں۔

۶۲- اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ -

میں اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچاتا ہوں جو بذریعہ وحی مجھ پر طویل مدت تک مختلف مطالب پر مشتمل نازل کیے گئے ہیں۔

وَ اَنْصَحُ لَكُمْ -

اور تمھارا خیرخواہ ہوں

اور ''لَکُمْ'' میں ''لام'' کا اضافہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہ خیرخواہی اور بھلائی بالکل خالص ہے۔

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ-

اور میں اللہ کی جانب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اس کی صفات اور اس کی شدید گرفت کا یا اس کی طرف سے جو وحی آتی ہے اُن کا۔

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ-

جن کے بارے میں تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

ع ۸ ۱۵

۶۳۔ کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس یاد دہانی کا پیغام آیا اس فرد کے ذریعہ سے جو تم ہی میں سے ہے۔ تا کہ وہ تمھیں خبر دار کرے اور تم غلط راہ اختیار کرنے سے بچ جاؤ اور اس طرح تم پر رحم کیا جائے۔

۶۴۔ انھوں نے نوح کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں اور اُن کے ہمراہیوں کو کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو ڈبو دیا جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ یقیناً وہ لوگ بے بصارت تھے۔

۶۳ – اَوَ عَجِبْتُمْ –

کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہے؟

''اَ'' ہمزہ انکار کے لئے آیا ہے اور ''وَ'' عطف کے لئے یعنی اکذبتم وعجبتم کیا تم نے جھٹلایا اور تم اس بات پر تعجب بھی کرتے ہو؟

اَنْ جَآءَكُمْ –

یہ کہ تمھارے پاس آیا ہے

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ –

تمھارے رب کی جانب سے نصیحت و موعظت کا پیغام

عَلٰى رَجُلٍ –

ایک شخص کی زبانی

مِّنْكُمْ –

جو تم ہی میں سے ہے

اس لیے کہ وہ لوگ بشر کے رسول بنا کر بھیجے جانے پر تعجب کر رہے تھے۔

لِيُنْذِرَكُمْ –

تا کہ وہ تمھیں کفر و عصیان کے انجام سے خبر دار کرے۔

وَلِتَتَّقُوا –

اور تم اس کے خبردار کرنے اور ڈرانے پر غلط راہ اختیار کرنے سے بچ جاؤ۔

وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ –

اور اس تقویٰ کو اختیار کرنے کی وجہ سے شاید تم پر رحم کیا جائے

۶۴ – فَكَذَّبُوهُ –

انھوں نے نوح کو جھٹلا دیا

فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ –

تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے انھیں نجات دے دی۔

فِي الْفُلْكِ –

کشتی کے ذریعہ

وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا –

اور جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا انھیں طوفان کے ذریعہ ڈبو دیا

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ –

یقیناً وہ لوگ بے بصارت تھے۔

عَمِيْن سے مراد ہے کہ وہ دل کے اندھے تھے اُن میں بصیرت نہیں تھی۔ عَمِيْن درحقیقت عَمِيِّيْن ہے۔
ہم حضرت نوح کا مکمل قصہ انشاء اللہ سورۂ ھود کی تفسیر کے ذیل میں بیان کریں گے۔

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾

۶۵۔ اور قومِ عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہُود کو بھیجا انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں؟

۶۶۔ ان کی قوم کے سرداروں نے جو اس بات کا انکار کر رہے تھے یہ کہا "ہم تو تم کو بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔"

۶۷۔ ہُود نے جواب دیا اے برادرانِ قوم مجھ میں بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو عالمین کے پروردگار کا رسول ہوں

۶۸۔ میں تو تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمھیں سچے خیرخواہ کی حیثیت سے نصیحت کر رہا ہوں۔

۶۵۔ وَ اِلٰی عَادٍ۔

اور قوم عاد کی طرف ہم نے بھیجا

اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ۔ اُن کے بھائی ہودؑ کو

جب کسی ایک شخص سے مخاطب ہونا ہو تو عرب کے لوگ یہ کہتے ہیں "یَا اَخَا الْعَرَب" اے برادرِ عرب۔

تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے اُن سے کہا گیا کہ آپ کے جد نے فرمایا "اخواننا بغوا علینا فقاتلناهم علی بغیهم" ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو اُن کی بغاوت کی بنا پر ہم نے اُن سے قتال کیا۔ امامؑ نے فرمایا تم پر وائے ہو کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ، وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ، وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ پس وہ لوگ بھی ان کی مانند ہیں وہ خاندانی اعتبار سے برادری کے رشتے میں جڑے ہوئے تھے ورنہ دینی اعتبار سے اُن میں کوئی اخوت نہ تھی۔ [1]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰ ح ۵۳

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا: اللہ نے عاد کو ہلاک کر دیا اور ہُودؑ کو نجات دی اور اللہ نے ثمود کو ہلاک کر ڈالا اور صالحؑ کو بچالیا۔ [1]

اور کتاب احتجاج میں دونوں روایتوں سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ [2]

کہا گیا ہے کہ نبی کو اُنھی کا ایک فرد قرار دیا ہے تا کہ وہ لوگ اُن سے مطمئن رہیں اور ان کے حالات سے واقف رہیں۔ [3]

اور کہا گیا ہے کہ وہ ہُود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح تھے جو ابو عاد کے چچا کے فرزند تھے۔ [4]

اور کہا گیا ہے کہ عاد ھود کے جد (دادا) تھے۔ [5]

کتابِ کافی میں امام باقرؑ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سام کو ہودؑ کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ ایک نبی بھیجنے والا ہے جن کا نام ہودؑ ہوگا اور وہ اپنی قوم کو اللہ کی جانب دعوت دیں گے وہ لوگ انھیں جھٹلائیں گے اور اللہ انھیں ہوا کے ذریعہ ہلاک کر دے گا جس کی بھی اُن سے ملاقات ہو اُس پر لازم ہے کہ وہ اُن پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کرے اور نوح اور ہود کے درمیان کئی اور انبیاء بھی آئے ہیں۔ [6]

کتاب اکمال میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب حضرت نوح کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے پیروکاروں (شیعوں) کو بلایا اور اُن سے کہا: جان لو! کہ میرے بعد غیبت ہوگی جس میں سرکش لوگ ظاہر ہوں گے اور یقیناً اللہ تم پر کشائش کرے گا قائم کے ذریعہ سے جو میری اولاد میں سے ہوگا اس کا نام ہودؑ ہوگا اس کی خاص علامت (نشانی) ہوگی وہ صاحبِ سکینہ و وقار ہوگا وہ صورت اور سیرت میں میرے مانند ہوگا۔ [7]

اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب ہود مبعوث ہوئے تو اولاد سام سے اُن کی نسل باقی رہی۔ جہاں تک دوسروں کا تعلق ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہے تو وہ لوگ ریحِ عقیم (زمین کو ویران کر دینے والی ہوا) سے ہلاک ہوگئے۔ ہودؑ نے انھیں تلقین کی اور حضرت صالحؑ کے تشریف لانے کی بشارت دی۔ [8]

کتاب اکمال میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ انبیا کو خصوصی اور عمومی دونوں طرح بھیجا گیا۔ جہاں تک حضرت ہُود علیہ السلام کا تعلق ہے تو انھیں قوم عاد کی طرف خصوصی نبوت کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ [9]

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۵۲۔۱۵۱ ح ۴۳
(۲) الاحتجاج ج ۲ ص ۴۰
(۳) تفسیر ابی سعود ج ۳ ص ۲۳۷
(۴) تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۱۶
(۵) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۵۴
(۶) الکافی ج ۸ ص ۱۱۵ ح ۹۲
(۷) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۱۳۵ ح ۴ باب ۲
(۸) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۱۳۶ ح ۵ باب ۲
(۹) اکمال الدین ص ۲۲۰۔۲۱۹ ح ۱ باب ۲۲

ہودؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمھارا اور کوئی معبود نہیں ہے، تم عذاب خداوندی سے ڈرتے کیوں نہیں؟

۶۶ - قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِۦٓ إِنَّا لَنَرَىٰكَ فِى سَفَاهَةٍ -

ان کی قوم کے سرداروں نے جو اس بات کا انکار کر رہے تھے ہودؑ سے یہ کہا کہ ہم تو تم کو بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ یعنی تم میں عقل کی کمی ہے جو رچ بس چکی ہے اسی وجہ سے تم نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَٰذِبِينَ -

اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔

۶۷ - قَالَ يَٰقَوْمِ لَيْسَ بِى سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّى رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَٰلَمِينَ -

ہودؑ نے جواب دیا اے برادرانِ قوم مجھ میں بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں عالمین کے پروردگار کا رسول ہوں۔

۶۸ - أُبَلِّغُكُمْ رِسَٰلَٰتِ رَبِّى وَأَنَا۠ لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ -

میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں جو توحید اور اطاعتِ خداوندی کی دعوت دیتا ہوں اس میں سچے خیرخواہ کی حیثیت سے تمھیں نصیحت کر رہا ہوں۔

أَمِينٌ - میں پیغام رسالت کی بجاآوری میں معتبر اور معتمد ہوں نہ تو میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ ہی میں نے کوئی تبدیلی کی ہے۔

اَوَ عَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ ؕ وَ اذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ زَادَكُمۡ فِى الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَةً‌ ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَاۤءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾

قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا‌ ۚ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۷۰﴾

۶۹۔ کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمھارے پروردگار کی جانب سے تم تک ذکر آیا ہے ایسے فرد پر جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ تمھیں ڈرائے اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد تمھیں ان کا جانشین بنادیا اور تمھیں خوب تندرست بنایا، تمھیں چاہیئے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تاکہ فلاح پا سکو۔

۷۰۔ انھوں نے جواب دیا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم تنہا اللہ ہی کی عبادت کریں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ اچھا وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیا کرتے ہو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

۶۹- اَوَ عَجِبۡتُمۡ .... لِيُنۡذِرَكُمۡ ؕ-

اس جملے کی تفسیر پہلے بیان کی جاچکی ہے۔

کافروں کی حماقت آمیز باتوں کے مقابلے میں انبیاء کرام کا جواب دینا جو انھوں نے دیا اور ان کے مقابلے میں ان لوگوں جیسی گفتگو سے اعراض کرنا اس علم کے باوجود کہ وہ لوگ گمراہ ترین اور احمق ترین لوگ ہیں بہترین اخلاق کا مظہر ہے اور اللہ کا اسے بیان فرمانا اپنے بندوں کو یہ سکھانا ہے کہ احمق اور بے وقوف لوگوں سے کس طرح گفتگو کرنی چاہیئے اور اُن سے کیسی مدارات ہونی چاہیئے۔

وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ-

اور یاد کرو کہ جب قوم نوحؑ کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی ہلاکت کے بعد تمھیں ان کا جانشین بنادیا

وَّ زَادَكُمۡ فِى الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَةً‌ ۚ-

اور قد و قامت اور قوت و طاقت میں سے تمھیں وافر حصہ دیا

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ان کا قد کھجور کے لمبے درختوں کی مانند تھا۔ ان میں سے کوئی

شخص پہاڑ کی طرف ہاتھ بڑھاتا اور اس کا ایک ٹکڑا گرا دیتا۔[۱]

فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۔

تمھیں چاہیئے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تا کہ فلاح پاسکو

تاکہ نعمتوں کی یاد تمھیں شکر تک لے جائے جو کامیابی تک پہنچانے کی ضمانت ہے۔ کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے دریافت کیا، کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ کی نعمتیں کیا ہیں؟ کہا گیا نہیں تو امامؑ نے فرمایا یہ اللہ کی مخلوق پر اس کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ ہماری ولایت ہے۔[۲]

۷۰- قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ۔

انہوں نے جواب دیا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اُن معبودوں کو چھوڑ دیں ہمارے آباؤ اجداد جن کی پرستش کیا کرتے تھے

ان لوگوں نے اس امر کو بعید جانا کہ عبادت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے مخصوص کردیں اور تقلید میں ہمہ تن مشغول رہنے کی وجہ سے اُن کے آباؤ اجداد جو شرک کیا کرتے تھے اس سے روگردانی ان کے لئے دشوار تھی اور جن بتوں سے یہ مانوس تھے اُن سے الفت کے سبب انھوں نے ایسا کیا تھا۔

فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ۔

افلا تتقون نبی کا جملہ ہے کہ کیا تم عذاب سے نہیں ڈرتے اسی کو دلیل بناتے ہوئے ان لوگوں نے کہا اچھا وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیا کرتے ہو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۳۷ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۱۷ ح ۳

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع

ع ۹ ۸ ۱۶

۷۱۔ ہودؑ نے کہا تمھارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب طے ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو جسے تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیا تھا۔ جن کے لیے اللہ نے کوئی ثبوت نازل نہیں فرمایا۔ اچھا تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۷۲۔ ہم نے اپنی رحمت سے ہود اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا اور ان لوگوں کی بیخ کنی کر دی جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور درحقیقت وہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

۷۱- قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ-

ہودؑ نے کہا تمھارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب طے ہو چکا ہے، واجب ہو چکا ہے۔ رِجس کے معنی ہیں عذاب یہ لفظ ارتجاس سے ہے جس کا مفہوم اضطراب ہے اور غَضَب یعنی انتقام کا ارادہ۔

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ -

کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو جسے تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیا تھا یہ تو صرف اسماء ہیں ان کے مسمّٰی کہاں ہیں اس لیے کہ تم نے ان بتوں کو خدا کہنا شروع کر دیا جب کہ خدائی کا مفہوم اُن میں معدوم ہے اور اسی طرح اللہ کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو وہ صرف نام ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ-

اللہ نے جن کے لیے کوئی حجت اور بُرہان نازل نہیں کی اگر وہ بت معبود بننے کے لائق ہوتے تو اللہ اس بارے میں آیت نازل فرماتا اور اپنی جانب سے اس پر حجت قائم کرتا۔

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ -

تم بھی عذاب کا انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۷۲–فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا–

ہم نے اپنی رحمت سے ہود اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا جو دینی اعتبار سے اُن کے ساتھ تھے

وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ–

اور ان لوگوں کی بیخ کنی کردی جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور درحقیقت وہ ایمان لانے والے نہیں تھے اور وہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالٰی نے سیاہ بادل پیدا کیے وہ یہ سمجھے کہ یہ برسیں گے تو بجائے بارش کے اُن بادلوں سے تباہ کن ہوا آئی جس نے ان تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔

کتاب کافی اور تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ریح عقیم (بانجھ ہوا) زمین کے ساتویں طبقے کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہ ہوا کسی اور قوم کے لئے نہیں نکلی سوائے قومِ عاد کے جب اللہ اُن پر غضب ناک ہوا تو ہوا کے خازنین کو حکم دیا کہ بس اتنی ہوا نکلے جو انگوٹھی کی وسعت جتنی ہو۔ ہوا نے خزان سے سرکشی کی اور قوم عاد کی سرکشی پر غیظ و غضب کے طور پر بیل کے نتھنے جتنی نکلی تو خازنین ہوا نے اس بارے میں اللہ سے فریاد کی اور کہا پروردگار ہوا نے ہماری بات نہیں مانی اور ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں اس ہوا سے تیری اطاعت گزار مخلوق اور دیگر باشندے ہلاک نہ ہوجائیں۔ تو اللہ نے جبرئیل کو اس کی طرف بھیجا جنھوں نے اپنے پَر سے اُسے واپس لوٹا دیا اور کہا اتنی ہوا نکلے جتنا حکم دیا گیا ہے تو حکم کے مطابق ہوا برآمد ہوئی اور قوم عاد اور جو بھی وہاں تھا ان کے دیکھتے دیکھتے ہلاک ہوگیا۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کا ایک گھر ہے جو ہوا سے بھرا ہوا ہے وہ گھر مقفل ہے اگر اسے کھول دیا جائے تو آسمان و زمین کی ہر شے ذرے ذرے ہوجائے قوم عاد پر انگوٹھی جتنی ہوا بھیجی گئی۔ امامؑ نے فرمایا کہ ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ اور اسماعیلؑ اور ہمارے نبی علیہم السلام سب کے سب عربی بولتے تھے اور حضرت ہودؑ کا بقیہ واقعہ انشاء اللہ سورۂ ہود میں بیان ہوگا۔ [۲]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۹۲ ح ۶۴ تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۰ (۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۳۹

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

وقف لازم

۷۳۔ اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا انھوں نے کہا اے برادرانِ قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ تمھارے رب کی جانب سے واضح دلیل آ گئی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لئے ایک نشانی ہے لہٰذا اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی رہے۔ خبردار کسی برے ارادے سے اسے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ دردناک عذاب تمھیں آ پکڑے گا۔

۷۳ – وَ اِلٰى ثَمُوْدَ – اور ہم نے قوم ثمود کی طرف

اَخَاهُمْ صٰلِحًا – ان کے بھائی صالح کو بھیجا

ثمود عرب کا دوسرا قبیلہ ہے جن کا نام اپنے بڑے باپ کی مناسبت سے ثمود رکھا گیا۔ یہ بیٹے ہیں عابر بن ارم بن سام بن نوح کے اور صالح بھی ثمود کی اولاد میں سے ہیں۔ کتاب اکمال میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ صالح کو قومِ ثمود کی طرف بھیجا گیا اور یہ الگ بستی ہے جو سمندر کے کنارے واقع تھی جو صرف چالیس گھروں پر مشتمل چھوٹی سی بستی تھی۔ [۱]

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ...... مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ –

انھوں نے کہا اے برادرانِ قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے تمھارے رب کی جانب سے واضح دلیل آ گئی ہے

بَيِّنَةٌ – وہ معجزہ جو میری نبوت کی درستی پر واضح انداز میں دلالت کر رہا ہے۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً –

یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمھارے لیے ایک نشانی ہے

ناقہ کی نسبت اللہ کی طرف اس لیے ہے کہ اُسے بغیر کسی واسطے کے پیدا کیا گیا اور اسی لیے اُسے نشانی بنایا۔

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ –

لہٰذا اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں گھاس چرتی رہے

وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ –

اور اسے کسی برے ارادے سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ دردناک عذاب تمھیں آ پکڑے گا۔

(۱) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۲۲۰

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے قوم عاد کے بعد تمھیں اس کا جانشین بنایا اور تمھیں زمین میں اس طرح آباد کیا کہ تم اس کی ہموار زمین میں بڑے بڑے محلات تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر اُن میں گھر بناتے ہو۔ تم کو چاہیے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ طویل زندگی کے سبب ان کے لئے لازم تھا کہ وہ پہاڑ کو تراش کر ان میں گھر تعمیر کریں اس لئے کہ چھت اور عمارتیں ان کی زندگی کے ختم ہونے سے پہلے ہی پرانی ہو جاتی تھیں۔ [۱]

۷۴ - فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ -

تم کو چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

یعنی فساد پھیلانے میں اس کی انتہا کو نہ پہنچ جاؤ۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۴۰

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

۷۵۔ قوم کے مغرور سرداروں نے اپنی قوم کے کمزور لوگوں سے جنھوں نے ایمان قبول کرلیا تھا یہ سوال کیا کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ صالحؑ واقعی اپنے رب کے پیغمبر ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ جس پیغام کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اُسے تسلیم کرتے ہیں۔

۷۶۔ تو مغرور لوگوں نے کہا کہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

---

۷۵ - قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ -

ان کی قوم کے مغرور سرداروں نے جنھوں نے حضرت صالحؑ کی پیروی کرنے سے انکار کردیا تھا یہ کہا

لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا -

قوم کے ان افراد سے جنھیں کمزور کردیا گیا تھا اور یہ جنھیں ذلیل کررہے تھے

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ -

ان لوگوں میں سے جنھوں نے ایمان قبول کرلیا تھا

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ -

انھوں نے بطورِ استہزاء کہا تھا کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ صالحؑ! واقعی اپنے رب کے پیغمبر ہیں؟

قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ -

انھوں نے جواب دیا کہ وہ جس پیغام کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اُسے تسلیم کرتے ہیں۔

۷۶ - قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ -

تو مغرور لوگوں نے کہا کہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

۷۷۔ پھر انھوں نے اونٹنی کے پیروں کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور صالح سے کہہ دیا کہ وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیا کرتے تھے واقعی اگر تم پیغمبروں میں سے ہو۔

۷۸۔ آخر انھیں بھونچال نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

۷۹۔ اور صالحؑ یہ کہتے ہوئے ان بستیوں سے روانہ ہو گئے کہ اے میری قوم والو! میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تمھیں نصیحت بھی کی لیکن تمھیں نصیحت کرنے والے پسند ہی نہیں ہیں۔

---

۷۷ – فَعَقَرُوا النَّاقَةَ –

پھر انھوں نے اونٹنی کے پیروں کو کاٹ ڈالا

عُقر یعنی پیر کاٹنے کی نسبت سب کی طرف دی گئی ہے اگرچہ یہ کام صرف کچھ لوگوں نے کیا تھا اس لیے کہ یہ سب کی رضامندی سے ہوا تھا۔

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ –

اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی

سرکشی کے باعث انھوں نے امتثالِ امر سے روگردانی کی اور تکبر کیا اور وہ حکم یہ تھا جسے صالحؑ کی زبانی دیا گیا تھا کہ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ (اعراف۔ ۷۳) ناقے کو چھوڑ دو کہ وہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے۔

وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ –

اور انھوں نے کہا کہ اے صالحؑ وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیا کرتے تھے

اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ –

واقعی اگر تم پیغمبروں میں سے ہو۔

۷۸ – فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ –

آخرانھیں بھونچال نے آلیا۔

رَجۡفه کے معنی میں زلزلہ سورۂ ھود آیت نمبر ۶۷ میں ہے وَاَخَذَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ اور ظلم کرنے والوں کو ایک چنگھاڑ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور سورۂ حجر آیت نمبر ۷۳ میں ہے فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّیۡحَةُ انھیں ایک چیخ نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ہوسکتا ہے یہ آغاز میں ہوا ہو۔

تفسیر قمی میں ہے اللہ نے اُن کی جانب چیخ اور زلزلہ دونوں بھیجے اور وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ [۱]

فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ –

اور وہ سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

جاثمین کا مفہوم ہے بے سُدھ، مردہ جس میں کوئی حرکت نہ ہو۔ کہا جاتا ہے الناس جُثم یعنی بیٹھے ہوئے ہیں جس میں کسی قسم کی حرکت نہیں ہے اور "جُثوم" کہتے ہیں کسی جگہ پر چمٹ جانا۔

۷۹ – فَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ .... لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِیۡنَ –

اور صالحؑ یہ کہتے ہوئے ان بستیوں سے روانہ ہوگئے کہ اے میری قوم والو! میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تمھیں نصیحت بھی کی لیکن تمھیں نصیحت کرنے والے پسند ہی نہیں ہیں۔

حضرت صالحؑ نے افسوس کے ساتھ یہ بات کہی جب ان کے ایمان کی طرف سے مایوس ہوگئے اور ان کے لئے نہایت غم زدہ ہوئے جب اپنی آنکھوں سے انھیں زمین پر مُردہ پڑا ہوا دیکھا۔

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ قومِ صالحؑ کس طرح ہلاک ہوئی تو حضرت جبرئیل نے جواب دیا اے محمدؐ جب صالحؑ اپنی قوم کی جانب مبعوث ہوئے تو ان کی عمر سولہ سال تھی اور وہ ان کے درمیان میں رہے یہاں تک کہ ۱۲۰ سال کے ہوگئے قوم نے ان کی دعوت خیر پر لبیک نہیں کہی۔ جبرئیل نے کہا ان لوگوں کے پاس ستر بت تھے وہ اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کو پوجتے تھے۔ جب صالحؑ نے ان کا یہ حال دیکھا تو کہا اے میری قوم والو! مجھے تمھاری طرف مبعوث کیا گیا جب کہ میں سولہ سال کا تھا اب میں ایک سو بیس سال کا ہوگیا ہوں۔ میں دو باتیں تمھارے سامنے پیش کر رہا ہوں اگر تم چاہو تو مجھ سے سوال کرو تاکہ میں اللہ سے دریافت کروں اور وہ تمھیں تمھارے سوالوں کے جوابات مرحمت کردے اور اگر تم چاہو تو میں تمھارے معبودوں سے سوال کروں گا اگر انھوں نے میرے پیش کردہ سوال کا جواب دے دیا تو میں تمھارے درمیان سے نکل کر چلا جاؤں گا میں تم لوگوں سے تھک چکا ہوں اور تم مجھ سے تنگ آچکے ہو۔ انھوں نے جواب دیا اے صالحؑ تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ انھوں نے دن متعین کیا جس دن وہ باہر آئیں گے۔ امامؑ نے فرمایا: کہ وہ لوگ اپنے بتوں کو لے کر شہر کے باہر آئے کھانا اور پانی انھیں پیش کیا اور ان لوگوں نے کھایا پیا جب وہ

لوگ اس سے فارغ ہوئے تو انھوں نے صالحؑ کو بلوایا اور صالحؑ سے کہا آپ سوال کریں۔

صالحؑ نے ان کے کسی بڑے سے پوچھا اس بُت کا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا فلاں نام ہے تو صالحؑ نے اس سے کہا سے فلاں جواب دو اس نے کوئی جواب نہ دیا تو صالحؑ نے کہا اسے کیا ہوگیا ہے یہ جواب نہیں دیتا۔ انھوں نے کہا دوسرے کو پکارو۔ صالحؑ نے تمام بتوں کو ان کے نام سے پکارا ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا وہ لوگ اپنے بتوں کے سامنے آئے اور اُن سے کہا تمھیں کیا ہوگیا تم صالحؑ کو جواب کیوں نہیں دیتے انھوں نے صالحؑ سے کہا آپ ذرا الگ ہٹ جایئے اور ہمیں ہمارے معبودوں کے ساتھ کچھ دیر کے لئے تنہا چھوڑ دیجئے۔ پھر انھوں نے اپنے فرش اور بستر علیحدہ کردیئے اور اپنے کپڑے خود سے الگ کردیئے اور مٹی پر لوٹنے لگے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالنے لگے اور انھوں نے اپنے بتوں سے کہا اگر آج تم نے صالحؑ کو جواب نہ دیا تو ہم رسوا ہوجائیں گے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد انھوں نے صالحؑ کو بلایا اور اُن سے کہا اے صالحؑ آپ انھیں آوازیں دیں۔ صالحؑ نے ان بتوں کو پکارا مگر جواب ندارد۔

تو صالحؑ نے ان لوگوں سے کہا اے میری قوم والو آدھا دن گزر گیا اور میں نہیں دیکھتا کہ تمھارے معبود جواب دیں گے تم مجھ سے سوال کرو تاکہ میں اپنے رب سے دریافت کروں وہ ابھی اسی وقت جواب دے گا۔ ان کے بزرگوں اور پسندیدہ میں لوگوں میں سے ستر افراد نمائندہ بن کر صالحؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے صالحؑ ہم تم سے سوال کرتے ہیں اگر تمھارے رب نے جواب دے دیا تو ہم تمھاری پیروی کریں گے اور تمھاری بات مانیں گے اور ہماری بستی کے سب لوگ آپ کی بیعت کرلیں گے۔

صالحؑ نے اُن سے کہا جو چاہتے ہو مانگو۔

انھوں نے کہا آپ ہمارے ساتھ اس پہاڑ پر تشریف لایئے۔ پہاڑ وہاں سے قریب تھا صالحؑ ان کے ساتھ روانہ ہوگئے جب وہ پہاڑ تک پہنچ گئے تو انھوں نے کہا اے صالحؑ آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ اس پہاڑ سے اسی وقت ہمارے لئے ایسی اونٹنی نکال دے جو سرخ ہو اور گہرے رنگ والی جو مائل بہ زردی ہو، جس کے بال گھنے ہوں جو دس ماہ کی حاملہ ہو اس کے دونوں پہلوؤں میں جھکاؤ ہو۔

صالحؑ نے اُن سے کہا کہ تم نے مجھ سے جو سوال کیا ہے وہ میرے لئے دشوار ہے مگر میرے رب کے لیے بہت آسان ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ صالحؑ نے اس امر کا اللہ سے سوال کیا تو پہاڑ اس طرح شگافتہ ہوا کہ جب انھوں نے آواز سنی تو یوں لگتا تھا کہ عقل زائل ہوجائے گی پھر وہ پہاڑ اس طرح اضطراب شدید میں مبتلا ہوا جیسے کوئی حاملہ عورت زچگی کے وقت ہوتی ہے۔ اچانک انھیں اس شگاف میں سے ناقہ کا سر نظر آیا پھر اس کی گردن نکل آئی جیسے وہ ناقہ کچھ نگل رہا ہو پھر مکمل جسم برآمد ہوگیا پھر وہ زمین پر آ کھڑا ہوگیا۔ جب انھوں نے اس ناقہ کو دیکھا تو کہنے لگے اے صالحؑ تمھارے رب نے تمھاری دعا بہت جلد قبول کرلی اب اپنے رب سے دعا مانگو کہ

ہمارے لئے اس کے بچھڑے کو بھی نکالے۔

جب صالحؑ نے دعا طلب کی تو ناقہ سے بچھڑا نکل آیا اور اس کے گرد رینگنے لگا۔ صالح نے اُن سے دریافت کیا اے میری قوم والو! کیا اب کوئی اور چیز باقی رہ گئی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، اب آپ ہماری قوم کی جانب تشریف لے چلیں ہم نے جو کچھ دیکھا ہے انھیں بتاتے ہیں وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ امامؑ نے فرمایا وہ واپس لوٹے تو پہنچنے سے قبل ۷۰ میں سے ۶۴ افراد مرتد ہوگئے اور کہنے لگے یہ جادو اور جھوٹ ہے۔ امامؑ نے فرمایا وہ قوم تک پہنچے اور چھ افراد نے کہا یہ حق ہے اور سب نے کہا جادو اور جھوٹ ہے۔ امامؑ نے فرمایا سب کے سب اس بات سے برگشتہ ہوگئے پھر ان چھ افراد میں سے ایک شک میں مبتلا ہوگیا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے اس کے پاؤں کاٹے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث اپنے اصحاب میں سے سعید بن یزید کو سنائی تو اس نے کہا کہ اس نے وہ پہاڑ دیکھا ہے جس سے اونٹنی نکلی تھی اور وہ شام میں واقع ہے اور کہا میں نے دیکھا کہ ناقے کے پہلو نے پہاڑ کو رگڑا ہے اور اس کے پہلو کا نشان اس پر آ گیا ہے اور دوسرا پہاڑ ہے جس کے اور اس پہاڑ کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہے۔ [1]

امام صادقؑ سے اللہ تعالیٰ کے قول كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ۝ (القمر۔ ۲۳) کے ذیل میں مروی ہے یہ اس بارے میں ہے جب انھوں نے صالحؑ کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک اس سے پہلے رسولوں کو مبعوث نہ کرلیا اور انھوں نے اس قوم پر حجت تمام نہ کردی۔ اللہ نے اس قوم کی طرف صالحؑ کو بھیجا، صالحؑ نے انھیں اللہ کی جانب بلایا ان لوگوں نے ان کی بات تسلیم نہیں کی اور نافرمانی کی اور کہا ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ اس چٹان میں سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی برآمد کردیں اور وہ لوگ اس چٹان کی تعظیم کرتے تھے، پرستش کرتے تھے اور ہر سال کے آغاز میں اس کے پاس قربانی کے جانور ذبح کرتے تھے اور اس کے پاس جمع ہوتے تھے۔

انھوں نے صالحؑ سے کہا جیسا کہ تم اپنے بارے میں سمجھتے ہو کہ تم نبی اور رسول ہو تو اپنے خدا سے دعا مانگو کہ اس سخت چٹان سے ایسی اونٹنی نکل آئے جو دس ماہ کی حاملہ ہو۔ اللہ نے اس میں سے اونٹنی کو نکال دیا جیسا کہ انھوں نے مطالبہ کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن طرف وحی کی کہ اے صالحؑ آپ اُن لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناقہ کے لیے پانی کا ایک دن معیّن کیا ہے اور ایک دن تمھارے لیے پانی کا دن ہوگا۔ جب ناقہ کے پانی کا دن ہوتا تھا تو وہ اس روز پانی پیتا وہ لوگ اس کا دودھ دوہتے اور اس دن ہر چھوٹا بڑا اس کا دودھ پیتا۔ جب رات ہوتی اور اس کے بعد صبح نمودار ہوتی تو وہ لوگ اپنے پانی کی طرف جاتے اور اس دن پانی پیتے اور اس دن ناقہ پانی نہیں پیتا تھا۔ وہ لوگ اس طریق پر باقی رہے جب تک اللہ نے چاہا۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۸۶۔ ۱۸۵ ح ۲۱۳

پھر انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور ایک دوسرے سے مل کر یہ کہنے لگے کہ اس ناقہ کو پَے کردو اور اس سے نجات حال کرو۔ ہم اس بات پر خوش نہیں ہیں کہ اس کے لیے پانی کا ایک دن معیّن ہو اور ایک دن ہمارے لیے ہو۔ پھر انھوں نے کہا کہ کون ہے جو اسے قتل کرے گا اور اسے وہ کچھ ملے گا جو وہ چاہتا ہے تو ایک شخص آیا جس کی رنگت سُرخ زردی مائل اور نیلی تھی وہ ولدالزّنا تھا اس کے باپ کا علم کسی کو نہ تھا، اس کا نام قدار تھا جو بدبخت ترین اور منحوس ترین شخص تھا، انھوں نے اس کام کے لیے اُجرت مقرر کی۔ جب ناقہ اس پانی کی جانب گیا جہاں جایا کرتا تھا اسے چھوڑ دیا کہ وہ پانی پی لے اور پھر واپس آئے اور یہ شخص اس کے راستے میں بیٹھ گیا اس نے تلوار سے ایک ضرب ماری تو یہ کارگر نہیں ہوئی اور جب اس شخص نے دوسری ضرب ماری تو اسے قتل کردیا اور وہ پہلو کے بل زمین پر گر پڑا اور اس کا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس نے تین بار آسمان کی طرف سر اٹھا کر آواز نکالی اور صالحؑ کی قوم آئی اور ان میں سے کوئی بھی نہ بَچا نہ چھوٹا اور نہ بڑا جس نے ناقہ کو ضرب نہ لگائی ہو اور انھوں نے اس کا گوشت اپنے درمیان تقسیم کرلیا اور ہر چھوٹے بڑے نے اس کے گوشت میں سے کھایا۔

جب صالحؑ نے یہ دیکھا تو ان لوگوں کے پاس آئے اور اُن سے کہا: اے میری قوم والو! تمھیں کس چیز نے ایسا کرنے پر مجبور کیا؟ کیا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی؟ تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے صالحؑ کی طرف وحی کی کہ تمھاری قوم نے سرکشی کی، بغاوت کی اور اس ناقہ کو قتل کر ڈالا جسے میں نے اُن کی طرف حجت بنا کر بھیجا تھا اور انھیں اُس سے کسی قسم کا نقصان نہ تھا۔ بلکہ انھیں اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ اے صالحؑ آپ اُن لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں تین دن تک اُن پر عذاب نازل کرنے والا ہوں اگر انھوں نے توبہ کرلی اور اپنے کیے پر پچھتائے تو میں اُن کی توبہ قبول کرلوں گا اور عذاب کو روک دوں گا اور اگر انھوں نے توبہ نہیں کی اور اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو تیسرے دن میں اُن پر عذاب نازل کردوں گا۔

صالحؑ اُن کے پاس آئے اور اُن سے کہا اے میری قوم والو! میں تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف رسول بن کر آیا ہوں اور وہ تم سے یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے توبہ کی اپنی باتوں سے باز آگئے اور مغفرت طلب کی تو میں تمھیں معاف کردوں گا اور تمھاری توبہ قبول کرلوں گا۔ جب صالحؑ نے اُن سے یہ کہا تو وہ لوگ اس وقت بہت سرکش اور بڑے خبیث نظر آرہے تھے انھوں نے کہا یَا صَالِحُ ائتِنَا بِمَا تَعِدنا ان کنت من الصادقین (اے صالحؑ آپ وہ عذاب لے آئیں جس کے بارے میں آپ ہمیں دھمکیاں دیتے ہیں اگر آپ سچے ہیں) صالحؑ نے اُن سے کہا اے قوم والو کل جب تم صبح کو اٹھو گے تو تمھارے چہرے زرد ہوں گے اور دوسرے دن سرخ ہوں گے اور تیسرے دن تمھارے چہرے سیاہ ہوجائیں گے۔

جب پہلا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہوگئے تو وہ ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہا صالحؑ نے جو کہا تھا وہ تو ہوگیا تو ان میں سرکش اور نافرمان لوگوں نے کہا ہم صالحؑ کی بات نہیں سنیں گے اور نہ ہی ان کی بات کو مانیں

گے خواہ وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے سرخ ہو گئے تو وہ پھر ایک دوسرے سے ملے اور انھوں نے کہا کہ تم پر وہ عذاب آ گیا صالحؑ نے جس کے بارے میں کہا تھا، تو سرکش افراد نے کہا اگر ہم سب ہلاک ہو جائیں پھر بھی ہم صالحؑ کی بات نہیں سنیں گے اور ہم اُن معبودوں کو ترک نہیں کریں گے ہمارے آباؤ اجداد جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔ انھوں نے نہ توبہ کی اور نہ ہی وہ اپنی بات سے باز آئے جب تیسرا دن ہوا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے تو وہ ایک دوسرے کے پاس گئے اور ان سے کہا اے قوم والو صالحؑ نے جو کچھ کہا وہ عذاب تم پر آ گیا تو ان میں جو سرکش لوگ تھے انھوں نے کہا ہاں صالح نے جو کہا تھا وہ عذاب ہم تک پہنچ گیا ہے۔

جب آدھی رات گزری تو جبرئیلؑ اُن کے پاس آئے تو ایسی زبردست چیخ بلند ہوئی جس چنگھاڑ سے ان لوگوں کے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور ان کے دل دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ان کے جگر پارہ پارہ ہو گئے اور ان تین دنوں میں انھوں نے حنوط لگا لیے اور کفن پہن لیے اور جان لیا کہ ان پر عذاب نازل ہو رہا ہے تو سب کے سب پلک جھپکتے ہی موت سے ہمکنار ہو گئے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ نہ تو کوئی خبر دینے والا بچا اور نہ ہی کوئی کفن دفن کرنے والا رہا اور اللہ نے ہر چیز کو ختم کر ڈالا تو وہ سب کے سب اپنے گھروں اور خواب گاہوں میں مردہ پڑے رہ گئے۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے چنگھاڑ کے ساتھ ساتھ آسمان سے آگ بھی نازل کی جس نے ان سب کو جلا کر خاکستر کر دیا اور یہ تھی ان لوگوں کی داستان۔ [1]

اور تفسیر قمی ان دونوں حدیثوں سے ملتا جلتا واقعہ ہے جو سورۂ ھود میں بیان ہوگا۔ [2]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۸۹۔۱۸۷ ح ۲۱۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳۲۔۳۳۰

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع

۸۰۔ اور یاد کرو جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جو دنیا میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا؟

۸۱۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو حقیقت تو یہ ہے کہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو۔

۸۲۔ مگر اُن کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بہت پاک باز بنتے ہیں۔

۸۳۔ آخرکار ہم نے لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اُن کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

۸۴۔ اور ہم نے اُن پر موسلا دھار بارش برسائی دیکھو تو سہی کہ ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟

۸۰- وَلُوْطًا- اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا

یا مفہوم ہوگا واذکر لوطاً تم لوط کا ذکر کرو۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ کی والدہ اور لوطؑ کی والدہ دونوں بہنیں تھیں اور وہ لاج کی بیٹیاں تھیں اور لاج نبی مُنذر یعنی ڈرانے والے نبی تھے لیکن رسول نہیں تھے۔ [1]

کتابِ علل اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ لوطؑ ابراہیم کی خالہ کے بیٹے تھے اور ابراہیمؑ کی بیوی سارہ لوطؑ کی بہن تھی اور لوطؑ اور ابراہیمؑ دونوں ڈرانے والے نبی تھے۔ [2]

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۷۰ ح ۵۶۰ (۲) علل الشرائع ص ۵۴۹ ح ۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴۴-۲۴۵ ح ۲۶

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے جب ابراہیمؑ نمرود کے شہروں سے نکلے تو لوطؑ اُن کے ساتھ ساتھ تھے اور جب سارہ آئیں تو ابراہیم علیہ السلام نے شام کے بالائی حصے میں آ کر قیام کیا اور لوطؑ کو شام کے زیریں حصے میں چھوڑ دیا۔ [1]

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ۔

یاد کرو جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو؟

یہ سرزنش اور تنبیہ ہے اس برائی پر جو اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔

جو دنیا میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا

کتاب کافی اور علل میں صادقینؑ میں کسی ایک سے قومِ لوطؑ کے بارے میں مروی ہے کہ ابلیس ان لوگوں کے پاس خوب صورت بن کر آیا اور اس میں عورت پن تھا۔ وہ خوب صورت لباس پہنے ہوئے تھا وہ ان میں جوان لڑکوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ وہ اس سے مباشرت کریں اگر شیطان اُن سے مباشرت کرنا چاہتا تو وہ انکار کر دیتے لیکن شیطان نے اُن سے اس خواہش کا اظہار کیا جب انھوں نے مباشرت کی تو انھیں لذت محسوس ہوئی پھر شیطان اُن کے درمیان سے چلا گیا اور انھیں چھوڑ دیا تو وہ لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ [2]

کتابِ عیون میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے عملِ قوم لوط انجام دیا وہ ابلیس تھا اس نے اپنے اوپر قدرت دے دی۔ [3]

۸۱۔ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ۔

اللہ نے عورتوں سے مباشرت کو مباح قرار دیا ہے تم انھیں چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تم بگاڑ میں حد سے گزر گئے ہو جس چیز کو استعمال کرنے کی رخصت ہے اسے چھوڑ کر وہ اختیار کر رہے ہو جس کی اجازت نہیں دی گئی۔

۸۲۔ وَمَا كَانَ .... مِّنْ قَرْيَتِكُمْ۔

مگر اُن کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو

یعنی وہ لوگ اس بات کا جواب نہ لا سکے لیکن ایسی بات کہی جو لوطؑ کی گفتگو اور نصیحت سے غیر متعلق تھی یعنی لوطؑ اور اُن کے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکالنا۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۷۲ ح ۵۶۰ (۲) الکافی ج ۵ ص ۵۴۴ ح ۴ و علل الشرائع ص ۵۴۷-۴۸ ح ۳ باب ۳۴۰

(۳) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۴۶ ح ۱ باب ۲۴

اِنَّھُمۡ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوۡنَ - یہ لوگ فحش باتوں اور خبیث امور سے اجتناب کرتے ہیں اور پاک باز ہیں۔

۸۳ - فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗۤ - تو ہم نے لوطؑ اور اُن کے مخصوص افراد کو نجات دے دی

اِلَّا امۡرَاَتَهٗ - سوائے لوط کی بیوی کے

یہ لوطؑ کے اہل سے خارج تھی اس لیے کہ کفر کی خوشی کے سامان فراہم کرتی تھی اور بستی کے لوگوں کو دوست رکھتی تھی۔

کَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ - جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

غابرین یعنی ان لوگوں میں سے جو اپنی بستیوں میں باقی رہ گئے تھے اور ہلاک ہوگئے۔

۸۴ - وَاَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ -

اور ہم نے ان پر عجیب وغریب بارش برسائی اور یہ پتھروں کی برسات تھی جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کا بیان ہوگا۔

فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ - دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ لوطؑ نے اپنی قوم میں تیس سال گزارے یہ اس بستی میں تشریف لائے تھے اس قوم سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا وہ انھیں اللہ کی جانب بلاتے تھے اور انھیں برائیوں سے روکتے تھے اور انھیں اطاعت پر آمادہ کرتے تھے۔ اُن لوگوں نے ان کی بات نہیں مانی اور ان کی اطاعت نہیں کی وہ ایسے لوگ تھے جو جنابت کے بعد غسل نہیں کرتے تھے، وہ بخیل تھے اور کھانا کھلانے میں بہت کنجوس تھے تو اس کنجوسی کی وجہ سے ان کی شرم گاہوں میں ایسی بیماری لگ گئی جس کا کوئی علاج نہ تھا۔ وہ شام اور مصر کی جانب جانے والے کارواں کے راستے پر تھے اور مہمان یہاں آکر پراوٴ ڈالتے تھے اسی وجہ سے وہ کنجوسی کی طرف مائل ہوگئے جب بھی کوئی مہمان ان کے ہاں آتا تو اسے رسوا کرتے اور وہ ایسا اس لیے کرتے کہ انھیں جس حادثے سے دوچار ہونا پڑا ہے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا انتقام لیں تو ان کی کنجوسی نے انھیں اس بیماری میں مبتلا کردیا یہاں تک کہ وہ مردوں سے اس کا مطالبہ کرنے لگے اور اس کی اُجرت بھی مقرر کردی اور لوطؑ سخی اور کریم تھے جب کوئی مہمان اُن کے ہاں آتا تھا تو وہ اس کی مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔ قوم کے لوگ انھیں اس امر سے روکتے تھے اور کہتے تھے اگر کوئی مہمان آپ کے پاس آئے تو آپ اس کی میزبانی نہ کریں اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم آپ کے مہمان کو رسوا کردیں گے۔ جب لوطؑ کے ہاں کوئی مہمان آتا تو وہ اسے مخفی رکھتے مبادا قوم کے لوگ اُسے رسوا نہ کریں اس لیے کہ لوطؑ کا ان سے کوئی خاندانی تعلق نہ تھا۔ [۱]

کتاب علل اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے ایسی ہی روایت وارد ہوتی ہے۔ [۲]

اور باقی قصہ انشاء اللہ ہم سورۂ ھود اور سورۂ حجر کے ذیل میں بیان کریں گے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۴۵ (۲) علل الشرائع ص ۵۴۸ ح ۴ وعیاشی ج ۲ ص ۲۴۵ ح ۲۶

وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاہُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ بَیِّنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَہُمۡ وَ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِہَا ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿ۚ۸۵﴾

۸۵۔ اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (نبی بنا کر) بھیجا انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس واضح ثبوت آچکا ہے لٰہذا ناپ تول کو پورے طور سے انجام دو اور لوگوں کو چیزیں دیتے وقت کسی قسم کی کمی نہ کرو اور اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، اسی میں تمھاری بھلائی ہے اگر تم مومن ہو۔

۸۵۔ وَ اِلٰی مَدۡیَنَ۔

اور ہم نے شہر مَدۡین کی طرف بھیجا

اَخَاہُمۡ شُعَیۡبًا ؕ۔

ان کے بھائی شعیبؑ کو

کہا گیا ہے کہ وہ مدین بن ابراہیم کی اولاد تھے اور شعیبؑ کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا اور انھیں ''خطیب الانبیاء'' کہا جاتا تھا کیوں کہ وہ قوم سے اچھی طرح پیش آتے تھے۔[1] جد کے نام پر اس قوم کا نام رکھا گیا اور اسی نام سے ان کی بستی مشہور ہوئی۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اللہ نے شعیبؑ کو مَدۡین کی جانب مبعوث فرمایا اور یہ شام کے راستے میں ایک بستی کا نام ہے وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔

کتاب اکمال میں امام باقرؑ سے مروی ہے جہاں تک شعیبؑ کا تعلق ہے تو انھیں مدین کی طرف بھیجا گیا اور اس بستی میں چالیس گھر بھی نہ تھے۔

قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ۔

شعیبؑ نے اُن سے کہا! اے میری قوم والو! تم صرف اللہ کی عبادت کرو

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۵۸ و مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۴۸ اور اس میں ہے کہ وہ مدین بن ابراہیم خلیل تھے قبیلہ انھی کے نام سے منسوب ہوا۔

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ-

اس کے سوا تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ-

میری نبوت کی تصدیق کرنے کے لیے معجزہ تمھارے رب کی جانب سے آچکا ہے

اس معجزے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے کہ اُن کا معجزہ کیا تھا؟ اور نہ ہی حدیث سے ہمیں کسی شے کا پتا چلتا ہے۔

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ-

لہٰذا ناپ تول کر پورے طور سے انجام دو

یہاں کَیْل سے مراد مِکیال ہے یعنی غلہ ناپنے کا پیمانہ جیسا کہ سورۂ ھود میں ہے۔ (ھود ۸۴۔ ۸۵)

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ-

اور لوگوں کو چیزیں دیتے وقت کسی قسم کی کمی نہ کرو

ان کے حقوق میں کمی نہ کرو۔ لفظ اشیاء عموم کو واضح کرنے کے لئے ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ-

کفر اور ظلم کے ذریعہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ-

جب کہ اس میں انبیا اور اُن کے متبعین نے شریعتوں اور طریقوں کو قائم کرکے اصلاح کردی ہے۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ-

اسی میں تمھارے لیے بھلائی ہے انسانیت کے اعتبار سے بہترین واقعے کے لحاظ سے اور جو تم فائدہ چاہ رہے ہو اس حیثیت سے اس لیے کہ لوگوں کو جب پتا چلے گا کہ تم انصاف پسند اور امانت دار ہو تو وہ تمھاری تجارت کی جانب رُخ کریں گے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ-

اگر تم میری بات کو تسلیم کرتے اور اس کی تصدیق کرتے ہو۔

وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۶۔ایمان لانے والوں کو خوف زدہ کرنے، انھیں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے ہر راستے پر نہ بیٹھو اور سیدھی راہ میں کجی تلاش نہ کرنے لگو اور وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے تمھاری تعداد بڑھادی اور یہ دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔

۸۷۔ اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس تعلیم پر ایمان لاتا جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا تو صبر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

۸۶- وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ-

تم دین کے راستوں میں سے ہر راستے پر شیطان کی پیروی کرتے ہوئے نہ بیٹھو کیوں کہ اس نے کہا تھا لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ (اعراف۔ ۱۶) میں اُن کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا۔

تُوْعِدُوْنَ-

تم خوف زدہ کرتے ہو

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ-

اللہ پر ایمان لانے والوں کو تم اللہ کے راستے سے روکتے ہو

کہا گیا ہے کہ وہ لوگ راستوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جو بھی وہاں سے گزرتا اس سے کہا کرتے تھے کہ شعیبؑ جھوٹے ہیں کہیں تمھارے دین سے تمھیں برگشتہ نہ کردیں۔ یہ ویسا ہی عمل تھا جیسا قریش مکہ میں کیا کرتے تھے۔[1]

وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ-

اور تم اللہ کے راستے میں کجی تلاش کرتے ہو۔ یعنی تم لوگوں سے کہتے ہو کہ یہ تو کج راستہ ہے، سیدھا نہیں

---

(۱) اقتباس از انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۵۸ و تفسیر کشاف ج ۲ ص ۳۵۸

ہے انھیں شبہے میں مبتلا کر کے تا کہ انھیں اس پر گام زن ہونے سے روک سکو اور اس میں داخل نہ ہونے دو۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا –

اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے یا تمھارے پاس سامانِ جنگ کم تھا

فَكَثَّرَكُمْ –

تمھیں نسل اور مال و دولت کے اعتبار سے بڑھا دیا

کہا گیا کہ مدین بن ابراہیم نے لوطؑ کی بیٹی سے شادی کی تھی تو اللہ نے اُن کی نسل میں افزائش بخشی، برکت عطا کی اور اسے بڑھا دیا لہٰذا ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ [1]

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ –

اور یہ دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا

جن امتوں نے تم سے پہلے فساد برپا کیا جیسے قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ، قومِ صالحؑ اور قومِ لوطؑ اور یہ قومیں زمانے کے اعتبار سے ان سے قریب تھیں۔

۸۷– وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ –

اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس تعلیم پر ایمان لے آتا اور میری بات کو مان لیتا جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے

وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا –

اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا

فَاصْبِرُوْا –

تو تم توقف کرو اور انتظار کرو

حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا –

یہاں تک کہ اللہ دونوں فریقوں کے درمیان فیصلہ کر دے کہ صاحبانِ حق کی اہلِ باطل کے مقابلے میں مدد فرمائے یہ مومنین سے ایک طرح کا وعدہ اور کافرین کے لئے سرزنش ہے۔

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ –

اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس کے فیصلے میں کسی قسم کی تاخیر نہیں ہوتی اور نہ ہی ظلم ہوتا ہے۔

---

(۱) ابن عباس نے کہا ہے مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۷۴۴ و تفسیر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۟ۚ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

۸۸۔ قومِ شعیبؑ کے ان سرداروں نے جو گھمنڈ میں مبتلا تھے یہ کہا کہ اے شعیب ہم، تم کو اور جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں انھیں اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہماری ملت پر واپس آ جاؤ۔ شعیب نے جواب دیا: خواہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہوں پھر بھی واپس آنا ہوگا۔

۸۹۔ اگر ہم تمھاری ملت پر واپس آ جائیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہم نے اللہ پر جھوٹا الزام لگایا ہے جب کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دلا دی ہے، اب ہمارے لیے تو اس طرف پلٹنا بالکل ممکن نہیں۔ الا یہ کہ ہمارا رب اللہ ہی ایسا چاہے۔ ہمارے پروردگار کا علم ہر شے پر محیط ہے، ہم نے تو اللہ پر ہی توکل کیا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہماری قوم کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

۸۸- قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ .... لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ -

قومِ شعیبؑ کے ان سرداروں نے جو گھمنڈ میں مبتلا تھے یہ کہا کہ اے شعیبؑ کہ ہم تم کو اور جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں انھیں اس بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہماری ملت پر واپس آ جاؤ یعنی ان دو امور میں سے ایک امر کو اختیار کرنا ہوگا۔

یہاں پر عود کے لفظی معنی ہیں کہ تم ہو جاؤ یا یہ کہ خطاب واحد سے بھی بر بنائے غلبہ کیا گیا ہے کہ جماعت کی مانند ہو جاؤ یا یہاں پر ان کے گمان کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ شعیب کبھی بھی ان کی ملت پر گامزن نہ تھے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے کفر کسی صورت میں روا نہیں ہے۔

قَالَ - شعیبؑ نے کہا

اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ - ہم کیسے تم جیسے بن سکتے ہیں جب کہ ہم اُسے ناپسند کرتے ہیں

۸۹ - قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا -

تو اس طرح ہم نے تمھیں جس طرف دعوت دی ہے اس میں ہم نے گویا اللہ پر جھوٹا الزام لگایا ہے

اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ - اگر ہم تمھاری ملت پر واپس آ جائیں

بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا -

بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دلا دی ہے اس طرح کہ اس کے بطلان پر ہمارے لیے دلیلیں قائم کی ہیں اور ہم پر حق کو واضح کر دیا ہے۔

وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ - یہ ہمارے لیے کسی صورت درست نہیں ہے

اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا -

کہ ہم اس طرف پلٹ جائیں اِلَّا یہ کہ ہمارا رب اللہ ہی ایسا چاہے کہ وہ ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ لے اور اپنا لطف و کرم ہم سے دور کر دے یہ سمجھتے ہوئے کہ اب اس کا ہمارے لیے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا -

ہمارے پروردگار کا علم ہر شے پر محیط ہے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ بندوں کے احوال سے بخوبی واقف ہے کہ وہ کس طرح تبدیل ہوتے ہیں اور اُن کے دل کس طور سے منقلب ہوجاتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ الا ان یشاء اللہ کہہ کر ان لوگوں کی طمع کو کہ یہ ان کی ملت پر واپس چلے جائیں جو ایک ناممکن عمل ہے اس کی بیخ کنی کر دی ہے۔ [1]

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا -

ہم نے تو اللہ پر توکل کیا ہے کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور ہمیں زیادہ یقین رکھنے کی توفیق کرامت کرے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ -

اے ہمارے پروردگار تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے

اِفْتَح کے معنی ہیں فیصلہ کر دے کیوں کہ فتاح قاضی ہوتا ہے اور فتاحة کے معنی حکومت کے ہیں یا ہمارے امر کو ظاہر کر دے تا کہ ہمارے اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے وہ منکشف ہوجائے اور مشکل کو کھول کر اسے واضح کر دے کہ جو حق پر ہے وہ اس سے متمیز ہوجائے جو باطل پر ہے۔

وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ - اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہاں پر دونوں معانی مراد ہوسکتے ہیں۔ کھولنے والا اور فیصلہ کرنے والا۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۵۹

وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾

۹۰۔ اُن کی قوم کے جن سرداروں نے شعیبؑ کی بات کا انکار کردیا تھا یہ کہا کہ اگر تم لوگوں نے شعیبؑ کی پیروی کرلی تو یقیناً تم خسارے میں رہو گے۔

۹۱۔ تو ان لوگوں کو بھونچال نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

۹۲۔ جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا ایسے برباد ہوگئے گویا کبھی آباد ہی نہیں تھے۔ جنھوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہ سب کے سب خسارے میں رہے۔

۹۳۔ تو شعیبؑ یہ کہتے ہوئے ان بستیوں سے روانہ ہوگئے کہ اے برادران قوم میں نے اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچادیے اور تمھیں نصیحت کا حق بھی ادا کردیا اب میں ایسی قوم کی ہلاکت کا افسوس کیا کروں جو قبولِ حق سے انکار کرتی رہی۔

---

۹۰ - وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ -

اُن کی قوم کے جن سرداروں نے شعیبؑ کی بات کا انکار کردیا تھا یہ کہا

لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا -

اگر تم نے اپنے دین کو چھوڑ دیا اور شعیبؑ کی پیروی کرلی

اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ -

تو یقیناً تم خسارے میں رہو گے کہ تم نے ہدایت کو گمراہی سے تبدیل کرلیا ہے۔ ان سرداروں نے اپنی قوم کے کم مرتبہ لوگوں سے یہ کہا تا کہ وہ انھیں ایمان سے دور رکھیں۔

۹۱-فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ-

تو ان لوگوں کو بھونچال (زلزلے) نے آلیا اور سورۂ ھود میں ہے وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ (ھود ۶۷) ظالموں کو ایک چنگھاڑ نے آلیا۔

کتاب مجمع البیان میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ نے ان پر ایک چیخ کو بھیجا جس کے سبب وہ مرگئے۔[۱] اور اس کی نظیر پہلے گزر چکی ہے۔

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ-

وہ سب کے سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے یعنی بے حس وحرکت ہوگئے۔

۹۲-اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا-

جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا ایسے برباد ہوئے گویا کبھی آباد ہی نہ تھے۔

لفظِ مَغْنِى کے معنی ہیں منزل اترنے کی جگہ۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ-

جن لوگوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہ سب کے سب خسارے میں رہے۔ دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہی لوگ ہلاکت، تباہی اور نقصان عظیم سے مخصوص ہیں نہ کہ شعیبؑ کی پیروی کرنے والے اس لیے کہ وہ لوگ فائدے میں رہیں گے۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا سے جملہ کا آغاز اور اس کا دوبارہ بیان کرنا سرداروں کی رائے کو حماقت آمیز ثابت کرنا اور ان کی بات کو رد کرنا اور اُس کی تاکید کرنا ہے۔

۹۳-فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ .... وَنَصَحْتُ لَكُمْ-

تو شعیبؑ یہ کہتے ہوئے ان بستیوں سے روانہ ہوگئے کہ اے برادرانِ قوم میں نے اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچا دیئے اور تمھیں نصیحت کا حق بھی ادا کر دیا لیکن تم نے میری تصدیق نہیں کی۔

فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ-

اب ایسی قوم کی ہلاکت کا افسوس کیا کروں جو قبول حق سے انکار کرتی رہی تو بھلا میں ایسی قوم کے بارے میں کیوں غمگین ہوں جو اس بات کے اہل نہیں ہیں کہ ان کے لیے غم کیا جائے کیوں کہ وہ کافر ہیں اور ان پر جو عذاب کیا جارہا ہے وہ اس کے حق دار ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۵۰

وَ مَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

۹۴۔ اور ہم نے جس بستی میں کسی نبی کو بھیجا وہاں کے رہنے والوں کو دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی اور زاری کریں۔

۹۵۔ پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے تبدیل کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ اس طرح کا دکھ سکھ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی پہنچتا رہا ہے۔ پھر ہم نے انھیں اچانک اپنی گرفت میں لے لیا اور انھیں پتا تک نہ چلا۔

۹۶۔ اے کاش ان بستیوں کے باشندے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے اُن کے اعمال کے سبب انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

۹۴۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ۔

اور ہم نے جس بستی میں کسی نبی کو بھیجا تو وہاں کے رہنے والوں کو دکھوں اور فقر و فاقہ میں مبتلا کیا

وَالضَّرَّآءِ۔

جانی و مالی نقصان اور بیماریوں میں مبتلا کیا

لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ۔

تا کہ وہ عاجزی و زاری کریں، توبہ کریں اور مطیع و منقاد ہو جائیں۔

۹۵۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ۔

پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے تبدیل کر دیا

یعنی ان پر جو مصیبتیں اور مشقتیں تھیں انھیں دور کر دیا اور اس کی جگہ آسانی اور عافیت کو رکھ دیا۔

حَتّٰی عَفَوْا-

یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ان کے پاس مال کی بہتات ہوگئی۔
عرب کے لوگ کہتے ہیں عَفَا النَّبَات جب پودا پروان چڑھے اور اس میں کثرت ہو اور اسی سے ہے اِعْفَاءُ اللحیٰ۔ ڈاڑھی کا بڑھانا۔

وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ-

اور کہنے لگے کہ اس طرح کا دکھ سکھ تو ہمارے آباؤ اجداد کو پہنچتا رہا ہے
نعمت نے انھیں ناشکرا بنادیا اور انھوں نے اللہ کا شکر ادا کرنا ترک کردیا اور اللہ کے ذکر کو بھلا بیٹھے اور کہنے لگے یہ زمانے کی عادت ہے کہ لوگوں میں دکھ سکھ کو بار بار لاتا رہتا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی ایسا سابقہ ہوا تھا وہ لوگ اپنی بات پر قائم رہے تم بھی اپنی بات پر جمے رہو جس طرح تمھارے باپ دادا تھے۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً-

پھر ہم نے انھیں اچانک اپنی گرفت میں لے لیا تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت ہوجائے۔

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ-

اور انھیں پتا تک نہ چلا کہ عذاب ان پر نازل ہوچکا ہے۔

۹۶-وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى-

اے کاش ان بستیوں کے رہنے والے

اٰمَنُوْا- کفر کے بدلے ایمان لے آتے

وَاتَّقَوْا- اور شرک اور نافرمانی سے بچے رہتے

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ-

تو ہم اُن پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہم ان پر مال و دولت کو وسیع کردیتے اور ہم بارش برسا کر اور نباتات اگا کر ان کے لئے ہر طرف آسانیاں فراہم کردیتے۔

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا-

اور لیکن انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا

فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ-

تو ہم نے ان کے برے اعمال کے سبب انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمۡ نَآئِمُوۡنَؕ ﴿۹۷﴾
اَوَ اَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى وَّ هُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۸﴾
اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ‌ۚ فَلَا يَاۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۹﴾

۹۷۔ پھر کیا بستیوں کے باشندے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب رات کو ایسی حالت میں آ جائے کہ وہ بے خبر سو رہے ہوں؟

۹۸۔ کیا بستیوں کے لوگ اس سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر دن کے وقت آ جائے جب کہ وہ لہو ولعب میں مصروف ہوں۔

۹۹۔ کیا وہ خدا کی تدبیروں سے مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ہیں کہ اللہ کی تدبیروں سے سوائے خسارہ پانے والوں کے کوئی نڈر نہیں ہو سکتا؟

۹۷- اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى-

پھر کیا ان بستیوں کے باشندے نبیوں کو جھٹلانے والے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں

اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا-

کہ ہمارا عذاب ان تک پہنچ جائے

بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ-

جب کہ وہ رات کے وقت بے خبر سو رہے ہوں۔

۹۸- اَوَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى-

کیا بستیوں کے لوگ اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر دن کے وقت آ جائے گا

ضحیٰ کے معنی ہیں ضَحوَۃ النَّھَار چاشت کا وقت جب سورج بلند ہو چکا ہو۔

ضحیٰ دراصل نام ہے سورج کی اس روشنی کا جو چمکتی ہے اور بلند ہوتی ہے۔

وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ-

جب کہ وہ لوگ لہو ولعب میں مصروف ہوں۔

۹۹- اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ‌ۚ-

کیا وہ خدا کی تدبیروں سے مطمئن ہو گئے ہیں

مکرُاللہ استعارہ ہے کہ اللہ بندے کو ڈھیل دیتا ہے اور اسے اس طرح گرفت میں لے لیتا ہے کہ بندے کو

اس کا پتا بھی نہیں چلتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اگر مکر اللہ کی جانب ہو تو اس کا مفہوم عذاب ہے۔ [1]

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

کہ اللہ کی تدبیروں سے سوائے خسارہ پانے والوں کے کوئی نڈر نہیں ہوسکتا۔

انھوں نے غور وفکر اور عبرت کو چھوڑ کر نقصان اٹھایا ہے اور اس جملہ میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ بندے پر لازم ہے کہ اللہ کے عذاب کا خوف رکھے اور گناہوں سے اجتناب کرے۔

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۶

اَوَ لَمۡ یَهۡدِ لِلَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ اَهۡلِهَاۤ اَنۡ لَّوۡ نَشَآءُ اَصَبۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ‌ۚ وَنَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾
تِلۡكَ الۡقُرٰى نَقُصُّ عَلَیۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآئِهَا‌ۚ وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ‌ۚ فَمَا كَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ كَذٰلِكَ یَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡكٰفِرِیۡنَ ﴿۱۰۱﴾
وَمَا وَجَدۡنَا لِاَكۡثَرِهِمۡ مِّنۡ عَهۡدٍ‌ۚ وَاِنۡ وَّجَدۡنَاۤ اَكۡثَرَهُمۡ لَفٰسِقِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۰۔ اور جو لوگ اہل زمین (کی موت) کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہتے تو ان کی خطاؤں پر انھیں اپنی گرفت میں لے لیتے اور اُن کے دلوں پر مہر لگا دیتے تاکہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔

۱۰۱۔ یہ وہ چند بستیاں ہیں جن کے حالات ہم تم کو سنا رہے ہیں، اُن کے مرسلین اُن کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے یہ پہلے جس بات کو جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لانے والے نہ تھے اللہ اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

۱۰۲۔ اور ہم نے اُن میں سے اکثر کو وعدہ خلاف پایا اور ہم نے ان کی اکثریت کو فاسق ہی پایا ہے۔

۱۰۰-اَوَلَمۡ یَهۡدِ لِلَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ اَهۡلِهَاۤ-

اور جو لوگ اہل زمین (کی موت) کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا۔ ان سے قبل جو لوگ ان شہروں میں رہتے تھے اب ان کی جگہ یہ لوگ ان کے جانشین بن کر آئے ہیں کیا یہ امر اُن کی ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے۔

جب یهدی کو "ل" کے ذریعہ متعدی بنایا جائے تو اس کا مفہوم ہوتا ہے کہ کیا اُن پر واضح نہیں ہوا۔

اَنۡ لَّوۡ نَشَآءُ-

کہ اگر ہم چاہتے

اَصَبۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ‌ۚ-

تو ان کی خطاؤں پر انھیں اپنی گرفت میں لے لیتے جس طرح ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو اپنی گرفت میں لیا تھا

وَنَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ-

اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے

فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ -

تا کہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔ اس سے مراد ہے سمجھ کر سننا اور عبرت کے لئے سننا۔

۱۰۱- تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ-

یہ وہ چند بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ کو سنا رہے ہیں

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ-

ان کے مرسلین ان کے پاس معجزات لے کر آئے

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا-

جب وہ ان نشانیوں اور معجزات کو لے کر آئے تو یہ اُن پر ایمان لانے والے نہ تھے

بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ-

یہ لوگ اُن کی آمد سے پہلے جس بات کو جھٹلا چکے تھے

تفسیر قمی میں ہے فرمایا: وہ دنیا میں ایمان لانے والے نہ تھے کیونکہ عالمِ ذر میں انھوں نے جھٹلا دیا تھا اور یہ ان لوگوں کے خلاف تردید ہے جو پہلے عالمِ ذر میں میثاق کا انکار کرتے ہیں۔ [۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو جنھیں وہ محبوب رکھتا ہے۔ انھیں اس چیز سے پیدا کیا جسے وہ پسند فرماتا ہے اور جسے وہ محبوب جانتا ہے اسے جنت کی طینت سے پیدا کیا اور جسے وہ ناپسند فرماتا ہے اسے اس چیز سے خلق فرمایا جسے وہ ناپسند فرماتا ہے اسے جہنم کی طینت سے پیدا کیا پھر انھیں (سایہ) میں بھیج دیا۔ میں نے سوال کیا کہ ظلال کیا چیز ہے؟ تو امامؑ سے فرمایا کہ تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارا سایہ سورج میں شے کی صورت ہے لیکن وہ کوئی شے نہیں پھر ان میں سے اللہ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء نے ان لوگوں کو اللہ کا اقرار کرنے کی دعوت دی اور وہ اللہ کا قول ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (الزخرف ۸۷) (اگر تم اُن سے سوال کرو گے کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ جواب دیں گے اللہ نے)۔ پھر انھوں نے انبیاء کو ماننے کے لیے دعوت دی تو ان میں سے کچھ نے مان لیا اور کچھ نے انکار کیا پھر ان انبیاء نے انھیں ہماری ولایت کی دعوت دی تو ولایت کا اقرار اس نے کیا جسے اللہ پسند فرماتا ہے اور اس کا انکار اُس نے کیا جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ (یونس ۷۴) لیکن وہ لوگ پہلے جس بات کو جھٹلا چکے تھے وہ اس کی تصدیق نہ کر سکے۔ پھر امامؑ نے فرمایا اس کے بعد تکذیب تھی۔ [۲]

اور دوسری روایت میں ہے کہ اُن میں سے ایسے افراد ہیں جنھوں نے صرف زبان سے اقرار کیا اور دل سے وہ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ [۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۶ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۰ ح ۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲۶۔ ۱۲۷ ح ۳۷ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۸

تفسیر عیاشی میں دونوں اماموں (امام باقرؑ اور امام صادقؑ) سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا اور وہ اَظِلّہ (سایے) تھے پھر ان کی جانب اپنے پیغمبر حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا ان میں سے کچھ لوگ آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے اور کچھ نے انھیں جھٹلایا پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو دوسری مخلوق کی جانب مبعوث فرمایا تو اَظِلّہ (سایوں) میں سے اُن پر جسے ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آیا اور جسے اس دن انکار کرنا تھا اُس نے انکار کردیا اور فرمایا فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ (یونس ۷۴) [1]

امام صادقؑ سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوقات کی طرف مرسلین کو بھیجا جب کہ وہ مردوں کے اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں تھیں جس نے اس عالم میں تصدیق کی اس نے اس کے بعد بھی تصدیق کی اور جس نے اس وقت اس کی تکذیب کی اس نے بعد میں بھی اس کی تکذیب کردی۔ [2]

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ۔

اللہ اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

۱۰۲- وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ-

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو وعدہ خلاف پایا۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے ایمان اور تقویٰ کے بارے میں اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ ڈالا۔

وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ۔

اور ہم نے یہ جان لیا ہے کہ اُن میں اکثر لوگ اطاعت سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت شک کرنے والوں کے لئے نازل ہوئی ہے [3]

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ انھوں نے ابی بصیر سے کہا اے ابوبصیر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اللہ نے تم سے ہماری ولایت کے بارے میں جو عہد و پیمان لیا تھا اسے پورا کیا اور تم نے ہمیں ہمارے غیر سے تبدیل نہیں کیا اگر تم ایسا نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمھیں بھی اسی طرح شرم دلاتا جس طرح اللہ نے انھیں شرم دلائی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ۔ [4]

تفسیر عیاشی میں ابوذر سے مروی ہے کہ خدا کی قسم اللہ نے جن لوگوں سے میثاق لیا تھا ان میں سے کسی نے اسے سچ کرکے نہیں دکھایا سوائے اہل بیت نبی اور شیعوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے کسی نے وعدہ وفا نہیں کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ کا قول وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (ھود ۱۷) لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائی۔ [5]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲۶ ح ۳۵ — (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲۶ ح ۳۶

(۳) الکافی ج ۲ ص ۳۹۹ ح ۱ — (۴) الکافی ج ۸ ص ۳۵ ح ۶ — (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۲ ح ۵۹

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ۙ

حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ؕ

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۳۔ پھر ہم نے ان اقوام کے بعد موسیٰؑ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ انھوں نے بھی ہماری نشانیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا تو دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

۱۰۴۔ اور موسیٰؑ نے کہا: اے فرعون! میں تمام جہانوں کے پروردگار کی جانب سے رسول بن کر آیا ہوں۔

۱۰۵۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں اللہ کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ کہوں میں تمھارے پروردگار کی جانب سے واضح نشانی لے کر آیا ہوں، لہٰذا تم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔

۱۰۶۔ فرعون نے کہا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

---

۱۰۳ - ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ -

پھر ہم نے ان اقوام کے بعد موسیٰؑ کو معجزات دے کر بھیجا

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ -

فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف انھوں نے بھی ان نشانیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا کہ انھوں نے ایمان کی جگہ کفر اختیار کر لیا جب کہ معجزات کا تقاضا تھا کہ وہ ایمان لاتے اور اسی مفہوم کو واضح کرنے کے لیے کفروا کی جگہ ظَلَموا لایا گیا۔

اور مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے جس طرح فارس کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے اور اس فرعون کا نام قابوس یا ولید بن معصب بن ریان تھا۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ -

تو دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔

کتاب اکمال میں امام باقرؑ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسفؑ کے بعد بارہ اسباط بھیجے پھر موسیٰؑ اور ہارونؑ کو صرف فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف مصر میں مبعوث فرمایا۔ [1]

تفسیر عیاشی میں ایک مرفوع روایت میں ہے کہ فرعون نے سات شہر بنائے تھے جن میں وہ موسیٰؑ سے محفوظ رہنا چاہتا تھا اور ان شہروں کے درمیان جھاڑیاں اور درختوں کے جھنڈ تھے جن میں شیر پلے ہوئے تھے تاکہ اس کے ذریعہ موسیٰؑ سے محفوظ رہے۔ فرمایا جب اللہ نے موسیٰؑ کو فرعون کی جانب روانہ کیا تو وہ شہر میں داخل ہوئے جب شیروں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا تو دم ہلائی اور منھ پھیر کر چلے گئے پھر فرمایا جب بھی کوئی شہر آیا اس کا دروازہ کھلتا گیا یہاں تک کہ موسیٰؑ فرعون کے محل تک پہنچ گئے جس میں وہ موجود تھا۔

امامؑ نے فرمایا: حضرت موسیٰؑ اس کے محل کے دروازے پر بیٹھ گئے اور وہ اونی جبہ پہنے ہوئے تھے اور اُن کے پاس اُن کا عصا تھا۔ جب دربان نکلا تو موسیٰؑ نے اُس سے کہا، تم فرعون سے میری ملاقات کی اجازت لے لو۔ وہ موسیٰؑ کی جانب متوجہ نہیں ہوا۔ امامؑ نے فرمایا وہ اسی طرح موجود رہے جب تک اللہ نے چاہا دربان سے باریابی کی اجازت کے لیے کہتے رہے۔ امامؑ نے فرمایا جب موسیٰؑ کا اصرار بڑھا تو دربان نے کہا کیا رب العالمین کو تمھارے سوا کوئی اور نہیں ملا تھا جسے وہ بھیجتا؟ امامؑ نے فرمایا موسیٰؑ یہ سن کر غصے میں آ گئے اور انھوں نے دروازے کو اپنے عصا سے مارا تو ان کے اور فرعون کے درمیان جتنے دروازے تھے سب کھلتے چلے گئے یہاں تک کہ فرعون اور اس کی بزم میں بیٹھنے والوں نے موسیٰؑ کو دیکھا تو فرعون نے کہا موسیٰؑ کو آنے دو۔ موسیٰؑ فرعون کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ایک قبّے میں ہے جو بے حد بلند ہے۔ اس کی بلندی ۸۰ ہاتھ تھی۔ امامؑ نے فرمایا کہ موسیٰؑ نے کہا ''اے فرعون میں تیری طرف پروردگار جہاں کی جانب سے پیغمبر بن کر آیا ہوں۔'' امامؑ نے فرمایا کہ فرعون نے کہا ''اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ امامؑ نے فرمایا موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین میں ڈال دیا اور اس کے دو منہ تھے تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اژدھا بن گیا جس نے ایک ہونٹ زمین پر رکھا اور دوسرا ہونٹ قبہ کی بلندی پر رکھا۔ فرعون نے منہ کے درمیان میں دیکھا تو اس سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ سانپ فرعون کی طرف جھپٹا تو اس کی ہوا نکل گئی اور وہ چیخا اے موسیٰؑ اسے پکڑ لو۔

۱۰۴- وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اور موسیٰؑ نے کہا اے فرعون: میں تمام جہانوں کے پروردگار کی جانب سے تمھاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

۱۰۵- حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

مجھ پر لازم ہے کہ میں اللہ کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ کہوں

اصل جملہ اس طرح تھا حقیق علی ان لا اقول التباس سے محفوظ رہنے کے لئے عَلی کو عَلیٰ میں تبدیل

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۲۲۰ ح ۱

کردیا۔ یا صفت صدق میں تاکید کے لیے ہے یعنی سچ بات کہنا مجھ پر فرض عین ہے۔ مجھ پر یہ بات کہنا لازم ہے میرا جیسا فرد اسے پسند کرتا ہے یا ہوسکتا ہے کہ "حقیق" کا لفظ حریص کو مفہوم رکھتا ہو یا یہ کہ لفظ "علیٰ" "با" کی جگہ پر آیا ہو جیسے عرب کے لوگ کہتے ہیں رَمَیْتُ السّھم عَلَی الْقَوْسِ یعنی "بالقوس" میں نے تیر کو کمان سے پھینکا اور ایک قرأت کے مطابق اسے "حقیق عَلَیَّ" بھی پڑھا گیا ہے اور اُبی کی قرأت میں اسے "با" سے پڑھا گیا ہے اور علیٰ کو حذف کرنا ایک شاذ قرأت ہے۔

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ-

میں تمھارے پروردگار کی جانب سے واضح نشانی لے کر آیا ہوں، لہٰذا تم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔

یعنی انھیں رہا کردو کہ وہ میرے ساتھ اس مقدس سرزمین تک واپس چلے جائیں جو ان کے باپ دادا کا وطن ہے فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور ان سے بڑے مشکل کام لیا کرتا تھا۔

۱۰۶-قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ-

فرعون نے کہا: جس نے تمھیں بھیجا ہے اگر تم اس کے پاس سے کوئی نشانی لے کر آئے ہو

فَأْتِ بِهَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ-

تو اسے پیش کردو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۰۷
وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ۝۱۰۸

۱۰۷۔ تو موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اسی وقت جیتا جاگتا اژدہا بن گیا۔
۱۰۸۔ اور انھوں نے اپنا ہاتھ گریبان سے باہر نکالا تو دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا۔

۱۰۷۔ جب موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ ظاہر بہ ظاہر اژدہا بن گیا اس بارے میں کوئی شک باقی نہ رہا ثعبان بہت بڑے سانپ کو کہا جاتا ہے۔

۱۰۸- وَّ نَزَعَ یَدَهٗ-
اور انھوں نے اپنے گریبان سے ہاتھ باہر نکالا

فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ-
تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا اور ایسا سفید نور اس سے ساطع ہو رہا تھا جس کی شعاع سورج کے شعاع پر غالب آ رہی تھی
اور موسیٰ گندمی اور شدید گندم گوں تھے جیسا کہ روایت کی گئی ہے۔ [1]

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۶۲

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾
يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۰۹۔ قوم فرعون کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ یقیناً یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔

۱۱۰۔ یہ تو تمھیں تمھاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے کہو اب کیا کہتے ہو؟

۱۰۹۔ اور سورۂ شعراء آیت ۳۴ میں ہے قال للملاحولہ اور فرعون نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا۔ ہوسکتا ہے فرعون نے ان سے کہا یا انھوں نے فرعون سے کہا یا فرعون کی جانب سے انھوں نے کہا اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ کہ یقیناً یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔

۱۱۰–يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ–

یہ تو تمھیں تمھاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے تمھارا اس بارے میں کیا مشورہ ہے۔ ہم کون سا اقدام کریں۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۱۔ انھوں نے فرعون سے کہا موسیٰؑ اور اُن کے بھائی کے معاملے کو فی الحال التوا میں ڈال دیجیے اور شہروں میں نمائندے روانہ کر دیجیے۔

۱۱۲۔ کہ وہ ماہر جادوگروں کو آپ کے حضور پیش کریں۔

۱۱۱-انھوں نے فرعون سے کہا انھیں مہلت دیجئے اور انھیں اپنے سے علیحدہ کر دیں تا کہ ان کے بارے میں اپنی معلومات حاصل کر سکیں اور ان کے امر کے بارے میں غور وفکر سے کام لے سکیں۔

تفسیر عیاشی میں روایت مقطوع وارد ہوئی ہے کہ اس روز فرعون کے ہم نشینوں میں کوئی زنازادہ نہ تھا اگر ایسا شخص ہوتا تو موسیٰؑ اور ہارونؑ کے قتل کا مشورہ دیتا۔ امامؑ نے فرمایا اور ہماری بھی وہی حیثیت ہے ہماری جانب تیزی نہیں دکھاتا مگر وہی جس کی پیدائش میں کوئی خرابی ہو۔ [1]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۴ ح ۶۲

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۳۔ چنانچہ جادوگر فرعون کے پاس پہنچ گئے اور انھوں نے کہا "اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم اس کا صلہ پائیں گے؟

۱۱۴۔ فرعون نے جواب دیا یقیناً (تمھیں صلہ ملے گا) اور مزید یہ کہ تم مقرب بارگاہ ہو جاؤ گے۔

۱۱۵۔ جادوگروں نے موسیٰ سے کہا کیا آپ پھینکیں گے یا ہم پھینکیں؟

۱۱۶۔ موسیٰ نے جواب دیا تم ہی پھینکو جب انھوں نے پھینکا تو لوگوں کی نگاہوں کو مسحور اور دلوں کو خوف زدہ کر دیا اور وہ بڑا جادو لے کر آئے۔

۱۱۵-قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ-

انھوں نے موسیٰ سے کہا کیا آپ پھینکیں گے یا ہم پھینکیں تو انھوں نے موسیٰ کو اس لیے اختیار دیا کہ یہ ادب کا تقاضا تھا لیکن جادوگر چاہتے یہی تھے کہ وہ پہلے پھینکیں انھوں نے ترتیب بدل کر انھیں متنبہ کرنا چاہا اور یہی بلاغت کا تقاضا تھا۔

۱۱۶-قَالَ اَلْقُوْا ۚ- موسیٰ نے کہا تم ہی پھینکو

از روئے کرم اور نرمی کا برتاؤ کرتے ہوئے اور ان سے کم مقابلے کے لیے اور اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ ان کے جادو کو روکنے میں تائید خداوندی شامل ہے۔

۱۱۶-فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ- جب انھوں نے پھینکا تو لوگوں کی نگاہوں کو مسحور کر دیا

وہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ یہ حقیقت ہے بجائے حیلہ اور شعبدہ بازی سمجھنے کے۔

وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ- اور لوگوں کو بہت سخت ڈرا دیا گویا کہ وہ انھیں ڈرانا چاہتے تھے

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ- گویا کہ وہ فنی اعتبار سے بہت بڑا جادو لے کر آئے تھے اور روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے موٹی رسیاں اور لمبی لمبی لکڑیاں ڈالیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ بڑے بڑے سانپ ہیں جنھوں نے وادی کو بھر دیا ہے اور وہ ایک دوسرے پر سوار ہیں۔ [1]

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۶۳

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ‌ۚ فَاِذَا هِىَ تَلۡقَفُ مَا يَاۡفِكُوۡنَ‌ۚ ﴿۱۱۷﴾
فَوَقَعَ الۡحَـقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‌ۚ ﴿۱۱۸﴾
فَغُلِبُوۡا هُنَالِكَ وَانۡقَلَبُوۡا صٰغِرِيۡنَ‌ۚ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۷۔ اور ہم نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ اپنا عصا ڈال دو دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان کے جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔
۱۱۸۔ اس طرح حق ثابت ہوگیا اور جادوگروں کا کرتب باطل قرار پایا۔
۱۱۹۔ فرعون اور اس کے ساتھی وہاں پر شکست کھا گئے اور انھیں ذلت بھی اٹھانی پڑی۔

موسیٰؑ نے وحی کے مطابق جب اپنا عصا ڈالا تو وہ بڑا سانپ (اژدھا) بن گیا۔

۱۱۷۔ فَاِذَا هِىَ تَلۡقَفُ مَا يَاۡفِكُوۡنَ۔

وہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔

یافکون افك سے ہے جس کے معنی ہیں پلٹ دینا اور کسی شے کو مکمل بدل دینا۔

روایت کی گئی ہے کہ عصائے موسیٰؑ نے جب ان کی رسیوں اور ڈنڈوں کو منہ میں لے لیا تو مکمل طور سے انھیں نگل لیا اور حاضرین کے سامنے آ گیا وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور بھگدڑ مچ گئی یہاں تک کہ بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے۔ جب موسیٰؑ نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ پہلے جیسا عصا بن گیا تو جادوگروں نے کہا کہ اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیاں اور ہماری لکڑیاں باقی رہتیں۔ [1]

۱۱۸۔ فَوَقَعَ الۡحَـقُّ۔

اس طرح حق ثابت ہوگیا اور امر ظاہر ہوگیا

وَبَطَلَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۔

اور جادوگر جو جادو اور جادوگری کر رہے تھے وہ سب کا سب باطل ہوگیا۔

۱۱۹۔ فَغُلِبُوۡا هُنَالِكَ وَانۡقَلَبُوۡا صٰغِرِيۡنَ۔

فرعون اور اس کے ساتھی وہاں پر شکست کھا گئے اور انھیں ذلت بھی اٹھانی پڑی وہ شکست خوردہ اور ذلیل ہوگئے

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۶۳

وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾
رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

۱۲۰۔ اور سب کے سب جادوگر سجدہ ریز ہو گئے۔
۱۲۱۔ اور کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے۔
۱۲۲۔ جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا پروردگار ہے۔
۱۲۳۔ فرعون نے کہا کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اللہ پر ایمان لے آئے یہ ضرور کوئی چال ہے جو تم لوگوں نے مل کر شہر میں چلی ہے۔ تاکہ تم شہر کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو عنقریب تم اس کے انجام سے باخبر ہو جاؤ گے۔

---

۱۲۰ - وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ -

اور سب کے سب جادوگر سجدے میں گر پڑے۔

یوں محسوس ہوتا تھا گویا کہ کسی گرانے والے نے انھیں ان کے غرور کی وجہ سے سجدے میں گرا دیا ہو اور ہوسکتا ہے کہ حق نے انھیں حیرانی میں ڈال دیا ہو اور سجدہ کرنے پر مجبور کر دیا ہو اور وہ بے اختیار ہو کر سجدہ ریز ہو گئے ہوں اس لیے کہ فرعون کو ایسے افراد کے ذریعہ شکست کا سامنا کرنا پڑا جن کے ذریعہ وہ موسیٰ کو شکست دینا چاہتا تھا اور امر اس کے خلاف ہو گیا۔

۱۲۱ - قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ -

اور کہنے لگے کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔

۱۲۲ - رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ -

جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا پروردگار ہے۔

انھوں نے پہلے جملے کو دوسرے جملے سے تبدیل کر دیا یعنی کہیں رب العلمین کہنے سے یہ گمان نہ ہو کہ جادوگر یہ لفظ فرعون کے لئے استعمال کر رہے ہیں لہٰذا انھوں نے فوراً رب موسیٰ و ھارون کہہ کر رب العلمین

کی تشریح کر دی۔

۱۲۳ - قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ -

فرعون نے کہا کہ کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اللہ پر ایمان لے آئے

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ -

تم لوگوں نے اور موسیٰؑ نے صحرا کی طرف روانہ ہونے سے پہلے مصر میں یہ ایک نئی چال چلی ہے اور اس بات پر تم دونوں متحد ہو گئے ہو۔

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا -

تاکہ اس شہر کے باشندوں یعنی قبطیوں کو یہاں سے نکال باہر کرو

اور تمھیں اور بنی اسرائیل کو ایک دوسرے سے جدا کر دے اور فرعون نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ لوگوں پر یہ واضح کر دے کہ یہ جھوٹی بات ہے تاکہ وہ لوگ جادوگروں کی طرح ایمان قبول نہ کریں۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ -

عنقریب تم اس کے انجام سے باخبر ہو جاؤ گے۔

یہ ایک اجمالی دھمکی تھی جس کی تفصیل اس کے بعد آ رہی ہے۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۴۔ ضرور بالضرور میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

۱۲۵۔ انھوں نے جواب دیا ہم تو اپنے رب کی جانب پلٹ کر جا رہے ہیں۔

۱۲۶۔ (اے فرعون) تو ہم سے محض اس بات پر انتقام لینا چاہتا ہے کہ جب ہمارے سامنے رب کی نشانیاں آئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے۔

اے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اس حال میں اٹھانا کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں۔

۱۲۴– لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ –

میں ضرور بالضرور تمھارے ہاتھ، پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا

ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ – پھر تمھاری رسوائی اور تم جیسے افراد کی عبرت کے لئے تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

۱۲۵– قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ –

وہ کہنے لگے ہمیں نہ موت کی پروا ہے اور نہ ہی قتل کا ڈر اس لیے کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کے لیے اور اس کی رحمت سے متصل ہونے کے لیے جا رہے ہیں اور ہم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور وہی ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

۱۲۶– وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا –

انھوں نے فرعون سے مخاطب ہو کر کہا کہ تُو ہم سے محض اس لیے انتقام لینا چاہتا ہے یعنی تو ہمارا دشمن اس لئے ہوا ہے اور ہمارے عمل کو اس لیے معیوب گردان رہا ہے کہ ہم اللہ کی نشانیوں پر ایمان لے آئے ہیں اور وہی ہر خوبی اور اچھائی کی اصل ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا –

اے ہمارے پروردگار تو ہم پر اپنا وسیع اور کثیر صبر نازل فرما جو ہمیں اس طرح ڈھانپ لے جیسے پانی ڈھانپ لیتا ہے۔

وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ – اور ہمیں دنیا سے اس حال میں اٹھانا کہ ہم اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۗ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے اس سے کہا کیا تم موسیٰؑ اور اُن کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دو گے کہ وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھریں، تمھیں اور تمھارے معبودوں کو ترک کردیں۔ فرعون نے جواب دیا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کرادیں گے اور اُن کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم کو اُن پر غلبہ حاصل ہے۔

۱۲۷- وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ-

اور فرعون سے اس کی قوم کے سرداروں نے کہا

اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ-

کیا تم موسیٰ اور اُن کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دو گے؟

لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ-

تاکہ وہ زمین میں فساد برپا کریں لوگوں کو تمھارا مخالف بنا کر اور انھیں تمھاری مخالفت پر آمادہ کر کے

وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۗ-

اور تمھیں اور تمھارے معبودوں کو ترک کردیں

تفسیر قمی میں ہے کہ فرعون بتوں کو پوجتا تھا اس کے بعد اُس نے ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے وَيَذَرَكَ وَاِلٰهَتَكَ ۗ کہ وہ تمھیں اور تمھاری عبادت کو ترک کردیں گے۔ [۲]

کہا گیا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لیے بُت بنوائے تھے اور انھیں حکم دیا تھا کہ اس سے قربت حاصل کرنے کے لیے اُن بتوں کی عبادت کریں اور اسی وجہ سے اس نے کہا تھا اَنَا ربکم الاعلیٰ میں تمھارا سب سے بلند رب ہوں۔ [۳]

قَالَ- فرعون نے کہا

سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ-

کہ ہم جس طرح پہلے کرتے تھے اب بھی ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور اُن کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے تاکہ انھیں پتا چل جائے کہ ہر شے پر ہمارا حکم چلتا ہے اور ہمیں غلبہ حاصل ہے اور ہمارے ملک میں موسیٰؑ کے

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۶ ۔ ۲۳۷ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۳ ۔ ۴ ص ۴۶۴ (۳) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۶۴

غلبہ کا کوئی اثر نہیں ہے۔

اور ایک قرأت کے مطابق سَنُقَتِّلُ کو سَنُقْتِلُ بھی پڑھا گیا ہے۔

وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ۔

اور بلاشبہ ہم کو ان پر غلبہ حاصل ہے اور وہ ہمارے زیرِ نگیں ہیں۔

قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَ اصۡبِرُوۡا ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۟ۙ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَ الۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۲۸﴾
قَالُوۡۤا اُوۡذِیۡنَا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَاۡتِیَنَا وَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جِئۡتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمۡ اَنۡ یُّهۡلِكَ عَدُوَّكُمۡ وَ یَسۡتَخۡلِفَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرَ كَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵

۱۲۸۔ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر سے کام لو بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام بخیر تو متقین کے لیے ہے۔
۱۲۹۔ انھوں نے کہا آپ سے پہلے بھی ہم نے تکلیفیں اٹھائی ہیں اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ہمیں ستایا جارہا ہے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا وہ وقت قریب ہے کہ تمھارا رب تمھارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمھیں زمین میں اُس کا جانشین بنادے اور دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔

۱۲۸- قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَ اصۡبِرُوۡا ۚ -

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ سے مدد طلب کرو، اور صبر سے کام لو۔ یہ اس لیے کہا کہ فرعون کی دھمکی سے ان کے دل تنگ ہوگئے تھے اس بات سے اُنھیں تسکین نصیب ہو اور اُن کے دلوں کو تسلی دی جائے۔

اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۟ۙ .... لِلۡمُتَّقِیۡنَ -

بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنادیتا ہے اور انجام بخیر تو متقین کے لئے ہے۔

اللہ نے قومِ موسیٰ سے نصرت کا وعدہ کیا کہ وہ اُنھیں فرعون سے نجات دلائے گا اور یاد دلایا کہ اُن سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ قبطیوں کو ہلاک کردے گا اور ان کے شہروں کا اُنھیں وارث بنادے گا۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۟ۙ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ فرمایا کہ جو کچھ اللہ کا ہے وہ اس کے رسول کا ہے اور جو رسول اللہ کا ہے وہ رسول اللہ کے بعد امام کا ہے۔ [1]

امام باقرؑ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا ہم نے کتاب علی میں یہ پایا ہے اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۟ۙ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَ الۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ میں اور میرے اہل بیتؑ وہ ہیں جنھیں اللہ نے زمین کا وارث بنایا ہے اور ہم ہی متقین ہیں اور پوری زمین ہمارے لیے ہے پس جو بھی مسلمانوں کی زمین زندگی بسر کرے اور اسے آباد کرے تو اس پر لازم ہے کہ اس کا خراج میرے اہل بیتؑ میں جو امام موجود ہو اس تک پہنچائے اور اس زمین کی پیداوار وہ

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵ ح ۶۶

کھا سکتا ہے اگر وہ اس زمین کو چھوڑ دے اسے آباد کرنے کے بعد ویران کردے اور اس کے بعد مسلمانوں میں سے کوئی شخص اُس زمین کو اپنے تصرف میں لے لے اسے آباد کرے اور اسے زندہ کرے تو وہ چھوڑنے والے سے زیادہ اس زمین کا حق دار ہے تو اسے چاہیئے کہ میرے اہل بیتؑ میں سے جو امام ہو اسے زمین کا خراج دے اور وہ شخص اس زمین کی پیداوار کھانے کا حق رکھتا ہے یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے قائم تلوار لے کر ظاہر ہو جائے۔

۱۲۹-قَالُوْٓا-

بنی اسرائیل نے کہا

اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا-

ہمیں اذیت دی گئی آپ کے پیغام رسالت سے قبل

کہا گیا ہے کہ بیٹوں کو قتل کرا کے۔

وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا-

اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ان مظالم کا اعادہ کر کے

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے کہا اے موسیٰؑ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہمارے بیٹوں کو قتل کر کے ہمیں اذیت پہنچائی گئی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد فرعون نے موسیٰؑ پر ایمان لانے کے جرم میں انھیں قید کر ڈالا۔

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ-

موسیٰؑ نے جواب دیا وہ وقت قریب ہے کہ تمھارا رب تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمھیں زمین میں اس کا جانشین بنا دے

اللہ تعالیٰ نے پہلے جس بات کو کنایۃً بیان کیا تھا اب اس کی صراحت کر دی جب دیکھا کہ وہ لوگ اُس بات سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔

فَيَنْظُرَ-

تا کہ وہ اللہ دیکھ لے

كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ-

تم کیسا عمل کرتے ہو شکر کرتے ہو یا ناشکرا پن، اطاعت کرتے ہو یا فرمانی تا کہ وہ جیسا عمل پائے اس کے مطابق تمھیں جزا دسزا دے۔

وَ لَقَدۡ اَخَذۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ بِالسِّنِیۡنَ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوۡا بِمُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۰۔ اور ہم نے آلِ فرعون کو کئی سال تک قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کیے رکھا تا کہ انھیں سبق ملے۔

۱۳۱۔ جب اُن پر اچھا زمانہ آتا تو کہتے ہم اسی کے حق دار ہیں اور جب برا زمانہ آتا تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے لئے فالِ بد ٹھہراتے، حالاں کہ درحقیقت ان کی فالِ بد تو اللہ کے پاس تھی لیکن ان کی اکثریت اس بات سے بے خبر تھی۔

۱۳۰–وَلَقَدۡ اَخَذۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ بِالسِّنِیۡنَ–

اور ہم نے آلِ فرعون کو بارش اور پانی کی کمی کے سبب قحط سالی میں مبتلا کر دیا تھا

تفسیر قمی میں ہے سنین کے معنی ہیں بارش نہ ہونے کے سبب زمین کا خشک ہو جانا۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ لفظِ سنۃ قحط والے سال کے لئے زیادہ تر آتا تھا اس لئے کہ کثرت سے اس کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی تاریخ بیان کی جاتی ہے پھر اسی سے مشتق ہو کر مطلق قحط سالی کے لئے بولا جانے لگا۔ کہا جاتا ہے اَسۡنَتَ الۡقَوۡمُ قوم قحط سالی میں مبتلا ہو گئی۔

وَنَقۡصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ–

اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کیا آفات کی زیادتی کے سبب

لَعَلَّهُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ–

تا کہ شاید اس طرح وہ متنبہ ہو جائیں کہ یہ سب ان کے کفر اختیار کرنے اور نافرمانی کی نحوست کی وجہ سے ہوا ہے، ہو سکتا ہے وہ نصیحت قبول کرلیں اور ان کے دلوں میں سختی کے مقابلے میں نرمی پیدا ہو جائے، وہ اللہ سے ڈرنے لگیں اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی جانب مائل ہو جائیں۔

۱۳۱–فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ–

ہریالی، زرخیزی اور وسعت کے سبب جب اُن پر اچھا زمانہ آتا ہے

قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ ۚ–

تو وہ کہتے ہیں یہ تو ہماری کوششوں کا ثمرہ ہے اور ہم اسی کے حق دار ہیں

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۷

وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ -

اور جب خشک سالی اور مصیبتوں کے سبب اُن پر برا زمانہ آتا ہے

يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ -

تو وہ لوگ موسیٰؑ اور اُن کے ساتھیوں کو اپنے لئے فالِ بد ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر جو مصیبت آئی وہ ان کی نحوست کی وجہ سے ہے۔

تفسیر قمی نے ایک مقطوع روایت میں بیان کیا ہے کہ اس آیت میں حسنۃ سے مراد صحت، سلامتی، امن اور وسعت ہے اور سیئۃ سے مراد بھوک، خوف اور بیماری ہے۔

اَلَاۤ اِنَّمَا طٰۤئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ -

آگاہ ہو جاؤ کہ درحقیقت ان لوگوں کے خیر اور شر بھلائی اور برائی کے اسباب اللہ کے پاس ہیں اور سب کچھ اُس کے حکم اور اس کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ (النساء۔ ۷۸) اے نبیؐ آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ کے پاس سے ہوتا ہے۔

وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ -

لیکن ان لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر اور ناواقف ہے۔

وَ قَالُوۡا مَهۡمَا تَاۡتِنَا بِهٖ مِنۡ اٰيَةٍ لِّتَسۡحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَـرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۚ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۲۔ انھوں نے کہا خواہ آپ ہمیں مسحور کرنے کے لئے کوئی بھی نشانی لے کر آجائیں ہم پھر بھی آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۱۳۳۔ آخرکار ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون کتنی ہی واضح نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ ایک مجرم قوم تھی۔

۱۳۲- وَ قَالُوۡا .... نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ-

انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں مسحور کرنے کے لیے کچھ بھی لے آئیں ہم پھر بھی آپ کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں انھوں نے ارادہ کرلیا تھا کہ وہ حضرتِ موسیٰؑ کی تکذیب کرتے رہیں گے خواہ وہ تمام نشانیاں لے کر آجائیں۔

۱۳۳- فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ- ہم نے ان پر طوفان بھیجا

بارش اور سیلاب کے سبب پانی ان کے گرد طواف کرنے لگا اور پانی نے انھیں ڈھانپ لیا۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ طوفان سے کیا مراد ہے تو امامؑ نے فرمایا وہ پانی کا طوفان اور طاعون تھا۔ [1]

وَالۡجَـرَادَ وَالۡقُمَّلَ- ٹڈیاں اور جوئیں

کہا گیا ہے کہ جراد سے مراد اونٹوں کی بڑی چیچڑی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے چھوٹی ٹڈیاں مراد ہیں اور اس کے علاوہ بھی دوسرے اقوال ہیں۔ [2]

وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ - مینڈک اور خون اور بہتیری واضح نشانیاں

یہ نشانیاں ایسی واضح ہیں کہ ان کے خدا کی جانب سے ہونے اور انھیں بطورِ سزا نازل کیے جانے پر کسی عقل مند کو شک وشبہ نہیں ہوگا یا انھیں واضح انداز میں اس لیے بھیجا گیا کہ ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے اس لیے کہ ہر دو نشانیوں کے درمیان ایک سال کا فاصلہ تھا اور ہر نشانی ایک ہفتہ تک باقی رہتی ہے۔

فَاسۡتَكۡبَرُوۡا- انھوں نے تکبر اختیار کیا

وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ- اور وہ ایک مجرم قوم تھی۔

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵ ح ۶۷ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۶۵

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَیۡهِمُ الرِّجۡزُ قَالُوۡا یٰمُوۡسَی ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ لَئِنۡ كَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرۡسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الرِّجۡزَ اِلٰۤی اَجَلٍ هُمۡ بٰلِغُوۡهُ اِذَا هُمۡ یَنۡكُثُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ فِی الۡیَمِّ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۴۔ اور جب ان پر عذاب واقع ہوگیا تو کہنے لگے اے موسیٰؑ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کریں جیسا کہ اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر آپ ہم سے عذاب کو ٹال دیں گے تو ہم آپ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔

۱۳۵۔ پس جب ہم نے ان سے ایک مدت تک کے لیے عذاب کو ہٹا لیا جس تک وہ پہنچنے والے تھے تو وہ عہد شکنی کرنے لگے۔

۱۳۶۔ اس کے بعد ہم نے اُن سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں ڈبو دیا کیوں کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور اُن سے غافل ہوگئے تھے۔

---

۱۳۴ - وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَیۡهِمُ الرِّجۡزُ -

اور جب اُن پر عذاب نازل ہوگیا

تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''رجز'' یعنی جو عذاب آیا وہ برف کا تھا پھر فرمایا خُرَاسان بلاد رَجز خراسان برف کا خطہ ہے۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ان تک سرخ رنگ کی برف پہنچی تھی انھوں نے اس سے پہلے اسے نہیں دیکھا تھا اس میں وہ مرگئے اور گڑگڑاتے رہے اور انھیں ایسی چیز سے سابقہ پڑا جسے وہ پہلے سے نہ جانتے تھے۔ [۲]

قَالُوۡا یٰمُوۡسَی ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ -

انھوں نے کہا اے موسیٰؑ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کریں جیسا کہ اس نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے

لَئِنۡ كَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرۡسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ -

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۵ ح ۲۸ (۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۴۶۹

اگر آپ ہم سے عذاب کو ٹال دیں گے تو ہم آپ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ روانہ کردیں گے۔

۱۳۵ - فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ -

پس جب ہم نے اُن سے ایک مدت تک کے لیے عذاب کو ہٹا لیا جس تک وہ پہنچنے والے تھے

إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ -

تو انھوں نے اچانک عہد شکنی کی انھوں نے جلد بازی سے کام لیا اور اس میں کسی قسم کی تاخیر نہیں کی۔

۱۳۶ - فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ -

تو ہم نے اُن لوگوں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا

فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ -

اور انھیں ایسے سمندر میں ڈبو دیا جس کی گہرائی اتھاہ تھی

بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ -

کیوں کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور اُن سے غافل ہو گئے تھے۔

تفسیر قمی میں روایت مقطوع ہے اور مجمع البیان میں اس حدیث کی نسبت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی طرف دی گئی ہے انھوں نے فرمایا کہ جب جادوگروں نے سجدہ کیا اور لوگ موسیٰؑ پر ایمان لے آئے تو ہامان نے فرعون سے کہا کہ لوگ موسیٰؑ پر ایمان لے آئے ہیں تو تم جس کو دیکھو کہ اس نے ان کا دین اپنا لیا ہے اسے قید کردو، تو بنی اسرائیل میں سے جو بھی موسیٰؑ پر ایمان لایا تھا فرعون نے اسے قید کرلیا۔ موسیٰؑ نے فرعون سے کہا تم بنی اسرائیل کو رہا کردو اس نے ایسا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سال اُن پر طوفان کا عذاب بھیج دیا، ان کے مکانات تباہ ہوگئے اور ان کے گھر ٹوٹ پھوٹ گئے یہاں تک کہ وہ صحرا میں نکل گئے اور وہاں پر ڈیرے ڈال دیئے تو فرعون نے موسیٰؑ سے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ ہم سے طوفان کو دور کردے تاکہ میں بنی اسرائیل اور آپ کے رفقاء کو رہا کردوں۔

موسیٰؑ نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ نے ان سے طوفان دور کردیا اور فرعون نے بنی اسرائیل کی رہائی کا ارادہ کرلیا تھا تو ہامان نے اس سے کہا کہ اگر تم نے بنی اسرائیل کو رہا کردیا تو موسیٰؑ تم پر غالب آجائیں گے اور تمھاری حکومت کو ختم کردیں گے۔ فرعون نے اس کی بات مان لی اور بنی اسرائیل کو رہا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے سال اُن پر ٹڈیوں کو نازل کیا تو ٹڈیوں نے جو کچھ از روئے نباتات اور درخت تھے ان سب کا صفایا کردیا یہاں تک کہ ان کے بال اور ڈاڑھی بھی صاف ہوگئی۔ فرعون اس سے بہت خوف زدہ ہوگیا اور کہا اے موسیٰؑ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہم سے ٹڈی کے عذاب کو دو کردے کہ ہم بنی اسرائیل اور آپ کے رفقاء کو آزاد کردیں۔

موسیٰ نے اللہ سے دعا طلب کی تو اللہ نے ٹڈیوں کے عذاب کو اُن سے دور کر دیا۔

ہامان نے فرعون کو بنی اسرائیل کو آزاد کرنے سے باز رکھا تو اللہ نے تیسرے سال ان پر جوؤں کا عذاب نازل کیا ان کی کھیتیاں ختم ہوگئیں اور انھیں قحط نے آلیا۔ فرعون نے موسیٰ نے کہا اگر آپ ان جوؤں سے ہمیں نجات دلا دیں تو ہم بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کر دیں گے تو موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی یہاں تک کہ جوئیں ختم ہوگئیں اور فرمایا کہ اللہ نے اس زمانے میں پہلی بار جوؤں کو پیدا کیا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو پھر بھی آزاد نہ کیا تو اللہ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب نازل کیا وہ ان کے کھانے اور پانی میں آجاتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ان کی دُبر، کان اور ناک سے نکل جاتے تھے اس بات سے وہ بہت ڈرے اور گھبرائے تو وہ موسیٰ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا اپنے رب سے دعا کیجیے کہ ہم سے مینڈکوں کو دور کر دے ہم یقیناً آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دیں گے۔ موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ نے اُن سے اِسے دور کر دیا پس جب انھوں نے بنی اسرائیل کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کے پانی کو خون میں تبدیل کر دیا جب قبطی اس پانی کو دیکھتا تو وہ خون نظر آتا اور اسرائیلی اس پر نظر کرتا تو اسے پانی دکھائی دیتا۔ جب اسرائیلی اس میں سے پیتا تو وہ پانی پیتا اور قبطی اس میں سے پیتا تو خون پیتا اور قبطی اسرائیلی سے کہتا تم اپنے منہ میں پانی لے کر اسے میرے منہ میں ڈال دو جب وہ اس کے منہ میں پانی ڈالتا تو وہ خون میں تبدیل ہو جاتا اس بات سے وہ بہت ڈرے اور پریشان ہوئے اور انھوں نے موسیٰ سے کہا کہ اگر اللہ نے ہم سے خون کے عذاب کو دور کر دیا تو یقین جانئے کہ ہم بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ جب اللہ نے ان سے خون کو برطرف کر دیا تو انھوں نے بدعہدی کی اور بنی اسرائیل کو رہا نہیں کیا۔ [1]

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر برف کو نازل کیا اس سے پہلے انھوں نے برف نہیں دیکھی تھی۔ ان میں سے کچھ مر گئے اور کچھ خوف زدہ ہو گئے اور ان تک وہ عذاب پہنچا جس کا انھیں پہلے سابقہ نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے جیسا کہ اس نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے اگر آپ نے ہم سے برف کے عذاب کو دور کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ موسیٰ نے رب سے دعا کی تو اللہ نے اُن سے برف کو دور کر دیا اور فرعون نے بنی اسرائیل کو رہا کر دیا جب وہ رہا ہو گئے تو موسیٰ کے پاس جمع ہوئے۔ موسیٰ مصر سے روانہ ہوئے اور اُن کے گرد وہ لوگ بھی جمع ہو گئے جو فرعون سے بھاگ کر آئے تھے۔ فرعون کو جب علم ہوا تو ہامان نے اُس سے کہا میں نے تمھیں روکا تھا کہ بنی اسرائیل کو رہا نہ کرو دیکھو وہ سب موسیٰ کے گرد اکٹھے ہو گئے ہیں۔ فرعون اس بات سے بہت گھبرایا اور اس نے شہروں میں لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا اور موسیٰ کی تلاش میں نکل پڑا۔ [2]

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۶۸۔ ۴۶۹ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۸

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ اور جن لوگوں کو کمزور بنادیا گیا تھا اس قوم کو ہم نے زمین کے مشارق و مغارب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے بابرکت بنایا تھا اور بنی اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے آپ کے رب کا وعدۂ نیک پورا ہوا فرعون اور اس کی قوم جو بلند و بالا عمارات اور باغات بنایا کرتے تھے انھیں ہم نے تباہ کردیا۔

۱۳۷۔ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ۔

اور اس قوم کو یعنی بنی اسرائیل کو جنھیں فرعون اور فرعون کی قوم نے دور رکھ کر اور ان کے بیٹوں کو قتل کرکے کمزور بنادیا تھا انھیں ہم نے وارث بنادیا۔

مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا۔

زمین کے مشارق و مغارب کا یعنی سرزمین مصر و شام کا فراعنہ اور عمالقہ کے بعد بنی اسرائیل جس کے مالک بنے اور اس کے قرب و جواب میں اقتدار حاصل کرلیا۔

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ۔

جسے ہم نے ہریالی اور زراعت (گندم وغیرہ) کے ذریعہ بابرکت بنادیا تھا

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۔

اور بنی اسرائیل کے بارے میں آپ کے رب کا وعدۂ نیک پورا ہوا اور ان تک پہنچ گیا کہ اللہ نے نصرت اور قوت و طاقت عطا کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کردیا اور اس پر اللہ کا یہ قول صادق ہے وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا سے اللہ کے قول مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ تک (قصص ۔ ۵،۶)

اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنادیا گیا ہے اُن پر احسان کریں اور انھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں اور انھیں روئے زمین کا اقتدار عطا کریں اور فرعون و ھامان اور اُن کے لشکروں کو انھیں کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھلائیں جس سے یہ ڈرتے ہیں۔

اور ایک قرأت کے مطابق یہ كَلِمَاتُ رَبِّكَ بصورت جمع ہے اس لئے کہ وعدے بھی بہت سے ہیں۔

بِمَا صَبَرُوْا ؕ۔

اس وجہ سے کہ انھوں نے مصائب و شدائد پر صبر کیا تھا

وَدَمَّرْنَا-

اور ہم نے تباہ کر دیا

مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ-

فرعون اور اس کی قوم کے لوگ جو محلات اور عمارات تعمیر کیا کرتے تھے

وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ -

اور وہ لوگ جو باغات لگا رہے تھے یا بلند و بالا عمارتیں بنا رہے تھے۔

اور لفظ يَعْرِشُوْن ایک قرأت کے مطابق يَعْرُشُوْن پڑھا گیا ہے۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

۱۳۸۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار لگا دیا، اُن کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے گرد منڈلایا کرتی تھی۔ انھوں نے کہا اے موسیٰؑ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دیجیے جیسے معبود ان کے پاس ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا تم لوگ بہت نادان ہو۔

۱۳۹۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب برباد ہونے والا ہے اور یہ جو عمل کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔

۱۴۰۔ کیا میں اللہ کے علاوہ تمھارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالاں کہ اللہ ہی وہ ہے جس نے تمھیں تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

---

۱۳۸ - وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ -

اور ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی ہلاکت کے بعد سمندر سے پار لگا دیا

فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ -

ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا

یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ -

جو اپنے بتوں کے گرد عبادت کے لیے چکر لگایا کرتے تھے، ان کی عبادت کیا کرتے تھے

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا -

انھوں نے کہا اے موسیٰؑ ہمارے لیے بھی بت بنا دیجیے تا کہ ہم اس کی عبادت کریں

كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ -

جس طرح اُن کے پاس معبود ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ -

موسیٰؑ نے کہا تم لوگ بہت نادان ہو۔

۱۳۹ - اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ -

یہ جو قوم ہے

مُتَبَّرٌ۔

ہلاک ہونے والی اور تباہ ہونے والی ہے

مَّا هُمْ فِيهِ۔

وہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے

یعنی وہ لوگ جس دین پر عمل پیرا ہیں اللہ اُن کے دین کو میرے ذریعہ سے تباہ کردے گا اور ان کے بتوں کو توڑ دیا جائے گا اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے گا۔

وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

اور وہ جو بھی عمل کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔ ان کی عبادت بے فائدہ ہے اگر وہ اس سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں تو اس طرح ان بتوں کے ذریعہ وہ یہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

۱۴۰ - قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا۔

موسیٰ نے کہا کہ کیا میں اللہ کے علاوہ تمھارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں؟

وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔

جس نے تمھیں تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے یعنی اس نے تمھیں ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جو تمھارے علاوہ کسی اور کو نہیں دی ہیں۔

وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

ع ۱۲/۱۲

۱۴۱۔ اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمھیں آل فرعون سے نجات دلائی تھی وہ تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کیے ہوئے تھے وہ تمھارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی جانب سے تمھارے لیے بہت بڑی آزمائش تھی۔

---

۱۴۱ - وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ -

اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے تم پر احسان کر کے تمھیں آل فرعون سے نجات دلائی تھی

اور ایک قرأت کے مطابق یہ لفظ "اَنجاکُمْ" ہے۔

یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ -

وہ لوگ تم پر ظلم ڈھا رہے تھے اور تمھیں سخت ترین عذاب میں مبتلا کیے ہوئے تھے

یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ -

وہ تمھارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے

یُقَتِّلُوْنَ ایک قرأت کے مطابق یَقْتُلُوْنَ پڑھا گیا ہے۔

وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ -

اور تمھاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے

وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ -

اور اس میں تمھارے رب کی جانب سے تمھارے لیے بڑی آزمائش تھی۔

نجات دلانا بہت بڑی نعمت ہے یا عذاب پانا بھی بہت بڑی آزمائش ہے۔ [1]

---

(۱) اقتباس از انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۶۷

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

۱۴۲۔ اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا اور اس میں دس کا اور اضافہ کردیا۔ اس طرح اُن کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں ہوگئیں اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تم میرے جانشین بن کر رہو اور اصلاح کرتے رہنا اور فسادیوں کی راہ پر نہ چلنا۔

۱۴۲ - وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً -

اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں یعنی ماہِ ذوالقعدہ کا وعدہ کیا

اور ایک قرأت کے مطابق واعَدْنَا وَعَدْنَا بھی پڑھا گیا ہے۔

وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ -

اور ہم نے اس میں ذی الحجہ کی دس راتوں کا اضافہ کردیا

فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً -

اس طرح اُن کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں ہوگئیں

اس کی تفسیر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۱ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

وَ قَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ -

اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین بن جاؤ میرے خلیفہ کی حیثیت سے رہو

وَ اَصْلِحْ -

اور جن معاملات میں اصلاح درکار ہو ان امور میں اُن کی اصلاح کرو

وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ -

اور اگر کوئی تم کو فساد کرنے اور بگاڑ کی طرف بلائے تو ہرگز اُس کی اطاعت نہ کرنا اور نہ ہی اس کے راستے پر چلنا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰى لِمِيۡقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِىۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَيۡكَ ‌ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰٮنِىۡ وَلٰـكِنِ انْظُرۡ اِلَى الۡجَـبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوۡفَ تَرٰٮنِىۡ‌ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰى صَعِقًا‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳۔ اور جب موسیٰؑ ہمارے مقرر کردہ وقت پر پہنچے اور اُن کے رب نے اُن سے گفتگو کی تو انھوں نے التجا کی میرے پروردگار تو مجھے اپنا جلوہ دکھا کہ میں تیرا دیدار کروں۔ ارشاد ہوا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی جانب دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہ جائے تو البتہ تم مجھے دیکھ سکو گے پس جب اُن کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی تو اُسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑے جب انھیں افاقہ ہوا تو کہا پروردگار تو پاک ہے میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

۱۴۳- وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰى لِمِيۡقَاتِنَا-

اور جب موسیٰؑ ہمارے مقرر کردہ اور معین کردہ وقت کے مطابق پہنچ گئے

وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ-

اور اُن کے رب نے اُن سے بغیر کسی واسطے کے گفتگو کی جس طرح وہ فرشتوں سے ہمکلام ہوتا ہے

قَالَ رَبِّ اَرِنِىۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَيۡكَ ؕ-

موسیٰؑ نے کہا اے میرے پروردگار تو مجھے اپنے آپ کو دکھلا دے اور مجھے اس قابل بنادے کہ میں تیرا دیدار کرسکوں اس طرح کہ تیرا جلوہ مجھے نظر آنے لگے میں تیری طرف نظر کروں اور تجھے دیکھ لوں۔

قَالَ لَنۡ تَرٰٮنِىۡ-

ارشاد باری ہوا اے موسیٰؑ تم مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے

وَلٰـكِنِ انْظُرۡ اِلَى الۡجَـبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَكَانَهٗ-

لیکن پہاڑ کی جانب نظر کرو جب میں اس پر جلوہ ڈالوں گا اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہ گیا

فَسَوۡفَ تَرٰٮنِىۡ‌ ۚ-

تو البتہ تم مجھے دیکھ سکو گے

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ-

پس جب اُن کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو موسیٰؑ پر اللہ کی عظمت ظاہر ہوگئی اور اس کا اقتدار اور امر ہویدا ہوگیا

جَعَلَهٗ دَكًّا-

پہاڑ کو ریزے ریزے کردیا ''دکّ'' اور ''دقّ'' ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ باریک کرنا، کوٹنا اور ایک قرأت کے مطابق دکاً کو دکّاءَ پڑھا گیا ہے یعنی وہ زمین جو ہموار ہو۔

وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا-

اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑے جو کچھ انھوں نے دیکھا تھا اس سے اُن پر دہشت طاری ہوگئی۔

فَلَمَّآ اَفَاقَ-

پس جب انھیں غش سے افاقہ ہوا

قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ-

تو انھوں نے تجلی دیکھنے کے بعد بطورِ تعظیم کہا ''اے میرے پروردگار تو پاک اور منزہ ہے۔'' میں نے رویت کا سوال کرکے جو جرأت، جسارت اور اِقدام کیا ہے میں اس سلسلے میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ-

اور میں ان لوگوں میں سب سے پہلے یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تجھے دیکھا نہیں جاسکتا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آیت کے اس حصے کا مفہوم یہ ہے کہ میں پہلا شخص ہوں جو اس بات پر ایمان لاتا ہوں اور اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ اے میرے رب تیرا دیدار نہیں ہوسکتا۔ [1]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کلیم اللہ موسیٰؑ بن عمران کے علم میں یہ بات نہ ہو اللہ عز شانہ کی رویت محال ہے جب کہ وہ سوال کرتے نظر آتے ہیں۔ امامؑ نے جواب دیا کہ کلیم اللہ جانتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات سے مُنزّہ ہے کہ اُسے آنکھوں سے دیکھا جائے لیکن جب اللہ اُن سے ہمکلام ہوا اور انھیں منتخب کرکے مقرب بارگاہ بنالیا تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور انھیں مطلع کیا کہ اللہ نے ان سے کلام کیا ہے انھیں قربت بخشی ہے اور اُن سے چپکے چپکے باتیں کی ہیں تو ان لوگوں نے کہا اے موسیٰؑ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک اسی طرح اللہ کی باتیں نہ سن لیں جس طرح آپ نے سنی ہیں قوم کے افراد کی تعداد سات لاکھ تھی۔ ان میں سے ۷۰ ہزار افراد منتخب ہوئے پھر سات ہزار افراد کا انتخاب کیا پھر ان میں سے سات سو کو چنا اس کے بعد اُن میں سے میقاتِ رب کے لئے صرف ستر افراد کا انتخاب عمل میں آیا۔

حضرت موسیٰؑ ان افراد کو لے کر طورِ سینا کی جانب روانہ ہوئے انھیں پہاڑ کے دامن میں ٹھہرایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے اور اللہ سے التجا کی کہ وہ ان سے ہم کلام ہو اور اِن لوگوں کو بھی اپنی آواز سنائے۔ اللہ نے موسیٰؑ سے گفتگو کی اور ان تمام افراد نے اللہ کا کلام بلندی، پستی، داہنی طرف، بائیں طرف،

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۷۶

سامنے اور پیچھے سے سنا اس لیے کہ اللہ نے درخت میں آواز پیدا کردی اور اس میں سے آواز آتی رہی یہاں تک کہ ان لوگوں نے آواز ہر جہت سے سنی۔ ان لوگوں نے کہا ہم ہرگز اس بات پر ایمان نہیں لائیں گے کہ جو کچھ سنا ہے ہم نے وہ کلام خدا ہے جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔ جب ان لوگوں نے اتنی بڑی بات زبان سے نکالی اور تکبر وغرور سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی کو بھیجا یعنی آسمان سے آگ برسی اور اُن لوگوں کے ظلم کی بنیاد پر انھیں بجلی نے آلیا اور وہ سب کے سب مرگئے۔

موسیٰؑ نے عرض کی پروردگارا! جب میں بنی اسرائیل کی طرف واپس جاؤں گا تو ان سے کیا کہوں گا جب وہ دریافت کریں گے کہ اے موسیٰؑ تم لوگوں کو لے کر گئے اور تم نے انھیں مار ڈالا اس لیے کہ تم نے جو اللہ سے گفتگو کا دعویٰ کیا تھا اس میں تم سچے نہ تھے۔ اللہ نے ان سب کو دوبارہ زندہ کردیا اور موسیٰؑ کے ساتھ روانہ کردیا۔ ان لوگوں نے کہا اے موسیٰؑ اگر آپ اللہ سے اس کی رویت کا سوال کرتے تو وہ آپ کو نظر آجاتا اور آپ ہمیں بتا دیتے کہ وہ کیسا ہے؟ اور ہم اس کی کما حقہ معرفت حاصل کرلیتے۔

موسیٰؑ نے جواب دیا اے میری قوم کے لوگو! اللہ آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور اس کی کوئی کیفیت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی نشانیوں اور علامات سے پہچانا جاتا ہے۔ تو وہ لوگ گویا ہوئے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اللہ سے اس امر کا سوال نہ کریں۔ موسیٰؑ نے کہا پروردگار تو نے بنی اسرائیل کی باتیں سن لیں اور جو بات ان کے حق میں مناسب ہو تو اس سے زیادہ باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر وحی کی ان لوگوں نے مجھ سے جس امر کا مطالبہ کیا تھا تم وہی سوال مجھ سے کرو میں ان کی جہالت کا مؤاخذہ تم سے نہیں کروں گا۔ اس وقت موسیٰؑ نے عرض کی رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ میرے پروردگار تو مجھے اپنا جلوہ دکھا دے کہ میں تیرا دیدار کروں۔ ارشاد ہوا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی جانب دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہ جائے تو البتہ تم مجھے دیکھ سکو گے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پس جب اُن کے رب نے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی کا جلوہ پہاڑ پر دکھایا تو جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ تو اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑے۔ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ جب انھیں افاقہ ہوا تو کہا پروردگار تو پاک اور منزہ ہے میں اپنی قوم کی جہالت سے تیری معرفت کی جانب لوٹتا ہوں وانا اول المومنین اور میں اس بات پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں کہ تو نظر نہیں آسکتا۔[1]

کتابِ اکمال میں امام قائم علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب ہم نے یہ جانا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے منتخب کیا تھا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ان کا انتخاب بجائے درست ہونے کے غلط ثابت ہوا جب کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کا انتخاب درست ہے فاسد نہیں ہے تو ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ

---

(۱) عیون اخبار الرضاج ۱ ص ۲۰۱۔ ۲۰۰ باب ۱۵

کرتے ہیں کہ انتخاب کا اختیار اس ہستی کو حاصل ہے جو دلوں کے مخفی راز اور پوشیدہ نیتوں سے باخبر ہے۔ انشاء اللہ ہم اس حدیث کا بقیہ حصہ سورہ قصص کے ذیل میں بیان کریں گے۔ [۱]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ موسیٰؑ نے اللہ سے سوال کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ان کی زبان پر یہ جملہ آیا "رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ" ان کا یہ سوال کرنا ایک امرِ عظیم تھا اور انھوں نے بھاری بھرکم سوال کیا تھا انھیں اس بات پر عتاب کیا گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "لَنۡ تَرٰىنِیۡ" تم مجھے دنیا میں ہرگز نہ دیکھ سکو گے البتہ مرنے کے بعد تم مجھے آخرت میں دیکھو گے لیکن اگر تم نے مجھے دنیا میں دیکھنے کا عزم کر رکھا ہے تو پھر پہاڑ کی جانب دیکھو اگر پہاڑ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو تم مجھے دیکھ لو گے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے کچھ نشانیاں ظاہر کر دیں اور ہمارے رب نے پہاڑ پر جلوہ دکھایا۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بوسیدہ ہو گیا موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر اللہ نے انھیں زندگی بخشی اور دوبارہ اٹھا دیا تو انھوں نے کہا سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ پروردگار تو پاک ہے میں ان لوگوں میں سب سے پہلے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تجھ کو نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ موسیٰؑ بن عمران نے جب اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کی جانب نظر کرے تو اللہ نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ ایک جگہ بیٹھ جائیں پھر اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ جلوس کی شکل میں بجلی، بادل کی گرج، ہوا اور کڑک کی گونج کے ساتھ گزریں جب بھی فرشتوں کا کوئی جلوس وہاں سے گزرتا تو ان کا جسم کانپنے لگتا وہ سر اٹھا کر سوال کرتے کیا تمھارے درمیان میرا رب ہے تو جواب دیا جاتا وہ آنے والا ہے۔ اے عمران کے بیٹے تم نے بہت بڑا سوال کیا ہے۔ [۳]

تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جب موسیٰؑ نے اپنے رب سے سوال کیا (رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ وَ لٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ) امامؑ نے فرمایا جب موسیٰؑ پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور ملائکہ فوج در فوج آنے لگے ان کے ہاتھوں میں پرچم تھے اور ان کے سر روشن تھے وہ سب فرشتے یکے بعد دیگرے جوق در جوق گزر رہے تھے اور فرما رہے تھے "اے فرزند عمران تم ثابت قدم رہو تم نے بہت عظیم سوال کیا ہے امامؑ نے فرمایا کہ موسیٰؑ وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہمارے رب نے جلوہ دکھایا پہاڑ ریزے ریزے ہو گیا اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پس جب اللہ نے ان کی روح واپس لوٹائی اور انھیں افاقہ ہوا تو انھوں نے فرمایا سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ [۴]

اور ایک روایت میں ہے کہ آگ نے موسیٰؑ کو گھیر لیا تھا تاکہ جو کچھ دیکھ رہے تھے اس سے خوف زدہ ہو کر راہ

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۲۶۲ ح ۲۱ باب ۴۳　(۲) التوحید ص ۲۶۳۔ ۲۶۲ ح ۵ باب ۳۶
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷ ح ۴۷　(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۔ ۲۷ ح ۷۲

فرار اختیار نہ کریں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جب موسیٰؑ بیہوش ہوکر گرے تو ان کی موت واقع ہوگئی پس جب اللہ نے ان کے جسد میں روح واپس کردی اور انھیں افاقہ ہوگیا تو فرمایا سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ [1]

تفسیر قمی میں اللہ کے قول "وَلٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ" کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے امام نے فرمایا کہ اللہ نے حجاب اٹھادیا اور پہاڑ کی جانب نظر کی تو قیامت تک کے لیے پہاڑ جھک کر سمندر میں چلا گیا۔ فرشتے نازل ہوئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اللہ نے فرشتوں کی جانب وحی کی موسیٰ کی خبر لو کہ بھاگنے نہ پائیں فرشتے نازل ہوئے اور انھوں نے موسیٰؑ کو گھیر لیا اور اُن سے کہا اے عمران کے بیٹے ثابت قدم رہو تم نے اللہ سے ایک عظیم سوال کیا ہے۔ جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ پہاڑ دھنس گیا ہے اور فرشتے نازل ہو رہے ہیں تو خوف خدا سے اور جو کچھ دیکھا تھا اس سے خوف زدہ ہوکر چہرے کے بل گر گئے تو اللہ نے ان کی روح کو واپس کردیا اور جب انھیں افاقہ ہوا تو فرمایا سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یعنی میں پہلا تصدیق کرنے والا ہوں کہ تو نظر نہیں آسکتا۔ [2]

کتابِ بصائر میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ کروّبیین ہمارے شیعوں کی ایک جماعت ہے۔ ابتدائی مخلوقات میں سے اللہ نے انھیں عرش کے پیچھے رکھا ہوا ہے اگر ان میں سے ایک کا نور اہل زمین کے لئے تقسیم کردیا جائے تو ان کے لئے کافی ہوگا۔ امامؑ نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے جو سوال کرنا تھا کیا تو اللہ تعالیٰ نے کروبیین میں سے کسی ایک کو حکم دیا اس نے پہاڑ پر جلوہ دکھایا اور پہاڑ کو ریزے ریزے کردیا۔ [3]

جوامع میں فرمایا: کہا گیا ہے کہ آیت کا اور دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ موسیٰؑ کے قول "اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ" سے یہ مراد ہو کہ اے پروردگار تو اپنے آپ کو واضح اور جلی طور پر پہچنوادے۔ آخرت کی کچھ نشانیاں دکھا کر مخلوقات کو تیری معرفت کے لیے جن کی ضرورت ہے۔ "اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ" یعنی میں تیری ایسی معرفت حاصل کرلوں گویا کہ میں تیری جانب دیکھ رہا ہوں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم چاند کو چودھویں شب میں دیکھتے ہو۔ یعنی یہ کہ تم اس کی ایسی معرفت حاصل کرلو گے جو بالکل واضح اور آشکار ہوگی اور وہ اسی طرح روشن ہوگا جس طرح چودھویں رات کا چاند مکمل اور بھرپور نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لَنۡ تَرٰىنِیۡ تم اس طریقے سے میری معرفت حاصل نہ کرسکو گے اور تمھاری قوت اس نشانی کو برداشت نہ کرسکے گی۔ البتہ تم پہاڑ کی طرف نظر کرو کہ میں اس پر اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی وارد کروں گا اگر وہ پہاڑ اس تجلی کو برداشت کرسکے گا اور اپنی جگہ مستقر رہے گا تو تم بھی اس تجلی کو برداشت کرسکو گے اور ثابت قدم رہو گے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ پس جب پہاڑ کے اوپر رب کی نشانیوں میں سے ایک نشانی نے ظہور کیا۔ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّ خَرَّ

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷ ح ۷۶ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۰ (۳) بصائر الدرجات ص ۸۹ ح ۲

مُوْسٰى صَعِقًا ۚ تو پہاڑ کو ریزے ریزے کر دیا اور اس عظیم جلوے کو دیکھ کر موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ پس جب انھیں افاقہ ہوا تو کہا پروردگار تو پاک ہے اور میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے تجھ سے معافی کا خواستگار ہوں وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور میں تیری عظمت و جلالت کا سب سے پہلے اعتراف کرنے والوں میں سے ہوں۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ کلام امیرالمومنین کی روشنی میں رویتِ باری تعالیٰ کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا:

لم تره العيون بمشاهدة الابصار، ولكن راته القلوب بحقائق الايمان، لا يعرف بالقياس، ولا يدرك بالحواس، ولا يشبه بالناس موصوف بالآيات، معروف بالعلامات۔

آنکھیں اپنے مشاہدے سے اسے نہیں دیکھ سکتیں، البتہ دلوں کو ایمان کی حقیقتوں کے ذریعہ وہ نظر آ سکتا ہے، اندازے سے اس کی معرفت حاصل نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی حواس کے ذریعے اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے انسانوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، وہ اپنی نشانیوں میں جھلکتا ہے اور علامتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ [2]

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

لم اعبد ربا لم اره

میں نے ایسے رب کی عبادت نہیں کی جسے دیکھا نہیں۔ [3]

کتاب توحید میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مومنین قیامت کے دن خدا کو دیکھ سکیں گے؟ امامؑ نے فرمایا ہاں! انھوں نے تو قیامت سے پہلے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ دریافت کیا گیا کب ایسا ہوا؟ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا تھا بے شک تو ہمارا رب ہے)۔

امامؑ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ مومنین قیامت سے قبل اللہ کو دنیا ہی میں دیکھ لیں گے کیا تم اس وقت کا مشاہدہ نہیں کر رہے ہو؟ کہا گیا کیا ہم اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کر سکتے ہیں فرمایا نہیں اس لیے کہ اگر تم اللہ کے بارے میں بیان کرو گے تو انکار کرنے والا اس سلسلے میں انکار کر دے گا اور وہ اس تمھاری بتائی ہوئی بات سے جاہل ہوگا۔ پھر امامؑ نے وضاحت فرمائی کہ یہ تشبیہ کفر ہوگی اور دل کا مشاہدہ آنکھوں کی رویت جیسا نہیں ہو سکتا۔ تشبیہ دینے والے اور الحاد کرنے والے جس انداز میں خدا کی توصیف کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔ [4]

---

(۱) جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۶۹ (۲) الکافی ج ۱ ص ۹۷ بہ روایت امام باقرؑ سے مروی ہے۔
(۳) التوحید ص ۱۰۹ ح ۶ و الکافی ج ۱ ص ۹۷۔ ۹۸ ح ۶ باب فی ابطال الرویۃ
(۴) التوحید ص ۱۱۷ ح ۲۰ باب ۸ ماجاء فی الرویۃ

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

۱۴۴۔ ارشاد باری ہوا: اے موسیٰؑ بے شک میں نے تم کو دوسرے لوگوں پر اپنے پیغامات اور ہم کلامی کے لئے منتخب کیا ہے۔ میں نے جو کچھ تمھیں دیا ہے اُسے لے لو اور شکر گزار بنے رہو۔

۱۴۵۔ اور ہم نے الواح میں اُن کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے۔ تم اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے احسن مفہوم کا اتباع کریں میں تمھیں عنقریب فاسقوں کی رہائش گاہیں دکھاؤں گا۔

---

۱۴۴ - اِصْطَفَيْتُكَ - میں نے تمھیں منتخب کیا ہے

عَلَى النَّاسِ - تمھارے معاصرین میں سے

اگرچہ ہارون نبی تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا انھیں حکم دیا گیا تھا اور وہ کلیم اللہ اور صاحبِ شریعت نبی نہیں تھے۔

بِرِسٰلٰتِىْ - اپنے پیغامات سے

یعنی توریت کی مقدس کتابوں کے ذریعے اور اس لفظ کو بِرِسَالَتِی بھی پڑھا گیا ہے یعنی اپنی پیغام بری کے ذریعے

وَبِكَلَامِىْ - اور اپنی ہم کلامی کا شرف دے کر

فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ - میں نے تمھیں رسالت کا جو فریضہ دیا ہے اسے لے لو

وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ - اور اس نعمت پر شکر ادا کرتے رہو۔

اس بارے میں روایت ہے کہ رویت کا سوال عرفہ کے دن ہوا تھا اور انھیں توریت قربانی کے دن عطا کی گئی تھی۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے امامؑ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ "اے موسیٰؑ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے دوسری مخلوقات پر ترجیح دے کر تمھیں اپنی ہم کلامی کے لیے کیوں منتخب کیا؟ فرمایا میرے پروردگار یہ کس طرح ہوا؟ امامؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰؑ میں نے اپنے بندوں کو پلٹ پلٹ کر دیکھا لیکن ان میں سے کسی کو تم سے زیادہ اپنے سامنے عاجز اور منکسر المزاج نہیں پایا۔ اے موسیٰؑ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنا رخسار تراب (مٹی) پر رکھتے ہو یا کہا کہ زمین پر رکھتے ہو۔[۲]

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۶۸ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۲۳ ح ۷

علل الشرائع میں امام صادقؑ سے مروی ہے جس کا مضمون اس روایت سے ملتا جلتا ہے۔ [۱]

۱۴۵- وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ -

اور ہم نے الواح میں دینی امور سے متعلق تمام ضروری باتیں ان کے لیے تحریر کردی ہیں

مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ -

ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے۔ الواح جنت کے زمرد سے بنی ہوئی تھیں جیسا کہ عیاشی نے امامِ صادقؑ سے روایت کی ہے۔ [۲]

اور کتاب بصائر میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ الواح کو سبز رنگ کے زمرد سے بنایا گیا تھا۔ [۳]

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ - اے موسیٰؑ تم ان الواح کو کوشش اور پختہ ارادے کے ساتھ تھامے رہو

تفسیر قمی میں ہے کہ دل کی قوت کے ساتھ اسے تھامے رہو۔ [۴]

وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا -

اور اپنی قوم کے لوگوں کو حکم دو کہ قصاص اور انتقام کے ساتھ ساتھ اس کی احسن باتوں پر عمل کریں جیسے صبر اور عفو و درگزر اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مانند ہے وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم (الزمر ۵۵) جو کچھ تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا جاچکا ہے اس میں سے احسن کا اتباع کرو۔

اور اللہ کا قول: فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ (زمر ۱۸)

وہ لوگ احسن بات کی پیروی کرتے ہیں۔

سَأُرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ -

میں عنقریب تمھیں گزشتہ قوموں کی رہائش گاہیں دکھادوں گا جو حکم خداوندی کی مخالفت کیا کرتے تھے اور اللہ کی اطاعت سے باہر نکل گئے تھے تاکہ تمھیں اس بات سے عبرت حاصل ہو۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے جفر کے بارے میں مروی ہے کہ خداوند عالم نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الواح کو نازل کیا تو اس میں جو کچھ ہوچکا تھا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا اُن سب کی وضاحت کردی۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دن پورے ہونے والے تھے تو اللہ نے اُن پر وحی کی ان الواح کو جو جنت کے زمرد سے تیار ہوئی تھیں ایک پہاڑ کے سپرد کردیں جس کا نام "زینہ" ہے موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب آئے پہاڑ اُن کے لئے شگافتہ ہوا انھوں نے لپٹی ہوئی الواح کو اس میں رکھ دیا تو وہ دوبارہ جُڑ گیا۔ یہ الواح مسلسل پہاڑ میں رہیں یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مبعوث فرمایا۔ یمن کا ایک قافلہ آنحضرتؐ

---

(۱) علل الشرائع ص ۵۶۔۵۷ ح ۲ باب ۵۰
(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸ ح ۷۷
(۳) بصائر الدرجات ص ۱۶۱ ح ۶ باب ۱۱
(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۰

سے ملاقات کے لیے روانہ ہوا جب وہ پہاڑ کے قریب سے گزرے تو پہاڑ شگافتہ ہوا اور الواح لپٹی ہوئی اسی طرح برآمد ہوئیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے انھیں رکھا تھا۔ قافلے والوں نے اسے لے لیا جب وہ ان کے قبضے میں آ گئیں تو اللہ نے ان کے دلوں میں ایسا خوف ڈال دیا کہ وہ اسے نہ دیکھ سکیں اور وہ سہم گئے اور اسے رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیج کر یمن کے وفد اور انھیں جو کچھ ملا تھا اس بارے میں آنحضرتؐ کو مطلع کر دیا۔

جب وہ لوگ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کو سلام کیا تو سب سے پہلے آنحضرتؐ نے ان سے ان الواح کے بارے میں دریافت کیا جو انھیں ملی تھیں۔ وہ کہنے لگے جو کچھ ہمیں ملا ہے وہ آپ کیسے جانتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے رب نے مجھے بتایا ہے اور وہ الواح ہیں۔ وہ کہنے لگے نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰہ۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ ان لوگوں نے ان الواح کو آنحضرتؐ کے پاس رکھا۔ آنحضرتؐ نے ان الواح کو دیکھا اور اس کی تحریر کو پڑھا اور یہ الواح عبرانی زبان میں تھیں۔ پھر آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو طلب کیا اے علیؑ اسے حفاظت سے رکھو اس میں اولین اور آخرین کا علم ہے۔ یہ موسیٰؑ کی الواح ہیں۔ میرے رب نے حکم دیا ہے کہ انھیں میں تمھارے سپرد کر دوں۔ حضرت علی نے فرمایا میں اسے اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا ہے کہ تمھیں حکم دوں کہ ان الواح کو آج رات اپنے سر کے نیچے رکھ لو جب صبح ہوگی تو تم اس کی قرأت سے باخبر ہو جاؤ گے۔ علیؑ نے انھیں سر کے نیچے رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ان الواح میں تحریر شدہ ہر شے کا علم عطا فرمادیا۔ آنحضرتؐ نے ان کی کتابت کا حکم دیا اور علیؑ نے انھیں کھال میں لکھ دیا اور اسی کا نام جفر ہے اس میں اولین اور آخرین کا علم ہے اور وہ ہمارے پاس ہے اور الواح بھی ہمارے پاس ہیں۔ ہم ہی انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ ان سب پر اللہ رحمت ہو۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا وہ چٹان جہاں موسیٰؑ کی الواح محفوظ تھیں وہ فلاں وادی میں درخت کے نیچے موجود ہے۔ [۱]

کتاب بصائر میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک یمنی کو اس چٹان کا تعارف کرایا تھا جس میں وہ داخل ہوا۔ [۲]

اور اسی کتاب میں یہ روایت دوسری طرح امیر المومنین علیہ السلام سے وارد ہوئی ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے لوح کو لیا اور وہ عبرانی زبان میں تھی انھوں نے اسے میرے سپرد کر دیا میں نے اسے اپنے سر کے قریب رکھا اور جب دوسرے دن صبح ہوئی تو وہ باعظمت عربی زبان میں تھی۔ اللہ نے جب سے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا ہے اس وقت سے لے کر قیامت واقع ہونے تک اس میں تمام باتوں کا علم تھا میں نے ان تمام امور سے واقفیت حاصل کر لی۔ [۳]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸ ح ۷۷ (۲) بصائر الدرجات ص ۱۶۱ ح ۷ باب ۱۱ (۳) بصائر الدرجات ص ۱۶۱ ح ۶ باب ۱۱

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ وَ اِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا بِہَا ۚ وَ اِنۡ یَّرَوۡا سَبِیۡلَ الرُّشۡدِ لَا یَتَّخِذُوۡہُ سَبِیۡلًا ۚ وَ اِنۡ یَّرَوۡا سَبِیۡلَ الۡغَیِّ یَتَّخِذُوۡہُ سَبِیۡلًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ کَانُوۡا عَنۡہَا غٰفِلِیۡنَ ﴿۱۴۶﴾

وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الۡاٰخِرَۃِ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ ؕ ہَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

۱۴۶۔ میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کا رُخ پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اتراتے پھرتے ہیں، خواہ وہ کوئی بھی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اگر انھیں راہِ ہدایت نظر بھی آجائے تو بھی اس راہ پر گامزن نہ ہوں گے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو فوراً اس پر چل پڑیں گے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور اُن سے غافل رہے ہیں۔

۱۴۷۔ اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال ضائع ہوگئے۔ انھیں ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے عمل انھوں نے انجام دیے ہیں۔

۱۴۶- سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ -

میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کا رُخ پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اتراتے پھرتے ہیں کیوں کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے وہ ان نشانیوں کے بارے میں تفکر و تدبر سے کام نہیں لیتے اور نہ ہی ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

وَ اِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ -

خواہ وہ لوگ کسی قسم کی منزلت یا معجزہ دیکھ لیں

لَّا یُؤۡمِنُوۡا بِہَا ۚ -

اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں اس لیے کہ وہ مختلف عقلوں کے مالک ہیں کیوں کہ وہ تقلید اور خواہشات میں منہمک ہوگئے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے:

اذا عظمت امّتی الدنیا نزع عنها هیبة الاسلام، واذا ترکوا الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

حرمت برکۃ الوحی

جس وقت میری امت دنیا کو عظیم سمجھنے لگے گی تو اس سے اسلام کی ہیبت دور ہو جائے گی اور جب وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیں گے تو وحی کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔ [1]

وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ -

اور اگر انھیں راہِ ہدایت نظر بھی آ جائے تو وہ اس پر گامزن نہ ہوں گے

لفظ رُشد بفتحتین یعنی رَشَد بھی پڑھا گیا ہے لیکن معنی میں کوئی فرق نہیں۔

وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ -

اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو فوراً اس پر چل پڑیں گے

تفسیر قمی میں ہے کہ جب وہ ایمان، سچائی، وفاداری اور عملِ صالح کو دیکھتے ہیں تو اسے اختیار نہیں کرتے اور جب وہ شرک، زنا اور گناہ کے کاموں کو دیکھتے ہیں تو انھیں اختیار کر لیتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ [2]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ -

سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور اُن سے غافل رہے ہیں۔ یعنی اس برگشتگی کا سبب آیتوں کو جھٹلانا اور آیتوں میں غور و فکر نہ کرنا ہے۔

۱۴۷- وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۗ -

اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے وہ ان اعمال سے فائدہ حاصل نہ کر سکے

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ -

انھیں ویسا ہی بدلہ ملے گا انھوں نے جیسے عمل انجام دیئے ہوں گے یعنی جو ان کے عمل کی جزا ہو گی وہی انھیں ملے گی۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۷۰ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۰

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَ لَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ یَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

وقف لازم

۱۴۸۔ اور موسیٰ کی قوم نے موسیٰ کے بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنالیا۔ ایک جسم جس سے بیل کی آواز نکلتی تھی کیا ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ تو ان سے بات کرسکتا ہے اور نہ ہی انھیں راستہ دکھا سکتا ہے۔ انھوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ لوگ ظالم تھے۔

۱۴۹۔ اور جب انھیں ندامت ہوئی اور انھوں نے دیکھا کہ وہ گمراہ ہوگئے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر مہربان نہ ہوگا اور ہماری مغفرت نہیں کرے گا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

۱۴۸ - وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ -

موسیٰؑ کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے میقات پر چلے جانے کے بعد (بچھڑا) بنالیا

مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ -

زیورات سے ایک بچھڑا (بنالیا) جو ایک جسم تھا روح سے خالی تھا اس کی آواز گائے کی آواز جیسی تھی۔

بچھڑے کا قصہ تفصیلی طور سے سورۂ بقرہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے جو مناجات کی تھی اس میں کہا تھا:

یارب هذا السامری صنع العجل فالخوار من صنعه

اے میرے رب اس سامری نے بچھڑا بنایا ہے اور اس میں آواز اس نے پیدا کردی ہے۔

امامؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ اے موسیٰؑ یہ میری طرف سے ایک امتحان ہے تم اس بارے میں زیادہ جستجو نہ کرو۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کہا اے میرے پروردگار بت کو کس نے آواز عطا کی ہے۔ اللہ نے وحی کی اے موسیٰؑ میں نے اسے آواز دی ہے۔ تو موسیٰؑ نے کہا:

ان هی الا فتنتك تضل بها من تشاء وتهدی من تشاء

یہ تو تیری آزمائش ہے تو جسے چاہے گمراہی میں رکھتا ہے اور جسے چاہے ہدایت عطا کرتا ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ -

کیا ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ تو اُن سے بات کرسکتا ہے اور نہ ہی انھیں راستہ دکھا سکتا ہے۔

یہ ایک طرح کی تنبیہ ہے کہ وہ لوگ گمراہی میں کس قدر زیادہ بہک گئے ہیں اور وہ غور وخوض اور فکر ونظر سے کام نہیں لے رہے ہیں۔ یہ بچھڑا تو عام انسانوں جیسا بھی نہیں ہے تو بھلا وہ قوتوں اور تقدیروں کا خالق کیسے ہوسکتا ہے؟

اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ -

انھوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ لوگ ظالم تھے

ظلمین سے مراد ہے کہ وہ چیزوں کو غلط جگہ پر رکھ رہے تھے۔ بچھڑے کا بنالینا ان کی جانب سے کوئی نئی بات نہ تھی۔

۱۴۹ - وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ -

اور جب انھیں ندامت ہوئی

یہ جملہ کنایہ ہے ان کی شدید ندامت پر اس لیے کہ شرمندہ اور حسرت و یاس میں رہنے والا غم کے مارے اپنی انگلیاں چباتا ہے اس طرح اس سلسلے میں اس کا ہاتھ نیچے گر پڑتا ہے۔

وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ -

اور انھیں پتا چلا کہ بچھڑا بنا کر وہ گمراہ ہوگئے ہیں

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا -

انھوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر مہربان نہیں ہوگا اور گناہوں کو بخش کر ہماری مغفرت نہیں کرے گا

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ -

تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖؗ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸

۱۵۰۔ جب موسیٰؑ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کے عالم میں واپس آئے تو کہنے لگے میرے جانے کے بعد تم لوگوں نے بہت بری حرکت کی ہے تم سے اتنا صبر نہ ہوا کہ رب کے حکم کا انتظار کر لیتے اور انھوں نے الواح پھینک دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ تو انھوں نے کہا اے میرے ماں جائے قوم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا اور وہ مجھے قتل کرنے کے درپے تھے، آپ ایسا کام نہ کریں کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور نہ ہی مجھے ظالم لوگوں کے ساتھ ملایئے۔

۱۵۱۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

۱۵۰- وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ-

اور جب موسیٰؑ اپنی قوم کی جانب نہایت غصے اور افسوس کے عالم میں واپس آئے
یا غمگین ہو کر واپس لوٹے

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ-

تو کہنے لگے میرے جانے کے بعد تم لوگوں نے بہت بری حرکت کی ہے۔

تم میرے قائم مقام اور میرے بعد میرے جانشین تھے اس کے باوجود تم لوگوں نے عبادتِ خداوندی کی جگہ بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ-

تم سے اتنا صبر نہ ہوا کہ رب کے حکم کا انتظار کر لیتے

کہا جاتا ہے عجل عن الامر اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص کام کو نامکمل چھوڑ دے اور اس کا غیر اسے جلدی سے کر گزرے اور اس جملہ میں سبقت کے معنی بھی شامل ہیں۔

اس جملے کا مفہوم یہ ہوگا کہ تم نے اپنے پروردگار کے حکم کو نامکمل چھوڑ دیا اور وہ حضرت موسیٰؑ سے کیے ہوئے وعدے کی بنیاد پر اُن کا انتظار کرنا تھا۔

وَ اَلۡقَی الۡاَلۡوَاحَ - اور انھوں نے الواح پھینک دیں

دین کی محبت کے سبب، شدت غضب کی وجہ سے اور رنج والم کی بنیاد پر۔

روایت کی گئی ہے کہ جب انھوں نے الواح پھینک دیں تو وہ ٹوٹ گئیں اور اس کا کچھ حصہ ختم ہوگیا۔ ۱

کتاب بصائر میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ الواح میں کچھ ٹوٹ گئیں اور اُن میں سے کچھ باقی بچا اور کچھ اٹھالیا گیا۔ ۲

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک یمنی شخص کو یمن کی ایک پہاڑی سے متعارف کرایا تھا اور اس سے کہا تھا کہ یہ وہ پہاڑی ہے جس نے توریت کی گم شدہ باتوں کو نگل لیا تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے الواح پھینکیں تھیں جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا تو اس پہاڑی نے الواح کی باقی ماندہ چیزوں کو ہمارے سپرد کردیا اور وہ ہمارے پاس ہے۔ ۳

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر اپنا کرم کرے کہ جسے کوئی بات بتلائی جائے وہ اس شخص کی مانند نہیں ہوتا جسے وہ چیز دکھلا دی جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں اُن کی قوم کی گمراہی سے مطلع کردیا تھا اور انھیں معلوم تھا کہ اللہ نے انھیں جو بات بتلائی ہے وہ برحق ہے اور اس کے باوجود انھوں نے اپنے ہاتھوں میں الواح پکڑ رکھی تھیں وہ اسی طرح اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور انھیں جب اس عالم میں دیکھا تو الواح کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ ۴

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔ ۵

وَ اَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِیۡهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیۡهِ

اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کو اپنی طرف کھینچنے لگے

کتاب علل الشرائع میں امام صادقؑ سے مروی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا اس لیے کیا کہ جب قوم موسیٰؑ نے بچھڑے کی پرستش شروع کردی تو ہارون نے ان لوگوں سے علیحدگی اختیار نہیں کی اور موسیٰؑ سے آکر نہیں ملے۔ اگر ہارون ایسا کرلیتے تو اس قوم پر عذاب نازل ہوجاتا۔ ۶

قَالَ ابۡنَ اُمَّ - تو انھوں نے کہا اے میرے ماں جائے

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۰ (۲) بصائر الدرجات ص ۱۶۱ ح ۶ باب ۱۱

(۳) بصائر الدرجات ص ۱۵۷ ح ۷ باب ۱۰ (۴) مجمع البیان ج ۳-۴ ص ۴۸۲

(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۹ ح ۸۱ (۶) علل الشرائع ص ۶۸ ح ۱ باب ۵۸ وہ سبب جس کی وجہ سے ہارونؑ نے موسیٰ سے کہا تھا یابن اُم لا تاخذ بلحیتی وَلا براسی اور یا بن اَبی نہیں کہا۔

حضرت ہارونؑ نے ماں جائے کہہ کر گفتگو کی کیوں کہ یہ جذبۂ رحم سے زیادہ قریب تھا۔ کتاب علل الشرائع میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت ہارونؑ نے یاابن ابی (اے میرے باپ کے بیٹے) نہیں کہا اس لیے کہ ایک باپ کے بیٹے اگر مختلف ماؤں کی اولاد ہوں تو ان میں دشمنی اور عداوت کا پایا جانا کوئی انوکھی بات نہیں مگر یہ کہ اللہ انھیں اس بات سے محفوظ رکھے لیکن ایک ماں کی اولاد میں عداوت کا پایا جانا بعید از عقل ہے۔ [۱]

کتاب کافی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے خطبۂ وسیلہ میں ہے کہ ہارونؑ ماں باپ دونوں کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ [۲]

تفسیر قمی میں اسی جیسی روایت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ [۳]

کہا گیا ہے کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے وہ نہایت بردبار اور نرم خُو تھے اسی لئے بنی اسرائیل میں بہت زیادہ محبوب تھے۔ [۴]

تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتی تھی اور موسیٰؑ وہ پیغام حضرت ہارونؑ کو بتلاتے تھے اور موسیٰؑ اپنے رب سے تنہائی میں چپکے چپکے گفتگو کیا کرتے تھے، وہ علم کو لکھ لیتے تھے اور بنی اسرائیل کے مابین فیصلے کیا کرتے تھے اور یہ کہ موسیٰؑ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی البتہ ہارونؑ کی اولاد تھی۔ [۵]

اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ - قوم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا

یعنی وہ مجھ پر غالب آ گئے اور مجھے کمزور کر دیا تھا میں نے نصیحت اور وعظ کے ذریعہ انھیں اس امر سے روکنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ -

اُن کے اس عمل سے مخالفت کی بنیاد پر قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے

فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ -

آپ ایسا کام نہ کریں کہ جس کی بنا پر دشمن میرا مذاق اڑائیں اور مجھ پر ہنسیں

وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ -

اور نہ ہی آپ میرا مواخذہ کر کے مجھے ظالم لوگوں میں سے شمار کیجیے اور نہ ہی مجھے قصوروار ٹھہرایئے۔

۱۵۱ - قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ .... اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ -

(اس کے بعد) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دعا کی اے میرے پروردگار تو میری اور میرے بھائی ہارونؑ کی مغفرت فرما اور ہم دونوں کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ دے دے بے شک تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

---

(۱) علل الشرائع ص ۶۸ ح ۱ باب ۵۸ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۷ ح ۴ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۳۷
(۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۰ (۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۳۷

اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ سَیَنَالُهُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَ ذِلَّةٌ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُفۡتَرِیۡنَ ﴿۱۵۲﴾
وَ الَّذِیۡنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهَا وَ اٰمَنُوۡۤا ۫ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۲۔ بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا اُن کو اُن کے رب کی جانب سے غضب پہنچے گا اور دنیاوی زندگی میں انھیں ذلت نصیب ہوگی اور ہم افترا پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔
۱۵۳۔ اور جن لوگوں نے برائی کا ارتکاب کیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمھارا رب اس کے بعد بخش دے گا کہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

۱۵۲ - اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا .... مِّنۡ رَّبِّهِمۡ -

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ حکم ہے جو انھیں اپنے نفوس کو قتل کرنے کا دیا گیا تھا۔ [۱]

وَ ذِلَّةٌ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ؕ -

اور دنیاوی زندگی میں ذلت سے مراد بنی اسرائیل کا اپنے وطن سے باہر نکل جانا ہے۔ [۲]

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جزیہ دینا ہے۔ [۳]

وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُفۡتَرِیۡنَ -

اور ہم افترا پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اور اُن کی افترا پردازی ان کا یہ قول تھا هٰذَاۤ اِلٰهُکُمۡ وَ اِلٰهُ مُوۡسٰی "یہ تمھارا اور موسیٰ کا معبود ہے" (طٰہٰ۔ ۸۸)

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا تم بدعتی کو ہمیشہ ذلیل پاؤ گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول اور اُن کے اہل بیت علیہم السلام پر افترا کرنے والا ذلیل ہوگا۔ [۴]

۱۵۳ - وَ الَّذِیۡنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ - اور جن لوگوں نے کفر وعصیان کے سبب برائی کا ارتکاب کیا ہے

ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهَا - پھر برائیوں کے بعد توبہ کرلی

وَ اٰمَنُوۡۤا ۫ - اور تقاضائے ایمان کے مطابق عمل کیا

اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا - تو بے شک تمھارا رب توبہ کے بعد بخش دے گا

لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ - کیوں کہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۷۰ (۲ و ۳) انوار التنزیل بیضاوی ج ۱ ص ۳۷۱ (۴) الکافی ج ۲ ص ۱۶ ح ۶

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

۱۵۴۔ جب موسیٰؑ کا غصہ فرو ہوا تو انھوں نے الواح کو اٹھا لیا اور اس کی تحریر میں ہدایت و رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

۱۵۵۔ اور موسیٰؑ نے اپنی قوم کے ستر افراد منتخب کئے تاکہ وہ ان کے ساتھ مقررہ وقت پر حاضر ہوں۔ جب انھیں بھونچال نے آلیا تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو انھیں اور مجھے پہلے ہی ہلاک کرسکتا تھا، ہم میں سے چند نادانوں نے جو خطا کی ہے کیا اس کی پاداش میں تُو ہم سب کو ہلاک کردے گا؟ یہ تو تیرا امتحان تھا جس کے ذریعہ تُو جسے چاہتا ہے گمراہی میں رہنے دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے تُو ہی ہمارا سرپرست ہے تُو ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم کر اور تُو ہی بہترین بخشنے والا ہے۔

۱۵۶۔ اے اللہ تُو ہمارے لیے اس دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی لکھ دے۔ ہم نے تیری طرف رجوع کرلیا۔ جواب میں ارشاد ہوا میں جس تک چاہوں گا میرا عذاب پہنچ جائے گا لیکن میری رحمت نے ہر شے کو اپنے اندر لے لیا ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھ دوں گا جو متقی ہوں گے، زکوٰۃ دیتے ہوں گے اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو تسلیم کرتے ہوں گے۔

---

۱۵۴ - وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ - اور جب موسیٰؑ کا غصہ فرو ہوا

غضب کے پرسکون ہونے اور آتشِ غضب کے خاموش ہو جانے کو سکوت سے تعبیر کیا ہے۔ اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ جو کچھ ہوا تھا اس بنیاد پر وہ اپنے غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ معاملہ اُن سے متعلق تھا ان سے غضب سرزد ہوا تھا اور وہ غصہ میں آئے تھے یہ بلاغتِ کلام کا ایک نمونہ ہے۔

اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ -

جن الواح کو انھوں نے ڈال دیا تھا انھیں اٹھا لیا

وَ فِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى -

اور ان الواح میں رہنمائی اور ان امور دینی کا بیان ہے جن کی ضرورت پڑتی ہے

وَّ رَحْمَةٌ - نعمت اور منفعت تھی

لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ -

ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے سے ڈرتے ہیں۔

۱۵۵ - **وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ** -

اور موسیٰؑ نے اپنی قوم سے منتخب کئے

سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ -

ستر افراد تا کہ وہ وقت مقررہ پر حاضر ہوں

ان افراد کی داستان رویت کے سوال کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ -

پس جب انھیں بھونچال نے آلیا

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ ؕ -

تو موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو انھیں اور مجھے پہلے ہی ہلاک کر سکتا تھا

موسیٰؑ نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے دیکھنے سے قبل ان لوگوں اور اپنی ہلاکت کی تمنا کی تھی۔

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ -

ہم میں سے چند نادانوں نے طلب رویت کے سلسلے میں جو جسارت کی ہے اس کی پاداش میں کیا تو ہم سب کو ہلاک کر ڈالے گا؟

کتاب توحید میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ستر افراد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے تو انھوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ: اے موسیٰؑ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے ہمیں بھی اُسے دکھایئے جسے آپ نے دیکھا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ میں نے اللہ کو نہیں دیکھا تو وہ بولے: ہم آپ

پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ اللہ کو نمایاں طور سے دیکھ نہ لیں تو اس وقت انھیں بجلی نے گرفت میں لے لیا اور وہ سب کے سب جل گئے صرف موسیٰؑ باقی بچے۔ موسیٰؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار میں نے بنی اسرائیل کے ستر افراد منتخب کیے انھیں لے کر آیا اور اب میں تنہا واپس جاؤں تو میری قوم کے لوگ کس طرح میری بات کو تسلیم کریں گے جب میں انھیں اس امر سے مطلع کروں گا۔ لَوۡ شِئۡتَ اَهۡلَكۡتَهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اگر تو چاہتا تو انھیں اور مجھے پہلے ہی ہلاک کرسکتا تھا۔ ہم میں سے چند نادانوں نے جو خطا کی ہے تو اس کی پاداش میں ہم سب کو ہلاک کردے گا؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مرجانے کے بعد انھیں دوبارہ حیات عطا کردی۔ [۱]

کتاب عیون میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ [۲]

اِنۡ هِيَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ-

یہ تو تیرا امتحان تھا کہ جب تو نے اپنا کلام انھیں سنا دیا تو ان میں دیکھنے کی لالچ پیدا ہوگئی

تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِيۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ اَنۡتَ وَلِيُّنَا-

جس کے ذریعہ تو جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے تو ہمارا سرپرست ہے ہمارا امر تجھ سے قائم ہے

فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡغٰفِرِيۡنَ-

تو ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم کر اور تو ہی بہترین بخشنے والا ہے۔

تو برائیوں کی مغفرت فرماتا ہے اور انھیں نیکیوں میں تبدیل کردیتا ہے۔

۱۵۶-وَاكۡتُبۡ لَنَا فِيۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةً-

اے اللہ! تو ہمارے لئے اس دنیا میں نیکی اور بھلائی لکھ دے

یعنی اچھی طرح زندگی گزارنا اور اطاعت کی توفیق کا حاصل ہونا۔

وَّ فِي الۡاٰخِرَةِ-

اور آخرت میں (جنت عطا کردے)

اِنَّا هُدۡنَاۤ اِلَيۡكَ ؕ-

ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے

قَالَ عَذَابِيۡۤ اُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ اَشَآءُ ۚ-

ارشاد فرمایا کہ میں جس پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہوں اس تک میرا عذاب پہنچ جائے گا

---

(۱) التوحید ص ۴۲۴ ح ۱ باب ۶۵ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰ ح ۱ باب ۱۲

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ -

لیکن دنیا میں میری رحمت نے ہر شے کو اپنے اندر لے لیا ہے

خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اطاعت گزار ہو یا نافرمان ہر ایک میری نعمت میں تصرف کر رہا ہے۔

یا یہ کہ دنیا اور آخرت دونوں میں میری رحمت نے ہر شے کا احاطہ کر لیا ہے۔ اِلاّ یہ کہ ایک قوم اپنی گمراہی کے سبب اس رحمت میں شامل نہیں ہوگی۔

فَسَاَكْتُبُهَا -

میں اسے آخرت میں مقرر کر دوں گا لازم قرار دوں گا۔

لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ -

ان لوگوں کے حق میں جو متقی ہوں گے یعنی شرک اور عصیان سے بچتے ہوں گے

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ -

اور زکوٰۃ دیتے ہوں گے اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو تسلیم کرتے ہوں گے یعنی ان میں سے کسی بات کا بھی انکار نہ کرتے ہوں گے۔

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَ عَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

۱۵۷۔ جو لوگ اس رسول، نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر وہ توریت اور انجیل میں تحریر شدہ پاتے ہیں، وہ رسول انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے، پاک چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام بتلاتا ہے اور ان پر سے بوجھ اور طوق کو اتار دیتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ پس جو لوگ ان پر ایمان لائے، ان کی توقیر کی، ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اُن کے ساتھ نازل کیا گیا ہے یقیناً یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

۱۵۷- اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ-

جو لوگ اتباع کرتے ہیں رسول نبی کا

کتابِ کافی میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول وہ ہے جس کے سامنے فرشتہ ظاہر ہو اور اس سے گفتگو کرے اور نبی وہ ہوتا ہے جو خواب میں دیکھتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رسالت اور نبوت ایک فرد میں جمع ہو جائے۔ [1]

الۡاُمِّیَّ- جو امی ہے

اُمی منسوب ہے اُمُّ الۡقُرٰی کی طرف اور اس سے مراد مکہ ہے اسی طرح تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ [2]

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ نبی کو امی کیوں کہا گیا ہے تو امامؑ نے فرمایا مکہ کی طرف نسبت کی وجہ سے اور یہ ثابت ہوتا ہے اللہ کے قول لِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَ مَنۡ حَوۡلَهَا (انعام-۹۲) سے اور اُمُّ القُرٰی سے مراد مکہ ہے اسی وجہ سے حضور سرور کائناتؐ کو امی کہا گیا۔ [3]

کتاب علل میں امام محمد تقی الجوادؑ سے روایت ہے کہ آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو امامؑ نے

(۱) الکافی ج۱ ص ۱۷۷ ح ۴ (۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۸۶ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱ ح ۸۶

دریافت کیا لوگ کیا کہتے ہیں تو کہا کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں اُمی اس لئے کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ لکھ نہیں سکتے تھے تو امامؑ نے فرمایا انھوں نے جھوٹ کہا اُن پر اللہ کی لعنت ہو یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ارشاد رب العزت ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (الجمعہ۔۲) تو بھلا وہ کیوں کر انھیں پڑھائیں گے اگر خود پڑھنا لکھنا نہ جانتے ہوں گے۔ خدا کی قسم رسول اکرمؐ ۷۲ زبانوں یا فرمایا کہ ۷۳ زبانوں میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ انھیں اُمی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ مکہ کے رہنے والے تھے اور مکہ ''اُمَّهَاتُ الْقُرٰی'' (قریوں کی مائیں) میں سے ہے اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا (انعام۔۹۲)۔ [1]

الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۔

جن کا نام اور وصف وہ توریت اور انجیل میں تحریر شدہ پاتے ہیں

تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جو حضرت محمدؐ کے اوصاف اور نام سے آشنا تھے۔ [2]

کتاب مجالس میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ کسی یہودی نے رسولِ اکرمؐ سے کہا کہ میں نے آپ کی تعریف توریت میں پڑھی ہے کہ محمد بن عبداللہ کی ولادت مکہ میں ہوگی اور وہ طیبہ (مدینہ) کی طرف ہجرت کرے گا وہ بدخلق، تند خو، چیخ و پکار کرنے والا، فحش کلام اور بدگوئی کرنے والا نہ ہوگا اور میں گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ میرا مال حاضر ہے آپ اس کے بارے میں حکمِ خدا کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ [3]

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جب توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تو اس میں حضرت محمدؐ کی بشارت دی گئی۔ امامؑ نے فرمایا مسلسل انبیاءِ کرام آنحضرتؐ کی بشارت دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح عیسیٰؑ بن مریم کو مبعوث فرمایا تو انھوں نے بھی حضرت محمدؐ کی بشارت دی اور اللہ تعالیٰ کے قول یَجِدُوْنَهٗ الخ سے مراد ہے کہ یہودی اور عیسائی حضرت محمدؐ کی توصیف اپنے پاس توریت اور انجیل میں تحریر شدہ پاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وضاحت کر رہا ہے کہ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصف۔۶) میں بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔ [4]

کتاب کافی کی روایت مرفوع میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی تو خداوند عالم

---

(۱) علل الشرائع ص ۱۲۵۔ ۱۲۴ ح ۱ باب ۱۰۵
(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱ ح ۸۷
(۳) الامالی للشیخ الصدوق ص ۳۷۶ ح ۶ ۷۱ ویں مجلس
(۴) الکافی ج ۸ ص ۱۱۷ ح ۹۲

نے ان سے اُن کی مناجات میں کہا: اے موسیٰؑ! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں شفیق اور مہربان بتول کے فرزند عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں اور اُن کے بعد سرخ اونٹ کے مالک طیب و طاہر، پاک و پاکیزہ ہستی کے بارے میں ان کی مثال تمھاری کتاب میں یہ ہے کہ وہ تمام کتابوں کا محافظ ہوگا وہ رکوع کرنے والا، سجدہ کرنے والا، منکسر المزاج اور دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش ہوگا، اس کے بھائی مساکین ہوں گے اور دوسری قوم اس کی مددگار ہوگی۔ [1]

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ-

وہ رسول انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے اور پاک چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام بتلاتا ہے

بعض روایات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ طیبات کی تاویل یہ ہے کہ علم کو اس کے اہل سے حاصل کرنا اور مخالف کے قول کو ماننا خبائث ہے۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ-

ان پر سے اُس بوجھ اور طوق کو اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے

وہ جن دشوار گزار مشکلات سے دوچار تھے ان پر سے اُن مشکلات کا بوجھ اتارتا ہے۔

اِصر کی اصل ثِقل ہے یعنی بوجھ سورۂ بقرہ کے آخر میں "اصر" سے متعلق حدیث بیان کی جاچکی ہے کہ اس امت سے کس طرح بوجھ کو ہلکا کیا گیا۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ-

پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور اُن کی توقیر کی

ان کو تقویت پہنچا کر اور اُن کی حمایت کر کے اُن کی تعظیم کی اور تعزیر کا مفہوم ہے مدد کرنا۔

وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ-

ان کی نصرت کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اُن کے ساتھ نازل کیا گیا

نور کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے مراد "قرآن" ہے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "نور" سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ [2]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس مقام پر نور کا مفہوم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔ [3]

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ-

یقیناً یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۴۲۔ ۴۳ ح ۸

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

۱۵۸۔ محمدؐ آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ جو زندگی عطا کرتا اور موت سے ہمکنار کرتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی اُمی ہے جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اسی کا اتباع کرو تا کہ ہدایت پاسکو۔

۱۵۹۔ اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حق کی راہ دکھاتا تھا اور حق کے مطابق انصاف کرتا تھا۔

۱۵۸- قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا -

اے محمدؐ آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں

کتاب مجالس میں امام حسن مجتبیٰؑ سے مروی ہے کہ کچھ یہودی لوگ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا اے محمدؐ! کیا آپ ہی وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ہی وہ ہیں جن پر اسی طرح وحی نازل ہوتی ہے جس طرح موسیٰ بن عمران پر نازل ہوا کرتی تھی۔ نبی اکرمؐ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے پھر آپؐ نے فرمایا یقیناً میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں ہے اور میں خاتم الانبیاء اور امام المتقین ہوں اور رب العالمین کی جانب سے رسول ہوں۔ انھوں نے دریافت کیا آپ کس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں عرب کی طرف یا عجم کی طرف یا ہماری طرف؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ [1]

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ .... وَ كَلِمٰتِهٖ -

وہ (اللہ) جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت سے ہمکنار کرتا ہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی اُمّی ہے اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے۔

کلمات سے مراد ہے جو کچھ اللہ نے اُن پر نازل فرمایا ہے اور جو اُن سے پہلے تشریف لانے والے مرسلین پر نازل کیا گیا تھا۔

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ -

اور اسی کا اتباع کرو تا کہ ہدایت پاسکو

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس سے مراد ہے کہ تم اس علم لدنی کے بارے میں رہنمائی حاصل کرلو جو اللہ کی محبت اور اس کی ولایت تک پہنچاتا ہے اور یہ حاصل نہیں ہوسکتا سوائے ایمان اور اتباع پیغمبر اکرمؐ کے اور نبی اکرمؐ نے جن ہستیوں کی اتباع کا حکم دیا ہے۔

۱۵۹- وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ -

اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کلمۂ حق کی ہدایت کرتا تھا

وَبِهٖ- اور اس حق کے مطابق

يَعْدِلُوْنَ- باہمی فیصلے کیا کرتا تھا

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ قومِ موسیٰؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کو قبول کرلیا تھا۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ یہ امت ایک قوم ہے جو چین کے عقب میں سکونت پذیر ہے اُن کے اور چین کے درمیان ایک گرم ریتیلی وادی ہے ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا ہے۔ ان میں سے سوائے اُن کے مالک کے کسی کے پاس مال نہیں ہے۔ رات کو برسات میں گزارتے ہیں اور دن کو دھوپ میں بسر کرتے ہیں اور وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں، ہم میں سے کوئی اُن کے پاس نہیں پہنچتا اور نہ ہی اُن کا کوئی فرد ہم تک پہنچتا ہے اور وہ سب کے سب حق پر ہیں اور امامؑ نے فرمایا: کہا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام شبِ معراج نبی اکرمؐ کو لے کر اُن کے پاس گئے تھے آنحضرتؐ نے اُن کے سامنے مکہ مکرمہ میں نازل شدہ دس سوروں کی تلاوت فرمائی تھی اور وہ لوگ آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے اور اُن کی تصدیق کی تھی۔ آنحضرتؐ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ اسی جگہ مقیم رہیں اور "سبت" کو چھوڑ دیں اور انھیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ان کے علاوہ کوئی اور فریضہ نازل نہیں ہوا تھا جنھیں وہ بجالاتے۔ امامؑ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب سے روایت ہے کہ وہ لوگ خروج کریں گے قائمِ آلِ محمدؐ کے ساتھ اور روایت کی گئی ہے کہ ذوالقرنین نے انھیں دیکھا تھا اور کہا تھا کہ اگر مجھے ٹھہرنے کی اجازت مل جاتی تو تمھارے درمیان رہ کر مجھے خوشی ہوتی۔ [۲]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۱۔ ۳۲ ح ۸۹ (۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۸۹

وَ قَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَیۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ۚ فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَیۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ وَ ظَلَّلۡنَا عَلَیۡهِمُ الۡغَمَامَ وَ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡهِمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰی ؕ كُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَ لٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾

۱۶۰۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر کے الگ الگ امت بنا دیا تھا اور جب موسیٰ کی قوم نے موسیٰؑ سے پانی طلب کیا تو ہم نے اُن کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر فرد نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا اور ہم نے اُن کے اوپر بادل کو سایہ فگن رکھا اور ان کے لئے منّ و سلویٰ نازل کیا، ہم نے تمھیں جو پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ اور انھوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں ڈھایا بلکہ وہ خود اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے۔

۱۶۰–وَ قَطَّعۡنٰهُمُ۔

اور ہم نے انھیں الگ الگ ٹکڑوں میں بانٹ دیا جو ایک دوسرے سے ممتاز تھے

اثۡنَتَیۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا ؕ۔

بارہ قبیلوں میں ان کی اولاد کو امت بنا دیا تھا

اَسۡبَاط کہتے ہیں اولاد کی اولاد کو اور اولادِ یعقوبؑ میں اسباط کی وہی حیثیت ہے جو اولادِ اسماعیلؑ میں قبیلوں کی ہے۔

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ۔

جب موسیٰؑ کی قوم نے تیہ میں اُن سے پانی طلب کیا تو ہم نے اُن پر وحی کی

اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ۚ –

کہ اپنا عصا پتھر پر مارو انھوں نے عصا مارا تو چشمہ جاری ہوگیا یہ جملہ محذوف کر کے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ انھوں نے امتثالِ امر میں تاخیر سے کام نہیں لیا۔

فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَیۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ۔

تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر فرد نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا

اُناس یعنی ہر سِبط نے قبیلہ نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ -

اور ہم نے اُن کے اوپر بادل کو سایہ فگن رکھا تا کہ انھیں سورج کی حرارت سے محفوظ رکھے

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى -

اور ہم نے ان کے لئے من وسلویٰ نازل کیا

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

اور ہم نے ان سے کہا کہ ہم نے تمھیں جو پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

انھوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں ڈھایا بلکہ وہ خود اپنے ہی اوپر ظلم کر رہے تھے۔

(اس جملے کی تفسیر سورہ بقرہ آیت ۵۹ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے)

وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

ع ۵ / ۲۰ / ۱۰

۱۶۱۔ اور یاد کرو جب اُن سے کہا گیا تھا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرلو اور اس میں جہاں سے جی چاہے کھاؤ پیو اور حِطّۃٌ کہتے ہوئے شہر کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ ہم تمھاری خطاؤں کو معاف کردیں گے اور نیکوکاروں پر مزید فضل کریں گے۔

۱۶۲۔ مگر اُن میں جو لوگ ظالم تھے انھوں نے اس بات کو تبدیل کر ڈالا جو ان سے کہی گئی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن کے ظلم کی پاداش میں آسمان سے اُن پر عذاب بھیج دیا۔

۱۶۱-وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ-

اس جملہ میں لفظ اُذْكُرُوا مضمر ہے یعنی یاد کرو اور قریہ سے مراد بیت المقدس ہے۔

اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ آیت ۵۹ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

وقف لازم — معانقة ۱۲ — النصف

۱۶۳۔ اور اُن سے اس بستی کا حال بھی دریافت کیجیے جو سمندر کے کنارے واقع تھی جب وہ سبت (ہفتہ) کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے۔ جب سبت کے دن یہ مچھلیاں ابھر کر سطح پر اُن کے سامنے آتی تھیں اور سبت کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں، ہم اُن کی نافرمانیوں کے سبب انھیں آزمائش میں ڈال رہے تھے۔

۱۶۴۔ اور جب انھی میں سے ایک جماعت نے اُن سے کہا تھا تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو اللہ یا تو انھیں ہلاک کردے گا یا ان پر عذابِ شدید نازل کرے گا تو انھوں نے کہا اس لیے کہ وہ تمھارے رب کے سامنے معذرت کرسکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔

---

۱۶۳ – وَسْـَٔلْهُمْ –

اور آپ ان یہودیوں سے دریافت کیجیے

اور یہ تنبیہی سوال ہے جو ان یہودیوں کے کفر اختیار کرنے اور حدودِ الٰہی سے تجاوز کرنے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

عَنِ الْقَرْيَةِ –

دیہات سے متعلق واقعات اور یہ کہ وہاں کے باشندوں پر کیا گزری

الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ –

جو بستی سمندر کے قریب واقع تھی

اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ –

جب وہ سبت کے دن حدودِ خداوندی سے تجاوز کرنے لگے حالاں کہ اس روز انھیں شکار کرنے سے منع کردیا گیا تھا۔

اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ –

جب سَبْت کے دن یہ مچھلیاں آتی تھیں

یَوْمَ سَبْتِ یعنی روز سبت کے حکم کی تعظیم کے دن سَبت الیھود کے معنی ہیں ہفتہ کا دن یہودی جسے عبادت کے لیے مخصوص کر لیتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

شُرَّعًا۔

پانی کے اوپر ظاہر ہو جایا کرتی تھیں

شَرَعَ عَلَیْهِ کے معنی میں اس کے قریب ہونا اور بلند ہو جانا۔

۱۶۴- وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ۔

اور جب بستی والوں کے ایک گروہ نے یہ کہا

لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ۔

تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کر رہے ہو اللہ جنھیں ہلاک کر دے گا

اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ۔

یا اُن پر عذابِ شدید نازل کرے گا

قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ۔

تو انھوں نے کہا کہ ہماری موعظت کا مقصد معذرت کو اللہ تک پہنچانا ہے تاکہ اس بات کی نسبت نہ دی جائے کہ نہی عن المنکر میں کوتاہی اور غفلت سے کام لیا گیا۔

وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔

اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ اس لیے کہ ناامیدی اسی وقت واقع ہوگی جب وہ ہلاک ہو جائیں۔

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُکِّرُوۡا بِہٖۤ اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَ اَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۭ بَئِیۡسٍۭ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾
فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُہُوۡا عَنۡہُ قُلۡنَا لَہُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ ﴿۱۶۶﴾

۱۶۵۔ جن باتوں کی اُنھیں نصیحت کی گئی جب وہ انھیں بالکل بھلا بیٹھے تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو برائی سے منع کیا کرتے تھے اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کی نافرمانیوں کے سبب ہم نے اُن کو شدید عذاب میں پکڑ لیا۔

۱۶۶۔ جن باتوں سے انھیں روکا گیا تھا جب وہ اس میں سرکشی کرتے چلے گئے تو ہم نے انھیں حکم دیا کہ تم راندۂ درگاہ بندر بن جاؤ۔

---

۱۶۵ – فَلَمَّا نَسُوۡا –

جب ان باتوں کو بھولنے والے کی طرح انھوں نے ترک کر دیا

مَا ذُکِّرُوۡا بِہٖۤ –

واعظین اور ناصحین نے جن باتوں کی انھیں نصیحت کی تھی

اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ –

تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو برائی سے منع کیا کرتے تھے

وَ اَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۭ بَئِیۡسٍۭ –

اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ہم نے انھیں عذابِ شدید میں گرفتار کر لیا

لفظِ بئیس بَؤُسَ یَبۡؤُسُ سے ہے جب شدت اختیار کرلے اور اسے ضَیۡغَم کے وزن پر بَیۡئَس بھی پڑھا گیا ہے اور اس کا ایک املا بِئۡیِسٌ اور بِئۡیس نیز بِیۡئِسٌ بھی ہے۔

بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ –

ان کی نافرمانیوں کے سبب

۱۶۶ – فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُہُوۡا عَنۡہُ –

جن باتوں سے انھیں روکا گیا تھا انھوں نے اس ممانعت سے تکبر کیا یا جن باتوں سے روکا گیا اسے ترک کرنے سے تکبر کیا اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول وَ عَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہِمۡ (اعراف۔ ۷۷) (اور انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی اختیار کی) کی مانند ہے۔

قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ۔

تو ہم نے انھیں حکم دیا کہ تم راندۂ درگاہ بندر جاؤ

خاسئین کے معنی ہیں کہ ہر خیر سے ہٹائے اور دور کئے ہوئے۔ ''کونوا'' کی مثال اللہ کے اس قول کی مانند ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (النحل۔ ۴۰)

ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا اور پھر وہ ہو جاتی ہے۔

تفسیر امامؑ میں سورۂ بقرہ کی آیت وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ (البقرہ۔ ۶۵) کے ذیل میں یہ حدیث ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا یہ ایک قوم تھی جو سمندر کے کنارے سکونت پذیر تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیغمبروں نے انھیں بروز شنبہ مچھلیوں کا شکار کرنے سے منع فرمایا تھا تو انھوں نے ایک حیلہ تک رسائی حاصل کر لی تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو حرام فرمایا ہے اسے اپنے لئے حلال بنا لیں تو انھوں نے لمبے لمبے گڑھے کھودے اور ایسے راستے بنالئے جو حوض تک پہنچاتا ہو یہ راستہ مچھلیوں کے لیے بنایا گیا تھا تاکہ وہ ان راستوں سے اندر آ جائیں اور جب وہ باہر جانا چاہیں تو اُن کے لیے باہر جانا ممکن نہ ہو۔

مچھلیاں بروز شنبہ اس امان کے سبب جو ان کو حاصل تھی بہتے ہوئے پانی میں آ گئیں اور لمبے گڑھوں میں چلی گئیں اور حوض اور تالابوں میں رہ گئیں جب ہفتہ کی شام ہوئی اور ان مچھلیوں نے واپس جانا چاہا کہ موجوں تک پہنچ کر شکاریوں سے محفوظ ہو جائیں لیکن وہ جا نہ سکیں اور اس رات وہ اپنی جگہ ٹھہری رہیں جہاں پر ان کا پکڑنا بغیر شکار کے ممکن تھا اس لیے کہ ان کی رفتار میں کمی واقع ہوگئی تھی اور جگہ کی رکاوٹ کے سبب ان مچھلیوں کا خود کو بچانا ممکن نہ تھا۔ یہ لوگ ان مچھلیوں کو بروز یکشنبہ (اتوار) پکڑ لیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم نے سنیچر کے دن شکار نہیں کیا بلکہ ہم نے تو اتوار کے دن شکار کیا ہے۔ ان دشمنانِ خدا نے جھوٹ بولا یہ ان مچھلیوں کو لمبے گڑھوں میں سے پکڑتے تھے جنھیں انھوں نے بروز شنبہ بنایا تھا اس وجہ سے ان کے مال و متاع میں کافی اضافہ ہوگیا اور عورتوں کے ساتھ انھوں نے خوش حال زندگی بسر کی اس لیے کہ مچھلیوں کی وجہ سے ان کا ہاتھ کشادہ ہوگیا تھا۔

شہر میں اسّی ہزار سے زائد افراد موجود تھے ان میں ستر ہزار افراد نے یہ عمل انجام دیا اور باقی لوگوں نے ان لوگوں کے عمل کا انکار کیا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ (اعراف۔ ۱۶۳) اور اُن سے اس بستی کا حال بھی دریافت کیجئے جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ نے انھیں نصیحت کی اور انھیں تنبیہ بھی کی اور انھیں عذاب خداوندی سے ڈرایا بھی اور اس کے انتقام اور مصیبت کی سختیوں سے خبردار بھی کیا تو ان لوگوں نے ان کی نصیحت کا جواب یہ دیا لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ تم ایسی قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو اللہ جن کے گناہوں کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دے گا اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

شَدِيدًا" یا ان پر عذابِ شدید نازل کرے گا تو کہنے والوں نے اُن کے لیے یہ کہا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ اس لیے کہ وہ تمھارے رب کے سامنے معذرت کرسکیں یعنی ہمارا یہ قول ان کے لیے تمھارے رب کے سامنے ایک قسم کی معذرت ہے کیوں کہ ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے مکلّف بنایا گیا ہے۔ تو ہم نہی عن المنکر کر رہے ہیں تا کہ ہمارے رب کے علم میں رہے کہ ہم نے اُن کی مخالفت کی ہے اور ہم نے اُن کے عمل کو ناپسند کیا ہے انھوں نے کہا وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ہم انھیں نصیحت کرتے ہیں تا کہ وعظ و نصیحت کا اُن پر اثر ہو جائے اور اس ہلاکت سے بچ جائیں اور اس کی سزا سے محفوظ رہیں۔

خداوند عالم نے فرمایا فَلَمَّا عَتَوْا جب انھوں نے سرکشی کی، روگردانی کی اور جس بات سے انھیں روکا گیا تھا اسے قبول کرنے سے انکار کیا اور غرور میں مبتلا ہو گئے تو ہم نے اُن سے کہا كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ تم خیر سے دور اور غضب خداوندی میں گرفتار بندر بن جاؤ۔ جب دس ہزار سے زائد افراد نے یہ دیکھا کہ ستر ہزار ان کی نصیحت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور خوف دلانے کے باوجود ڈرتے نہیں اور جس بات سے روکا جا رہا ہے اس سے رکتے نہیں تو وہ لوگ ان لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے دوسری بستی میں چلے گئے اور ان کی بستی سے قریب دوسری بستی میں منتقل ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ ہمیں پسند نہیں ہے کہ جب اُن پر اللہ کی جانب سے عذاب نازل ہو تو ہم ان کے درمیان رہیں۔ انھوں نے ایک رات گزاری اللہ نے اُن سب کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا شہر کا دروازہ بند تھا نہ تو کوئی اس میں داخل ہوسکتا تھا اور نہ ہی باہر جاسکتا تھا۔

دوسری بستی والوں نے ان کا حال سنا تو ان کی جانب روانہ ہوئے۔ وہ شہر کی دیواروں پر بلند ہوئے اور جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھا کہ ان کے مرد اور عورتیں سب کے سب بندر بن چکے ہیں اور آپس میں خلط ملط ہیں اور یہ دیکھنے والے ان کے چہروں ان کی قرابت داریوں اور ان کے رفقاء کو پہچان رہے ہیں اور یہ جھانک کر دیکھنے والا ان میں سے کسی سے یہ کہہ رہا ہے تم فلاں شخص ہو اور تم فلانی عورت ہو؟ یہ سن کر اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور وہ اپنے سر سے یا منہ سے اشارہ کر کے کہہ رہا ہے ہاں بے شک میں ہی وہ ہوں وہ لوگ تین دن تک اسی طرح رہے اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے بارش اور ہوا کو بھیجا جس نے انھیں سمندر کی طرف دھکیل دیا اور یہ مسخ شدہ افراد تین دن کے بعد باقی نہ رہے۔ اب رہے وہ لوگ تم جن کے ہم شکل افراد کو دیکھتے ہو تو یہ سب ان سے مشابہت رکھتے ہیں درحقیقت وہ خود نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی نسل سے ہیں۔ [1]

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ ہم نے حضرت علیؑ کی کتاب میں دیکھا ہے کہ اس گروہ کا تعلق ایلہ والوں سے تھا جو قومِ ثمود سے تھے اور مچھلیاں بروز شنبہ (سنیچر) ان کی جانب آجاتی تھیں تا کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت کا امتحان لے مچھلیوں کو بروز شنبہ ان کے تالابوں دروازوں

---

(۱) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام ص ۲۷۰ - ۲۶۸

کے سامنے نہروں اور نالیوں میں ڈال دیا جاتا تھا وہ تیزی سے روانہ ہوتے اور ان مچھلیوں کا شکار کرلیا کرتے جب تک اللہ نے چاہا وہ ایسا کرتے رہے ان کے علماء نے انھیں اس عمل سے نہیں روکا اور نہ ہی علماء نے شکار کرنے سے ان لوگوں کو باز رکھا۔ ان میں سے ایک گروہ کو شیطان نے ورغلایا کہ سنیچر کے دن مچھلیاں کھانے سے منع کیا گیا ہے اس کا شکار کرنے سے تمھیں نہیں روکا گیا لہٰذا تم بروز شنبہ مچھلیوں کا شکار کرلو اور اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں اسے کھا جاؤ۔

ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اب ہم مچھلیوں کا شکار کریں گے اور اُن میں سے جو سیدھے ہاتھ والے تھے انھوں نے اس گروہ کی مخالفت کی اور ان کی بات ماننے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم تمھیں اللہ کی سزا سے روک رہے ہیں کہ تم اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو اور جو بائیں بازو والے تھے ان کی جماعت نے کنارہ کشی اختیار کی وہ خاموش رہے اور انھوں نے شکار کرنے والوں کو نہیں روکا اور وہ وعظ و نصیحت کرنے والوں سے یہ کہنے لگے "لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا" (تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو اللہ یا تو انھیں ہلاک کردے گا یا ان پر عذاب شدید نازل کرے گا) تو وعظ کرنے والوں نے جواباً اس گروہ سے کہا "مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" (اس لئے کہ وہ تمھارے رب کے سامنے معذرت کرسکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگار بن جائیں)۔

امامؑ سے فرمایا تو ارشاد باری ہوا "فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ" (جن باتوں کی انھیں نصیحت کی گئی تھی جب وہ انھیں بالکل بھلا بیٹھے) یعنی انھیں جو نصیحت کی گئی تھی اسے چھوڑ دیا اور غلطی پر گام زن ہوگئے تو نصیحت کرنے والوں نے اُن سے کہا کہ تم لوگوں نے جس شہر میں اللہ کی نافرمانی کی ہے ہم اس شہر میں نہ تمھارے ساتھ رہیں گے اور نہ ہی یہاں رات گزاریں گے کہ کہیں عذابِ خداوندی نازل نہ ہوجائے اور ہم بھی تمھارے ساتھ اس میں گرفتار ہوجائیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ انھیں چھوڑ کر شہر سے نکل گئے اس ڈر کے مارے کہ کہیں ان پر مصیبت نازل نہ ہوجائے وہ شہر کے قریب ہی ایک جگہ ٹھہر گئے اور زیرِ آسمان انھوں نے رات بسر کی اور جب ان اللہ کے ولیوں اور حکم خدا کے اطاعت گزاروں نے صبح کی تو یہ روانہ ہوئے کہ نافرمانی کرنے والوں کا حال دیکھیں وہ شہر کے دروازے پر آئے تو اسے مکمل طور پر بند پایا۔

انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی جواب نہ پایا اور نہ ہی انھیں کسی قسم کی آواز سنائی دی تو انھوں نے شہر پناہ پر سیڑھی آویزاں کی اور کسی کو اس پر چڑھایا جب اس شخص نے انھیں دیکھا تو وہ قوم بندر بن چکی تھی اور باہمی الجھ رہی تھی تو اس شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے میری قوم کے لوگو! میں تو عجیب وغریب منظر دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے دریافت کیا تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ پوری قوم بندر بن چکی ہے اور باہمی جھگڑ رہی ہے ان کے دُم بھی نکل آئی ہے۔ ان لوگوں نے دروازہ توڑ ڈالا اور شہر میں داخل ہوگئے۔

امامؑ نے فرمایا کہ بندر تو اپنے انسانی رشتہ داروں کو پہچان رہے تھے البتہ انسان اپنے ان رشتہ داروں کو نہیں پہچان رہے تھے جو بندر بن چکے تھے تو قوم کے لوگوں نے ان بندروں سے کہا الم ننھکم کیا ہم نے تمھیں روکا نہیں تھا؟ امامؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ہر ذی روح کو خلق فرمایا کہ میں اس امت کے انساب سے واقف ہوں وہ نہ انکار کرتے ہیں اور نہ ہی تبدیلی کرتے ہیں بلکہ جو انھیں دیا گیا تھا انھوں نے اسے ترک کر دیا اور اس طرح متفرق ہو گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (مومنون۔ ۴۱) ظالم قوم کے لئے دوری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔

تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو برائی سے منع کیا کرتے تھے اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کی نافرمانیوں کے سبب ہم نے ان کو شدید عذاب میں پکڑ لیا۔ [۱]

کتاب کافی میں اس آیت کے ذیل میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ وہ لوگ تین طرح کے تھے۔

ایک قسم وہ تھی جنھوں نے مشورہ کیا اور حکم دیا وہ نجات پا گئے۔

دوسری قسم وہ تھی جنھوں نے مشورہ کیا لیکن حکم نہیں دیا انھیں بندر کی صورت میں مسخ کر دیا گیا۔

اور تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جنھوں نے نہ مشورہ کیا اور نہ ہی حکم دیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔ [۳]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ دو گروہ ہلاک ہو گئے اور ایک گروہ کو نجات ملی۔ [۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۔ ۳۴ (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۵۸

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵ (۴) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۴۹۳

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

۱۶۷۔ اور جب تمھارے رب نے اعلان کیا تھا کہ وہ ان (یہودیوں) پر قیامت تک ایسے شخص کو مسلط کردے گا جو انھیں سخت عذاب کا مزا چکھاتا رہے۔ بے شک تمھارا رب جلد ہی سزا دینے والا اور یقیناً وہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۱۶۸۔ ہم نے انھیں امتوں کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے کرکے پوری زمین میں پھیلا دیا کچھ لوگ ان میں سے نیکوکار تھے اور کچھ اس سے مختلف، ہم آسائشوں اور تکلیفوں کے ذریعہ ان کا امتحان لیتے رہے تاکہ ہوسکتا ہے اس طرح وہ لوگ پلٹ آئیں۔

۱۶۷– وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ –

اور جب تمھارے رب نے اعلان کیا تھا

تَاَذَّنَ بروزنِ تَفَعَّلَ ایذان ہے مشتق ہے جس کے معنی اِعْلام یعنی آگاہ کرنا ہیں۔ عزم ارادہ کرنا اور اِقْسام قسم کھانا ہیں۔

اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ یاد کرو جب تمھارا پروردگار آگاہ کرے، ارادہ کرے اور قسم کھائے۔

لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ –

کہ یہودیوں پر مسلط کردے گا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ –

قیامت تک ایسے شخص کو جو انھیں تکلیفیں دیتا رہے گا

سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ –

شدید ترین عذاب قتل کے ذریعہ، تذلیل کے وسیلے اور جزیہ لگا کر

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بخت نصر کو ان کی طرف بھیجا جس نے ان کے شہروں کو برباد کردیا اور ان کے جنگجوؤں کو قتل کر ڈالا اور ان کی عورتوں اور اولاد کو قید کرلیا اور اُن میں سے جو لوگ باقی بچ گئے تھے ان پر جزیہ لگا دیا اور وہ مجوسیوں کو جزیہ ادا کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا انھیں جو کرنا تھا وہ کیا، اُن لوگوں پر جزیہ عائد کردیا اور یہ لوگ آخری دور تک جزیہ تلے دبے رہے۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ من یسومھم سے مراد امت محمدؐ ہے۔ [۲]

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ -

بے شک تمھارا رب انھیں دنیا میں جلد سزا دے دے گا

وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

اور جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے تو اللہ اسے بخش دے گا اور وہ بڑا مہربان ہے۔

۱۶۸ - وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا -

اور ہم نے انھیں امتوں کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے کرکے پوری زمین میں پھیلا دیا۔ ہم نے انھیں اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیا کہ کوئی شہر ان کے فرقے سے خالی نہیں رہا۔

مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ -

کچھ لوگ ان میں نیکوکار تھے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے

وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ -

اور ان میں سے کچھ لوگ اس سے مختلف تھے یعنی وہ نیکی اور درستی سے دور تھے اور وہ لوگ ان کے کفار اور فاسقین تھے

وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ -

اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں کے ذریعہ ان کا امتحان لیتے رہے۔ ہم نے انھیں نعمتیں عطا کیں اور انھیں سزائیں دیں انھیں مسخ کیا اور انھیں آزمائشوں میں مبتلا کیا۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ -

تاکہ ہوسکتا ہے اس طرح وہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز رہیں اور توبہ کرکے نیکی کو اختیار کرلیں۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۵　　(۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴۹۴

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّـلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

وَالَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ ﴿۱۷۰﴾

۱۶۹۔ اگلی نسلوں کے بعد پھر ایسے لوگ ان کے جانشین بنے جو کتابِ خداوندی کے وارث ہو کر اسی دنیائے دنی کے فائدے حاصل کرتے رہے اور کہتے ہیں ہمیں تو معاف کر دیا جائے گا اور ویسی ہی متاعِ دنیا پھر سامنے آجائے تو اس کی طرف لپکتے ہیں۔ کیا اُن سے کتاب کا عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ وہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں جو برحق ہو اور جو کچھ کتاب میں ہے انھوں نے اُسے پڑھ بھی لیا ہے اور آخرت کا گھر تو انھی کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

۱۷۰۔ اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور جنھوں نے نماز قائم کر رکھی ہے ہم ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

---

۱۶۹ - فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ -

اگلی نسلوں کے بعد پھر ایسے لوگ اُن کے جانشین بنے جو برے تھے

اگر یہ لفظ خَلْف ہو تو شر کے معنی میں ہے اور اگر خَلَفْ ہو تو خیر کا مفہوم رکھتا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی اکرمؐ کے دور میں تھے۔ ۱؎

وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ -

جو اپنے اسلاف سے کتابِ خداوندی یعنی توریت کے وارث قرار پائے

يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى -

وہ اسی دنیائے دنی کے فائدے حاصل کرتے رہے ان کا مقصد اس کتاب سے دنیاوی ساز و سامان کا حصول تھا کہا گیا ہے کہ اس سے مراد رشوت ہے جو وہ فیصلہ کرتے وقت لیا کرتے تھے اور یہ کہ توریت کے کلمات کو عام لوگوں کی آسانی کے لئے تبدیل کر دیا کرتے تھے اور اس کے لیے مالِ دنیا کماتے تھے۔ ۲؎

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۵　(۲) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۷۴ و تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۵

وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا -

اور وہ کہتے ہیں ہمیں تو معاف کردیا جائے گا اس امر پر اللہ ہم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا بلکہ وہ عفو و درگزر سے کام لے گا۔

وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ -

اور ویسی ہی متاع دنیا پھر سامنے آجائے تو اس کی طرف لپکتے ہیں

یعنی وہ مغفرت کی امید رکھتے ہیں حالاں کہ وہ اپنے اس ناشائستہ عمل کو بار بار دہرا رہے ہیں اور انھوں نے توبہ بھی نہیں کی ہے۔

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ -

کیا اُن سے توریت میں اس بات کا عہد و پیمان نہیں لیا گیا تھا؟

اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ -

کہ وہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں گے جو برحق ہو

یہ کہ وہ خدا کا نام لے کر کذب و افترا سے کام نہ لیں گے اور جو کچھ اس نے نازل کیا ہے اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کریں گے۔

وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ -

اور انھوں نے اسے پڑھ بھی لیا ہے انھیں یہ بات یاد بھی ہے

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی کتاب کی دو آیتوں سے مخصوص کردیا ہے وہ یہ کہ انھیں جب تک کسی بات کا علم نہ ہو اسے کسی سے بیان نہ کریں اور جس بات کا علم نہیں ہے اسے رَد نہ کریں۔ ارشاد رب العزت ہے اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ کیا اُن سے کتاب کا عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں گے جو برحق ہو اور فرمایا بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ (یونس۔ ۳۹)

(حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر یہ قابو نہ پاسکے انھوں نے اسے جھٹلا دیا)۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ اور امام کاظمؑ سے اس سے ملتی جلتی ہوئی روایت موجود ہے۔ [۲]

وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ -

اور آخرت کا گھر انھی کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں

یعنی ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے جسے یہ لوگ اپنے لیے روا کیے ہوئے ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۳ ح ۸ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۵۔۳۶ ح ۹۸، ۹۹

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ -

کیا تم سمجھتے نہیں کہ انھیں یہ بات بتادو

۱۷۰- وَالَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ -

اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور جنھوں نے نماز قائم رکھی ہے ہم ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

یہ جملہ یا تو الذین یتقون پر عطف ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے یا یہ کہ نیا جملہ ہے اور جسے پوشیدہ رکھنا تھا اسے ظاہر کردیا ہے اس لیے کہ وہ اسی مفہوم میں ہے اور اس بات پر متنبہ کرنا ہے اصلاح کسی عمل کو ضائع نہیں ہونے دے گا اور لفظ يُمۡسِكُوۡن بھی پڑھا گیا ہے جو امساک سے مشتق ہے۔

تفسیر قمی ہے امام باقرؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد صلوات اللہ علیہم اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [۱]

---

(۱) تفسیر قمی ج۱ ص۲۴۶

وَ اِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَهُمۡ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ‌ۚ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ‏ ﴿۱۷۱﴾

۱۷۱۔ اور جب ہم نے پہاڑ کو اکھیڑ کر ان کے اوپر ایسے بلند کر دیا تھا کہ وہ چھتری نما بن گیا تھا اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ پہاڑ اُن پر آ گرے گا اس وقت ہم نے ان سے کہا تھا کہ جو (کتاب) ہم تمھیں دے رہے ہیں اسے عزم کے ساتھ تھامے رہو اور جو کچھ اس میں تحریر ہے اسے یاد رکھو امید ہے کہ تم غلط روش سے بچے رہو گے۔

۱۷۱- وَ اِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ - اور جب ہم نے پہاڑ کو اکھاڑا اور اسے بلند کر دیا

فَوۡقَهُمۡ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ - اُن کے اوپر گویا وہ چھت ہو اور ظُلّہ سے مراد ہر وہ شے ہے جو سایہ فگن ہو

وَّظَنُّوۡۤا - اور انھوں نے یقین کر لیا

اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ‌ۚ - کہ وہ پہاڑ اُن پر گر جائے گا

اس لیے کہ پہاڑ فضا میں قائم نہیں رہ سکتا اور اس لئے بھی کہ انھیں اس بارے میں ڈرایا گیا تھا۔

کہا گیا ہے کہ لفظ "ظن" مطلق لایا گیا اس لیے کہ بغیر کسی متعلق کے آیا ہے۔ [۱]

خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ - جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ تھامے رکھو

قوت سے مراد ہے دلوں اور ابدان کے عزم کے ساتھ۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس سے مراد اجسام کی قوت ہے یا قلوب کی قوت ہے تو امامؑ نے فرمایا کہ دونوں قوتیں مراد ہیں۔ [۲]

وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ - اور جو کچھ اس میں تحریر ہے اسے یاد رکھو

اوامر ونواہی سے متعلق جو باتیں ہیں انھیں ملحوظ رکھو۔

لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ - امید ہے کہ تم غلط روش سے بچے رہو گے۔

تفسیر قمی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے جب بنی اسرائیل پر توریت کو نازل فرمایا تو انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے اوپر طورِ سینا کو بلند کر دیا اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا اگر تم نے توریت کو قبول نہیں کیا تو پہاڑ تم پر گر پڑے گا۔ اس وقت انھوں نے اسے قبول کر لیا اور اپنے سروں کو جھکا دیا اور اس کی تفسیر زیادہ مفصل طور سے سورۂ بقرہ کی آیت ۶۳ اور ۹۳ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ [۳]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۷ ح ۱۰۱ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۶

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ﴿۱۷۲﴾

اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

۱۷۲۔ اے نبیؐ آپ یاد دلایئے کہ جب آپ کے رب نے بنی آدمؑ کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انھیں اُن کے نفوس پر گواہ بنا کر دریافت کیا تھا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیا تھا یقیناً "تو ہمارا رب ہے" ہم اس پر گواہی دیتے ہیں، (اقرار کا مقصد یہ تھا) کہ قیامت کے روز تم یہ نہ کہو کہ "ہم اس بات سے بے خبر تھے۔"

۱۷۳۔ یا یہ کہنے لگو کہ ہم سے پہلے تو ہمارے آباؤ اجداد نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کی نسل سے بعد میں آئے ہیں تو کیا اہلِ باطل جو کام کرتے رہے ہیں تُو اس کی وجہ سے ہمیں ہلاک کردے گا؟

۱۷۴۔ اور اسی طرح ہم نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ہوسکتا ہے اس طرح وہ لوٹ آئیں۔

۱۷۲- وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ -

اور یاد کرو جب آپ کے رب نے بنی آدمؑ کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا

اور لفظ ذُرِّيَّتَهُمْ کی ایک قرأت ذُرِّیَّاتھم بھی ہے اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اصلاب سے ان کی نسل کو برآمد کیا جو ہر دور میں آتے رہیں گے۔ یعنی اپنے علم کے سامنے ان کے حقائق کو پھیلا دیا تو وہ حقائق اپنی خوبیوں کی صلاحیت کے اعتبار سے گویا ہوئے اور افراد کی استعداد کے مطابق انھوں نے گفتگو کی۔

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ -

اور انھیں اُن کے نفوس پر گواہ بنا کر دریافت کیا تھا کہ میں تمھارا رب نہیں ہوں تو سب نے جواب دیا "یقیناً تو ہمارا رب ہے۔"

یعنی اُن کے لئے اللہ نے اپنی ربوبیت کے دلائل مقرر کردیئے اور ان کے عقول و اذھان میں یہ بات ڈال دی کہ وہ انھیں ربوبیت کے اقرار کی دعوت دے رہے ہیں یہاں تک کہ بطورِ تمثیل انھوں نے گواہ بنائے جانے کی

منزلت حاصل کرلی اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (النحل ۴۰) (جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے)۔

اور ارشادِ باری ہے فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ (فصلت ۔ ۱۱) (تو اس نے اُس سے اور زمین سے کہا کہ دونوں آ ؤ خوشی سے یا مجبوری سے انھوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں)۔ اور یہ بات واضح ہے کہ یہ ان کا قول نہیں ہے بلکہ وہ مفہوم و معنی کی تصویر اور تمثیل ہے اور یہ شہادت اور گواہی اس وقت لی گئی جب ان کے نفوس عقلی طور پر آباؤ اجداد کے اصلاب میں تھے اور ان کے اصلی معادِن میں تھے اور ان حقائق میں وہ دقائق کی مانند تھے اور ان آباء کو ظہور سے تعبیر کیا ہے اس لیے کہ اُن میں سے ہر ایک ظاہر ہوا یا مظہر ہے نفوس کے ایک گروہ کا یا اس کے سامنے ظاہر و ہویدا ہے اس لیے کہ وہ صورتِ عقلیہ نور یہ ہے جو فی نفسہ ظاہر ہے اور انھیں ان کے نفوس پر گواہ بنایا یعنی انھیں عطا کر دیا اس ادراکی اور عقلائی زندگی میں ان کی عقلی ہستیوں کا مشاہدہ اور ان کی نوری ماہیت کا معائنہ، تو وہ لوگ ان عقلی قوتوں کے ذریعہ خطاب ''الست بربکم'' سنتے ہیں جس طرح وہ جسمانی قوتوں کے ساتھ اس دنیوی گھر میں خطاب سُن رہے تھے اور انھوں نے ان عقول کی زبانی یہ بھی کہا'' بے شک تو ہمارا پروردگار ہے جس نے ہمیں وجود قدسی ربانی عطا کیا ہے، ہم نے تیرا کلام سنا اور تیری گفتگو کا جواب دیا اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس عالمِ مثالی میں یہ گفتگو ملکوتی زبان میں ہو جو عالم عقول سے ماورا ہے اس لئے کہ اُس جہان میں ہر شے کے لیے ملکوت ہے۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اشارہ کیا ہے فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (یس ۔ ۸۳) وہ ذات منزہ ہے جس کے قبضہ میں ہر شے کا اقتدار ہے اور ملکوت مُلک کا باطن ہے اور وہ مکمل حیات ہے اور ہر ذرے کو ملکوتی زبان عطا ہوتی ہے جو تسبیح و توحید و تمجید (بزرگی بیان کرنا) سے رطب اللسان ہوتی ہے اور اسی زبان میں گفتگو کی تھی کنکریوں نے جب وہ پیغمبر اکرمؐ کے دستِ مبارک میں آئی تھیں اور اسی زبان میں روزِ قیامت زمین ہمکلام ہوگی يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (الزلزال ۔ ۴) جس روز زمین اپنی خبریں سنائے گی اور اسی زبان میں اعضا و جوارح گفتگو کریں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (فصلت ۔ ۲۱) ہمیں اسی اللہ نے گویائی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو گویا بنایا ہے۔

اَنْ تَقُوْلُوْا - کہ کہیں تم یہ نہ کہو

اور تَقُوْلُوْا ایک قرأت کی بنیاد پر يَقُوْلُوْا پڑھا گیا ہے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ -

روز قیامت کہ ہم اس بات سے بے خبر تھے ہمیں تو اس بات کا کچھ علم نہ تھا

۱۷۳ - اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ -

یا یہ نہ کہنے لگو کہ ہم سے پہلے شرک تو ہمارے آباؤ اجداد نے کیا تھا اور ہم تو اُن کی نسل سے بعد میں آئے ہیں ہم نے تو اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کی ہے۔ اس لیے کہ حجت کو قائم کرنے اور علم کے ساتھ اس پر قدرت حاصل کرنے کے لئے تقلید کا عذر درست نہیں ہوتا۔

اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ-

اہلِ باطل جو کام کرتے رہے ہیں کیا اس کی وجہ سے تو ہم کو ہلاک کردے گا؟

یعنی ان کے آباؤ اجداد جو شرک کی بنیاد رکھ کر باطل کام انجام دیتے رہے۔

۱۷۴-وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ-

اور اسی طرح ہم نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ لوگ تقلید اور باطل کی پیروی کرنے سے باز آجائیں۔

کتابِ کافی، توحید اور عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو قیامت تک نکالا تو وہ لوگ ذرات کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئے اللہ نے انھیں اپنی معرفت کرائی اور اپنی صنعت دکھلائی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی اپنے رب کو نہ پہچانتا۔ [۱]

کتاب کافی میں امام باقرؑ اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اُن سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا جب کہ اُن کے والد اسے سُن رہے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ خداوند عالم نے اس مٹی سے ایک مٹھی لی جس مٹی سے آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا تھا پھر اس پر میٹھا اور خوشگوار پانی چھڑکا پھر اسے چالیس روز تک اسی طرح رہنے دیا پھر اس پر نمکین اور ناگوار پانی چھڑکا اور اسے چالیس روز تک چھوڑ دیا جب مٹی خمیر بن گئی تو اسے لے کر بہت شدید طور سے رگڑا تو لوگ ذرّات کی طرح دائیں طرف اور بائیں طرف نکلے اور ان سب کو حکم دیا کہ آگ میں چلے جائیں جب اصحابِ یمین (دائیں طرف والے لوگ) اس میں داخل ہوئے تو وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور انھیں سلامت کے ساتھ رکھا اور اصحاب شمال (بائیں طرف کے لوگ) نے اس میں جانے سے انکار کردیا۔ [۲]

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا جب وہ ذرّات کی شکل میں تھے انھوں نے کیسے جواب دیا؟ تو امامؑ نے فرمایا کہ ان میں ایسی چیز قرار دی کہ جب ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کا جواب دیا اور عیاشی نے اس میں اضافہ کیا کہ یعنی میثاق میں جواب دیا۔ [۳]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۳ و توحید ص ۳۳۰ ح ۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۰ ح ۱۱۱

(۲) الکافی ج ۲ ص ۷، ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۹ ح ۱۰۹ (۳) الکافی ج ۲ ص ۱۲ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۷ ح ۱۰۴

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ بعینہ ویسا ہی ہے جیسا ہم نے پہلے بیان کیا کہ خداوندعالم نے ان کے عقول میں یہ بات رکھ دی جس کے سبب انھوں نے اقرار (وحدانیت) کرلیا اور امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوقات کوخلق کرنے کا ارادہ کیا تو انھیں اپنے حضور میں پھیلا دیا اور ان سے دریافت کیا ''تمھارا رب کون ہے؟'' تو سب سے پہلے جس نے گفتگو کی وہ رسول اللہؐ، امیرالمومنین، اور ائمہ علیہم السلام تھے۔ ان سب نے کہا ''تو ہمارا رب ہے۔'' تو اللہ نے انھیں علم اور دین کا حامل بنادیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا یہ افراد میرے دین اور علم کے اٹھانے والے ہیں اور میری مخلوقات میں میرے امین ہین اور یہی ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ پھر اولادِ آدمؑ سے فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی ربوبیت اور ان ہستیوں کی ولایت اور اطاعت کا اقرار کرو۔ سب لوگوں نے جواب دیا ''ہمارے پروردگار ہم نے اقرار کرلیا'' تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تم گواہ رہو تو فرشتوں نے کہا ہم گواہ ہیں کہ کہیں تم لوگ کل یہ نہ کہو اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا الخ (کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے)۔ [۱]

تفسیر قمی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے؟ تو امامؑ نے فرمایا یقیناً معرفت ثابت ہے البتہ کہاں پر اقرار کیا تھا یہ بھول گئے ہیں اور عنقریب وہ جگہ انھیں یاد آجائے گی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ اس کا خالق کون ہے؟ اور اس کا رازق کون ہے؟ ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے عالم ذر میں زبان سے اقرار کیا تھا لیکن وہ دل سے ایمان نہیں لائے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (یونس۔ ۷۴)

(مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس چیز کی پہلے تکذیب کر چکے تھے اس پر ایمان لے آتے)۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ اور امام باقرؑ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہی ہے اللہ کے قول ''ورازقہ'' تک ہے۔ یعنی ان کا رازق کون ہے۔ [۳]

اور ایک دوسری روایت میں ہے ان میں سے بعض نے جو کچھ ظاہر کیا اس کے خلاف پوشیدہ رکھا۔ [۴]

اور ان احادیث سے متعلق بہت سی احادیث ہیں ان میں سے زیادہ واضح اور مسبوط احادیث موجود ہیں اور ہم نے اُن میں سے کچھ کی تشریح اپنی کتاب الوافی میں کی ہے۔ [۵]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲ ح ۷
(۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۸
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۹ ح ۱۰۸
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۲ ح ۱۱۷
(۵) الوافی ج ۴ ص ۳۸۔ ۴۲ باب اطینة المومن و الکافر و مایتعلق بذلك

وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ الَّذِیۡۤ اٰتَیۡنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانۡسَلَخَ مِنۡہَا فَاَتۡبَعَہُ الشَّیۡطٰنُ فَکَانَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ ﴿۱۷۵﴾

وَ لَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰہُ بِہَا وَ لٰکِنَّہٗۤ اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ وَ اتَّبَعَ ہَوٰىہُ ۚ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الۡکَلۡبِ ۚ اِنۡ تَحۡمِلۡ عَلَیۡہِ یَلۡہَثۡ اَوۡ تَتۡرُکۡہُ یَلۡہَثۡ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۷۶﴾

سَآءَ مَثَلَا ۨالۡقَوۡمُ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنۡفُسَہُمۡ کَانُوۡا یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

۱۷۵۔ اے محمدؐ آپ ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کر دیجئے کہ جسے ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندیوں سے نکل بھاگا۔ شیطان نے اس کا پیچھا کیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

۱۷۶۔ اگر ہم چاہتے تو ان آیات کے ذریعے اسے رفعت عطا کرتے لیکن وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور خواہشات کی پیروی کرنے لگا اس کی مثال ایسے کتے کی سی ہے کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور یونہی چھوڑ دو پھر بھی زبان لٹکائے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہے۔ اے نبی آپ انھیں داستان سناتے رہیے ہوسکتا ہے یہ غور و فکر کرنے لگیں۔

۱۷۷۔ ان لوگوں کی مثال بہت بری ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

۱۷۵–وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ الَّذِیۡۤ اٰتَیۡنٰہُ اٰیٰتِنَا–

اے محمدؐ آپ اُن کے سامنے اس شخص کا حال بیان کر دیجیے جسے ہم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا

تفسیر قمی ہے کہ یہ آیت بلعم بن باعوراء کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا جسے کتابِ خدا کے کچھ حصے کا علم عطا کیا گیا تھا۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت درحقیقت بلعم کے بارے میں نازل ہوئی لیکن اس کے بعد اللہ نے اسے بطورِ مثال ہر اس شخص کے لئے بیان کیا ہے جو ہدایت خداوندی کے خلاف اہلِ قبیلہ کے مقابلے میں اپنی خواہشات کے زیرِ اثر آ چکا ہے۔ [2]

تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کی مثال بلعم کی سی ہے جسے اسمِ اعظم دیا گیا تھا جس کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے ''اٰتَیۡنٰہُ اٰیٰتِنَا'' اسے ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا۔ [3]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۸ (۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۰۰ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۲ ح ۱۱۸

فَانۡسَلَخَ مِنۡهَا-

مگر وہ اُن کی پابندیوں سے نکل بھاگا یعنی اُن آیات کا انکار کر دیا اور انھیں پسِ پُشت ڈال دیا۔

فَاَتۡبَعَهُ الشَّيۡطٰنُ-

شیطان نے اس کا پیچھا کیا

شیطان اس سے جاملا اور اس کا ہم نشین بن گیا۔

فَكَانَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ-

تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا

تفسیر قمی میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ بلعم بن باعورا کو اسمِ اعظم عطا کیا گیا تھا اور وہ اس کے ذریعے سے دعائیں طلب کرتا تھا جو مستجاب ہوتی تھیں۔ وہ فرعون کی جانب جھک گیا۔ جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے اصحاب کی تلاش میں روانہ ہوا تو فرعون نے بلعم سے کہا کہ تم موسیٰؑ اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف اللہ سے دعا طلب کرو کہ انھیں ہمارے لیے وقف کر دے وہ اپنے گدھے پر سوار ہوا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں روانہ ہو تو اس کے گدھے نے چلنے سے انکار کر دیا۔ بلعم نے گدھے کو مارنا شروع کیا اللہ نے اس گدھے کو گویائی بخشی اس نے بلعم سے کہا تم پر وائے ہو تم مجھے کیوں مار رہے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ چلوں تا کہ تم اللہ کے نبی اور مومنین کے بارے میں بد دعا کرو۔ وہ گدھے کو مارتا رہا یہاں تک کہ اسے مار ڈالا اور بلعم کی زبان سے نام جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ اسی بات کو بیان کر رہا ہے " فَانۡسَلَخَ مِنۡهَا" الخ [۱]

۱۷۶-وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ-

اور اگر ہم چاہتے تو علماء میں نیکوکاروں کے منازل کی رفعت اُسے عطا کرتے

بِهَا- ان آیات کے ذریعہ اور ان آیات کو رکھنے کے سبب

وَلٰكِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَى الۡاَرۡضِ-

اور لیکن وہ تو دنیا کی طرف اور پستی کی جانب جھک گیا

وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ‌ ۚ-

اور اس نے دنیا کو ترجیح دے کر اور اپنی قوم کی رضامندی کا خواہاں بن کر اپنی خواہشات کی پیروی کی اور آیات کے تقاضوں سے روگردانی کی تو ہم نے اسے پستی میں گرادیا۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الۡـكَلۡبِ‌ ۚ-

تو اس کی مثال ان پست ترین حالات میں کتے کی سی ہے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۸

اِنۡ تَحۡمِلۡ عَلَيۡهِ۔

اگر تم ڈانٹ ڈپٹ کر یا دھتکار کر اس پر حملہ کرو

يَلۡهَثۡ۔

وہ لمبی لمبی سانس لیتے ہوئے اپنی زبان نکالے رکھے گا

اَوۡ تَتۡرُكۡهُ يَلۡهَثۡ۔

یا اسے یونہی چھوڑ دو پھر بھی وہ دوسرے جانوروں کے خلاف زبان لٹکائے رہے گا

اس لیے کہ دوسرے جانور جب ہیجان کے عالم میں یا بے چین ہوتے ہیں تو زبان لٹکاتے ہیں ورنہ نہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے انسان کو اگر نصیحت کرو جب بھی گمراہ رہے گا اور اگر نصیحت نہ کرو پھر بھی گمراہی میں پڑا رہے گا وہ ہر حال میں گمراہ ہوگا۔

ذٰلِكَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ۔

یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہے اے نبی آپ انھیں یہ مذکورہ داستان سناتے رہیے۔

لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ۔

ہوسکتا ہے یہ لوگ غور وفکر کر کے نصیحت کو قبول کرلیں اور اس جیسے انجام سے ڈریں

۱۷۷– سَآءَ مَثَلَا ۨالۡقَوۡمُ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا۔

ان لوگوں کی مثال بہت بری ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا

وَاَنۡفُسَهُمۡ كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ۔

اور وہ دوسروں کا نہیں بلکہ وہ وہ خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

۱۷۸۔ اللہ جس کی ہدایت کردے وہی راہِ ہدایت پاتا ہے اور جسے گمراہی میں رہنے دے تو وہی لوگ ناکام و نامراد ہوکر رہتے ہیں۔

۱۷۹۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جنات اور انسان ایسے ہیں جنھیں ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل (عقل) ہے مگر وہ اُن سے سوچتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر وہ اُن سے سنتے نہیں، وہ تو چوپائے کی مانند ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گئے گزرے یہی وہ لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

---

۱۷۸ - مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ -

اللہ جس کی ہدایت کردے وہی راہِ ہدایت پاتا ہے اور وہ جسے گمراہی میں رہنے دے تو وہی لوگ ناکام و نامراد ہوکر رہتے ہیں۔

پہلے جملے میں لفظ مفرد استعمال ہوا ہے اور دوسرے میں بصورتِ جمع آیا ہے۔ یہ باعتبار لفظ و معنی انتباہ کرنا ہے کہ ہدایت یافتہ اپنے راستے کے متحد ہونے کے سبب یک جان ہیں ان میں وحدت ہے برخلاف گمراہوں کے کہ وہ پراگندہ ہیں۔ [1]

۱۷۹ - وَلَقَدْ ذَرَاْنَا -

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے پیدا کیے ہیں

لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ.............. لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ -

بہت سے جنات اور انسان جہنم کے لیے۔ ان کے پاس دل (عقل) ہے مگر وہ ان سے سوچتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر وہ اُن سے سنتے نہیں

تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا کا مفہوم ہے کہ طبع اللّٰه علیها فلا تعقل اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ اُن سے تعقل نہیں کرتے اور ان کی آنکھوں نے ہدایت کو ڈھانک

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۸

رکھا ہے جو انھیں نظر نہیں آتی اور ان کے کان تو ہیں پر وہ اُن سے سنتے نہیں ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں وہ ہدایت کی آواز سنتے ہی نہیں۔ [1]

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ -

وہ فہم نہ رکھنے کے سبب اور عبرت کے لیے نہ دیکھنے کی وجہ سے اور تدبر کی خاطر نہ سننے کی بنیاد پر اور اس لیے کہ ان کے حواس اور قوتیں اسباب عیش و عشرت پر مرکوز ہیں وہ چوپایوں کے مانند ہیں۔

بَلْ هُمْ أَضَلُّ -

بلکہ اس سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں

اس لیے کہ جانور بھی نفع ونقصان کی جن چیزوں کا ادراک ہونا چاہیئے اس کا ادراک کرتے ہیں اور جس کی طرف مائل ہونا چاہیئے اور جس سے در ہونا چاہیئے اس کے لیے پوری سعی کرتے ہیں لیکن یہ لوگ ایسے نہیں ہیں بلکہ ان میں سے اکثر کو یہ بات معلوم ہے کہ وہ دشمن ہے اور جہنم کی جانب بڑھ رہا ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ -

یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں بھر پور اور مکمل ہیں

کتاب علل الشرائع میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں میں ایسی عقل رکھ دی ہے جہاں خواہش نہیں ہے اور جانوروں میں خواہش ہے اور عقل نہیں اور اولاد آدم میں دونوں باتیں رکھ دی ہیں۔ پس جس کی عقل خواہشات پر غالب آجائے تو وہ فرشتوں سے افضل ہے اور جس کی خواہش عقل پر غالب آجائے تو وہ چوپائے سے بدتر ہے۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۹ (۲) علل الشرائع ج ۴۔ ۵ ح ۱ باب ۶

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ج

وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

۲۲ ع ۱۰ ۱۲

۱۸۰۔ اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں تم انھی ناموں سے اُسے پکارا کرو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی جزا پائیں گے۔

۱۸۱۔ اور ہماری مخلوقات میں ایک ایسی امت بھی ہے جو حق کی راہ دکھاتی ہے اور اسی کے مطابق عدل سے کام لیتی ہے۔

۱۸۲۔ اور جنھوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہم بتدریج اُن کو تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انھیں پتا تک نہیں چلے گا۔

۱۸۳۔ اور میں انھیں مہلت بھی دیتا ہوں یقیناً میری تدبیر بہت پائیدار ہے۔

۱۸۰۔ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔

اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں۔ تمام اسماء میں اللہ کے نام سب سے زیادہ خوب صورت اور اچھے ہیں۔ اس لیے کہ وہ جن مفاہیم پر مشتمل ہیں وہ بھی اَحسن ہیں۔ تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس سے مراد الرحمٰن الرحیم ہیں۔ [۱]

فَادْعُوْهُ بِهَا ۪۔ تم اللہ کو ان ہی ناموں سے پکارو

کتاب کافی میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ اُن سے نام کے بارے میں سوال کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا کہ یہ اسماء موصوف کی صفات ہیں۔ [۲]

تفسیر عیاشی امام رضاؑ سے مروی ہے کہ جب بھی تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو ان ناموں کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول سے ثابت ہے ''وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا'' (اعراف۔ ۱۸۰) امامؑ نے فرمایا کہ امام جعفر صادقؑ کا قول ہے نحن واللہ الاسماء الحسنی الذی لا یقبل من احد طاعۃ الا بمعرفتنا قال ''فادعوہ بھا'' [۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۹ (۲) الکافی ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۳ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۲ ح ۱۱۹

خدا کی قسم ہم وہ اسمائے حسنیٰ ہیں کہ کسی کی اطاعت قبول نہیں کی جائے گی جب تک ہماری معرفت نہ ہو لہذا ان اسماء کے واسطے سے دعا کرو۔

اسم کے مفہوم کی تحقیق سورۂ بقرہ کے آغاز آیت ۳۱ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ-

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں

وہ اس کے نام پر بتوں کا نام رکھ لیتے ہیں یا اللہ کے وہ اوصاف بیان کرتے ہیں جو اس کے لیے مناسب نہیں ہیں اور اس کے ایسے نام رکھ لیتے ہیں جن کا رکھنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

کتابِ کافی میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ خالق کی توصیف نہیں کی جاسکتی ہے مگر وہی جو اس نے خود اپنے لئے بیان کی ہے اور بھلا اس کا وصف کیسے بیان ہوسکتا ہے جو اس جس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور اوھام کی جہان تک رسائی ممکن نہیں اور خیالات جس کی حد بندی نہیں کرسکتے اور آنکھیں جس کا احاطہ کرنے سے درماندہ ہیں۔ توصیف کرنے والوں کی توصیف سے وہ بلند و بالا ہے اور تعریف کرنے والوں کی تعریف سے وہ ماورا ہے۔
[1]

کتاب توحید میں امام صادقؑ سے ایک طولانی حدیث میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے اسمائے حسنیٰ ہیں کہ جس نے اپنے غیر کو ان ناموں سے موسوم نہیں کیا اور اسی بات کو کتابِ حکیم میں بیان فرمایا ہے "فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ" (اعراف۔ ۱۸۰) تم انھی ناموں سے اللہ کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو جہالت کے سبب اور لاعلمی کی بنیاد پر اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں پس جو بغیرِ علم اس کے اسماء میں الحاد کرتا ہے وہ شرک کرتا ہے اور اسے اس کا علم نہیں ہے اور وہ کفر کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ اچھا کام کر رہا ہے اور اسی لیے فرمایا ہے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (یوسف۔ ۱۰۶) (اور اُن میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ وہ اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں)۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اس کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں جس کا انھیں علم نہیں ہے انھیں غیر مناسب جگہ پر رکھ دیتے ہیں جو اس کے لئے مناسب نہیں ہے۔ [2]

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ -

اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی جزا پائیں گے

۱۸۱- وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ -

اور ہماری مخلوقات میں سے ایک ایسی امت بھی ہے جو حق کی راہ دکھاتی ہے اور اسی کے مطابق عدل سے کام لیتی ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۳۸ ح ۳ (۲) التوحید ص ۵۸ ح ۱۶ باب ۲

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے روایت ہے آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ ۱

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم ہی ہیں۔ ۲

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت آل محمد اور ان کے پیروکاروں کے لئے ہے۔ ۳

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

والذی نفسی بیدہ لتفرقن ھذہ الأمّة علی ثلاث وسبعین فرقة کُلّھا فی النار الّا فرقة "وممن خلقنا امة یھدون بالحق وبه یعدلون" فھذہ التی تنجومن ھذہ الامة ۴

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ضرور بالضرور یہ اُمت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی جن میں سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے ''وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ'' یہی وہ فرقہ ہے اس امت میں سے جسے نجات ملے گی۔

اور امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد اُمتِ محمدؐ ہے۔ ۵

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے:

ھذہ لکم وقد اعطی قوم موسیٰ مثلھا۔ ۶

یہ تمھارے لیے ہے اور موسیٰؑ کی قوم کو بھی اسی جیسا عطا کیا گیا تھا۔

نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ یہ میری امت کے لیے ہے جو حق کے ساتھ لیتے ہیں اور حق کے ساتھ دیتے ہیں اور جو قوم تمھارے سامنے ہے اسے بھی اسی جیسا عطا کیا گیا ہے ''وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ۝'' (اعراف۔ ۱۵۹) اور قومِ موسیٰؑ میں سے بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ذریعے انصاف کرتے ہیں۔ ۷

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں ان تینوں حدیثوں میں امت کے کچھ افراد مراد ہیں جیسا کہ لفظ ''مثلھا'' اس پر دلالت کر رہا ہے اور اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو مجمع البیان میں ہے کہ **ان من امتی قوما علی الحق حتی ینزل عیسیٰؑ بن مریم** یقیناً میری امت میں سے ایک قوم حق پر باقی رہے گی یہاں تک کہ عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے۔ ۸

۱۸۲-وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ-

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۴۱ ح ۱۳ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۲ ح ۱۲
(۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۰۳
(۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۹
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۳ ح ۱۲۲
(۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۳۰ ح ۱۲۳
(۶) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۰۳
(۷) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۰۳
(۸) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۰۳

اور جنھوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہے ہم انھیں بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے
ہم انھیں بتدریج تھوڑا تھوڑا ہلاکت کے قریب لے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اس میں اچانک گر پڑیں گے اور استدراج درجہ بدرجہ بلندی یا پستی کی طرف جانے کو کہتے ہیں۔

مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔

کہ انھیں پتا تک نہیں چلے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے

دراصل ان پر مسلسل نعمتیں نازل ہوتی رہیں تو وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ سب اُن پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے تو وہ اس بات پر اترانے لگے اور گمراہی میں منہمک ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ کلمۂ عذاب اُن کے لیے ثابت ہوگیا۔

تفسیر قمی میں ہے امامؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد نافرمانی کے وقت نعمتوں کی تجدید ہے۔ [1]

کتابِ کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا کہ وہ بندہ ہے جو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اسے نئی نئی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور وہ نعمت اسے اُس گناہ کی مغفرت سے غافل کردیتی ہے۔ [2]

اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب اللہ اپنے بندے کے لئے خیر کا ارادہ کرتا ہے اور وہ بندہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ اسے مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے اور اسے مغفرت کی یاد دلاتا ہے اور اگر اللہ اپنے بندے کو شر میں گرفتار رہنے دینا چاہتا ہے اور وہ بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ اسے نعمتوں سے نوازتا ہے تاکہ اسے مغفرت طلب کرنا یاد نہ رہے اور دیر تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور وہ قولِ خداوندی ہے ''سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ'' ہم بتدریج انھیں تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ گناہ کرتے وقت انھیں نعمتوں کا علم نہیں ہوگا۔ [3]

۱۸۳-وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ۔

اور میں انھیں مہلت دوں گا

اِنَّ كَيۡدِیۡ مَتِيۡنٌ۔

یقیناً میری تدبیر بہت پائیدار ہے کسی شے سے اسے دور نہیں کیا جاسکتا اسے لفظ ''کید'' سے تعبیر کیا اس لیے کہ اس کا ظاہر احسان (عطیہ) ہے اور باطن خِذلان (رسوائی۔ذلت) ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۹ (۲) الکافی ج ۲ ص ۴۵۲ ح ۳ (۳) الکافی ج ۲ ص ۴۵۲ ح ۱

اَوَ لَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا ٜ مَا بِصَاحِبِہِمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَ لَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَکُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ وَّ اَنۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُہُمۡ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ ؕ وَ یَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۴۔ کیا انھوں نے سوچا نہیں کہ ان کا رفیق دیوانہ نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک واضح ڈرانے والا ہے۔

۱۸۵۔ کیا انھوں نے آسمان و زمین کی بادشاہت کو اور اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کی طرف غور سے نہیں دیکھا۔ عجب نہیں کہ اُن کی موت کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۱۸۶۔ اللہ جسے گمراہی میں رہنے دے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں وہ انھیں چھوڑ دیتا ہے کہ گمراہی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔

۱۸۴- اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا ٜ مَا بِصَاحِبِہِمۡ-

کیا انھوں نے سوچا نہیں کہ ان کے رفیق کا رحضرت محمدؐ میں

مِّنۡ جِنَّۃٍ ؕ-

جنون اور دیوانہ پن نہیں ہے

روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرمؐ کوہِ صفا پر چڑھ کر ہر قبیلہ کو دعوت دینے لگے اور انھیں عذابِ خدا سے ڈرانے لگے تو کسی کہنے والے نے کہا:

اِنَّ صاحبکم لمجنون بات یُھَوِّتُ الی الصّباح

(کہ تمھارا رفیق تو دیوانہ ہوگیا ہے صبح سویرے چیخ چلا رہا ہے) تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

اِنۡ ہُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ-

بلکہ وہ تو ایک واضح ڈرانے والا ہے۔

وہ جس طرح لوگوں کو عذابِ خدا سے ڈراتے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

۱۸۵- اَوَلَمۡ یَنۡظُرُوۡا-

کیا انھوں نے غور نہیں کیا

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۷۹

فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ-
آسمانوں اور زمین کے باطن اور ان کے حقائق پر
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ -
اور اللہ نے جس شے کو بھی خلق فرمایا ہے
ان تمام چیزوں پر مخلوقات میں سے جس جس پر شے کا اطلاق ہوتا ہے جن کا حصر کرنا ممکن نہیں ہے ان میں سے ہر شے قدرتِ صانع کے کمال اور ایجاد کرنے والے کی وحدانیت اور مالک کی عظمتِ شان پر دلالت کر رہی ہے اور وہی ہستی ان کے امور کی متولیّ ہے تاکہ ان کو جس امر کی دعوت دی جارہی ہے اس کی درستی اور حقانیت ان پر واضح ہوجائے۔
وَّ اَنْ عَسٰۤى- اور عجب نہیں کہ
اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ -
ان کی موت کا وقت قریب آ گیا ہو
کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ان کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور اس کے آجانے کی توقع ہے تو ایسے عالم میں انھیں طلبِ حق کی جانب تیزی سے آجانا چاہئے اور ایسی چیزوں کی جانب توجہ دینی چاہئے جو انھیں موت کے اچانک آجانے اور عذاب کے نازل ہونے سے پہلے نجات کا سامان فراہم کردیں۔
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ-
تو پھر قرآن کے بعد کس بات پر
يُؤْمِنُوْنَ- وہ ایمان لائیں گے
جب وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے اور اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب آچکا ہے تو انھیں کیا ہوگیا کہ وہ قرآن پر ایمان لانے میں جلدی نہیں کرتے اور اس امر کے واضح ہوجانے کے بعد کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ پس اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے تو پھر کون سی بات زیادہ حق دار ہے جس پر وہ ایمان لانا چاہتے ہیں۔
۱۸۶- مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ -
اللہ جسے گمراہی میں رہنے دے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں وہ انھیں چھوڑ دیتا ہے کہ گمراہی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔
تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ انھیں اُن کے نفس کے سپرد کردیتا ہے۔ [1]
گویا کہ یہ بتایا جارہا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور اسے ہدایت نہیں دے سکتا اور اللہ نے انھیں چھوڑ دیا ہے۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۴۹ (۲) اقتباس از تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۸۳

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

وقف لازم

۱۸۷۔ اے نبیؐ! یہ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ وہی اُسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔ آسمانوں اور زمین میں سخت کٹھن گھڑی ہوگی۔ وہ تم پر اچانک آجائے گی۔ اے نبی وہ آپ سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا آپ نے اس کے علم کا احاطہ کرلیا ہے۔ فرما دیجیے کہ قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔

۱۸۷– يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ –

اے نبیؐ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کر رہے ہیں

سَاعَة قیامت کے مشہور ناموں میں ہے۔

اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ –

کہ قیامت کب آئے گی کب اس کا وجود ہوگا کب وہ مستقر ہوگی

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ ۚ –

اے نبیؐ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے

اللہ نے اس کے علم کو خود سے مخصوص کرلیا ہے اور اس سے نہ تو کسی مقرب فرشتے کو اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو مطلع کیا ہے۔

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ –

وہی اُسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا

یعنی اس کے واقع ہونے تک اس کا مخفی ہونا اللہ کے علاوہ ہر ایک کے لیے مسلسل ہوگا۔

ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ –

قیامت اپنی ہولناکی اور شدت کی بنیاد پر آسمان و زمین میں رہنے والوں ملائکہ اور جن و انس کے لیے بہت سنگین ہوگی

لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً -

وہ تم پر اچانک آجائے گی

کتاب جوامع میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ قیامت لوگوں پر اچانک آجائے گی کوئی شخص اپنا حوض درست کر رہا ہوگا۔ کوئی شخص اپنے چوپائے کو پانی پلا رہا ہوگا اور کوئی بازار میں اپنے سامانِ تجارت کی قیمت لگا رہا ہوگا اور کوئی اپنے ترازو کو جھکا اور بڑھا رہا ہوگا۔ [1]

يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا -

اے نبیؐ یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں جیسے گویا آپ نے اس کے علم کا احاطہ کر رکھا ہے

کہا گیا ہے کہ آپ کو اس کا علم ہے۔

اور اس جملہ کی اصل یہ ہے کہ کانکَ احفیتَ بالسوال کہ گویا آپ نے سوال کی چھان بین کی ہے اور اس کا احاطہ کر لیا ہے۔ [2]

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ -

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے

اس نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو اس بارے میں نہیں بتایا ہے اس لیے کہ اس کا تعلق علم غیب سے ہے جسے اللہ نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ -

اور لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں

تفسیر قمی میں ہے کہ قریش نے عاص بن وائل سہمی، نضر بن حارث بن کلدۃ اور عقبہ بن ابی معیط کو نجران روانہ کیا تاکہ وہ علمائے یہود سے ایسے مسائل کا علم حاصل کر لیں جنھیں وہ رسولِ اکرمؐ سے دریافت کریں اور اُن میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حضرت محمدؐ سے یہ سوال دریافت کریں کہ قیامت کب آئے گی پس اگر وہ اس کے علم کے دعوی دار ہوں تو جھوٹے ہوں گے کیوں کہ علم قیامت سے اللہ تعالیٰ نے کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو بھی مطلع نہیں کیا ہے پس جب انھوں نے سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [3]

---

(۱) جوامع الجامع ج۱ ص ۴۸۷

(۲) انوار التنزیل ج۱ ص ۳۸۰ و جوامع الجامع ج۱ ص ۴۸۷

(۳) تفسیر قمی ج۱ ص ۲۴۹

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

۱۸۸۔ اے محمدؐ آپ فرما دیجیے کہ میں اپنے نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا مگر وہی جو خدا چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں اپنے لیے بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی ضرر نہ پہنچتا بس میں تو مومنین کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔

۱۸۸– قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا–

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میں اپنے لیے جلب منفعت اور دفع مضرت پر کوئی اختیار نہیں رکھتا یہ درحقیقت بندگی کا اظہار اور علمِ غیب کے دعوے سے بَرَاءت کا اعلان ہے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ–

مگر اللہ جسے بتانا چاہتا ہے اس کا مجھے الہام کر دیتا ہے اور اس کی توفیق مجھے کرامت کر دیتا ہے۔

وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ–

اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو اپنے لیے بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی ضرر نہ پہنچتا

کتاب معانی اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ "سوء" سے مراد فقر ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کنت اختار لنفسی الصحة والسلامة۔ میں اپنے لیے صحت و سلامتی کا انتخاب کر لیتا

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

میں تو مومنین کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں انھیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ [۲]

(۱) معانی الاخبار ص ۱۷۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۳ ح ۱۲۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۵

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ أَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

۱۸۹۔ وہی تو ہے جس نے تمھیں ایک نفس سے خلق فرمایا ہے اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اس نے ہلکا سا حمل محسوس کیا جسے لیے وہ چلتی رہی جب اسے وزن محسوس ہوا تو دونوں نے اپنے پروردگار اللہ سے دعا طلب کی اے ہمارے پروردگار ہمیں تو اگر صحیح و سالم بچہ دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔

۱۹۰۔ مگر جب اللہ نے انھیں صحیح و سالم بچہ دے دیا تو وہ اللہ کی اس عطا میں دوسروں کو شریک گرداننے لگے وہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے بلند و برتر ہے۔

۱۹۱۔ کیا یہ لوگ انھیں شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔

۱۹۲۔ جو نہ اُن کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد پر قادر ہیں۔

---

۱۸۹ - هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ -

وہی تو ہے جس نے تمھیں ایک نفس یعنی آدم سے خلق فرمایا ہے

وَّجَعَلَ مِنْهَا - اور ان کی بچی ہوئی مٹی سے بنایا

زَوْجَهَا - ان کی بیوی حوا کو

لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۚ - تا کہ وہ ان سے مانوس ہوں اور ان سے اطمینان حاصل کریں

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا - پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا یعنی مباشرت کی

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا - تو اس نے ہلکا سا حمل محسوس کیا

فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ - جسے لیے ہوئے وہ چلتی رہی یعنی یہ حمل باقی رہا

فَلَمَّآ أَثْقَلَتْ - پس جب اسے وزن محسوس ہوا

یعنی بچہ اس کے شکم میں بڑا ہونے لگا۔

دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا۔

تو دونوں نے اپنے پروردگار اللہ سے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار تو اگر ہمیں صحیح وسالم بچہ دے گا

لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔

تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے

۱۹۰۔ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا۔

مگر جب اللہ نے انھیں صحیح وسالم بچہ دے دیا تو وہ اللہ کی اس عطا میں دوسروں کو شریک گرداننے لگے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

وہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے بلند و برتر ہے۔

کتابِ عیون میں امام رضاؑ سے روایت ہے کہ مامون نے اُن سے کہا کہ اے فرزندِ رسول! کیا یہ آپ کا فرمان نہیں ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں؟ فرمایا ہاں تو مامون نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول "فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا" کا مفہوم کیا ہے؟ امام علی رضاؑ نے فرمایا کہ حوّا کے ہاں آدم علیہ السلام کے پانچ سو بچے پیدا ہوئے ہر ولادت میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی اور آدم علیہ السلام اور حوّا نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا دعا طلب کی تھی اور یہ کہا تھا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اے اللہ اگر تو نے ہمیں صحیح وسالم اولاد عطا کر دی تو ہم تیرا شکر ادا کریں گے پس جب اللہ نے آدم وحوّا کو ان کی نسل سے صالح اولاد عطا کی جو صحیح و سالم تھی اور ہر عیب سے محفوظ تھی تو اللہ نے جو اولاد انھیں عطا کی ان کی دو قسمیں تھیں لڑکے اور لڑکیاں ان دونوں اصناف نے شرک خدا اختیار کیا اور اس طرح اُس کا شکر ادا نہیں کیا جیسا آدم وحوّا نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وہ سب جو شرک کر رہے ہیں اللہ اس سے بلند و برتر ہے تو مامون نے یہ جواب سُن کر کہا اشھد انك ابن رسول اللہ حقا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی فرزندِ رسول ہیں۔ [1]

۱۹۱۔ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ۔

کیا یہ لوگ ان اصنام کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں

۱۹۲۔ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا۔

نہ تو ان عبادت گزاروں کی مدد کر سکتے ہیں

وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ۔

اور نہ ہی خود اپنی مدد پر قادر ہیں کہ اپنے گرد و پیش سے نقصان پہنچانے والی اشیاء کو دور کر سکیں۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۹۷۔ ۱۹۶ ح ۱ باب ۱۵

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

۱۹۳۔ اگر تم انھیں راہِ ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمھاری بات نہ مانیں گے خواہ تم انھیں آواز دو یا خاموش رہو تمھارے لئے دونوں صورتیں یکساں ہیں۔

۱۹۴۔ تم خدا کو چھوڑ کر جنھیں معبود سمجھتے ہو وہ تو تمھاری ہی طرح کے بندے ہیں تم انھیں پکار کر دیکھ لو اگر تم سچے ہو تو وہ جواب دیں گے۔

۱۹۳- وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ-

اگر تم انھیں راہِ ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمھاری بات نہ مانیں گے

اس عبارت میں دو طرح کے معانی کا احتمال پایا جاتا ہے۔ پہلا مفہوم یہ ہے کہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ''ھُمْ'' کی ضمیر مشرکین کے لیے ہے۔ یعنی اگر تم مشرکین کو اسلام کی دعوت دو گے تو وہ اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ خطاب مشرکین سے ہے اور ''ھُمْ'' کی ضمیر اصنام کے لئے ہے یعنی اگر تم ان اصنام کو ہدایت کے لیے پکارو گے تو یہ تمھاری مراد پوری نہیں کریں گے اور تمھیں جواب نہیں دیں گے جس طرح اللہ تمھیں جواب دیتا ہے۔

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ-

خواہ تم انھیں آواز دو یا خاموش رہو تمھارے لیے دونوں صورتیں یکساں ہیں

۱۹۴- اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ-

تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو اور جنھیں اِلٰہ کے نام سے موسوم کرتے ہو

عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ-

وہ تو تمھاری طرح بندے ہیں اور تابع فرمان ہیں

فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ-

تم انھیں پکار کر دیکھو وہ تمھاری مشکلات میں تمھاری آواز پر لبیک کہیں گے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ- اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ وہ معبود ہیں۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

۱۹۵۔ کیا یہ پاؤں رکھتے ہیں کہ اُن سے چلیں؟ کیا یہ ہاتھ رکھتے ہیں کہ اُن سے پکڑیں؟ کیا یہ آنکھیں رکھتے ہیں کہ اُن سے دیکھیں؟ کیا یہ کان رکھتے ہیں کہ اُن سے سنیں؟ اے محمدؐ آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے شریکوں کو بلا لو پھر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔

۱۹۶۔ میرا حامی تو وہ خدا ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہ نیکوکاروں کی حمایت کرتا ہے۔

۱۹۵- قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ -

اے پیغمبرؐ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے شریکوں کو بلا لو اور میری دشمنی میں اُن سے مدد طلب کرو

ثُمَّ كِيْدُوْنِ- اور پھر تم سب اور تمھارے شرکاء اپنے مقدور بھر میرے خلاف تدبیریں کرو

فَلَا تُنْظِرُوْنِ- اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو مجھے تمھاری کوئی پروا نہیں ہے کیوں کہ اللہ کی سرپرستی اور حفاظت پر میرا پورا بھروسا اور اعتماد ہے۔

۱۹۶- اِنَّ وَلِيِّۦَ -

بے شک میرا ناصر اور محافظ

اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ -

وہ اللہ ہے جس نے قرآن کو نازل کیا ہے

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ - اور وہی صالح لوگوں کی نصرت اور حفاظت کیا کرتا ہے۔ [1]

(۱) کتاب کافی ج ۱ ص ۶۲۴ ح ۲۱ باب فضل القرآن۔ امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ جو یہ آیت اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ (اعراف۔۱۹۶) اور وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ سے لے کر عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ (زمر۔۶۷) تک آیتوں کی تلاوت کرے گا وہ جلنے اور ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔ امامؑ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اس کی تلاوت کی اور پڑوسیوں کے گھروں میں آگ بھڑک اٹھی اور اس کا گھر درمیان میں تھا اس کے باوجود آگ اس کے گھر تک نہیں پہنچی اور من لایحضرہ الفقیہ میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ آیت اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ اور وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ میری امت کے لئے جلنے سے محفوظ رکھنے کے لیے امان ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَکُمۡ وَ لَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۷﴾ وَ اِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی لَا یَسۡمَعُوۡا ؕ وَ تَرٰىہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ وَ ہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۹۸﴾

۱۹۷۔ اس کے برعکس اللہ کو چھوڑ تم جنھیں معبود سمجھتے ہو وہ نہ تو تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی مدد کرنے پر قادر ہیں۔

۱۹۸۔ اور اگر آپ انھیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ آپ کی بات سُن نہ پائیں گے آپ کو یہ نظر آئے گا کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں لیکن دراصل وہ نہیں دیکھتے۔

۱۹۸- وَ اِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی لَا یَسۡمَعُوۡا ؕ وَ تَرٰىہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ وَ ہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ۔

یہ محسوس ہوگا کہ وہ تمھاری جانب دیکھ رہے ہیں اس لئے کہ انھوں نے ایسی تصویریں بنا رکھی ہیں کہ جو بھی اُن کی طرف دیکھتا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ اسی کی جانب دیکھ رہے ہیں۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾
وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

۱۹۹۔ اے محمدؐ آپ عفو ودرگزر سے کام لیں مَعْرُوف کا حکم دیئے جائیں اور جاہلوں سے روگردانی کریں۔
۲۰۰۔ اگر شیطان آپ کو اکسانے کی کوشش کرے تو اے نبی آپ اللہ کی پناہ مانگیں بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۱۹۹ - خُذِ الْعَفْوَ - اے محمد آپ عفو ودرگزر سے کام لیں (الف)
لوگوں کے جو افعال اور اخلاق آپ کو قابلِ معافی نظر آئیں انھیں قبول کرلیں اور جو اعمال وہ بغیر مشقت کے آسانی کے ساتھ بجالائیں انھیں تسلیم کرلیں اور ایسے اعمال کا مطالبہ نہ کریں جس میں ان کے لئے دشواریاں ہوں اور انھیں مشکلات میں مبتلا نہ کریں اور جو اعمال آسانی سے کیے جائیں وہ ان سے قبول کرلیں اور اسی کی مانند نبی اکرمؐ کا قول ہے یسروا ولا تعسروا تم آسانیاں پیدا کرو اور عفو ودرگزر میں دشواریاں پیدا نہ کرو۔ [۱]
تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ ادب سکھایا ہے کہ آپ اُن سے وہ قبول کرلیں جو ظاہر ہو اور آسانی سے میسر ہو اور فرمایا کہ عفو سے مراد "درمیانی راہ" ہے۔ [۲]
کتابِ فقیہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ انھوں نے ثقیف کے ایک شخص سے کہا اِيَّاكَ اَن تضْرِبَ مُسْلِمًا اويهوديًا اونصرانيًا في درهم خراج اوتبيع دابة عمل في درهم فَاِنَّا اُمرنا ان نأخذ منه الْعَفْوَ [۳]
خبردار تم خراج (ٹیکس) کے ایک درہم کے لیے کسی مسلمان، یہودی یا نصرانی کو زد وکوب کرو یا ایک درہم کے لئے اسے مجبور کرو کہ وہ اپنے کام کرنے والے چوپائے کو فروخت کردے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سال بھر کے اخراجات سے جو بچ جائے اس میں سے وصول کریں۔

وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ -
اور افعال میں جو خوبصورت اور جانے پہچانے اور اخلاق میں جو پسندیدہ ہوں ان کا حکم دے دیجیے۔

وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ -
اور جاہلوں سے روگردانی کریں۔

(الف) تفسیر مجمع البیان میں خُذِ الْعَفْوَ کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے ای خذ یامحمد ما عفا من اموال الناس اے محمد لوگوں کے اخراجات سے جو مال بچ گیا ہے اس میں سے لے لیں۔ رسول اکرمؐ لوگوں کے اموال میں سے جو بچت ہوتی تھی اس میں لے لیا کرتے تھے اس میں وقت کی کوئی پابندی نہ تھی۔ جب آیت زکوٰۃ نازل ہوئی تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

(۱) جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۹۱ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۳ (۳) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۱۳

یعنی ان سے کسی قسم کی دشمنی نہ کریں اور ان کی حماقتوں کا ویسا ہی بدلہ نہ دیں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت بیان کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ امین سے اس بارے میں دریافت کیا جبرئیلؑ نے کہا مجھے نہیں معلوم جب تک میں جاننے والے سے دریافت نہ کرلوں۔ پھر جبرئیل تشریف لائے اور کہا:

یامحمد ان الله یامرك ان تعفو عمن ظلمك وتعطی من حرمك وتصل من قطعك اے محمدؐ اللہ حکم دیتا ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے آپ اسے معاف کردیں جو آپ کو محروم رکھے آپ اُسے عطا کریں جو آپ سے رشتہ ناتہ توڑے آپ اس سے رشتہ جوڑلیں۔ [۱]

تفسیر جوامع میں امام صادقؑ سے مروی ہے:

اَمَرَاللّٰه نبیّه بمکارم الاخلاق ولیس فی القرآن اٰیة اجمع لمکارم الاخلاق منها۔ [۲]

اللہ تبارک وتعالٰی نے اپنے نبی کو مکارمِ اخلاق کا حکم دیا ہے اور قرآن کی کوئی اور آیت ایسی جامع نہیں ہے جو مکارم اخلاق کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہو۔

کتابِ عیون میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کو لوگوں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ [۳]

۲۰۰-وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ-

اور اگر شیطان آپ کو اکسانے کی کوشش کرے

اگر شیطان آپ کے دل میں ایسے خیالات کو برانگیختہ کرنا چاہے جو اس کے خلاف ہو جو آپ کو حکم دیا گیا ہے جیسے غضب کا اظہار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

نزغ، نسغ اور نخس اور غرز کے معنیٰ ہیں اکسانا، ابھارنا اور برانگیختہ کرنا، لوگوں کو وسوسے میں ڈالنا تاکہ انھیں نافرمانی پر آمادہ کیا جائے۔ اور اس بات پر ابھارنا کہ ہانکنے والا اپنی مرضی سے جدھر چاہے اُدھر لے جائے۔ [۴]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب سابقہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرمؐ نے کہا اے پروردگار غضب کس طرح ہوتا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ۔ [۵]

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ-

آپ اللہ کی پناہ طلب کریں وہ آپ کے استعاذے کو سن لے گا

عَلِيْمٌ- اور وہ جانتا ہے کہ کس بات میں آپ کے امر کی بہتری ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۱۲ (۲) جوامع الجامع ج ۱ ص ۴۹۱ (۳) عیون اخبار الرضاؑ ج ۱ ص ۲۵۶

(۴) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۲ (۵) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۱۳۔۵۱۲

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

۲۰۱۔ متقی لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اگر شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال انھیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں اور صحیح راستہ انھیں نظر آنے لگتا ہے۔

۲۰۲۔ اور شیطان کے بھائی بند تو انھیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں پھر وہ انھیں بھٹکانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

---

۲۰۱ - طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ -

شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال جو دل میں آجائے اسے طائف اس لئے کہتے ہیں کہ گویا اس نے انھیں گھیر لیا ہو اور ان کے گرد دائرہ بنا دیا ہو لیکن ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتا ہو۔

تَذَكَّرُوْا -

وہ یاد کرتے ہیں کہ اللہ نے کن کن باتوں کا حکم دیا ہے اور کن چیزوں سے روکا ہے۔

فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ -

اسی اثنا میں وہ اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں کہ غلطیوں کے مواقع کون سے ہیں اور شیطان کی مکاریاں کیا ہیں تو ان سے اجتناب اور احتراز کرتے ہیں۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ یہ بندہ ہی ہے جو گناہ کا ارادہ کرتا ہے پھر جب تَذَكُّر (صحیح راستے کو یاد کرنا) کرتا ہے تو گناہ سے رک جاتا ہے۔ [۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ [۲]

اور ایک روایت میں ہے فیبصر ويُقْصِر۔ [۳]

وہ بصیرت سے کام لیتا ہے اور گناہ سے باز رہتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے امامؑ نے فرمایا:

اذا ذکرهم الشیطان المعاصی وحملهم علیها یذکرون اسم الله فاذا هم مبصرون۔ [۴]

جب شیطان انھیں عصیان (نافرمانیوں) کی یاد دلاتا ہے اور گناہوں پر آمادہ کرتا ہے تو وہ اللہ کے نام کو زبان پر لاتے ہیں اس طرح ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ دیکھنے لگتے ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۳۵ - ۴۳۴ ح ۷　(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۴ ح ۱۳۰

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۴ ح ۱۲۹　(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۵۳

۲۰۲-وَاِخْوَانُهُمْ-

اور شیطان کے بھائی بند یعنی وہ لوگ جو خوفِ خدا نہیں رکھتے

يَمُدُّوْنَهُمْ-

تو شیاطین اُن کو کھینچتے چلے جاتے ہیں

فِي الْغَيِّ-

گمراہی میں زیب و زینت کے ذریعے اور اس پر آمادہ کر کے

ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ-

وہ انھیں بھٹکانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ اس بات پر ڈٹ جائیں اور واپس نہ جانے پائیں اور ہلاک ہو جائیں یا مفہوم یہ ہوگا کہ بھائی بند گمراہی سے کوتاہی نہیں کرتے۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

۲۰۳۔ اے نبیؐ اور جب آپ اُن تک کوئی آیت لے کر نہیں آتے تو وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی طرف سے کیوں نہ بنالی آپ فرما دیجئے میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو وحی مجھ پر میرے رب کی جانب سے آتی ہے۔ یہ قرآن تمھارے رب کی جانب سے بصیرت اور صاحبان ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

۲۰۳۔ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ ۔

اے نبیؐ جب آپ اُن تک قرآن کی کوئی آیت لے کر نہیں آتے یا وہ آیت جسے ان لوگوں نے اپنی مرضی سے ایجاد کرلیا ہے۔

قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ ۔

تو وہ کہتے ہیں کہ آپ نے خود کیوں نہ بنالی اپنی مرضی سے جس طرح آپ دوسری آیتیں پڑھتے ہیں یا یہ کہ آپ نے اللہ سے کیوں نہ مطالبہ کیا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ ۔

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ نہ تو میں آیات کو جھوٹ گھڑوں گا یا نہ ہی اپنی مرضی سے اسے ایجاد کروں گا بس میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو وحی میرے رب کی جانب سے مجھ پر آتی ہے۔ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ یہ قرآن تمھارے رب کی جانب سے دلوں کے لیے بصائر ہے جس کے ذریعہ حق کی رہنمائی ہوتی ہے اور وہ صاحبانِ ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾
وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾
اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

ع ۱۸ — ۲۴ — ۱۴ — السجدۃ

۲۰۴۔ اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔
۲۰۵۔ اور تم اپنے رب کو (دل ہی دل میں) تضرع و زاری اور خوف سے یاد کرو اور دھیمی آواز میں صبح و شام یاد کرتے رہو اور غافلوں میں سے نہ ہو جانا۔
۲۰۶۔ جو بھی تمھارے رب سے مقام تقرب رکھتے ہیں وہ کبھی اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے وہ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسی کے حضور سجدہ ریز رہتے ہیں۔

۲۰۴۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے

کہا گیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ لوگ دورانِ نماز گفتگو کیا کرتے تھے تو انھیں حکم دیا گیا کہ امام کی قرأت کو توجہ اور غور سے سنیں اور تلاوتِ قرآن کے وقت خاموش رہیں۔ [1]

کتابِ فقیہ میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اگر تم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو تم پر لازم ہے کہ ابتدائی دو رکعتوں میں کچھ نہ پڑھو اور قرآن کی تلاوت کے وقت خاموش رہو اور آخری دو رکعتوں میں بھی کچھ نہ پڑھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے (وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ) یعنی امام کے پیچھے جب واجب نماز میں قرآن پڑھا جائے (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ) تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور آخری دو رکعتیں ابتدائی دو رکعتوں کی تابع ہیں۔ [2]

کتابِ تہذیب میں امام صادقؑ سے مروی ہے اگر تم ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو جسے تم چاہتے ہو اور جس پر اعتماد رکھتے ہو تو تمھارے لئے اس کی قرأت کافی ہے اور اگر تم پڑھنا چاہتے ہو تو ان رکعتوں میں پڑھ لو جن میں امام خاموشی سے تلاوت کرتا ہے پس جب امام بالجہر تلاوت کر رہا ہو تو اس وقت خاموش رہو ارشاد باری

(۱) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۸۳ (۲) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۵۶ ح ۱۱۶۰

عز اسمہٗ ہے وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تم خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں صادقین میں میں کسی ایک سے روایت ہے امامؑ نے فرمایا اِذاکنت خلف امام تاتم بہ فانصت وسبح فی نفسك جب تم امام کے پیچھے اس کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہو تو خاموش رہو اور دل ہی دل میں تسبیح پڑھتے رہو۔ [2]

اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ قرآن کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا واجب ہے خواہ نماز میں اس کی تلاوت ہو رہی ہو یا اس کے علاوہ، جب بھی تمھارے نزدیک قرآن کی تلاوت کی جائے تو تم پر واجب ہے کہ خاموش رہو اور اسے غور سے سنو۔ [3]

کتابِ تہذیب میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو قوم کی امامت کر رہا ہے اور تم اس کی امامت سے راضی نہیں ہو اور وہ جہری نماز میں قرأت کر رہا ہے تو امامؑ نے فرمایا کہ جب تم یہ سنو کہ کتابِ خدا کی تلاوت کی جا رہی ہے تو اس کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ امامؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ نمازِ صبح پڑھ رہے تھے تو اس وقت ابن الکوا نے امام کے پیچھے اس آیت وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾ (زمر۔ ۶۵) (اے محمدؐ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے جو پیغمبر آ چکے ہیں اُن کی طرف وحی کی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔) تلاوت کی تو علیؑ قرآن کی تعظیم کی وجہ سے خاموش ہو گئے یہاں تک کہ اس نے آیت کی تلاوت مکمل کر لی۔ حضرت علیؑ نے دوبارہ تلاوت شروع کی تو ابن الکوا نے پھر آیت پڑھنی شروع کر دی حضرت علیؑ پھر خاموش ہوئے۔ علیؑ نے جب قرأت شروع کی تو ابن الکوا پڑھنے لگا تو علیؑ خاموش ہو گئے اور فرمایا ''فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ (روم۔ ۶۰) پس تم صبر کرو بے شک خدا کا وعدہ سچا ہے اور دیکھو جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تمھیں بے وزن نہ سمجھیں۔ پھر سورہ تمام کرنے کے بعد آپ نے رکوع کیا۔ [4]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ دونوں حدیثیں اور اس مفہوم سے تعلق رکھنے والی حدیثیں موافقت رکھتی ہیں کہ ظاہر قرآن عام طور سے غور سے سننے کو واجب قرار دیتا ہے اور خاموش رہنا ہمارے اصحاب اور فقہاء کے نزدیک استحباب اور تاکید پر محمول کیا گیا ہے۔ [5]

۲۰۵- وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ -

اور تم اپنے رب کو دل ہی دل میں یاد کرو۔ یہ ہر ذکر کے لئے عمومی حکم ہے۔

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۳ ص ۳۳ ح ۱۲۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۴ ح ۱۳۱ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۴ ح ۱۳۲
(۴) تہذیب الاحکام ج ۳ ص ۳۵۔۳۶ ح ۱۲۷ (۵) تہذیب الاحکام ج ۳ ص ۳۶ ح ۱۲۹

تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً -

تضرع وزاری اور خوف سے

وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ -

اور بغیر جہر کے زبان پر لائے ہوئے۔ اس لیے کہ ذکر دل ہی دل میں ہو آواز سے نہ ہو تا کہ یہ سمجھا جائے کہ راز کی بات کہی جارہی ہے جو اخلاص پر مشتمل ہے، ریاء سے دور ہے اور قبولیت سے قریب ہے۔

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ -

صبح وشام　کیوں کہ یہ دونوں وقت افضل ہیں

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ -

اور ذکرِ خدا سے غافل رہنے والے اور اسے بھلا دینے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں صادقین میں سے کسی سے روایت ہے کہ فرشتہ وہی لکھتا ہے جو سنتا ہے اور ارشاد رب العزت ہے وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً تو اس ذکر کا ثواب جو انسان دل ہی دل میں کر رہا ہے سوائے خدا کے کوئی اس کی عظمت سے واقف نہیں ہے۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں نبی اکرمؐ سے حدیث مرفوع میں آیا ہے تم دل ہی دل میں عاجزی کے ساتھ خدا کو یاد کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے ڈرتے رہو اور جہری طور سے قرأت نہ کرو اور صبح وشام اسے یاد کرتے رہو۔ [۲]

اور کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے:

مَنْ ذكرني سرًّا ذكرتُه علانِيَةً

جو مجھے پوشیدہ طور سے یاد رکھے گا تو میں اسے علانیہ یاد رکھوں گا۔ [۳]

اور امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ جس شخص نے پوشیدہ طور سے ذکرِ خدا کیا تو گویا اس نے اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا ہے اس لیے کہ منافقین صرف علانیہ طور سے اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے پوشیدہ طور سے اس کا ذکر نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۟ (نساء۔ ۱۴۲) (یہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں)۔ [۴]

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں امامؑ سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے امامؑ نے فرمایا کہ تم شام کے وقت یہ کہو لا إله الّا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحيي ويميت ويميت ويحيي وهو حيّ لا يموت وهو على كل شيءٍ قدير (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اقتدار اور

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۵۰۲ ح ۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۴ ح ۱۳۴　(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۴ ح ۱۳۵
(۳) الکافی ج ۲ ص ۵۰۱ ح ۱　(۴) الکافی ج ۲ ص ۵۰۱ ح ۲

حمد اسی کے لئے وہی جلاتا اور مارتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس کے لئے موت نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے) کہا گیا بیدہ الخیر (تمام خیر اسی کے ہاتھ میں ہے) تو امامؑ نے فرمایا اِنَّ بیدہ الخیر بے شک تمام خیر اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن میں جیسا کہہ رہا ہوں اسی طرح دس مرتبہ پڑھو اور اعوذُ باللہ السمیع العلیم (میں سمیع و علیم اللہ کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں) طلوع شمس اور غرب شمس کے وقت دس دس مرتبہ پڑھو۔ [۱]

۲۰۶ – اِنَّ الَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ –

جو بھی تمھارے رب سے تقرب رکھتے ہیں

کہا گیا کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ [۲]

اور تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد انبیاء، مرسلین اور ائمہ ہیں۔ [۳]

لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَ یُسَبِّحُوۡنَہٗ –

وہ کبھی اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے اور وہ اس کی تسبیح کرتے رہتے تھے

یعنی اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں۔

وَلَہٗ یَسۡجُدُوۡنَ –

اور اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ عبادت اور خاکساری کے لیے اسی کو مخصوص سمجھتے ہیں اور اس کے غیر کو اس کی ذات میں شریک قرار نہیں دیتے۔

اس مقام پر قرآنی سجدوں میں پہلا سجدہ ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جب فرزند آدمؑ آیت سجدہ پڑھتا ہے اور سجدہ میں چلا جاتا ہے تو شیطان روتے ہوئے گوشہ نشین ہوجاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس اسے سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کرلیا اور اسے جنت مل گئی اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا لہٰذا میرے لیے جہنم ہے۔ [۴]

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جو ہر مہینے سورۂ اعراف کی تلاوت کرے گا تو وہ روزِ قیامت ان لوگوں میں سے ہوگا جنھیں کسی قسم کا خوف اور حزن و ملال نہ ہوگا اور اگر اسے ہر جمعہ کو پڑھے تو یہ ان لوگوں میں سے ہوگا قیامت کے دن جن کا حساب نہیں لیا جائے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہر شے کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ [۵]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۵۲۷ ح ۱۷ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۵ ح ۱۳۶ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۳
(۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۵۴ (۴) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۳ (۵) ثواب الاعمال ص ۱۰۵۔۱۰۶ ح ۱

سورۃ انفال

سورۂ انفال ابن عباس اور قتادہ کے قول کے مطابق مدنی ہے سوائے سات آیتوں کے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (انفال ۳۰) سے آخر تک اور ایک قول کے مطابق مکمل سورہ غزوات بدر کے دوران نازل ہوا۔ [۱]

اس میں ۷۶ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ①

بے حد مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱۔ اے نبیؐ یہ لوگ آپ سے انفال (مال غنیمت) کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ انفال تو اللہ اور رسول کا حق ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور باہمی معاملات درست رکھو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

۱۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِؕ۔

یہ لوگ آپ سے انفال کے حکم کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں اور اس سے مراد خاص مالِ غنیمت ہے۔ نفل کا مفہوم ہے الزیادۃ علی الشی کسی چیز کو بڑھا دینا۔ غنیمت کو انفال سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عطیہ اور اس کا فضل ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام سجادؑ اور باقرؑ اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ یعنی یہ لوگ آپ سے مالِ غنیمت طلب کر رہے ہیں کہ آپ انھیں عطا کر دیں۔ [۱]

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِۚ۔

اے رسولؐ آپ فرما دیجئے کہ انفال تو اللہ اور رسول کا حق ہے یہ تو ان کے لیے مخصوص ہے یہ اسے جس جگہ چاہیں رکھ دیں۔

کتاب تہذیب میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے فے اور انفال کے بارے میں مروی ہے کہ: اگر کوئی زمین ہو جہاں کسی کا خون نہ بہایا گیا ہو، یا ایسی قوم جس نے صلح کی اور اپنے ہاتھوں سے مال دیا ہو اور وہ زمین جو غیر آباد

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۱۶۔ ۵۱۷

ہو یا وادی کا اندرونی حصہ وہ سب فے اور انفال ہے اور یہ سب کا سب اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور جو کچھ اللہ کا ہے وہ اس کے رسول کا ہے وہ اسے جس طرح چاہے رکھے اور رسول کے بعد وہ امام کا حق ہے۔ ۱

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ انفال اسے کہتے ہیں جس پر نہ گھوڑے دوڑے ہوں اور نہ ہی سوار گئے ہوں یا وہ ایسی قوم ہو جس نے صلح کی ہو یا قوم نے اپنے ہاتھوں سے عطا کیا ہو اور ہر غیر آباد زمین اور وادی کا اندرونی حصہ وہ رسولؐ خدا کا حق ہے اور اُن کے بعد امامؑ کا حق ہے وہ اسے جہاں اور جس طرح چاہیں رکھیں۔ ۲

اور امام صادقؑ سے بہت سی روایات میں آیا ہے:

مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ لَهٗ وَارِثٌ فَمَالُهٗ مِنَ الْاَنْفَالِ

اگر کوئی مرجائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال انفال سے تعلق رکھتا ہے۔ ۳

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

نَحْنُ قَوْمٌ فَرَضَ اللّٰهُ طَاعَتَنَا لَنَا الْاَنْفَالُ وَلَنَا صَفْوُ الْمَالِ

ہم ایک جماعت ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے فرض قرار دیا ہے ہمارے لئے انفال ہے اور ہمارے لئے منتخب شدہ مال ہے۔ ۴

تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ انفال ہمارے لیے ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ انفال کیا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا اس میں معدنیات اور جھاڑیاں بھی شامل ہیں اور ہر وہ زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو ہر وہ زمین جس کے باشندے صحرا نشین ہوں وہ ہماری ہے اور فرمایا جو بادشاہوں کے لیے ہوتی ہے وہ انفال ہے۔ ۵

کتاب جوامع میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ انفال وہ ہے جسے دارالحرب میں بغیر لڑائی کے حاصل کیا جائے اور ہر وہ زمین جہاں کے رہنے والے بغیر کسی لڑائی کے اسے خالی کر کے چلے جائیں فقہاء کی اصطلاح میں اُسے فے کہتے ہیں۔ غیر آباد زمینیں، جھاڑیاں، وادی کا اندرونی حصہ اور بادشاہوں کی جاگیریں اور اس کی میراث جو لاوارث ہو یہ سب اللہ اور اس کے رسول اور جو ان کے بعد اُن کا جانشین ہو اس کے لئے ہے۔ ۶

تفسیر قمی میں ہے کہ امام صادقؑ سے انفال کے بارے میں پوچھا گیا تو امامؑ نے فرمایا یہ وہ بستیاں ہیں جو تباہ ہوگئیں اور اس کے باشندے وہاں سے نقل مکانی کر گئے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے اور جو کچھ بادشاہوں کے لئے ہوتا ہے وہ امام کے لئے ہے اور وہ زمین جو بنجر ہو جس پر نہ گھوڑے دوڑے ہوں اور نہ ہی سوار گئے ہوں اور ہر وہ زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اور معدنیات کا تعلق بھی اس سے ہے اور اگر مرنے والے غلام کا کوئی آقا نہ ہو تو اس کا مال بھی انفال کہلاتا ہے۔ ۷

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۴ ص ۱۳۴ (۲) الکافی ج ۱ص ۵۳۹ ح ۳ (۳) الکافی ج ۷ ص ۱۶۸۔ ۱۶۹ ح ۱
(۴) الکافی ج ۱ ص ۵۴۶ ح ۱۷ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۸ ح ۱۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۸ ح ۱۷
(۶) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۔ ۲ (۷) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۵۴

کہا گیا ہے کہ یہ آیت بدر کے روز نازل ہوئی جب لوگوں کو شکست ہوئی تو اس وقت اصحابِ رسول تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو نبی اکرمؐ کے خیمے کے پاس تھا اور ایک گروہ لوٹ مار میں مصروف تھا اور ایک گروہ دشمنوں کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ انھیں قید کیا اور مال غنیمت جمع کیا جب انھوں نے مالِ غنیمت اور قیدیوں کو جمع کیا تو انصار نے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (انفال۔۶۷) (کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک وہ زمین میں دشمن کے ساتھ سختی سے نمٹ نہ لے) نازل فرمائی۔ جب ان کے لیے قیدیوں اور مالِ غنیمت کو مباح کردیا گیا تو سعد بن معاذ نے گفتگو کی اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جو نبی اکرمؐ کے خیمے کے نزدیک ٹھہرے ہوئے تھے۔

اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ ہمارا دشمن کی تلاش میں نہ جانا نہ تو جہاد کو ترک کرنے کے سبب یا دشمن سے ڈر کی وجہ سے تھا بلکہ ہم اس بات سے خوف زدہ تھے کہ اگر آپ کے خیمے کو چھوڑ دیں تو کہیں دشمنوں کا لشکر آپ کی طرف نہ آجائے اور خیمے کے گرد مہاجرین و انصار کے سربرآوردہ لوگ ہیں ان میں سے کسی نے شک نہیں کیا، یا رسول اللہؐ لوگ بہت ہیں اور مالِ غنیمت کم ہے اگر آپ انھیں دے دیں گے تو آپ کے اصحاب کے لیے کچھ نہ بچے گا۔

معاذ ڈرا کہ کہیں رسول اللہؐ غنیموں اور مقتولین سے لوٹے گئے اسباب کو انھیں نہ دے دیں جنھوں نے قتال کیا اور انھیں محروم کردیں جو رسول اکرمؐ کے خیمے پر پیچھے رہ گئے ان میں آپس میں اختلاف پیدا ہوگیا اس لیے انھوں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ یہ مالِ غنیمت کن لوگوں کو ملے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ) تو لوگ واپس چلے گئے اور انھیں غنیمت میں سے کچھ نہ ملا اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ...... الخ تو رسول اکرمؐ نے ان کے درمیان مالِ غنیمت کو تقسیم کیا۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا یارسول اللہؐ آپ قوم کے بہادروں اور شہسواروں کو اتنا دے رہے ہیں جتنا کمزوروں کو دیتے ہیں تو نبی اکرمؐ نے فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے ان کی مدد تمھارے ضعفاء کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ فرمایا رسول اکرمؐ نے بدر میں خمس نہیں لیا بلکہ اصحاب میں تقسیم کردیا۔ البتہ بدر کے بعد خمس لینا شروع کیا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ - اختلاف اور جھگڑے کے وقت خوف خدا کرو

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ - اور باہمی معاملات درست رکھو

یعنی تم اپنے خیالات کو بہتر رکھو مواسات (ہمدردی) کے ذریعہ اور جو کچھ اللہ نے تمھیں عطا کیا ہے اس کے ذریعہ مساعدت (کمک) کرکے اور اپنے امور کو اللہ اور رسول کو سپرد کرکے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ - اور اس بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - اگر تم مومن ہو۔

اس لیے کہ ایمان اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّ عَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۲﴾

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۳﴾

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴﴾

۲۔ صحیح معنی میں مومن وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

۳۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۴۔ یہی لوگ حقیقی مومن ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں، مغفرت ہے اور بہترین رزق ہے۔

۲۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ۔

بے شک جو لوگ ایمان میں کامل ہیں

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔

جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل اس کے ذکر کے خوف سے اس کی عظمت، ہیبت اور جلالت کی وجہ سے لرزنے لگتے ہیں۔

وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔

اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان آیات کے ذریعے ان کے یقین اور اطمینان نفس میں اضافہ ہوتا ہے۔

وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔

اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں

اپنے تمام امور جن میں خوف ہوتا ہے یا امید سب اسی کے سپرد کرتے ہیں۔

۳-الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ-

جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں

۴-اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا-

یہی لوگ حقیقی مومن ہیں

اس لیے کہ انھوں نے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا ہے مکارمِ اخلاق اور اعضاء و جوارح کے افعال کے محاسن کو اس کے ساتھ شامل کر کے۔

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ-

ان کے لیے اُن کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں یعنی انھیں کرامت اور بلند منزلت حاصل ہے۔

وَمَغْفِرَةٌ-

ان سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں اس کی مغفرت ہے

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ-

اور اُن کے لیے جنت میں بہترین رزق مہیا کیا گیا ہے

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ اور حضرت ابوذر، حضرت سلمان اور حضرت مقداد کے لئے نازل ہوئی ہے۔ [۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اگر ایمان مکمل ہو تو مومنین اس کی بنیاد پر جنت میں جائیں گے اور ایمان میں زیادتی کی وجہ سے مومنین کے درجات اللہ کے نزدیک بڑھ جائیں اور ایمان کی کمی کے سبب تفریط کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ حدیث کا اگلا حصہ ان شاء اللہ سورۂ توبہ کے آخری حصے میں بیان ہوگا۔ [۲]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۵۵ (۲) الکافی ج ۲ ص ۳۷ ذیل حدیث نمبر ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۲۳۔ ۳۲۴ ح ۱۲

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ۝۵

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ۝۷

۵۔ مالِ غنیمت کی صورت بھی ویسی ہی ہے جیسے آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ گھر سے باہر نکالا تھا اور مومنین کے ایک گروہ پر یہ گراں گزر رہا تھا۔

۶۔ اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی یہ آپ سے جھگڑا کر رہے تھے گویا انھیں موت کی طرف ہنکایا جا رہا ہے اور وہ اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

۷۔ وہ وقت یاد کرو جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمھیں مل جائے اور تمھاری خواہش تھی کہ تمھیں کمزور گروہ ملے اور اللہ یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

۵- كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ-

کہا گیا ہے کہ اللہ نے انفال کے بارے میں جو حکم دیا ہے ان لوگوں کی حالت اسے ناپسندیدہ قرار دینے میں ویسی ہی ہے جس طرح وہ جنگ کے لیے آپ کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں حدیث ابی حمزہ میں ہے فَاللّٰهُ نَاصِرُكَ كَمَآ اَخْرَجَكَ مِنْ بَيْتِكَ جس طرح اللہ نے آپ کو آپ کے گھر سے باہر نکالا ہے اسی طرح اللہ آپ کا حامی ہے۔ [2]

۶- يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ-

آپ نے حق کو ظاہر کر کے جہاد کے لیے جو ایثار کیا ہے اس بارے میں یہ لوگ آپ سے جھگڑا کر رہے ہیں تاکہ وہ ایثار کریں قافلے سے مڈبھیڑ کر کے اور دشمن سے مقابلے کے لیے تمام لوگ کوچ کر کے مال کثیر حاصل کریں اور جم غفیر کے ساتھ جہاد کریں۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۴ و کشاف ج ۲ ص ۱۹۷ (۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۳۱

بَعۡدَ مَا تَبَیَّنَ۔

جب اُن پر واضح ہوگیا کہ رسول اکرمؐ کی اطلاع کے بعد وہ جہاں بھی جائیں گے اُن کی مدد کی جائے گی

كَاَنَّمَا يُسَاقُوۡنَ اِلَى الۡمَوۡتِ وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ۔

یعنی وہ قتال کو اسی طرح ناپسند کرتے ہیں جس طرح موت کی طرف کھینچا جانے والا موت کو پسند نہیں کرتا جب کہ وہ اسباب کا بھی مشاہدہ کر رہا ہے اور یہ سب اس لیے تھا کہ ان کی تعداد کم تھی اور وہ لوگ قتال کے لیے آمادہ نہ تھے۔

۷۔ وَ اِذۡ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ۔ اور تم یاد کرو جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا

اِحۡدَى الطَّآئِفَتَيۡنِ اَنَّهَا لَـكُمۡ۔

کہ دو گروہوں میں سے ایک تمھیں مل جائے قافلہ یا کثیر جماعت

وَتَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَيۡرَ ذَاتِ الشَّوۡكَةِ تَكُوۡنُ لَـكُمۡ۔

اور تمھاری خواہش یہ تھی کہ کمزور گروہ تمھیں ملے یعنی قافلہ اس لیے کہ اس میں صرف چالیس سوار تھے اسی لیے وہ اس کی تمنا کر رہے تھے اور نفیر (یعنی کثرتِ افواج) سے ملاقات کو ناپسندیدہ قرار دے رہے تھے اس لیے کہ وہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے: ذات الشوکة فیها القتال

ذات الشوکة سے مراد ہے وہ جماعت جس میں قتال ہو۔ [1]

وَيُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّحِقَّ الۡحَـقَّ۔

اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ حق کو حق کر دکھائے یعنی اسے ثابت کردے اور اسے سربلندی عطا کرے۔

بِكَلِمٰتِهٖ۔ اپنے کلمات کے ذریعہ

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ آیات ہیں جو ان سے جنگ کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں یا وہ آیتیں جو اولیاء اللہ کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ [2]

تفسیر قمی میں ہے کہ کلمات سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ [3]

وَيَقۡطَعَ دَابِرَ الۡكٰفِرِيۡنَ۔

اور کافروں کی جڑ کاٹ دے انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم لوگ صرف مال کے طلب گار ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمھیں کوئی تکلیف نہ پہنچے اور اللہ دین کی سربلندی اور حق کا اظہار چاہتا ہے اور وہ کچھ جس سے تمھیں دونوں جہانوں میں کامیابی مل جائے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۴۹۔۵۰ ح ۲۳ (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۵ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۰

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۚ﴿۸﴾
إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿۹﴾

۸۔ تا کہ حق کو ثابت کیا جائے اور باطل کو ختم کردیا جائے خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔
۹۔ جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اور اس نے تم سے جواب میں کہا تھا کہ میں تمھاری مدد کے لیے لگاتار ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔

۸- لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ-

تا کہ حق کو ثابت کیا جائے اور باطل کو نیست و نابود کردیا جائے اسے جو کرنا تھا اُس نے کیا اور یہ جملہ مکرر نہیں لایا گیا کیوں کہ پہلی بار اللہ نے اپنا مقصد واضح کیا ہے اور یہ فرق بتایا کہ اللہ کیا چاہتا ہے اور وہ لوگ کیا چاہتے ہیں اور دوسری بار اس سبب کو بیان کرنا ہے جس کی وجہ سے رسول اکرمؐ نے ذات الشوکۃ (جن سے قتال کیا جائے) کو اختیار کیا اور ان کے خلاف مدد طلب کی۔

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ-

خواہ یہ بات مجرموں کو کتنی ہی ناگوار گزرے

۹- إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ-

یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے

کیوں کہ تمھیں معلوم تھا کہ سوائے قتال کے کوئی اور چارا نہیں باوجودیکہ تم تعداد میں کم ہو اور تمھارا دشمن تعداد میں زیادہ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے جب مشرکین کی تعداد کو زیادہ اور مسلمانوں کی تعداد کو کم دیکھا تو آپ نے قبلہ رُخ ہو کر فرمایا اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِيْ مَاوَعَدْتَنِي اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما دے پروردگار اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی وہ مسلسل اپنے رب کو پکارتے رہے اپنے ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے یہاں تک کہ ان کے شانوں سے چادر گر گئی تو اس وقت اللہ نے ہی آیت نازل فرمائی إِذْ تَسْتَغِيثُونَ۔[1]

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ.......... مُرْدِفِينَ-

اور اس نے جواب میں کہا تھا کہ میں تمھاری مدد کے لیے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں جو مومنین کے پیچھے پیچھے ہوں گے یا ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے آئیں گے۔

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۲۵

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰﴾

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

۱۰۔ اور اس مدد کو اللہ نے صرف بشارت قرار دیا تھا اور اس لیے بھی کہ تمھارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد تو صرف اللہ کی جانب سے ہے بے شک اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۱۱۔ وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے اپنی جانب سے اطمینان دلانے کے لئے تم پر نیند طاری کر دی اور وہی تمھارے لیے آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تمھیں اس کے ذریعہ پاکیزہ بنائے اور شیطان کی گندگی کو تم سے دور کر دے اور تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمھیں ثابت قدم بنائے۔

---

۱۰ – وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ –

اور اللہ نے اس امداد کو قرار نہیں دیا

اِلَّا بُشْرٰى –

مگر یہ کہ تمھارے لیے مدد کی بشارت ہو

وَ لِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ –

تاکہ تمھارے دلوں کو اس سے اطمینان مل جائے اور قتل ہونے کی وجہ سے اور ذلت کی وجہ سے جو خوف تمھارے دل میں بیٹھ گیا ہے وہ دور ہو جائے

وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ –

اور مدد تو صرف اللہ کی جانب سے ہے بے شک اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

فرشتوں کی امداد اور تعداد کی کثرت ایسے واسطے ہیں جن کی کوئی ظاہری حیثیت نہیں ہے تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ یہی مدد کا ذریعہ ہے اور اس کے نہ ہونے سے کہیں تم مایوسی کا شکار نہ ہو جاؤ۔

۱۱ – اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ –

وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے اپنی جانب سے اطمینان دلانے کے لیے تم پر نیند کو غالب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے

جو وعدہ کیا تھا اس جملے میں تیسری نعمت کا اظہار کر رہا ہے اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ جب تمھارے دلوں سے دشمنوں کا رعب جاتا رہا اور اللہ کی جانب سے جو امن تمھیں میسر آیا تو تم نے نہایت آرام سے نیند کے مزے لوٹے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ۔

اور وہی تمھارے لئے آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ تم کو حدث اور خبث سے پاکیزہ بنادے

تشریح از مترجم:

''حدث کی دو قسمیں ہی حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر۔ حدثِ اصغر وہ ہے جس کی وجہ سے نماز کے لیے وضو کرنا پڑے اور حدثِ اکبر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے نماز کے لیے غسل کرنا پڑے۔

اور خبث عین نجاست کو کہتے ہیں جیسے پیشاب، پیخانہ وغیرہ۔''

کتابِ کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے:

اِشْرَبُوْا مَآءَ السَّمَآءِ فَاِنَّهٗ يُطَهِّرُ الْبَدَنَ وَيَدْفَعُ الْاَسْقَامَ

''تم آسمان سے نازل شدہ پانی پیو اس لئے کہ یہ بدن کو پاک کرتا ہے اور بیماریوں کو دور کرتا ہے۔'' اس کے بعد امام عالی مقام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1]

اور ایسی ہی روایت خصال اور عیاشی میں امیر المومنین سے ہے۔ [2]

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ۔

اور شیطان کی گندگی کو تم سے دور کردے

یہاں رجز سے مراد جنابت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو احتلام ہوا اور مشرکین نے پانی پر قبضہ کرلیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ رجز الشیطان سے مراد شیطانی وسوسہ اور اس کا ڈراوا ہو، پیاس کی وجہ سے کیوں کہ روایت ہے کہ انھوں نے ریت کے ایسے ٹیلے پر پڑاؤ ڈالا تھا جو بے آب و گیاہ تھا اور جس میں پاؤں دھنس رہا تھا۔ پانی کا کوئی وجود نہ تھا۔ وہ لوگ وہاں سوئے تو ان میں سے اکثر لوگوں کو احتلام ہوگیا اور مشرکین نے پانی پر قبضہ کرلیا تھا تو شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور کہا تمھاری مدد کیسے ہوگی جب کہ تمھیں پانی سے محروم کر دیا گیا اور اب تم حالتِ نجاست میں جنب کے عالم میں نماز پڑھو گے جب کہ تمھارا خیال یہ ہے کہ تم اللہ کے اولیاء ہو اور تمھارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے۔ ان لوگوں کو نہایت ڈر محسوس ہوا تو اللہ نے بارش نازل فرمائی رات بھر بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ وادی میں پانی بہنے لگا۔ انھوں نے تھوڑے فاصلے پر حوض بنائے اپنی سواریوں کو

---

(۱) الکافی ج ۶ ص ۳۸۷ ح ۲

(۲) الخصال ص ۶۳۶ _ ۶۳۷ ح ۱۰ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۱ ح ۲۸

سیراب کیا انھوں نے غسل کیا اور وضو کیا اور دشمن اور ان کے درمیان جو ریت کا ٹیلہ تھا وہاں زمین جم گئی یہاں تک کہ ان کے قدم مستحکم ہو گئے اور سارا وسوسہ جاتا رہا۔ [1]

وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ۔

اور تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے

تا کہ تمھیں اعتبار آ جائے کہ تم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف وکرم ہے

وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ۔

اور بارش کے ذریعہ تمھارے قدموں کو ثبات مل جائے اور وہ ریت میں نہ دھنسیں

یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمھارے دلوں کو مضبوطی عطا کر دے تا کہ تم میدان جنگ میں ثابت قدم رہو۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۷

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾

ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

۱۲۔ یاد کیجیے وہ وقت جب آپ کے رب نے فرشتوں پر وحی کی یقیناً میں تمھارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہوں تم ان کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کی تمام انگلیوں کو کاٹ دو۔

۱۳۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

۱۴۔ یہ تمھاری سزا ہے اس کا مزہ چکھو اور بہ تحقیق کافروں کے لئے آتش جہنم کا عذاب ہے۔

۱۲۔ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ۔

یاد کرو جب تمھارے رب نے وحی کی

اس آیت میں چوتھی نعمت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ۔

فرشتوں کی جانب کہ میں ان لوگوں کی اعانت کرنے اور انھیں ثابت قدم رکھنے میں تمھارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا۔

تم صاحبانِ ایمان کو ثابت قدم رکھو انھیں بشارت دے کر اور ان کی تعداد بڑھا کر اور ان کے دشمنوں سے جنگ کر کے

سَأُلْقِي .... فَوْقَ الْأَعْنَاقِ۔

میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہوں تم ان کی گردنوں پر ضرب لگاؤ۔

فوق الاعناق سے مراد گردن سے اوپر کا حصہ ہے جو ذبح کرنے کی جگہ ہے یا اس سے مراد سر ہیں۔

وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍ۔

اوران کی تمام انگلیوں کو کاٹ دو

بنان کے معنی ہیں انگلیاں یعنی ان کی گردنوں کو کاٹو اوران کے اطراف کو قطع کردو۔

۱۳ – ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ۚ۔

یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کی تھی

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ۔

اور جو بھی اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو اللہ کا عذاب بہت سخت ہے

۱۴ – ذٰلِكُمۡ۔

کفار سے خطاب ہے اور توجہ دلانا مقصود ہے

فَذُوۡقُوۡهُ وَاَنَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابَ النَّارِ۔

تمھاری سزا ہے اس کا مزہ چکھو اور بہ تحقیق کافروں کے لیے آتشِ جہنم کا عذاب ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ فوری طور پر تو تمھارے لئے قتل اور قید ہونے کا عذاب ہے اس کے ساتھ ساتھ جو سزا موخر کی گئی ہے وہ آتشِ جہنم کا عذاب ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کا کاروان شام کی جانب روانہ ہوا جس میں ان کا مال و متاع تھا۔ نبی اکرمؐ نے اپنے صحابیوں کو حکم دیا کہ وہ نکلیں اور اس پر قبضہ کرلیں۔ نبی اکرمؐ نے انھیں بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک گروہ کا وعدہ فرمایا ہے یا قافلہ تک رسائی یا قریش پر فتح یابی اگر میسر ہو، تو نبی اکرمؐ ۳۱۳ افراد کے ساتھ روانہ ہوئے جب بدر کے قریب پہنچے اور ابوسفیان قافلے میں تھا اسے پتا چلا کہ رسول اللہؐ قافلے کو روکنے کے لیے نکل پڑے ہیں تو اسے شدید خوف محسوس ہوا اور وہ شام کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب وہ نقرہ کے مقام پر پہنچا تو اس نے ضمضم بن عمرو خزاعی کو دس دینار معاوضے کے عوض مقرر کیا اور سے قلوص (جوان اونٹ) مہیا کیا اور اس سے کہا کہ تم قریش کے پاس جاؤ اور انھیں بتلادو کہ محمدؐ اور اہل مدینہ کے صُبَاۃ (دینِ اسلام کے پیروکار) تمھارے کاروان پر قبضہ کرنے کے لئے نکل چکے ہیں تم اپنے کاروان کی خبر لو! اور اسے تلقین کی ناقہ کی ناک چھید دے اور اس کے کان کاٹ ڈالے تاکہ خون بہنے لگے اور آگے پیچھے سے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور جب وہ مکہ میں داخل ہو تو اپنا منہ اونٹ کی دُم کی جانب کرلے اور اونچی آواز میں چلائے، اے آل غالب، اے اولادِ غالب، سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی خبر لو قافلے کی خبر لو پہنچو پہنچو اور میں نہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم پہنچو گے محمدؐ اور مدینے کے نیا مذہب اختیار کرنے والے لوگ نکل پڑے ہیں کہ تمھارے کاروان کا راستہ روک لیں۔

ضمضم تیزی سے مکہ کی جانب روانہ ہوا اور عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم کے آنے سے تین دن پہلے

خواب میں دیکھا کہ ایک سوار مکہ میں آکر پکار رہا ہے اے آلِ غدر اے آلِ غدر (بدعہدوں کی اولاد) تم تیسرے دن صبح کو میدان کارزار میں پہنچو پھر وہ اپنے اونٹ کو ابی قبیس کی پہاڑی کی طرف لے گیا اس نے ایک پتھر لے کر پہاڑ سے لڑھکایا قریش کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جہاں اس پتھر کا ٹکڑا نہ پہنچا ہو اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مکہ کی وادی میں خون بہہ رہا ہو۔ عاتکہ خوف زدہ ہوکر بیدار ہوئیں اور انھوں نے عباس کو اس خواب سے مطلع کیا۔ عباس بن عبدالمطلب نے عتبہ بن ربیعہ سے خواب کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا کہ قریش پر ایک مصیبت آنے والی ہے، قریش میں اس خواب کی تشہیر ہوگئی اور جب یہ بات ابوجہل تک پہنچی تو اس نے کہا عاتکہ نے جو خواب دیکھا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ بنی عبدالمطلب میں یہ دوسری نبوت کی دعوے دار پیدا ہوگئی ہے۔

لات وعزیٰ کی قسم ہم تین دن انتظار کرتے ہیں اس نے جو خواب دیکھا ہے اگر صحیح ہوا تو ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو ہم اپنے درمیان ایک تحریر لکھیں گے کہ بنی ہاشم کے مردوں اور عورتوں سے بڑھ کر زیادہ جھوٹا عرب کا کوئی خانوادہ نہیں۔ جب ایک دن گزرا تو ابوجہل نے کہا کہ ایک دن گزر گیا جب دوسرا دن آیا تو ابوجہل نے کہا اب دو دن گزر گئے۔ جب تیسرا دن آیا تو ضمضم پہنچ گیا اور اسنے وادی میں آواز لگائی یا آل غالب یا آل غالب۔ اے غالب کی اولاد اور اے غالب کی اولاد سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی خبر لو، قافلے کی خبر لو، قافلے کی خبر لو، مجھے نہیں لگتا کہ تم پہنچ سکو گے اس لئے کہ محمدؐ اور مدینے کے نومسلم نکل پڑے ہیں اور تمھارے اس قافلے سے تعرض کرنا چاہتے ہیں جس میں تمھارے مال و اسباب ہیں۔ تم مکہ کے لوگوں کو پکار کر یکجا کرو اور نکلنے کی تیاری کرو۔

سہل بن عمرو، صفوان بن امیہ، ابوالبختری بن ہشام حجاج کے بیٹے منبہؔ اور نبیہ اور نوفل بن خویلد کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا اے قریش کے لوگو! اس سے بڑھ کر کوئی اور مصیبت نہیں ہوسکتی کہ محمدؐ اور ان کے مدینہ کے نومسلم تمھارے اس کاروان کو روک لیں جس میں تمھارا سرمایہ اور پونجی ہے۔ خدا کی قسم ہر قریشی مرد و زن کا اس کاروان میں کم از کم بیس درہم اور اس سے بڑھ کر حصہ ہے یہ تو بڑی ذلت اور پستی کا بات ہے کہ محمدؐ تمھارے مال و متاع کی طمع کریں اور تمھارے اور تمھارے سامانِ تجارت کے درمیان جدائی ڈال دیں لہٰذا سرمایہ اکٹھا کرو۔ صفوان بن امیہ نے پانچسو دینار نکالے اور اس سے سامانِ سفر مہیا کیا اور سہیل بن عمرو اور جو بھی قریش کے سربرآوردہ لوگ تھے انھوں نے مال جمع کیا اور دولت اکٹھی کی اور زبردست اور طاقتور اونٹوں کا قافلہ مرتب کیا۔

جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے خرجوا من دیارھم بطرا وریاء الناس (انفال-۴۷) (جو اپنے شہروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے) اور ان کے ساتھ عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب بھی روانہ ہوئے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ گانے والیاں بھی تھیں یہ لوگ شراب پیتے تھے اور دف بجاتے تھے اور رسولِ اکرمؐ تین سو تیرہ افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ لوگ

بدر سے ایک رات کے فاصلے پر تھے کہ آنحضرتؐ نے بشیر ابن ابی الرغباء اور محمد بن عمرو کو بھیجا کہ وہ قافلے کی خبر لے کر آئیں وہ دونوں بدر کے مقام پر آئے انھوں نے اپنے اونٹوں کو بٹھلایا اور پانی سے سیراب کیا انھوں نے یہ سنا کہ دو کنیزیں آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہی تھیں اور اپنے درہم کا مطالبہ کر رہی تھیں جو دوسرے کے ذمے تھا تو دوسری نے جواب دیا کہ قریش کا کارواں فلاں جگہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور وہ اس جگہ کل آئے گا میں ان کے لئے کام کروں گی اور تیرا قرضہ چکادوں گی یہ دونوں افراد یہ سن کر واپس چلے آئے اور جو کچھ سنا تھا اس بارے میں آنحضرتؐ کو مطلع کیا۔

ابوسفیان کاروان کو لے کر چلا جب بدر کے قریب پہنچا تو وہ کاروان سے آگے بڑھ گیا اور تنہا بدر کے پانی تک پہنچا اور وہاں پر جُہینہ کا ایک آدمی تھا جس کا نام کسب الجُھنی تھا۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا اے کسب کیا تمھیں محمدؐ اور ان کے اصحاب کے بارے میں کچھ پتا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ ابوسفیان نے کہا لات وعزّیٰ کی قسم اگر تم نے محمدؐ کے امر کو ہم سے مخفی رکھا تو قیامت تک قریش تمھارے دشمن بن جائیں گے اس لیے کہ قریش کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے اس کاروان میں جس کا بیس درہم یا اس سے بڑھ کر حصہ نہ ہو۔ خبردار تم مجھ سے کچھ نہ چھپانا۔ اس نے جوب دیا کہ مجھے محمدؐ اور اُن کے اصحاب کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کہ اس وقت وہ کہاں پر ہیں البتہ میں نے آج دو سواروں کو دیکھا تھا جو یہاں آئے تھے انھوں نے پانی پیا سواریوں کو بٹھلایا اور پھر یہاں سے چلے گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ لوگ کون تھے؟

ابوسفیان وہاں پر آیا جہاں اونٹوں کو بٹھلایا گیا تھا اس نے اونٹوں کی مینگنیوں کو چاک کیا تو اس میں گٹھلیوں کو پایا اس نے کہا یہ تو مدینے کی خوراک ہے۔ خدا کی قسم یہ لوگ محمدؐ کے جاسوس تھے وہ جلد ہی واپس لوٹا اور کاروان کو حکم دیا اور انھیں لے کر سمندر کے ساحل کی جانب روانہ ہوگیا۔ انھوں نے راستہ چھوڑ دیا اور تیز تیز روانہ ہوئے۔ جبرئیلؑ امین رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے اور انھیں مطلع کیا کہ کاروان ہاتھ سے جاتا رہا اور قریش آرہے ہیں تاکہ اپنے کاروان کی حفاظت کریں اور آنحضرتؐ کو قتال کا حکم پہنچایا اور نصرت کا وعدہ کیا۔

رسول اکرمؐ نے اس وقت مدینہ کے قریب ماء صفراء پر پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ انصار کا امتحان لیں اس لیے کہ انھوں نے مدد کا وعدہ کیا تھا اور رسولؐ تو گویا اس وقت اپنے گھر یعنی مدینے کے نواح میں تھے۔ انھوں نے اپنے اصحاب کو بتلایا کہ کاروان گزر چکا ہے اور قریش اپنے قافلے کو بچانے کے لیے روانہ ہو چکے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہؐ کے اصحاب اس بات سے گھبرا گئے اور انھیں شدید خوف لاحق ہوا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تم مجھے مشورہ دو حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا یارسول اللہؐ یہ قریش اور ان کے مغرور لوگ ہیں جب سے کافر ہوئے ہیں کبھی ایمان نہیں لائے اور جب سے معزز ہوئے کبھی ذلت کا سامنا نہیں کیا اور ہم کبھی جنگ کرنے کے لیے نہیں نکلے۔ رسول اکرمؐ نے اُن سے کہا بیٹھ جاؤ تو

وہ بیٹھ گئے اب حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے بھی حضرت ابوبکرؓ جیسی گفتگو کی۔ رسول اکرمؐ نے انھیں بھی بٹھلا دیا۔ اب مقداد کھڑے ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہؐ یہ قریش اور ان کے سربرآوردہ افراد ہیں ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ اللہ کے پاس سے برحق ہے اگر آپ ہمیں حکم دیں گے کہ ہم آگ کے جنگل میں خاردار جھاڑیوں میں گھس جائیں تو ہم آپ کے ساتھ اس میں گھس جائیں گے اور وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (مائدہ۔ ۲۴) اے موسیٰؑ آپ اور آپ کا رب دونوں جا کر قتال کریں بس ہم تو یہیں بیٹھ رہے ہیں بلکہ اس کی جگہ ہم یہ کہیں گے اذھب انت وربك فقاتلا وانا معكما مقاتلون آپ اور آپ کا رب دونوں ان سے جا کر قتال کریں ہم بھی آپ کے ساتھ قتال کریں گے۔ رسول اکرمؐ نے انھیں جزائے خیر دی پھر وہ بیٹھ گئے۔

آنحضرتؐ نے پھر فرمایا مجھے مشورہ دو اب سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور انھوں نے فرمایا اے رسول خداؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے آپ نے ہماری جانب قصد کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا بے شک سعد بن معاذ نے کہا شاید آپ کسی امر کی جانب روانہ ہوئے تھے اور آپ کو اس کے علاوہ کسی اور امر کا حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ سعد بن معاذ نے کہا اے رسولِ خداؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم آپ پر ایمان لائے، ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم نے گواہی دی کہ آپ جو کچھ اللہ کی جانب سے لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے۔ آپ جو چاہیں ہمیں حکم دیں اور جس قدر مال کی ضرورت ہو اسے لے لیں اور اس میں جو چاہیں چھوڑ دیں اس لیے کہ آپ جو مال لیں گے وہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا جسے چھوڑ دیں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ ہمیں حکم دیں گے کہ ہم اس سمندر میں گھس جائیں تو ہم آپ کے ساتھ اس میں گھس جائیں گے۔

آنحضرتؐ نے انھیں جزائے خیر دی۔ اس کے بعد انھوں نے کہا اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا کی قسم میں اس راستے سے کبھی نہیں گزرا اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے اور ہم نے مدینے میں ایسے لوگوں کو پیچھے چھوڑا ہے کہ ہم جہاد میں ان سے زیادہ آپ کے لئے سخت ثابت نہیں ہوں گے اور اگر انھیں پتا چل جائے گا کہ یہ جنگ ہے تو وہ پیچھے نہ رہیں گے لیکن ہم کوچ کرنے کے لئے سواریاں تیار کرتے ہیں اور ہم اپنے دشمنوں سے مڈبھیڑ کریں گے ہم آپس میں ملاقات کے دوران نہایت بردبار اور جنگ میں بے حد شجاع ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے ذریعے سے اللہ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے اگر ویسا ہو جائے جو آپ چاہتے ہیں تو وہی مطلوب ہے اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہو تو آپ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر ہماری قوم سے ملحق ہو جائیں گے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ یا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے علاوہ کسی اور امر کو ظاہر فرمائے گا میں اس جگہ فلاں شخص کو اور اس جگہ فلاں شخص کو زمین پر شکست خوردہ دیکھ رہا ہوں اور ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، منبہ اور بنیہ

حجاج کے بیٹوں کو پچھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

جبرئیل امین یہ آیت لے کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ سے لے کر وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (انفال۔ ۵۔۸) تک رسول اکرمؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ وہ عشاء کے وقت بدر کے کوئیں کے قریب اتر پڑے اور یہ عدوۃ الشامیہ تھا (وہ بلند حصہ جو شام کی طرف واقع ہے) اور قریش آ کر عُدْوۃ الیمانیہ کے قریب اترے (وہ بلند حصہ جو یمن کی طرف واقع ہے) اور قریش نے اپنے غلاموں کو پینے کا پانی حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ رسول اکرمؐ کے ساتھیوں نے انھیں پکڑ لیا اور قید کر دیا اور ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہم قریش کے غلام ہیں۔ انھوں نے دریافت کیا قافلہ کہاں ہے؟ وہ بولے ہمیں اس کا علم نہیں۔ اصحاب رسولؐ نے انھیں مارنا شروع کیا۔ رسول اکرمؐ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے انھوں نے نماز ختم کر کے اصحاب سے فرمایا کہ اگر یہ سچ بولیں گے تو تم انھیں مارو گے اور اگر جھوٹ بولیں گے تو تم انھیں رہا کر دو گے۔ تم انھیں میرے پاس لاؤ۔

آنحضرتؐ نے ان سے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ تو انھوں نے جواب اے محمدؐ ہم قریش کے غلام ہیں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ قریش کے کتنے لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا ہمیں تعداد کا صحیح علم نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے دریافت کیا وہ روزانہ کتنی بکریاں ذبح کرتے ہیں؟ کہا نو سے دس تک۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ان کی تعداد ۹۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰ افراد تک ہے پھر فرمایا کہ ان کے ساتھ بنی ہاشم کے کون کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث، عقیل بن ابی طالب۔ رسول اکرمؐ نے ان غلاموں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔

قریش کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے۔ عتبہ بن ابی ربیعہ نے ابوالبختری بن ہشام سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ کیا تم اس ظلم کو دیکھ رہے ہو؟ خدا کی قسم میں نے ایسی زیادتی کبھی نہیں دیکھی ہم اس لیے نکلے تھے کہ اپنے کاروان کی حفاظت کریں اور وہ نکل گیا اور ہم محض ظلم ڈھانے اور دشمنی کرنے کے لیے آئے اور وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو ظلم و زیادتی سے کام لے میں تو چاہتا تھا کہ اس کاروان میں بنی عبد مناف کا پورا کا پورا مال چلا جائے اور ہم یہ سفر نہ کریں۔ اس سے ابوالبختری نے کہا تم تو قریش کے سرداروں میں سے ایک سردار ہو ہو لوگوں کے پاس جاؤ اور اس قافلے کی ضمانت لے لو جو محمدؐ کے پاس کھجور کے درخت کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور ابن حضرمی جو تمھارا حلیف ہے اس کے خون کی ضمانت لے لو۔

عتبہ نے جواب دیا تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو ہم میں سے کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے سوائے ابن حنظلہ یعنی ابوجہل کے تم اس کے پاس جاؤ اور اسے بتلاؤ کہ میں نے اس قافلے کی ضمانت لے لی ہے جو محمدؐ کے

ساتھ کھجور کے درخت کے پاس ہے اور ابن حضرمی کے خون کی بھی ضمانت لی ہے۔ ابوالبختری کہتا ہے کہ میں نے ابوجہل کے خیمے کا رُخ کیا میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی زرہ نکالی ہوئی ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ ابوالولید نے مجھے تمھارے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا ہے تو وہ غضب ناک ہوگیا اور اس نے کہا کہ کیا عتبہ کو تمھارے علاوہ کوئی اور نہ ملا جس سے وہ پیغام بھیجتا۔ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر اس کے علاوہ کوئی اور بھیجتا تو میں نہ آتا لیکن ابوالولید قبیلہ کا سردار ہے تو ابوجہل دوبارہ غضب ناک ہوا اور کہا کون کہتا ہے کہ وہ قبیلے کا سردار ہے۔ تو میں نے کہا میں کہتا ہوں اور قریش کا ہر فرد یہ کہتا ہے اور اس نے قافلے اور ابن حضرمی کے خون کی ضمانت لے لی ہے تو ابوجہل بولا کہ عتبہ کی زبان سب سے لمبی ہے اور اس کا کلام سب سے بلیغ ہے اور وہ محمدؐ کی خاطر گروہ بندی سے کام لے رہا ہے کیوں کہ وہ بھی بنی عبدمناف سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا بیٹا اس کے ساتھ ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اسے لوگوں کے درمیان بے یار و مددگار نہ چھوڑ دے۔ لات وعزیٰ کی قسم ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ہم مدینہ میں گھس نہ جائیں اور انھیں قیدی نہ بنالیں پھر ہم انھیں مکہ لے کر جائیں اور عرب کے لوگ اس بارے میں ایک دوسرے سے سن نہ لیں اور ہمارے اور ہماری تجارت کے درمیان کوئی ایسا نہ رہ جائے جو اسے ناپسند کرتا ہو اور اصحاب رسول کو یہ خبر پہنچی کہ قریش کی تعداد زیادہ ہے وہ لوگ اس بات سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے انھوں نے شکایت کی وہ روئے انھوں نے فریاد کی تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر اس آیت کو نازل کیا اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (انفال۔ ۹۔ ۱۰)

''جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اور اس نے تم سے جواب میں کہا تھا کہ میں تمھاری مدد کے لئے لگاتار ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں اور اس مدد کو اللہ نے صرف بشارت قرار دیا تھا اور اس لیے بھی کہ تمھارے دل اس سے مطمئن ہوجائیں اور مدد تو صرف اللہ کی جانب سے ہے بے شک اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔''

جب رسول اکرمؐ نے شام کا وقت گزارا اور رات چھا گئی تو خداوند عالم نے اصحابِ رسولؐ پر نیند کو غالب کردیا اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان سے بارش برسائی اور رسول اکرمؐ ایسی جگہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے جہاں پیروں کو جمانا دشوار تھا۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے برسات کو نازل کیا اس سے زمین میں چپکنے اور چمٹنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی اور ان لوگوں کے قدم جم گئے اور اللہ تعالیٰ کا قول اسی بات کی وضاحت کر رہا ہے ''اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ'' (انفال۔۱۱) ''وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے اپنی جانب سے اطمینان دلانے کے لئے تم پر نیند طاری کردی اور وہی تمھارے لئے

آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تمھیں اس کے ذریعہ پاکیزہ بنائے اور شیطان کی گندگی کو تم سے دور کردے۔''

ہوا یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کے کچھ اصحاب محتلم (احتلام میں مبتلا) ہوگئے تھے (لہٰذا طہارت کے لئے پانی کی ضرورت تھی) اسی لئے فرمایا وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ (اور تمھارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمھیں ثابت قدم بنائے) قریش کے لیے برسات ایسی تھی جیسے مشکیزہ کا منہ کھول دیا گیا ہو اور اصحابِ رسولؐ کے لیے اتنی بارش تھی کہ زمین میں چپکن پیدا ہوجائے۔ قریش بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئے تھے وہ چوکنے تھے اور انھیں شب خون کا ڈر تھا۔ رسولِ اکرمؐ نے عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود کو روانہ کیا اور فرمایا کہ قریش کے درمیان جا کر ہمیں ان کے حالات سے مطلع کرو یہ دونوں ان کے لشکر میں چکر لگاتے رہے اور انھیں خوف زدہ اور سہا ہوا پایا کہ اچانک گھوڑے کی ہنہناہٹ پورے لشکر پر چھا گئی تو انھوں نے سنا کہ منبہ بن حجاج یہ شعر پڑھ رہا تھا:

لَا یترك الجوع لنا مبیتاً لابد ان نموت او نمیتا

''بھوک نے ہمیں شبخون مارنے سے نہیں روکا ہے۔ اب ضروری ہوگیا ہے کہ یا تو ہم مرجائیں یا مار ڈالیں۔'' آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ لوگ بھوکے تھے لیکن ڈر کے مارے انھوں نے یہ کہا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (عنقریب میں کفر کرنے والوں کے دلوں میں خوف ڈال دوں گا)۔

جب صبح ہوئی تو رسولِ خداؐ نے اپنے اصحاب کو منظم کیا اور رسولِ اکرمؐ کے لشکر میں دو گھوڑے تھے ایک گھوڑا زبیر بن عوام کے پاس اور دوسرا گھوڑا مقداد کے پاس اور آنحضرتؐ کے لشکر میں ستر اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اور رسولِ خداؐ، علی بن ابی طالب اور مرثد بن ابی مرثد غنوی ایک اونٹ پر باری باری سواری کررہے تھے اور وہ اونٹ مرثد کا تھا اور قریش کے لشکر میں چار سو گھوڑے تھے تو رسولِ اکرمؐ نے اپنے اصحاب کو اپنے سامنے مرتّب کیا اور فرمایا اپنی آنکھوں کو جھکائے رکھو اور تم لڑائی کا آغاز نہ کرو اور کوئی بھی بات نہ کرے۔

جب قریش نے اصحاب رسول خداؐ کی قلیل تعداد کو دیکھا تو ابوجہل نے کہا کہ یہ تو ہمارے لیے ایک لقمہ کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ہم اُن کی طرف اپنے کسی غلام کو بھیجیں گے تو وہ انھیں ہاتھ سے پکڑ کر لے آئے گا۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ کیا تم ان کی کمین گاہ اور مزید کمک کو دیکھ رہے ہو؟ تو انھوں نے عمرو بن وھب جمحی کو روانہ کیا جو شہسوار اور بہادر تھا اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور رسولِ اکرمؐ کے لشکر کے گرد چکر لگا کر جائزہ لیا پھر وادی میں بلندی پر کھڑے ہوکر آواز لگائی اس کے بعد وہ قریش کی طرف واپس آیا اور اُن سے کہا نہ تو ان کے پاس کوئی کمین گاہ ہے اور نہ ہی کمک ہے لیکن یثرب (مدینہ) کے اونٹوں پر موت کا سناٹا چھایا ہوا ہے کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ وہ گونگے ہوگئے ہیں۔ وہ بات بھی نہیں کرتے وہ اپنے منہ میں اس طرح زبان پھرا رہے ہیں جیسے سانپ اپنی زبان نکالتا ہے اب ان کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے سوائے اُن کی تلواروں کے اور میں نہیں دیکھتا کہ وہ جنگ

کیے بغیر پلٹ جائیں گے اور انھیں قتل نہیں کیا جاسکتا جب تک وہ کچھ لوگوں کو قتل نہ کر ڈالیں اب تم اس بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو تو ابوجہل نے اُس سے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو تم بزدل ہوگئے ہو جب تم نے مدینہ والوں کی تلواروں کو دیکھا تو تمھارا پتا پانی ہوگیا ہے۔

اور رسولِ خدا کے اصحاب نے جب قریش کی کثیر تعداد اور اس کی طاقت کو دیکھا تو وہ خوف زدہ ہوگئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی وَ اِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ (انفال۔۶۱) اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو اور یہ بات علم قدرت میں تھی کہ وہ لوگ نہ ہی جھکیں گے اور نہ ہی صلح کی جانب مائل ہوں گے البتہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے اصحابِ نبی کی دل جوئی کرنی چاہی تھی۔ رسول اکرمؐ نے قریش کی جانب پیغام بھیجا اور فرمایا: اے قریش کے لوگو! عرب میں مَیں اس سے زیادہ کوئی اور ناپسندیدہ امر نہیں سمجھتا کہ میں تم سے جنگ کا آغاز کروں لہٰذا میرا اور عرب کا معاملہ ابھی رہنے دو اگر میں سچا ہوں تو تم میری نگاہوں میں بلند مرتبہ ہو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو عرب کے شرفا میرے معاملے میں تمھارے لیے کافی ہوں گے۔ تم واپس لوٹ جاؤ۔

عتبہ نے کہا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اس پیش کش کو ٹھکرا دے۔ پھر وہ اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہوا تو رسولِ خداؐ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ وہ لشکر میں چکر لگا رہا ہے اور لڑائی سے روک رہا ہے۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس خیر ہے تو وہ سرخ اونٹ والے کے پاس اگر وہ لوگ اس کی اطاعت کریں گے فلاح پا جائیں گے۔ عتبہ نے یہ اعلان کیا اے قریش کے لوگو! تم یکجا ہو جاؤ اور سنو پھر اس نے خطبہ دیا اور کہا برکت ہے آسودگی کے ساتھ اور فراخی ہے برکت کے ساتھ۔ اے قریش کے لوگو آج میرا کہا مان لو اور پھر عمر بھر میرا حکم نہ ماننا۔ مکے واپس جاؤ، شراب پیو اور حوروں سے بغل گیر ہو جاؤ اس لئے کہ محمدؐ سے قرابت بھی ہے اور عہد و پیمان بھی اور وہ تمھارے فرزندِ عم ہیں۔ تم لوٹ جاؤ اور میری رائے میں تردد نہ کرو۔ تم محمد سے اس قافلہ کی وجہ سے مڈبھیڑ کرنا چاہتے ہو جسے انھوں نے کھجور کے پتوں کے پاس آلیا تھا اور ابن حضرمی کے خون کا مطالبہ ہے وہ میرا حلیف تھا اور اس کی دیت میرے ذمے ہے۔

جب ابوجہل نے یہ گفتگو سنی تو بنظر حقارت یہ کہا کہ عتبہ زبان دراز ہے اور فصیح الکلام ہے۔ اگر قریش اس کے کہنے پر چلے گئے تو وہ رہتی دنیا تک قریش کا سردار کہلائے گا۔ پھر اس نے کہا اے عتبہ تم نے اولادِ عبدالمطلب کی تلواروں کو دیکھا تو بزدل ہوگئے اور تمھارے پھیپھڑے پھول گئے اور تم لوگوں کو واپس جانے کا حکم دینے لگے ہم نے اپنے نشانات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ عتبہ اپنے اونٹ سے اترا اور ابوجہل پر حملہ کیا وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ عتبہ نے اس کے بال پکڑ لئے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ ابوجہل کو مار ڈالے گا لیکن اس نے اُس کے گھوڑے کے پیروں کو کاٹ دیا اور کہا کہ میرے جیسا شخص بزدلی دکھائے گا اور آج سب قریش والے جان لیں گے کہ ہم

میں سے کون اذیت رساں، بزدل اور اپنی قوم کے لئے موجب فساد ہے۔ ہم اور تم موت کی جانب سب کے سامنے جائیں گے۔

پھر اس کے بعد اس کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا شروع کیا لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا اے ابو الولید اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو تم لوگوں کے درمیان اس کی قوت کو ختم نہ کرو تم ایسی چیز سے روکتے ہو جسے پہلے تم اختیار کر رہے ہو۔ انھوں نے ابوجہل کو اس کے ہاتھوں سے چھڑا لیا۔ عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کی طرف دیکھا اور کہا اے بیٹے کھڑے ہو جاؤ۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی زرہ پہنی۔ لوگوں نے اس کے لئے لوہے کا خود تلاش کیا جو اس کے سر پر آ سکے تو وہ نہ مل سکا اس لئے کہ اس کا کاسۂ سر بڑا تھا اس نے دو عمامے باندھ لئے۔ پھر اس نے اپنی تلوار اٹھائی اور وہ خود اس کا بھائی اور اس کا بیٹا آگے بڑھا اور اس نے آواز دی اے محمد تم قریش کے ایسے لوگوں کو ہمارے مقابلے میں بھیجو جو ہمارے ہمسر ہوں۔

انصار کے تین افراد نکل کر آئے جن کے نام عوذ، معوذ اور عون تھے جن کا تعلق بنی عفراء سے تھا۔ عتبہ نے ان سے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ ذرا اپنا نسب بتاؤ تاکہ ہم تمھیں پہچان لیں۔ انھوں نے جواب دیا ہم بنو عفراء ہیں انصارِ خدا اور انصارِ رسولِ خدا عتبہ نے اُن سے کہا تم لوٹ جاؤ ہم تم سے نہیں لڑنا چاہتے۔ ہم تو قریش کے ہم پلّہ لوگوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے انھیں واپس آنے کا پیغام بھیجا اور اس بات کو ناپسند فرمایا کہ پہلا حملہ انصار کے ذریعے ہو وہ لوگ واپس آ گئے اور اپنی جگہ پر آ کر ٹھہر گئے۔ پھر رسولِ اکرمؐ نے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب پر نظر کی اور وہ ستّر سال کے تھے ان سے فرمایا کہ اے عبیدہ اٹھو وہ آنحضرتؐ کے سامنے آ کر تلوار حمائل کیے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ پھر آنحضرتؐ نے حمزہ بن عبدالمطلب کی طرف دیکھا اور ان سے کہا اے چچا جان آپ اٹھیے۔ اس کے بعد امیر المومنینؑ کی جانب دیکھ کر فرمایا اے علیؑ اٹھو اور علیؑ کم عمر تھے اور اُن سے کہا تم اپنے حق کو حاصل کر لو جو اللہ نے تمھارے لیے مقرر فرمایا ہے اس لیے کہ قریش کے لوگ متکبر اور مغرور ہو کر آئے ہیں اور اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے نور کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر رہے گا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے عبیدہ آپ عتبہ کے مقابل میں جائیں اور اے حمزہ آپ شیبہ کا مقابلہ کریں اور اے علیؑ تم ولید بن عتبہ سے مقابلہ کرو۔ وہ لوگ نکلے اور ان تک پہنچ گئے۔ عتبہ نے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ ذرا اپنا حسب نسب بیان کرو کہ ہم تمھیں پہچان لیں تو فرمایا کہ میں عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب ہوں۔ عتبہ نے کہا یہ شریف مد مقابل ہے پھر عتبہ نے دریافت کیا یہ دونوں کون ہیں؟ فرمایا حمزہ بن عبدالمطلب اور علیؑ بن ابی طالب۔ کہا یہ دونوں بھی بہتر اور کریم ہمسر ہیں عتبہ نے کہا کہ اس پر اللہ کی لعنت جس نے تمھیں اور ہمیں اس جگہ پر لا کھڑا کیا ہے۔

اب شیبہ نے حمزہ سے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے کہا میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کا شیر ہوں تو شیبہ نے اُن سے کہا میرا لقب اسدالحلفاء (حلیفوں اتحادیوں کا شیر) ہے۔ اے شیر خدا تم دیکھو کہ تمھارا حملہ کیسا ہوتا ہے۔ عبیدہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور اس کے سر پر ایسی ضربت ماری جس سے اس کی کھوپڑی شگافتہ ہوگئی اور عتبہ نے عبیدہ کی پنڈلی پر ضربت لگائی اور اسے کاٹ ڈالا اور وہ دونوں گر گئے اور حمزہ نے شیبہ پر حملہ کیا دونوں نے تلواروں سے ایک دوسرے پر ضرب لگائی یہاں تک کہ تلواریں کند ہوگئیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی زرہ سے اپنے آپ کو بچاتا رہا اور امیرالمومنینؑ نے ولید بن عتبہ پر حملہ کیا تو اس کے کندھے کے جوڑ کو کاٹتی ہوئی تلوار اس کے بغل سے نکل گئی تو علیؑ نے کہا اُس نے اپنا کٹا ہوا دایاں ہاتھ بائیں میں لے کر اس سے میرے سر پر مارا تو تھوڑی دیر کے لیے میں یہ سمجھا کہ آسمان زمین پر آ گرا ہے۔

پھر حمزہ اور شیبہ دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوگئے تو مسلمانوں نے کہا اے علیؑ کیا دیکھتے نہیں کہ کتے نے تمھارے چچا حمزہ کو مغلوب کر رکھا ہے۔ علیؑ نے اس پر حملہ کیا اور پھر کہا اے چچا ذرا اپنا سر تو جھکائیے اور حمزہ شیبہ سے زیادہ طویل القامت تھے، حمزہ نے اپنا سر اس کے سینے میں داخل کر دیا تو امیرالمومنینؑ نے شیبہ کے سر پر تلوار ماری اور اسے دو ٹکڑے کر دیا پھر وہ عتبہ کے پاس آئے اور ابھی اس میں جان باقی تھی کہ علیؑ نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور حمزہ و علی عبیدہ کو اٹھا کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے کر آئے۔ رسولِ خداؐ نے انھیں دیکھا تو اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انھوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا میں شہیدوں میں سے نہیں ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا بے شک تم میرے اہل بیتؑ میں سب سے پہلے شہید ہو۔ عبیدہ نے فرمایا اگر آپ کے چچا زندہ ہوتے تو وہ جان لیتے کہ انھوں نے جو کچھ فرمایا تھا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں تو آنحضرتؐ نے فرمایا تمھاری مراد کس چچا سے ہے۔ عبیدہ نے کہا ابوطالب سے جیسا کہ انھوں نے فرمایا تھا

كذبتم وبيت الله نبرى محمدًا
ولما نطاعن دونه ونناضل
ونُسْلمه حتى نصرّع حوله
ونذهل عن ابنائنا والحلائل

تم نے جھوٹ کہا قسم ہے اللہ کے گھر کی ہم محمدؐ کو ہرگز تنہا نہ چھوڑیں گے
جب تک ان کے سامنے نیزہ زنی اور تیر اندازی نہ کرلیں
اور ہم انھیں سپرد نہ کریں گے یہاں تک کہ ان کے گرد خاک و خون میں غلطاں نہ ہو جائیں
اور ایسے عالم میں ہم اپنی اولاد اور اپنی ازواج سے غافل ہو جائیں گے۔

تو رسولِ خداؐ نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ ابوطالب کا دل بند اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے شیر جری کی مانند ہے اور اس کا دوسرا بیٹا دشمنانِ خدا سے جہاد کرنے کے لئے سرزمین حبشہ میں مصروف ہے۔ عبیدہ نے کہا یارسول اللہؐ آپ اس عالم میں مجھ سے اظہار ناراضی کر رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں نہیں میں تم سے خفا نہیں لیکن تم نے میرے چچا ابوطالب کا تذکرہ کردیا تو اس کی وجہ سے میری طبیعت میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا۔

ابوجہل نے قریش سے کہا جلدی نہ کرو اور نہ ہی غرور سے کام لو جیسا کہ ربیعہ کے بیٹوں نے کیا تم پر فرض ہے کہ یثرب (مدینہ) والوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور تم پر لازم ہے کہ قریش کو زندہ گرفتار کرلو تا کہ ہم انھیں مکہ لے جائیں اور انھیں ان کی گمراہیوں سے آگاہ کردیں وہ جن میں مبتلا ہیں اور قریش کے کچھ جوان مکہ میں مسلمان ہوگئے تھے لیکن ان کے آباؤ اجداد نے انھیں قید کردیا تھا۔ وہ قریش کے ساتھ بدر میں چلے آئے تھے اور وہ شک، شبہات اور منافقت کو دل میں بسائے ہوئے تھے۔ ان میں قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکھہ، حارث بن ربیعہ، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ تھے۔ جب ان لوگوں نے محمدؐ کے اصحاب کی قلت پر نظر کی تو انھوں نے کہا یہ بیچارے لوگ ہیں ان کے دین نے انھیں دھوکا دیا ہے۔ یہ گھڑی بھر میں قتل کردیئے جائیں گے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (انفال۔ ۴۹) (جب منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے حالاں کہ جو اللہ پر اعتماد رکھتا ہے تو یقیناً اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے) اور ابلیس لعنۃ اللہ علیہ سراقہ بن مالک کی صورت میں قریش کے پاس آیا اور ان سے کہا میں تمھارا شریک کار ہوں تم اپنا پرچم مجھے دے دو۔ انھوں نے پرچم اُس کے حوالے کردیا۔ وہ اپنے شیاطین کو لے کر آیا اور ان کے ذریعے اصحاب رسولؐ کو ڈرانے اور خوف زدہ کرنے لگا اور قریش آگے بڑھے اور ابلیس ان کے آگے آگے پرچم لئے ہوئے تھا۔

رسولِ اکرمؐ نے اس کی طرف دیکھا تو اصحاب سے فرمایا اپنی نگاہیں جھکا لو اور اپنے دانت بھینچ لو اور اس وقت تک تلوار نہ کھینچو جب تک میں تمھیں اجازت نہ دے دوں اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب بلند کئے اور فرمایا اے میرے پروردگار اگر تو اس جماعت کو تباہ کردے گا تو عبادت کس طرح ہوگی اور اگر تو چاہتا ہے کہ عبادت نہ کی جائے تو عبادت نہیں کی جائیگی۔ پھر ان پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور ان کا غم جاتا رہا اور وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے یہ جبرئیلؑ آئے ہیں تمھارے پاس ہزار فرشتوں کے ہم رکاب فرمایا: ہم نے دیکھا کہ کالے بادل کا ٹکڑا ہے جس میں بجلی چمک رہی ہے۔ رسولِ اکرمؐ کے لشکر پر آپڑی ہے اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے حیزوم (جبرئیل کے گھوڑے کا نام) آگے بڑھ رہا ہے۔ حیزوم آگے بڑھ رہا ہے اور ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار فضا میں سنی اور شیطان کی نظر جبرئیلؑ پر پڑی تو وہ وہاں سے پلٹا اور اس

نے جھنڈا پھینک دیا۔

منبہ بن حجاج نے اس کپڑے کے مجموعے کو پکڑا اور اس سے کہا تم پر وائے ہو اے سراقہ لوگوں کے سامنے تو تمھاری قوت ختم ہوگئی۔ ابلیس نے اس کے سینے میں ایک ٹھوکر ماری اور کہا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ اور وہ اللہ کا قول ہے وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (انفال۔ ۴۸) اور اس وقت یاد کرو جب شیطان نے اُن کے لیے اعمال کو آراستہ کردیا اور کہا کہ آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں ہے اور میں تمھارا شریک کار ہوں۔ اس کے بعد دونوں گروہ آمنے سامنے آگئے تو الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہا میں تم لوگوں سے بری ہوں میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو اور میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ وہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد خداوند عالم نے فرمایا وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ (انفال۔ ۵۰) اے کاش آپ دیکھتے جب فرشتے مقتول کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے اور اُن کے چہروں اور پچھلے حصوں پر ضربیں لگاتے ہوئے کہہ رہے تھے اب تم جلنے کی سزا بھگتو اور جبرئیلؑ نے ابلیس پر حملہ کیا اور اسے پکڑنا چاہا اس نے پانی میں چھلانگ لگادی اور کہا اے میرے پروردگار تو نے جو روز قیامت تک مجھے باقی رکھنے کا وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔ [1]

اور ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ابلیس جب شکست سے دوچار تھا جبرئیلؑ کی جانب متوجہ ہوا اور کہا اے جبرئیلؑ وہ میں تمھارے لیے ظاہر کردوں گا جو تم نے ہمیں دیا تھا؟ امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا مولا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قتل ہونے سے خوف زدہ تھا۔ امامؑ نے فرمایا نہیں البتہ جبرئیلؑ اسے ایسی ضربت مارتے جو اسے قیامت تک کے لئے عیب دار بنادیتی اور اللہ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (انفال۔ ۱۲) یاد کیجیے وہ وقت جب آپ کے رب نے فرشتوں پر وحی کی یقیناً میں تمھارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہوں تم ان کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور اُن کی تمام انگلیوں کو کاٹ دو۔

امامؑ نے فرمایا اس سے مراد انگلیوں کی پوریں ہیں اس لئے کہ قریش اپنے مغرور افراد اور متکبر لوگوں کو اس لیے لے کر آئے تھے کہ وہ چاہتے تھے نورِ خدا کو گل کردیں اور اللہ نے یہ طے کرلیا تھا کہ نور کو مکمل کرکے رہے گا اور ابوجہل صفوں کے درمیان سے نکلا اور کہا اللّٰھم ان محمد اقطعنا للرّحم واتانا لما لا نعرفه فاجنه العذاب اے اللہ محمد نے رشتہ داری منقطع کی ہے اور ایسی مصیبت لائے ہیں جس کے بارے میں ہم لاعلم ہیں تو ان پر

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۶۷۔۲۵۶

عذاب نازل کردے۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ (انفال۔ ۱۹) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فتح وکامیابی تمھارے سامنے آ گئی اب تم باز آ جاؤ یہی تمھارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پلٹ آئے تو ہم بھی پلٹ آئیں گے اور اس وقت تمھاری جماعت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو تمھارے کسی کام نہ آسکے گی اور یقیناً اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد رسولِ خداؐ نے ایک مٹھی کنکری لے کر کفار کے چہروں کی جانب پھینک دی اور فرمایا "شَاهَتِ الْوُجُوه" چہرے بدل جائیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو بھیجا جو قریش کے چہروں پر ضرب لگا رہی تھی اور اس طرح انھیں شکست ہوگئی۔ اس کے بعد رسولِ خداؐ نے فرمایا "اللهم لا یغلبنك فرعونُ هذه الامّة ابوجهل بن هشام" اے اللہ اس امت کا فرعون ابوجہل بن ہشام تجھ پر غالب نہ آنے پائے تو کفار کے ستر افراد قتل کئے گئے اور ستر ہی قیدی بنے اور عمرو بن الجموح کی ابوجہل سے مڈبھیڑ ہوئی تو عمرو نے ابوجہل پر ضربت لگائی اور ابوجہل نے عمرو کے ہاتھ کو نشانہ بنایا اور اسے بازو سے جدا کردیا وہ کھال سے لٹک گیا عمرو نے اپنے ہاتھ کو اپنے پاؤں پر ٹکایا پھر آسمان کی جانب نظر اٹھائی یہاں تک کہ کھال جدا ہوگئی اور اس نے اپنا ہاتھ پھینک دیا۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں ابوجہل کے قریب پہنچا تو کیا دیکھا کہ وہ اپنے خون میں لت پت ہو رہا تھا میں نے کہا "خدا کا شکر ہے جس نے تجھے رُسوا کیا" اس نے اپنا سر بلند کیا اور کہا اللہ اس بندے کو رُسوا کرے جو اُمّ عبد کا فرزند ہے یہ بتاؤ دین کس کا ہے؟ اور اقتدار کس کا ہے؟ تم پر وائے ہو۔ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسولؐ کا اور میں تجھے قتل کردوں گا اور میں نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا اس نے جواب دیا تم بہت دشوار بلندی پر بلند ہوئے ہو۔ اے بکریوں کو چرانے والے آج کے دن میرے قتل میں سب سے زیادہ سخت چیز جو میرے لیے ہے وہ یہ کہ مجھے وہ قتل کررہا ہے جس کا تعلق مُطّلب سے ہے یا وہ میرے حلیف گروہ سے تعلق رکھتا ہے لوہے کا خود جو اس کے سر پر تھا اسے میں نے کھول دیا اور اسے قتل کر ڈالا اور اس کا سر لے کر رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں آ گیا اور میں نے کہا یارسول اللہؐ آپ کو مبارک ہو یہ ابوجہل بن ہشام کا سر ہے تو آنحضرتؐ نے اللہ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا اور ابوبشر انصاری عباس بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب کو قیدی بنا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے۔

آنحضرتؐ نے ابوبشر سے کہا کہ کیا ان کی گرفتاری میں تمھاری کسی نے مدد کی؟ انھوں نے جواب دیا ہاں ایک شخص ہے جو سفید لباس پہنے ہوئے ہے۔ تو رسولِ اکرمؐ نے فرمایا اس کا تعلق فرشتوں سے ہے۔ اس کے بعد رسولِ خداؐ نے عباس سے کہا کہ تم اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ دو۔ انھوں نے کہا یارسول اللہؐ میں تو مسلمان ہوگیا ہوں لیکن قوم نے مجھے مجبور کر رکھا ہے تو رسولِ اکرمؐ نے فرمایا اللہ آپ کے اسلام سے زیادہ باخبر ہے جو کچھ آپ فرمارہے ہیں اگر یہ درست ہے تو اللہ اس بارے میں آپ کو جزا دے گا۔ بظاہر تو یہ بات ہے کہ آپ ہمارے

خلاف جنگ کرنے کے لیے آئے تھے۔ آنحضرتؐ نے اس کے بعد فرمایا "یاعبّاس انّکم خاصمتم اللہ فخصمکم" اے عباس آپ نے اللہ کی مخالفت کی تو اللہ نے اس مخالفت کا جواب دیا۔ پھر فرمایا آپ اپنا اور اپنے بھتیجے کی جانب سے فدیہ دے دیجیے۔

عباس کے پاس چالیس اونس سونا تھا رسول اکرمؐ نے اسے مالِ غنیمت کے طور پر لے لیا۔ اس کے بعد رسول اکرمؐ نے فرمایا اے عباس آپ اپنی جان کا فدیہ دیں تو ابن عباس نے کہا میں چالیس اونس سونے کو اپنی جان کا فدیہ قرار دیتا ہوں تو رسولِ اکرمؐ نے فرمایا نہیں یہ تو وہ ہے جسے اللہ نے ہمیں آپ سے دلایا ہے اب آپ اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ دے دیں۔ عباس نے کہا جو مال میرے پاس سے جاتا رہا اس کے علاوہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں یہ بتلایئے کہ وہ مال جو آپ امّ الفضل کے پاس کے میں چھوڑ کر آئے ہیں اور آپ نے اُن سے کہا ہے کہ "اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو اسے آپس میں تقسیم کر لینا" عباس نے آنحضرتؐ سے کہا کیا آپ مجھے ایسا بنا دینا چاہتے ہیں کہ میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرمؐ پر اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّمَن فِيٓ أَيۡدِيكُم مِّنَ ٱلۡأَسۡرَىٰٓ إِن يَعۡلَمِ ٱللَّهُ فِي قُلُوبِكُمۡ خَيۡرٗا يُؤۡتِكُمۡ خَيۡرٗا مِّمَّآ أُخِذَ مِنكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ۝ (انفال۔ ۷۰)

"تمھارے دلوں میں کچھ خیر ہے تو وہ تمھیں اس سے بہتر عطا کرے گا جو تم سے لیا جا چکا ہے اور وہ تمھاری غلطیوں سے درگزر کردے گا اور اللہ بخشنے والا نہایت شفیق ہے۔" اس کے بعد خداوندعالم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ علی کے معاملے میں آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو یہ آپ کے بارے میں اس سے پہلے اللہ سے خیانت کرچکے ہیں اللہ نے انھیں آپ کے قابو میں کردیا ہے (انفال۔ ۷۱) (آیت کا یہ مفہوم ہے جو بیان کیا گیا) اس کے بعد نبی اکرمؐ نے عقیل سے کہا: اے ابو یزید اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، منبہ اور نبیہ حجاج کے بیٹوں اور نوفل بن خویلد کو قتل کر ڈالا اور سہیل بن عمرو، نضر بن حارث بن کلدہ، عقبہ بن ابی معیط اور فلاں فلاں قید کر لئے گئے تو عقیل نے کہا اب تہامہ کے بارے میں جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ آپ نے قوم کا کافی خون بہا دیا ہے ورنہ کیا ان کے کندھے پر سوار ہوں گے؟ رسول اللہؐ یہ سن کر مسکرائے اور بدر میں مقتولین کی تعداد ستر تھی اور ستر ہی افراد قید ہوئے تھے ان میں سے امیرالمومنینؑ نے ستائیس افراد کو قتل کیا تھا۔

انھوں نے قیدیوں کو یکجا کیا انھیں اونٹوں سے جدا کیا اور انھیں پیادہ پا چلایا۔ انھوں نے غنیمتیں جمع کیں اور اصحاب رسول اللہؐ میں صرف نو افراد شہید ہوئے جن میں سعد بن خیثمہ جو نقباء میں سے تھے وہ بھی شہید ہوئے۔ رسول اکرمؐ نے بدر سے روانہ ہو کر مغرب کے وقت اُثَیل (الف) میں پڑاؤ ڈالا جو بدر سے چھ میل کے فاصلے پر

(الف) اُثَیل اثل کی تصغیر ہے یہ مدینہ کے قریب واقع ہے اور وہاں پر بدر اور وادی صفراء کے درمیان آل جعفر بن ابی طالب پانی کا چشمہ ہے اور اسی چشمے کے قریب پیغمبر اکرمؐ نے بدر سے واپسی پر نضر بن حارث بن کلدہ کو قتل کیا (معجم البلدان ج ۱ ص ۹۴)

واقع ہے۔ اس وقت رسول اللہؐ نے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بن کلدہ کی طرف دیکھا وہ دونوں ساتھ ساتھ تھے۔ نضر نے عقبہ سے کہا (اے عقبہ تم اور میں دونوں قتل کر دیے جائیں گے۔ عقبہ نے کہا کہ قریش کے درمیان میں اس نے کہا ہاں، اس لیے کہ محمدؐ نے ہمیں ایسی نظر سے دیکھا ہے جس میں قتل صاف نظر آ رہا ہے۔

رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے کہا نضر اور عقبہ کو میرے پاس لے کر آؤ، نضر ایک خوب صورت شخص تھا اس کے بال بڑے تھے۔ علیؑ آئے اور اسے بالوں سے پکڑ کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں لا کر حاضر کیا۔ نضر نے کہا اے محمدؐ میں آپ سے اس رشتہ داری کے حوالے سے درخواست کرتا ہوں جو میرے آپ کے درمیان ہے آپ میرے ساتھ وہی سلوک کیجیے جو قریش کے کسی فرد کے ساتھ کریں گے اگر انھیں قتل کریں تو مجھے بھی قتل کر دیں اور اگر ان سے فدیہ لیں، تو مجھ سے بھی فدیہ قبول کریں اور اگر انھیں آزاد کریں تو مجھے بھی آزاد کر دیں۔

رسول اکرمؐ نے اسے جواب دیا میرے اور تمھارے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں۔ اسلام نے یہ رشتہ ناطہ ختم کر دیا ہے۔ اے علیؑ آگے بڑھو اور اسے قتل کر دو۔ عقبہ نے کہا اے محمدؐ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ قریش کو بھوکا پیاسا قتل نہیں کیا جائے گا یعنی انھیں مشقت کے ساتھ قتل نہیں کیا جائے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم قریش کے فرد ہو؟ تو تم صفوریہ کے ایک کافر ہو تم تو عمر میں اپنے اس باپ سے بڑے ہو جس کی طرف تمھاری نسبت دی جاتی ہے۔ اے علیؑ آگے بڑھو اور اس کی گردن اڑا دو۔ علیؑ آگے بڑھے اور اسے قتل کر ڈالا۔

جب رسول اکرمؐ نے نضر اور عقبہ کو قتل کرا دیا تو انصار خوف زدہ ہوئے کہ تمام مقتولین قتل کر دیے جائیں گے۔ وہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ ہم نے ستر افراد کو قتل کیا اور ستر کو ہی قیدی بنا لیا ان کا تعلق آپ کی قوم سے ہے وہ آپ کے قیدی ہیں۔ آپ انھیں ہمیں دے دیجیے۔ اے اللہ کے رسولؐ اور اُن سے فدیہ لے کر انھیں آزاد کر دیجیے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ (انفال۔ ۶۷۔۶۹)

کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک وہ زمین میں دشمن کے ساتھ سختی سے نمٹ نہ لے تم لوگ مالِ دنیا کے طلب گار ہو اور اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے نوشتہ موجود نہ ہوتا تو تم نے جو مالِ دنیا لیا ہے اس کی پاداش میں بہت بڑی سزا ملتی۔ پس تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اسے کھا جاؤ کہ وہ حلال اور پاک ہے۔

اور انصار کو اجازت دے دی کہ وہ فدیہ لے کر ان قیدیوں کو آزاد کر دیں لیکن شرط یہ عائد کی کہ جتنے قیدیوں سے فدیہ لیا ہے اتنے ہی افراد آئندہ سال ان میں سے قتل کر دیے جائیں گے۔ وہ لوگ اس بات پر راضی ہوگئے۔ اور مکمل حدیث سورۂ آل عمران کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۶۷۔۲۷۰

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴿۱۵﴾
وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۶﴾
فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۷﴾

۱۵۔ اے ایمان والو! جب ایک لشکرِ کثیر کی صورت میں کفار سے تمھاری مڈبھیڑ ہو تو ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرنا۔

۱۶۔ اور جس نے اس موقع پیٹھ پھیری۔۔۔ سوائے جنگی تدبیر یا کسی فوجی دستے سے ملنے کے لیے۔۔۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر گیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری بازگشت ہے۔

۱۷۔ تم نے انھیں قتل نہیں کیا البتہ اللہ نے ان کفار کو قتل کیا ہے۔ اے محمد جب آپ نے کنکری پھینکی تو آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مومنین کو بہترین آزمائش میں کامیابی سے گزار دیا جائے۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۱۵۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا۔

اے ایمان والو! جب ایک لشکرِ کثیر کی صورت میں تمھاری کفار سے مڈبھیڑ ہو

یعنی وہ تعداد میں بہت زیادہ نظر آئیں گویا کہ وہ لشکر کی صورت میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کے بہت نزدیک ہیں۔

تفسیر قمی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب ہوں۔ [1]

فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ۔

تو ان کے مقابلے میں شکست کھا کر پیٹھ نہ پھرانا

۱۶۔ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ۔

اور جس نے اس موقع پر پیٹھ پھیری سوائے جنگی تدبیر کے تاکہ پیچھے ہٹ جانے کے بعد دوبارہ حملہ کرے دشمن یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ شکست کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہا ہے اور یہ ایک طرح کی جنگی چال ہوتی ہے اس کی اجازت

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷

دی گئی ہے۔

أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ۔

یا مسلمانوں کے کسی فوجی دستے سے ملنے کے لئے تاکہ اُن سے مدد حاصل کی جاسکے

فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔

تو وہ اللہ کے غضب میں گھر گیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری بازگشت ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام موسیٰ الکاظمؑ سے مروی ہے کہ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ کا مفہوم ہے فریب دینے کے لیے اپنی شکست ظاہر کرنا یعنی ان کفار پر دوبارہ حملہ کرنا چاہتا ہو۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا کا مفہوم ہے کہ بغیر شکست کھائے ہوئے اپنے اصحاب سے آکر مل جانا پس جو شکست کھانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے صف سے گزرے تو گویا وہ اللہ کے غضب میں گھر گیا۔ [1]

۱۷۔ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ۔

تم نے اپنی طاقت وقوت سے انھیں قتل نہیں کیا اگر تم اس بات پر فخر کر رہے ہو کہ تم نے قتل کیا ہے تو ایسا نہیں ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۚ۔

البتہ اللہ نے فرشتوں کو نازل کر کے، اور کفار کے دلوں میں رعب ڈال کر اور تمھارے دلوں کو مضبوط بنا کر ان کفار کو قتل سے دوچار کر دیا۔

وَمَا رَمَيْتَ۔

اے محمدؐ آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں

إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ۔

جب آپ نے پھینکیں بلکہ اللہ نے انھیں پھینکا ہے اس لیے کہ اس کنکری پھینکنے کے بہت بڑے بڑے اثرات نمودار ہوئے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد وہ کنکری ہے جسے رسول اکرمؐ نے اٹھا کر قریش کے چہروں کی طرف پھینکا تھا اور فرمایا تھا شاهتِ الوجوه تمام چہرے پھر جائیں۔ [2]

روایت کی گئی ہے کہ جب قریش اپنے مغرور لوگوں کے ساتھ آئے تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے پیغمبرؐ آپ مٹی کی ایک مٹھی اٹھائیں اور ان کی جانب پھینک دیں۔ آنحضرتؐ نے علیؑ سے کہا کہ اے علیؑ مجھے وادی کی کنکریاں اٹھا کر دو۔ علیؑ نے وہ کنکریاں اٹھا کر پیغمبر کو دے دیں اور پیغمبرؐ نے کفار کے چہرے کی طرف اسے

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۱ حدیث نمبر ۳۱ کے ذیل میں (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۰۔ ۲۷۱

پھینک دیا اور فرمایا شاھتِ الوجوہ "تمام چہرے پھر جائیں" کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں وہ کنکریاں نہ کھٹک رہی ہوں۔ انھوں نے شکست کھائی اور مومنین نے انھیں قتل کیا اور انھیں قیدی بنالیا۔ [۱]

اب جب وہ پلٹ کر آئے تو باہم فخر و مباہات کرنے لگے کوئی شخص کہتا نظر آتا میں نے قتل کیا میں نے قیدی بنایا۔ اس وقت رسولِ اکرمؐ پر آیت رمی نازل ہوئی اس لیے کہ آنحضرتؐ نے کنکری کی صورت کو پایا اور اسے اپنے آپ سے دور کردیا اس لیے کہ اس کا اثر قدرت بشر سے باہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عمل ہے گویا کہ دراصل وہی کنکریاں پھینک رہا تھا اور یہ عمل رسولِ اکرمؐ سے وجود میں نہیں آیا اور اس میں دیگر وجوہات بھی ہیں جو نہایت دقیق ہیں۔

کتابِ احتجاج میں امیرالمومنینؑ سے ایک حدیث کے ذیل میں مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ اس آیت میں نبی اکرمؐ کے عمل کو اللہ نے اپنا عمل قرار دیا ہے کیا تم اس کی تاول کو اس کی تنزیل کے مخالف سمجھ رہے ہو۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ اور امام سجادؑ سے وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؑ نے مٹھی بھر مٹی دی تھی جسے آنحضرتؐ نے کفار کے چہروں کی طرف پھینکا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ۔ [۳]

خصال میں مناقب امیرالمومنینؑ اور اس کی تعداد کے بارے میں فرمایا کہ پینتیسویں صفت یہ ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے مجھے جنگ بدر کے موقع پر بھیجا اور فرمایا مجھے ایک مٹھی کنکری ایک جگہ جمع کر کے دو۔ میں نے اسے لیا اور سونگھا تو اس سے مشک و عنبر کی خوش بو آرہی تھی میں نے اسے لاکر آنحضرتؐ کو دیا۔ آپ نے اسے مشرکین کے چہروں کی طرف اچھال دیا ان کنکریوں میں چار کا تعلق فردوس سے تھا اور کچھ کا تعلق مشرق سے اور کچھ کا مغرب سے اور کچھ عرش کے نیچے سے حاصل کی گئی تھیں اور ہر کنکری کے ساتھ ہماری مدد کے لئے ایک لاکھ فرشتوں کو بھیجا گیا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فضیلت سے نہ ہم سے پہلے کسی کو نوازا اور نہ ہی ہمارے بعد کسی کو نوازے گا۔ [۴]

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ۔

اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مومنین کو بہترین آزمائش میں کامیابی سے گزار دیا جائے۔ نصرت اور غنیمت کے ذریعے سے انھیں عظیم نعمتوں سے نوازا جائے اور آیاتِ خداوندی کا مشاہدہ بھی کرایا جائے۔ اللہ کو جو کچھ کرنا تھا وہ اس نے کیا۔

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ۔

بے شک اللہ ان کی فریاد اور دعا کا سننے والا ہے

عَلِيمٌ۔ اور ان کی نیتوں اور احوال سے باخبر ہے۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۰
(۲) احتجاج ج ۱ ص ۳۷۲
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۲ ح ۳۴
(۴) الخصال ص ۵۷۶ ح ۱

ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾
اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع ۱۶

۱۸۔ یہ تمہارا معاملہ تھا جہاں تک کافروں کا تعلق ہے اللہ اُن کی چالوں کو کمزور بنادے گا۔
۱۹۔ اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فتح و کامیابی تمہارے سامنے آگئی اب اگر تم باز آجاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پلٹ کر اسی بات کا اعادہ کرو گے تو ہم بھی اسی سزا کا اعادہ کریں گے اور اس وقت تمہاری جماعت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو تمہارے کسی کام نہ آسکے گی اور یقیناً اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔

۱۸- ذٰلِكُمْ-
یعنی یہ تمہارا معاملہ تھا
وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ-
اور بے شک اللہ کافروں کی چالوں کو کمزور بنادے گا
یعنی مقصد یہ ہے کہ مومنین کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے اور کافروں کی چالوں کو کمزور بنادیا جائے اوراس کی ایک قرأت یہ بھی ہے مُوَهِّنٌ كَيْدَ الْكٰفِرِيْنَ۔
۱۹- اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ-
اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فتح و کامرانی تمہارے سامنے آگئی۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں مکے والوں سے سرزنش کے طور پر عتابانہ خطاب ہے اس لئے کہ روایت کی گئی ہے جب انھوں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو وہ کعبہ کے پردے سے چمٹ گئے اور انھوں نے کہا اَللّٰهُمَّ انْصُرْ اَعْلَى الْجُنْدَيْنِ واهدى الفئتين واكرم الحزبين [1]
''اے اللہ دونوں لشکروں میں جو اعلیٰ ہو، دونوں گروہوں میں جو ہدایت یافتہ ہو، دونوں ٹولوں میں جو زیادہ مکرم ومحترم ہو تو اس کی مدد فرما۔''
تفسیر مجمع البیان میں ابوحمزہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے کہا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا دِيْنُنَا الْقَدِيْمُ وَدِيْنُ مُحَمَّدٍ الْحَدِيْثُ فَاَيُّ الدِّيْنَيْنِ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْكَ وَاَرْضٰى عِنْدَكَ فَانْصُرْ اَهْلَهُ الْيَوْمَ۔ [2]
''اے اللہ ہمارا دین قدیمی ہے اور محمدؐ جو دین لے کر آئے ہیں وہ نیا ہے پس ان ادیان میں سے جو دین

(۱) طبری جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۱ (۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۳۱

بھی تیرے نزدیک پسندیدہ اور تیری خوشنودی کا باعث ہو آج اس دین والوں کی مدد کر۔"

اور روایت کی گئی ہے کہ ابوجہل نے کہا

اَيُّنَا اَهْجَرُ وَاَقْطَعُ لِلرَّحِم فَاَهِنْهُ الْيَوْمَ فَاَهْلِكْهُ۔ [1]

ہم میں سے جو بھی رشتہ ناطہ توڑتا ہے اور تعلقات کو منقطع کر لیتا ہے تو آج کے دن اسے ذلیل کر دے اور اسے ہلاک کر ڈال۔

اور کہا گیا ہے کہ ان آیات میں مومنین سے خطاب ہے اور بعد کے دونوں اقوال بھی اسی جیسے ہیں۔ [2]

وَاِنْ تَنْتَهُوْا۔

اب اگر تم باز آ جاؤ کفر سے، رسولِ اکرمؐ کی دشمنی سے یا قتال میں کاہلی کرنے سے اور ایسی چیزوں کی جانب میلان سے جو رسولِ اکرمؐ کو متاثر کرتی ہوں۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ۔

تو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے۔ اس لئے یہ دونوں جہان کی سلامتی پر مشتمل ہے اور بہترین جائے نزول ہے۔

وَاِنْ تَعُوْدُوْا۔

اور اگر تم پلٹ کر اسی بات کا اعادہ کرو گے ان سے جنگ کرنے کے لیے یا کاہلی و سستی کے سبب

نَعُدْ ۚ۔

تو ہم بھی پلٹ آئیں گے اُن کی نصرت کے لیے یا انکار کے لیے

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ۔

اور اس وقت تمھاری جماعت کسی کام نہ آئے گی اور تمھاری جماعت تمھاری حمایت نہیں کرے گی

شَيْئًا۔

کسی قسم کی، تمھیں فائدہ پہنچا کر یا نقصان سے دوچار کر کے

وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ۔

خواہ تمھاری جماعت تعداد میں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو

وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اور یقیناً اللہ مومنین کے ساتھ ہے نصرت و معاونت کر کے۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۱ (۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۳۱ و جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۱

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۰۔ اے ایمان کے دعوے دارو! تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اُس سے روگردانی نہ کرو۔

۲۱۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا کہ "ہم نے سُن لیا" دراں حالیکہ وہ سنتے نہیں۔

۲۲۔ یقیناً اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے جانداروں میں بدترین وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

۲۳۔ اگر اللہ ان لوگوں میں ذراسی بھی بھلائی جانتا تو انھیں سننے کی توفیق کرامت کرتا لیکن اگر ویسے ہی سنا دیتا تو وہ منہ پھرا کر بھاگ جاتے۔

۲۰-يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ-

اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور رسولؐ سے روگردانی نہ کرو

وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ-

جب کہ تم قرآن اور پند و نصائح سن رہے ہو اور تم سن کر سمجھ بھی رہے ہو اور تصدیق بھی کر رہے ہو۔

۲۱-وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا-

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا

وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ-

دراں حالے کہ وہ سنتے نہیں۔ یعنی اس طرح نہیں سنتے کہ اس سے منفعت حاصل کریں۔

۲۲-اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ-

یقیناً اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے جان داروں میں بدترین وہ بہرے ہیں جو آوازِ حق کو نہیں سنتے۔

الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ-

اور ایسے گونگے ہیں جو حق کو سمجھنے سے قاصر ہیں

۲۳–وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ –

اگر اللہ ان لوگوں میں ذرا سی بھی بھلائی جانتا تو انھیں سننے کی ایسی توفیق کرامت کرتا کہ وہ سن کر سمجھ لیتے

وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ–

اور اگر انھیں ویسے ہی سنا دیتا تو اللہ کے علم میں ہے کہ ان میں کسی قسم کی بھلائی کا امکان ہی نہیں ہے۔

لَتَوَلَّوْا–

وہ منہ پھرا کر بھاگ جاتے اور اس سے فائدہ حاصل نہ کرتے۔

وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ–

اور دشمنی کی وجہ سے وہ روگردانی کرتے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت بنی عبدالدار کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان میں سے سوائے مصعب بن عمیر کے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا اور ان کے حلیف کا نام سویط تھا۔ [1]

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۳۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اے ایمان دارو! تم اللہ اور رسولؐ کی آواز پر لبیک کہو اور جب رسولؐ تمھیں حیات بخش چیز کی طرف بلائیں تو فوراً آ جاؤ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل (ارادے) کے مابین حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم سب اس کے حضور میں پیش کیے جاؤ گے۔

۲۴۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ۔

اے ایمان دارو! تم اطاعت کرتے ہوئے اللہ اور رسولؐ کی آواز پر لبیک کہو

إِذَا دَعَاكُمْ۔

جب رسول تمھیں پکاریں، بلائیں آواز دیں

لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ۔

اس چیز کی جانب جو تمھارے لئے حیات بخش ہے

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت علی بن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ "حیاۃ" سے مراد جنت ہے۔ [۲]

اور امام باقرؑ سے روایت ہے کہ یہ آیت ولایت علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس لیے کہ اُن کی پیروی کرنا اور ان کی ولایت کو تسلیم کرنا تمھارے امر کو مجتمع رکھے گا اور تمھارے درمیان عدل کو باقی رکھے گا۔ [۳]

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ۔

اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل (ارادے) کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ دلوں کی ایک حالت سے دوسری حالت کی تبدیلی پر قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ انسان اور اس کے ارادے کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ [۴]

امام باقرؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ مومن اور اس کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ جہنم میں جانے کا مستحق نہ ہو جائے اور کافر اور اس کی اطاعت کے مابین حائل ہو جاتا ہے تاکہ اس اطاعت کے ذریعہ ایمان کو مکمل نہ کر دے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اعمال کا تعلق ان کے انجام سے ہوتا ہے۔ [۵]

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۴۸ ح ۳۴۹ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱
(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱ (۵) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱

کتاب توحید اور عیاشی میں امام صادقؑ سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ اللہ اس کے اور اس بات کے درمیان حائل ہوتا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھنے لگے کہ باطل حق ہے۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان اور عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا دل اس بات کو ہرگز تسلیم نہ کرے کہ حق باطل ہوتا ہے اور نہ ہی اس بات کا یقین رکھے کہ جو باطل ہے وہ حق ہوتا ہے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے وارد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی شے کی خواہش کرے اپنی سماعت اپنی بصارت، اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے اگر وہ ایسی شے کو پالے جسے وہ چاہتا ہے تو جب وہ شے ملے گی تو اس کا دل اس کا انکار کر رہا ہوگا اور وہ آنے والی شے کو قبول نہیں کرے گا اور وہ جان لے گا کہ حق باطل نہیں ہے۔ [۳]

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ یہ شے جسے کوئی شخص اپنے دل، سماعت اور بصارت سے چاہتا ہے اپنے نفس کو اس کے علاوہ کسی اور شے سے نہیں بچا سکتا تو وہ شے اس شخص اور اس کے دل کے مابین حائل ہو جائے گی۔ [۴]

وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔

اور یہ سمجھ لو کہ تم سب اس کے حضور میں پیش کیے جاؤ گے تو وہ تمھارے اعمال کی جزا دے گا۔

---

(۱) توحید ص ۳۵۸ ح ۶ باب ۵۸ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۲ ح ۳۶

(۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۳۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۳ ح ۳۹

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۲ ح ۳۷ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۲ ح ۳۸

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۵۔ اور اس آزمائش سے بچو جو صرف انھی لوگوں سے مخصوص نہیں رہے گی جنھوں نے ظلم کیے ہیں اور یہ بات سمجھ لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

۲۶۔ اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے اور زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں اچک نہ لیں اللہ نے تمھیں پناہ مہیا کی اور اپنی مدد سے تمھاری تائید کی اور تمھیں پاکیزہ رزق عطا کیا تاکہ تم شکر گزار بنو۔

۲۵ – وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ –

اور اس آزمائش سے بچو جو صرف انھی لوگوں سے مخصوص نہیں رہے گی جنھوں نے ظلم کیے ہیں بلکہ ان کے غیر بھی اس میں شامل ہوں گے جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں منافقت اور چاپلوسی سے کام لینا، اتحاد کو پراگندہ کرنا، بدعتوں کا ظاہر ہونا۔

تفسیر عیاشی میں اس آیت کے ذیل میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو دنیا سے اٹھا لیا اس کے بعد لوگ آزمائش میں پڑ گئے یہاں تک کہ لوگوں نے علیؑ کو چھوڑ دیا اور اُن کے غیر کی بیعت کر لی یہی وہ فتنہ تھا جس میں انھیں آزمایا گیا جبکہ رسول اکرمؐ نے انھیں علی بن ابی طالبؑ اور آل محمدؐ میں آنے والے اوصیاء کی پیروی کا حکم دیا تھا۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں علیؑ اور امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ انھوں نے اس آیت کو لَتُصِيْبَنَّ پڑھا ہے۔[۲] یعنی تم ضرور بالضرور پاؤ گے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا جو بھی میری وفات کے بعد علیؑ کی جانشینی کے بارے میں ظلم کرے گا تو گویا کہ اس نے میری نبوت اور مجھ سے پیشتر انبیاء کی نبوت کا انکار کر دیا۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت طلحہ او رزبیر کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے امیر المومنین حضرت علیؑ سے جنگ کی اور ان پر ظلم ڈھائے۔[۴]

۲۶ – وَاذْكُرُوْٓا ...... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ – تاکہ تم ان نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت خاص طور پر قریش کے بارے میں نازل ہوئی اور امیر المومنینؑ سے بھی ایسا ہی مروی ہے[۵]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۳ ح ۴۰ (۲) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۳۳ (۳) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۳۴۔ ۵۳۵
(۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱ (۵) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱ وکشف الحجہ ص ۱۷۵

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور جانتے بوجھتے ہوئے اپنی امانتوں میں بھی خیانت سے کام نہ لو۔

۲۷- وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کا مفہوم ہے کہ تم خیانت کرتے ہو

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ یہ آیت ابی لبابہ بن عبدالمنذر انصاری کے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرتؐ نے بنی قریظہ کے یہودیوں کا ۲۱ راتوں تک محاصرہ کیا تھا تو اُن لوگوں نے آنحضرتؐ سے اسی طرح صلح کی تھی جن کا تعلق بنی نضیر سے تھا کہ وہ لوگ اپنے بھائیوں کی طرف شام کے شہر اذرعات (الف) اور اریحا (ب) منتقل ہو جائیں۔ رسولِ اکرمؐ نے اس بات سے انکار کیا اور یہ کہا کہ وہ سعد بن معاذ سے فیصلہ کرائیں۔ انھوں نے کہا کہ آپؐ ہماری طرف ابی لبابہ کو بھیج دیجیے جو ان کا ناصح تھا اس لیے کہ اس کے اہل وعیال اور اموال و اولاد سب اُن کے پاس تھا۔

رسولِ اکرمؐ نے ابولبابہ کو اُن کی طرف روانہ کر دیا۔ انھوں نے ابولبابہ سے مشورہ کیا کہ اے ابولبابہ تمھارا کیا مشورہ ہے کیا ہم سعد بن معاذ سے فیصلہ کرالیں تو ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا اور بتایا کہ یہ تو ذبح ہونا ہے ایسا مت کرو۔ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور نبی اکرمؐ کو اس بات سے مطلع کر دیا۔ ابولبابہ کہتے ہیں میرے قدم اپنی جگہ پر تھے کہ میں نے سمجھ لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے تو اس وقت اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جب آیت نازل ہوئی تو اس نے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ دیا اور کہا کہ میں نہ کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیوں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔ یا اللہ میری توبہ قبول کر لے۔

سات دن اسی طرح گزر گئے کہ اس نے کچھ کھایا پیا نہیں یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہوگئی پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرلی اس سے کہا گیا اے ابولبابہ تمھاری توبہ قبول ہوگئی۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا میں خود اپنے آپ کو ستون سے رہا نہیں کروں گا جب تک رسول اللہؐ تشریف لاکر میری رسیوں کو نہ کھولیں۔ آنحضرتؐ تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے اس کی رسیوں کو کھول دیا۔ پھر ابولبابہ نے کہا میری

---

(۱) (الف) اذرعات۔ یہ اطراف شام کا ایک شہر ہے جو بلقاء اور عمان کے قریب ہے (معجم البلدان جز اول ص ۱۳۰)

(ب) اَریحا۔ اردن کے قریب شام کا ایک شہر اس کا نام اریحا بن مالک ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ (معجم البلدان جز اول ص ۱۶۵)

توبہ اسی وقت مکمل ہوگی جب میں ہجرت کر کے اپنی قوم کے گھروں تک چلا جاؤں جہاں مجھ سے یہ معصیت سرزد ہوئی اور یہ کہ میں اپنا مال چھوڑ دوں۔ تو نبی اکرمؐ نے فرمایا اگر تم اپنا ایک تہائی مال صدقہ دے دو تو یہ تمھارے لئے کافی ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے اللہ اور رسول سے خیانت اللہ اور رسول کی نافرمانی ہے۔ جہاں تک امانت میں خیانت کا تعلق ہے تو ہر فرد امانت دار ہے ان تمام امور کا جو اس پر اللہ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ یہ آیت ابولبابہ بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی۔ آیت کے الفاظ عمومی مفہوم رکھتے ہیں اور اس کے معنی مخصوص ہیں۔ [۲]

اور فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ بنی قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ۵ ہجری میں اور اس سورت میں بدر کے حالات بھی تحریر کیے گئے ہیں اور یہ رسولِ اکرمؐ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے سولھویں مہینے کے آغاز میں ہوا تھا اور یہ اس آیت کے ساتھ نازل ہوئی جو سورۂ توبہ میں ہے "وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ" (توبہ۔ ۱۰۲) جو ابی لبابہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ [۳]

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۳۵۔۵۳۶

(۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱

(۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۱۔۲۷۲

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

۲۸۔ اور یہ جان لو کہ تمھارے اموال اور تمھاری اولاد آزمائش کا سامان ہیں اور بے شک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

۲۹۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمھارے اندر قوتِ تمیز پیدا کر دے گا اور تمھاری برائیوں کو تم سے دور کر دے گا اور تمھاری خطائیں معاف کر دے گا اور اللہ تو صاحبِ فضلِ عظیم ہے۔

۲۸۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ۔

اور یہ جان لو کہ تمھارے اموال اور اولاد آزمائش کا سامان ہیں اس لیے کہ وہ تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتے ہیں

وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔

اور بے شک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے جو اللہ کی خوشنودی کو ان لوگوں کی رضامندی پر ترجیح دیتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ تم میں سے کوئی نہ کہے اللھم انی اعوذبك من الفتنة اے اللہ میں آزمائش سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس لیے کہ ہر فرد کسی نہ کسی آزمائش سے دوچار ہوتا ہے اب اگر کوئی پناہ مانگنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ آزمائشوں کے بہکانے سے پناہ طلب کرے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔ [1]

۲۹۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمھارے اندر قوت تمیز پیدا کر دے گا۔ تمھارے دلوں کو ایسی رہنمائی ملے گی جس کے ذریعے تم حق و باطل میں تمیز کر سکو گے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی اللہ تمھیں ایسا علم عطا کرے گا جس کے ذریعہ تم حق اور باطل کے مابین فرق اور تمیز کر سکو گے۔ [2]

وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ۔ اور تمھاری برائیوں کو تم سے دور کر دے گا اور اُن کی پردہ پوشی کرے گا۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ ۔ اور تمھاری خطائیں معاف کر دے گا۔ درگزر کر کے اور مغفرت کے ذریعے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ اور اللہ تو صاحبِ فضلِ عظیم ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۳۶ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۲

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اے نبیؐ وہ وقت یاد کریں جب کفار یہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کردیں یا قتل کردیں یا جلا وطن کردیں وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تو بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

۳۰– وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا –

اے نبیؐ وہ وقت یاد کریں جب کفارِ قریش آپ کے خلاف یہ تدبیریں کر رہے تھے

یہ اس لئے یاد دلایا گیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں جو ان کو نجات دلانے کی صورت میں ملی ہے۔

لِیُثْبِتُوْكَ –

تا کہ وہ آپ کو قید کردیں

اَوْ یَقْتُلُوْكَ –

یا اپنی تلواروں سے آپ کو قتل کر ڈالیں

اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ –

یا آپ کو مکہ سے جلا وطن کردیں

وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ –

وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیریں کر رہا تھا ان کے مکر کو ختم کر کے اور ان کے کیے کا بدلہ دے کر

وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ –

اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر و صادق علیہما السلام میں سے کسی ایک سے مروی ہے کہ قریش مجتمع ہوئے اور ہر خاندان سے لوگ اس میں شامل ہوئے۔ پھر وہ دارندوہ کی جانب روانہ ہوئے تا کہ وہ باہمی مشورہ کریں کہ وہ رسولؐ خدا سے کیا سلوک کریں۔ انھوں نے دیکھا کہ دروازے پر ایک شیخ کھڑا ہوا ہے وہ اسے لینے کے لیے گئے۔ اس نے کہا کہ تم لوگ مجھے اپنے ساتھ شامل کرلو۔ انھوں نے دریافت کیا اے شیخ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں مُضَر کا شیخ ہوں اور میرے پاس رائے ہے جو میں تمھیں بطور مشورہ بتانا چاہتا ہوں۔ وہ سب داخل ہوئے بیٹھے اور باہمی مشاورت کی اور وہ شیخ بیٹھا ہوا تھا۔ انھوں نے اس بات پر ایکا کرلیا کہ رسولِ خداؐ کو شہر بدر کردیں تو اس شیخ نے کہا کہ میری رائے یہ نہیں ہے اس لیے کہ اگر تم نے انھیں شہر بدر کردیا تو لوگ تمھارے

خلاف اکٹھے ہو کر تم سے قتال کریں گے۔

لوگوں نے کہا تم نے سچ کہا پھر انھوں نے مشورہ کیا اور اس بات پر متفق ہوئے کہ انھیں قید کر دیں۔ اس شیخ نے کہا یہ میری رائے کے موافق نہیں اگر تم نے ایسا کیا تو محمد شیریں سخن ہیں وہ تمھاری اولاد اور تمھارے خدام کو تمھارے خلاف ابھار دیں گے اور اگر تم ان کے بھائیوں، بیٹوں اور بیوی سے انھیں جدا کر دو گے تو اس سے تمھیں کیا فائدہ ہوگا۔ پھر انھوں نے مشورہ کیا اور وہ سب اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ رسولِ اکرمؐ کو قتل کر دیں۔ ہر قبیلے کی شاخ سے ایک ایک فرد منتخب کریں جو تلوار سونت کر سب ایک ساتھ مل کر انھیں کعبے کے قریب قتل کر ڈالیں۔ پھر امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کی وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کا سببِ نزول یہ تھا کہ آنحضرتؐ نے جب مکہ مکرمہ میں علانیہ دعوت شروع کی تو اوس اور خزرج آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے رسولِ اکرمؐ نے اُن سے کہا تم میری حفاظت کرو گے اور تم میرے ہمسائے ہو جاؤ گے۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کی کتاب کی تلاوت کروں اور اللہ تمھیں جنت بطور ثواب عطا کرے۔ تو انھوں نے جواب دیا آپؐ اپنے رب اور خود اپنے لیے جو مناسب چاہیں کریں۔ آنحضرتؐ نے اُن سے کہا ہم عقبہ کے مقام پر ایام تشریق کی درمیانی شب میں ملاقات کریں گے۔ انھوں نے حج کیا اور وہ لوگ منیٰ کی طرف واپس آ گئے۔ بہت سے افراد نے فریضۂ حج انجام دیا۔

جب تشریق کا دوسرا دن ہوا تو رسولِ اکرمؐ نے اُن لوگوں سے کہا جب رات ہو جائے تو تم مقام عقبہ پر عبدالمطلب کے گھر میں آنا۔ سوتے ہوؤں کو بیدار نہ کرنا اور تم ایک ایک کر کے آنا۔ اوس اور خزرج کے ستر افراد آئے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ رسولِ خداؐ نے اُن سے کہا تمھاری ذمہ داری ہے کہ تم میری حفاظت کرو اور مجھے پناہ دو یہاں تک کہ میں تمھارے سامنے اپنے رب کی کتاب کی تلاوت کرتا رہوں اور اللہ تمھیں جنت بطورِ ثواب عطا کر دے۔

سعد بن زرارہ، براء بن معرور اور عبداللہ بن حزام نے کہا بے شک اے رسولِ خداؐ آپ اپنے رب کے لیے اور خود اپنے لیے جو بھی شرط مناسب سمجھتے ہیں وہ کر لیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میں اپنے رب کے لیے یہ شرط عائد کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرنا اور کسی طرح کا شرک اختیار نہ کرنا اور اپنے لیے یہ شرط عائد کرتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری حفاظت کرنا اور میرے اہل و عیال کی بھی اسی طرح حفاظت کرنا جس طرح تم اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو۔

انھوں نے کہا ہمیں اس کے عوض کیا ملے گا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا آخرت میں جنت ملے گی اور تم

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۳۔ ۵۴ ح ۴۲

عرب کے حکمران بن جاؤ گے اور عجم کے باشندے دنیا میں تمھارے فرماں بردار بن جائیں گے اور تم جنت میں حکمران کی حیثیت سے رہو گے۔ انھوں نے کہا ہم اس بات پر راضی ہیں تو آنحضرتؐ نے اُن سے کہا کہ تم اپنے افراد میں سے بارہ نمائندے میرے سامنے لاؤ جو اس بارے میں تم پر گواہ ہوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے بارہ نقیب لئے تھے۔ جبرائیل امین نے ان کی جانب اشارہ کیا اور کہا یہ نقیب ہے اور یہ نقیب ہے نو کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا اور تین کا قبیلۂ اوس سے۔ خزرج سے سعد بن زرارہ، براء بن معرور، عبداللہ بن حزام، ابو جبار بن عبداللہ، رافع بن مالک، سعد بن عبادہ، منذر بن عمر، عبداللہ بن رواحہ، سعد بن ربیع اور عبادہ بن صامت تھے اور اوس سے ابوالہیثم بن تیہان جس کا تعلق یمن سے تھا، اُسید بن حصین اور سعد بن خیثمہ تھا۔

جب یہ سب اکٹھے ہوئے اور انھوں نے رسول خداؐ کی بیعت کی تو ابلیس نے چیخ کر کہا اے قریش کے لوگو! اور عرب کے باشندو! یہ محمدؐ اور مدینے کے (صابیٔ) دین تبدیل کرنے والے عقبہ کی پہاڑی پر جمع ہیں اور محمدؐ کی بیعت کر رہے ہیں تا کہ تم سے جنگ کریں۔ اب جو جنگ کی صلاحیت رکھتا ہو وہ مجھ سے یہ پیغام سن لے۔ قریش یہ سن کر جذبات میں آگئے اور انھوں نے ہتھیار اٹھالئے۔

رسولِ اکرمؐ نے اُن کی آواز سنی اور انصار سے کہا تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ اگر آپؐ ہمیں حکم دیں کہ ہم ان لوگوں کا سامنا تلوار سے کریں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ رسولِ اکرمؐ نے انھیں جواب دیا کہ مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور مجھے ان لوگوں سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ انصار نے کہا تو آپؐ ہمارے ساتھ یہاں سے نکل چلئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں حکمِ خداوندی کا منتظر ہوں۔

قریش علی الصبح نہایت غرور کے ساتھ ہتھیار سجائے ہوئے وہاں آئے اور ادھر سے حضرت حمزہ اور امیر المومنینؑ نکلے اور دونوں تلوار حمائل کیے ہوئے تھے وہ دونوں عقبہ پر کھڑے ہوگئے۔ جب قریش نے انھیں دیکھا تو کہا تم یہاں پر کیوں اکٹھے ہوئے ہو؟ حمزہ نے جواب دیا ہم نہ اکٹھے ہوئے ہیں اور نہ ہی یہاں پر کوئی موجود ہے۔ خدا کی قسم اگر کسی نے عقبہ کو عبور کرنے کی کوشش کی تو میں تلوار سے اس کا خاتمہ کر دوں گا۔

وہ لوگ مکہ واپس چلے گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم اس بات سے محفوظ نہیں رہے کہ ہمارا معاملہ خراب نہ ہو اور قریش کا کوئی بزرگ دینِ محمدؐ میں داخل نہ ہو جائے تو وہ سب کے سب دارندوہ میں جمع ہوئے اور دارندوہ میں وہی جاسکتا تھا جو چالیس سال کا ہو چکا ہو۔ تو قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے چالیس افراد دارندوہ میں آئے اور ابلیس ایک بوڑھے شخص کی صورت میں وہاں آ گیا۔ دربان نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نجد کا رہنے والا ایک بوڑھا ہوں۔ تم میری درست رائے سے محروم نہیں رہو گے جب مجھے پتا چلا کہ تم اس شخص کے معاملے پر غور کرنے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہو تو میں بھی تمھیں مشورہ دینے کے لئے یہاں چلا آیا۔ دربان نے اس سے کہا اندر آ جاؤ۔ ابلیس اندر آ گیا۔

جب اُن کا جلسہ شروع ہوا تو ابو جہل نے کہا کہ اے قریشیو! عرب کا کوئی فرد ہم سے زیادہ معزز اور محترم نہیں ہے۔ ہم اہلِ خدا ہیں۔ عرب کے باشندے سال میں دو مرتبہ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہماری تکریم کرتے ہیں اور ہم حرمِ خدا میں رہتے ہیں اور کوئی بھی لالچی ہماری طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ ہم اسی طرح زندگی گزار رہے تھے یہاں تک کہ ہمارے درمیان محمد بن عبداللہ پروان چڑھے۔ ہم ان کی دوستی اور ان کے سکون اور ان کے لہجے کی صداقت کی بنیاد پر امین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ انھوں نے منزلت حاصل کرلی اور ہم نے ان کی تکریم و تعظیم کی کہ انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ ان کے پاس وحیِ آسمان آتی ہے۔ انھوں نے اس طرح ہمارے خابوں کو احمقانہ قرار دیا اور ہمارے خداؤں کو دشنام کیا اور ہمارے جوانوں کو بگاڑ دیا اور ہماری جماعت کو منتشر کردیا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد جو دنیا میں نہیں رہے وہ جہنم میں جائیں گے۔ اس سے زیادہ عظیم شے سے ہمارا پالا نہیں پڑا تھا۔ میں ان کے بارے میں اپنی رائے رکھتا ہوں۔

لوگوں نے دریافت کیا آپ کی کیا رائے ہے؟ تو ابو جہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم خفیہ طور سے ان کے پاس اپنا کوئی آدمی بھیجیں جو انھیں قتل کرڈالے اب اگر بنی ہاشم نے اُن کے خون کا مطالبہ کیا تو ہم انھیں دس دیتیں[1] دے دیں گے۔ تو خبیث نے کہا کہ یہ رائے نہایت خبیث ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کس طرح اس نے کہا کہ محمدؐ کا قاتل لامحالہ قتل کردیا جائے گا تو تم میں سے کون ہے؟ جو اپنے آپ کو قتل ہونے کے لئے پیش کرتا ہے۔ اس لئے کہ جب محمدؐ قتل ہو جائیں گے تو بنی ہاشم اور اُن کے حلیف جو قبیلۂ خزاعہ سے ہیں اکٹھے ہو جائیں گے اور بنی ہاشم ہرگز اس بات پر راضی نہیں ہوں گے کہ محمدؐ کا قاتل زمین پر چلتا رہے تو تمھارے حرم میں جنگ چھڑ جائے گی اور تم فنا کے گھاٹ اتر جاؤ گے۔

ان میں سے دوسرے نے کہا میرے پاس دوسری رائے ہے۔ اس نے کہا وہ کون سی رائے ہے؟ اس نے جواب دیا ہم انھیں ان کے گھر میں قید کردیں اور انھیں کھانا مہیا کرتے رہیں یہاں تک کہ گردش زمانہ انھیں اسی طرح موت سے ہمکنار کردے جیسے زہیر، نابغہ اور امراؤالقیس موت کی آغوش میں چلے گئے۔ تو ابلیس نے کہا کہ یہ رائے تو پہلی سے بھی زیادہ گھٹیا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کس طرح؟ شیطان نے کہا کہ بنی ہاشم اس بات پر راضی نہیں ہوں گے جب عرب کے کسی تہوار پر لوگوں کا اجتماع ہوگا تو یہ ان سے فریاد کریں گے اور وہ تمھارے خلاف اکٹھے ہو کر انھیں قید سے نجات دلا دیں گے۔

ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم انھیں شہر بدر کردیں گے اپنے شہر سے نکال دیں گے اور ہم نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے معبودوں کی عبادت کریں گے۔ تو ابلیس نے کہا یہ رائے تو پچھلی دونوں رائے سے زیادہ بودی ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کس طرح؟ ابلیس نے کہا اس لئے کہ تم اس کا قصد کررہے ہو جو حسین و جمیل ہے۔

---

(۱) دیت۔ خون بہا قتل کے بدلے معاوضہ ادا کرنا۔

جو بولنے والا اور فصیح اللسان ہے۔ تم اسے لے کر عرب کے صحرا میں جاؤ گے وہ انھیں فریب دے گا اور اپنی قوتِ گویائی سے انھیں اپنا تابع کرلے گا پھر وہ اچانک سواروں اور پیادوں سے تم پر چڑھائی کردے گا۔ وہ لوگ یہ سن کر حیران رہ گئے۔

پھر انھوں نے ابلیس سے کہا اے شیخ بتاؤ تمھارا کیا مشورہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بس میرا مشورہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ قریش کی ہر شاخ کا ایک ایک فرد اور بنی ہاشم کا بھی ایک فرد اُن کے ساتھ ہونا چاہئے جو چھری لئے ہوئے ہوں، یا لوہے کی سلاخ لئے ہوئے ہوں یا تلوار لے کر وہاں جائیں اور اُن پر سب مل کر ایک ضرب لگائیں تا کہ ان کا خون پورے قریش پر تقسیم ہوجائے اور بنی ہاشم اس قتل کے بدلے میں خون کا مطالبہ نہ کرسکیں اور اس میں خود اُن کی بھی شرکت ہوگی اور اگر وہ لوگ دیت کا مطالبہ کریں تو تم تین دیتیں دے دینا۔ انھوں نے کہا واقعی شیخ نجدی کی رائے صحیح رائے معلوم ہوتی ہے۔ وہ سب مجتمع ہوئے اور اُن کے ساتھ ابولہب بھی آیا جو نبی اکرمؐ کا چچا تھا۔

اس وقت جبرائیل علیہ السلام رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں آگاہ کیا کہ قریش دارندوہ میں جمع ہوئے ہیں اور آپؐ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور یہ آیت نازل ہوئی ''وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۚ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ اے نبی وہ وقت یاد کریں جب کفار یہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کردیں یا قتل کردیں یا جلاوطن کردیں وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تو بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ قریش یکجا ہوئے کہ رات کے وقت آنحضرتؐ کے پاس جاکر انھیں قتل کردیں اور مسجد الحرام کی جانب روانہ ہوئے۔ سیٹیاں بجاتے ہوئے، تالیاں بجاکر اور وہ اسی طرح خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۚ (انفال۔۳۵) اور ان کی نماز بیت اللہ کے نزدیک سوائے سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے کچھ نہ تھی۔ لفظ مُکَاء کے معنی ہیں سیٹیاں بجانا اور تصدیہ کا مفہوم ہے دونوں ہاتھوں سے تالیاں پیٹنا اور یہ آیت وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے ملی ہوئی ہے۔ اگرچہ چند آیات کے بعد آئی ہے۔ جب شام ہوگئی تو قریش رسول اللہؐ کے پاس آنا چاہتے تھے ابولہب نے انھیں روک دیا اور کہا کہ میں تمھیں رات کے وقت اُن کے پاس نہیں جانے دوں گا اس لیے کہ گھر میں بچے اور عورتیں ہیں اور ہم کو اطمینان نہیں کہ کسی خیانت کار کا ہاتھ اُن تک نہ پہنچ جائے۔ ہم رات بھر ان کی نگہبانی کریں گے جب صبح ہوگی اس وقت اُن کے پاس جائیں گے۔

وہ لوگ رسولِ اکرمؐ کے حجرے کے اردگرد سوگئے۔ دوسری طرف رسولِ خداؐ نے حکم دیا کہ اُن کا بستر بچھایا جائے جب بستر بچھ گیا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کیا تم اپنی جان مجھ پر فدیہ کرو گے؟ علیؑ نے جواب دیا

بے شک یارسول اللہؐ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تم میرے بستر پر سو رہو اور میری چادر اوڑھ لو۔ تو علیؑ رسولِ اکرمؐ کے بستر پر سو گئے اور اُن کی چادر اوڑھ لی۔ اس کے بعد جبرائیلؑ تشریف لائے اور رسولِ خداؐ کا ہاتھ پکڑ کر انھیں قریش کے درمیان سے نکال کر لے گئے جن پر نیند کا غلبہ تھا اور آنحضرتؐ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (یٰس۔۹) (اور ہم نے ان کے سامنے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ ڈال دی ہم نے ان کو ڈھانپ دیا پس وہ دیکھ نہیں سکتے) اور جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ سے کہا آپؐ غارِ ثور کا راستہ اختیار کیجئے اور ثور منیٰ کے راستے میں ایک پہاڑ کا نام ہے اس کے کوہان بیل کے کوہان کی طرح کے ہیں۔

آنحضرتؐ غار میں داخل ہو گئے اور پھر اُن کا امر اسی طرح ہوا جیسا ہونا تھا۔ جب صبح ہوئی تو قریش حجرے کی جانب لپکے اور بستر پیغمبرؐ کا قصد کیا تو انھیں وہاں علیؑ نظر آئے۔ علیؑ نے اُن سے دریافت کیا کہو! کیا بات ہے؟ تب قریش نے کہا محمدؐ کہاں ہیں؟ علیؑ نے جواب دیا کیا تم لوگوں نے مجھے ان کا نگہبان بنایا تھا؟ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم انھیں اپنے شہروں سے نکال دیں گے سو وہ تمھارے پاس سے نکل کر چلے گئے۔ انھوں نے علیؑ کو مارنا شروع کیا اور کہا کہ آپ پوری رات ہمیں فریب دیتے رہے۔ وہ پہاڑوں میں پھیل گئے ان کے درمیان خزاعہ کا ایک شخص تھا جس کا نام ابوکرز تھا جو نشاناتِ قدم پہچاننے کا ماہر تھا۔

قریش نے کہا اے ابوکرز آج کے دن تمھاری ضرورت ہے۔ وہ رسولِ اکرمؐ کے حجرے کے دروازے پر کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ یہ محمدؐ کا قدم ہے اور یہ اسی قدم کی طرح ہے جو رہائش گاہ پر ہے اور حضرت ابوبکرؓ نے رسولِ اکرمؐ کا استقبال کیا تھا اور آپ نے انھیں اپنے ساتھ لے لیا تو ابوکرز نے کہا یہ ابن ابی قحافہ یا اُن کے والد کے قدم ہیں اور پھر کہا کہ یہاں ابن ابی قحافہ کا اونٹوں کا قافلہ ہے وہ مسلسل اُن کے ساتھ رہا یہاں تک کہ قریش کو غار کے دہانے پر لا کھڑا کیا پھر کہا کہ دونوں اس جگہ سے آگے نہیں بڑھے یا تو وہ دونوں آسمان پر بلند ہو گئے یا زمین کے نیچے چلے گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مکڑی کو بھیجا اور اس نے غار کے دہانے پر جالا بنا دیا اور فرشتوں میں سے ایک شہسوار آ کر غار کے دہانے پر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا غار میں کوئی بھی نہیں لہٰذا وہ پہاڑ کے درّوں میں پھیل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں رسولِ خداؐ کی جانب سے پھیر دیا اس کے بعد اللہ نے اپنے نبیؐ کو ہجرت کا حکم دیا۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۶۔ ۲۷۲

وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا قَالُوۡا قَدۡ سَمِعۡنَا لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ ہٰذَاۤ ۙ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۱﴾

وَ اِذۡ قَالُوا اللّٰہُمَّ اِنۡ کَانَ ہٰذَا ہُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۳۲﴾

۳۱۔ اور جب انھیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ کہتے تھے ہم نے سُن لیا اور اگر ہم چاہیں تو ایسی ہی باتیں ہم بھی بنا سکتے ہیں یہ تو بس پرانی داستانیں ہیں۔

۳۲۔ اور جب انھوں نے کہا تھا اے اللہ اگر یہ واقعی حق ہے اور تیری جانب سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔

۳۱– وَ اِذَا تُتۡلٰی .... اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ –

کہا گیا ہے کہ یہ بات جس نے کہی وہ نضر بن حارث بن کلدہ تھا، اسے غزوۂ بدر کے موقع پر گرفتار کیا گیا اور اسے رسولِ اکرمؐ نے علیؑ کے ہاتھوں بھوکا پیاسا قتل کرا دیا اور یہ بات اُن سے ڈینگیں مارتے ہوئے کہی اور یہ ان لوگوں کے انتہائی تکبر اور عناد کے سبب تھا۔ اس لیے کہ اگر وہ اس بات کی قدرت رکھتے تھے تو انھیں ایسا کرنے سے کس نے روکا تھا جب کہ آنحضرتؐ نے انھیں چیلنج کیا اور دس سال تک انھیں اس بات سے عاجز رکھا پھر اس کے بعد وہ تلوار کے ذریعہ جنگ کرنے کے لئے آئے مگر وہ لوگ باوجود اس چاہت کے کہ آنحضرتؐ پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے سوائے مقابلہ کے کچھ نہ کر سکے۔ [1]

اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ –

یہ تو بس پرانی داستانیں ہیں۔

ہم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انھوں نے یہ داستانیں رقم کی تھیں۔ کہا گیا ہے کہ اسے نضر نے بھی کہا تھا اور یہ اس طرح ہوا کہ رستم اور اسفندیار کی داستانیں فارس کے شہروں سے یہاں تک پہنچی تھیں اور نضر نے یہ خیال کیا کہ یہ بھی اسی طرح کی داستان ہے۔ [2]

۳۲– وَ اِذۡ قَالُوا اللّٰہُمَّ اِنۡ کَانَ ہٰذَا ہُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ –

اور جب انھوں نے کہا تھا اے اللہ اگر یہ واقعی حق ہے اور تیری جانب سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۷ (۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۷

کہا گیا ہے کہ یہ بھی نضر ہی کا کلام ہے اور یہ انکار کی آخری قسم ہے اس کے ذریعے اُس نے مذاق اڑانا چاہا اور مکمل طور پر اس امر کا اظہار تھا کہ وہ باطل پر ہے۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے یہ ابوجہل نے کہا تھا۔ [2]

اور کتاب کافی میں ہے کہ یہ قول حارث بن عمرو فہری کا تھا۔ [3]

اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ نعمان بن حارث نے یہ کہا تھا۔ [4]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج۱ ص ۳۹۲

(۲) تفسیر قمی ج۱ ص ۲۷۷

(۳) الکافی ج۸ ص ۵۷ ح ۱۸

(۴) مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۳۵۲

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۳۔ اور ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ اُن پر عذاب نازل کرے جب کہ آپ اُن کے درمیان موجود ہوں اور نہ ہی اللہ انھیں عذاب میں مبتلا کرے گا جب کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔

۳۴۔ اور اللہ ان کو عذاب میں گرفتار کیوں نہ کرے جب کہ وہ مسجد الحرام سے لوگوں کو روکتے ہیں اور یہ لوگ تو خانہ کعبہ کے متولی بھی نہیں ہیں اس کے متولی تو صرف پرہیزگار افراد ہیں لیکن اکثریت اس بات سے نابلد ہے۔

۳۳-وَمَا كَانَ.........وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ-

اس امر کا بیان ہے کہ ان لوگوں کو مہلت دی گئی ہے اور ان کی دعا قبول کرنے میں کچھ توقف کیا گیا ہے۔

وَمَا لَهُمْ.........الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ-

اور اللہ ان کو عذاب میں گرفتار کیوں نہ کرے جب کہ وہ مسجد الحرام سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ انھوں نے رسولِ اکرمؐ اور مومنین کو ہجرت کرنے پر مجبور کردیا اور حدیبیہ والے سال انھوں نے محاصرہ کرلیا۔

۳۴-وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ-

اور یہ لوگ تو خانہ کعبہ کے متولی بھی نہیں ہیں۔ وہ اپنے شرک کی وجہ سے اس کی تولیت کے مستحق نہیں ہیں اور یہ جملہ ان کے قول کا رد ہے کہ "ہم تو بیت اللہ اور حرم کے متولی ہیں۔"

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ-

اس کے متولی تو صرف پرہیزگار افراد ہیں جو شرک سے پرہیز کرتے ہیں اور خانہ کعبہ میں اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسجد الحرام کے متولی صرف متقین ہوسکتے ہیں۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ "یہ لوگ خانہ کعبہ کے متولی نہیں ہیں" سے مراد یہ ہے کہ مشرکین

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۳۹

خانۂ کعبہ کے متولی نہیں ہیں بلکہ اس کے متولی صرف وہ افراد ہیں جو متقی ہوں اس لیے کہ وہ جہاں بھی ہوں وہ مشرکین کے مقابلے میں خانۂ کعبہ کی تولیت کے بہترین حق دار ہیں۔ [1]

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

لیکن اکثریت اس بات سے بے خبر ہے کہ ان مشرکین کو خانۂ کعبہ کی کوئی تولیت حاصل نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسولِ اکرمؐ نے قریش سے کہا کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اس لیے مبعوث کیا ہے کہ میں دنیا کے تمام بادشاہوں کو قتل کردوں اور اقتدار کو کھینچ کر تمھاری جانب لے آؤں۔ میں تمھیں جس چیز کی طرف بلا رہا ہوں اُسے قبول کرلو تم اس کے ذریعہ عرب پر حکومت کرو گے اور اس کے ذریعے سے عجم بھی تمھارے فرماں بردار ہوجائیں گے اور تم جنت میں بادشاہ کی حیثیت سے رہو گے تو ابوجہل نے کہا اے اللہ محمدؐ نے جو کچھ کہا ہے اگر وہ تیری جانب سے حق ہے تو آسمان سے پتھر برسایا ہمارے لئے دردناک عذاب بھیج دے۔ انھوں نے یہ رسولِ اکرمؐ سے حسد کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے بعد ابوجہل نے کہا کہ ہم اور بنی ہاشم دونوں شرط پر دوڑائے جانے والے گھوڑوں کی مانند تھے۔ ہم حملہ کرتے تھے جب وہ حملہ کرتے، ہم نیزے پھینکتے جب وہ نیزہ پھینکا کرتے تھے اور ہم آگ روشن کرتے جب وہ آگ روشن کیا کرتے تھے، جب ہم اور وہ دونوں ہم رکاب ہوگئے تو ان میں سے کہنے والے نے کہا کہ ہم میں سے نبی ہے تو ہم اس بات پر خوش نہیں ہوئے کہ بنی ہاشم میں تو نبی ہو اور بنی مخزوم میں کوئی نبی نہ ہو۔ پھر اس نے کہا ''اے اللہ تو ہمیں معاف رکھنا'' تو اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝ (انفال۔ ۳۳) اور ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ اُن پر عذاب نازل کرے جب کہ آپ اُن کے درمیان موجود ہوں اور نہ ہی اللہ انھیں عذاب میں مبتلا کرے گا جب کہ وہ استغفار کر رہے ہوں اور ابوجہل نے اس وقت استغفار کرتے ہوئے کہا تھا غفرانک اللّٰھمّ اس کے بعد جب انھوں نے آنحضرتؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور انھیں مکہ سے دور کردیا تو اللہ نے کہا وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۔

اور اللہ ان کو عذاب میں گرفتار کیوں نہ کرے جب کہ وہ لوگ مسجد الحرام سے لوگوں کو روکتے ہیں اور یہ قریش خانۂ کعبہ کے متولی بھی نہیں ہیں اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ بلکہ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار افراد یعنی اے محمدؐ آپؐ اور آپؐ کے اصحاب میں اللہ تعالیٰ غزوۂ بدر کے موقع پر انھیں عذاب سے دوچار کرے گا لہٰذا وہ قتل کیے گئے۔ [2]

کتاب کافی میں ابوبصیر سے مروی ہے امامؑ نے فرمایا کہ رسولِ اکرمؐ تشریف فرما تھے کہ امیر المومنینؑ تشریف لائے تو رسول اکرمؐ نے اُن سے کہا کہ اے علیؑ تم میں عیسیٰؑ بن مریم کی سی مشابہت پائی جاتی ہے اگر میری امت کے گروہ تمھارے بارے میں وہ نہ کہتے جو انھوں نے عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں کہا تھا تو میں تمھارے بارے

(۱) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۵۵ ح ۴۶ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۶۔۲۷۷

میں ایسی بات کہتا کہ جب تم لوگوں کے درمیان سے گزرتے تو وہ تمھارے قدموں کی خاک برکت کے لیے اٹھا لیتے۔ راوی کہتا ہے کہ عرب کے دو بڈ و اور مغیرہ بن شعبہ اور ان کے ساتھ قریش کے بہت سے لوگ ناراض ہوگئے اور انھوں نے کہا کہ محمدؐ راضی ہوئے یہاں تک کہ اپنے چچا کے بیٹے کو حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے مشابہ قرار دے دیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرٰٓءِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلٰٓئِكَةً فِى الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ (زخرف۔ ۵۷ تا ۶۰)

اور جب عیسیٰؑ بن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم اس بات پر چلانے لگی اور انھوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰؑ بن مریم۔ انھوں نے یہ مثال محض جھگڑے کے لئے بنائی ہے۔ وہ تو صرف ایک بندے ہیں جن پر ہم نے نعمتیں نازل کی ہیں اور بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ بنا دیا ہے اور اگر ہم چاہتے تو (اے بنی ہاشم) تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو زمین میں تمھارے جانشین ہوتے۔ امامؑ نے فرمایا حارث بن عمرو فہری غضب ناک ہوگیا اور اس نے کہا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك ان بنی ھاشم یتوارثون ھرقلا بعد ھرقل فارسل علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔ اے اللہ اگر یہ تیری جانب سے حق ہے کہ بنی ہاشم میں یکے بعد دیگرے ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ وارث ہوتا چلا جائے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب ہم پر نازل کردے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو حارث کے قول سے آگاہ کیا اور یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ اور اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ اُن کے درمیان موجود ہیں اور نہ ہی انھیں عذاب میں مبتلا کرے گا جب کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ پھر آنحضرتؐ نے اس سے کہا یا توبہ کرلے یا یہاں سے کوچ کر جا۔ اس نے اپنی سواری طلب کی اور اس پر سوار ہوکر روانہ ہوگیا۔ جب مدینہ سے باہر نکلا ایک پتھر آیا اور اس کی کھوپڑی کے پرخچے اڑا دیئے تو رسول اکرمؐ نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے منافقین سے کہا اپنے ساتھی کے پاس جاؤ اس نے جو کچھ طلب کیا تھا وہ آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ (ابراہیم۔ ۱۵) انھوں نے مدد طلب کی اور ہر سرکش اور ضدی (مخالفت کرنے والا) ناکام ہوگیا۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادقؑ سے مروی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے غدیرِ خم کے دن جب علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کردیا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ اس کا مولیٰ ہے اور یہ بات تمام شہروں میں پھیل گئی اور اس بات کی شہرت ہوگئی تو نبی اکرمؐ کی خدمت میں نعمان بن حارث فہری آیا اور اس نے کہا آپؐ نے اللہ کی جانب سے حکم دیا کہ ہم گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی

(۱) الکافی ج ۸ ص ۵۷۔ ۵۸ ح ۱۸

اور معبود نہیں اور یہ کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپ نے ہمیں جہاد، حج، روزے، نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم نے سب کچھ قبول کر لیا آپ ان تمام چیزوں کے باوجود ہم سے راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ اس جوان کو ہم پر حاکم بنا دیا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ یہ بتایئے کہ یہ آپؐ نے اپنی مرضی سے کہا ہے یا یہ اللہ کی جانب سے ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں میں نے جو کچھ کہا وہ اللہ کی جانب سے ہے تو نعمان بن حارث فہری یہ کہتا ہوا واپس ہوا اللّٰھم ان کان ھذا ھوالحق من عندک فَامطرْ علینا حجارۃ من السَّمَاءِ ''اے اللہ اگر یہ تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا'' تو اللہ تعالیٰ نے پتھر پھینکا جو اس کے سر پر لگا اور اسے قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ (المعارج۔۱) (ایک سائل نے پتھر کے عذاب کا سوال کیا)۔ [۱]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تمھارے لیے میری حیات میں خیر ہے اور میری ممات (موت) میں بھی خیر ہے۔ امامؑ نے فرمایا سوال کیا گیا یا رسول اللہؐ ہم نے آپؐ کی حیات کے بارے میں تو جان لیا یہ فرمایئے کہ موت میں کس طرح خیر ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا جہاں تک میری حیات کا سوال ہے اس کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (اے نبی آپ جب تک اُن کے درمیان میں ہیں اللہ اُن پر عذاب نازل نہیں کرے گا) اور جہاں تک میری موت کا تعلق ہے تو تمھارے اعمال میرے حضور میں پیش کیے جائیں گے اور میں تمھارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔ [۲]

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے جو اس روایت سے مطابقت رکھتا ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ تمھارے اعمال ہر پنج شنبہ (جمعرات) اور ہر دوشنبہ (پیر) کو میری خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں جب وہ اعمال اچھے ہوتے ہیں تو میں اُس کے لیے حمد باری کرتا ہوں اور اگر اعمال اچھے نہیں ہوتے تو میں تمھارے لیے اللہ سے مغفرت کرتا ہوں۔ [۳]

نہج البلاغہ میں ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے زمین میں دو امانیں میسر تھیں ان میں سے ایک اٹھالی گئی دوسری موجود ہے تم اس سے تمسک کرو جو امان اٹھائی گئی وہ رسول اللہؐ ہیں اور جو امان باقی ہے وہ استغفار ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ [۴]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرمؐ اور استغفار عذاب سے محفوظ رہنے کے لئے دو قلعے تھے ان میں سے مضبوط اور بڑا قلعہ جاتا رہا اور استغفار باقی رہ گیا تم زیادہ سے زیادہ مغفرت طلب کیا کرو اس لیے کہ یہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو اس کے بعد آپ نے آیت کی تلاوت فرمائی۔ [۵]

---

(۱) مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۳۵۲ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۵۴ ح ۳۶۱ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۷ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۴۔۵۵ ح ۴۵ (۴) نہج البلاغہ ص ۴۸۳ کلمہ قصار ۸۸ (۵) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۴ ح ۴۴

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور ان کی نماز بیت اللہ کے نزدیک سوائے سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے کچھ نہ تھی سو اب تم اپنے کفر کی بنیاد پر عذاب کا مزا چکھو۔

۳۵۔ تَصْدِيَةً سے مراد تصفیقاً یعنی تالی بجانا وہ لوگ نماز کی جگہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹا کرتے تھے۔

کتاب معانی اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امامؑ نے فرمایا مکاءً وتصدیۃ کے معنی التصفیر والتصفیق یعنی سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا۔[۱]

کتاب عیون میں امام رضاؑ سے روایت ہے کہ مکہ کو مکہ اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ اس میں منہ سے سیٹیاں بجایا کرتے تھے اور جو بھی مکے کا قصد کرتا تو کہا جاتا قد مکاء وہ پرندوں کی طرح چہچہایا اس نے سیٹیاں بجائیں اور اللہ تعالیٰ کے قول سے یہی مراد ہے مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً تو اس آیت میں مُکَاءً کے معنی سیٹیاں بجانا اور تصدیۃ کے معنی ہیں ہاتھ کے اوپر ہاتھ مارنا یعنی تالی بجانا۔[۲]

کہا گیا ہے کہ وہ لوگ عریاں ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ انگلیوں کو آپس میں ملا لیتے تھے اور سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹا کرتے تھے اور یہ اُس وقت کرتے جب نبی اکرمؐ نماز پڑھا کرتے تھے تاکہ انھیں الجھا دیں۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں ہے بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ جب مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تو بنی عبدالدار کے دو آدمی دائیں طرف کھڑے ہو کر سیٹیاں بجاتے اور دو آدمی بائیں جانب کھڑے ہو کر تالی پیٹتے اس طرح آنحضرتؐ کی نماز میں رکاوٹ ڈالا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو غزوۂ بدر کے موقع پر موت کے گھاٹ اتار دیا۔[۴]

فَذُوقُوا الْعَذَابَ۔

اب تم قتل ہونے اور قید ہونے کی صورت میں غزوۂ بدر کے دن عذاب کا مزہ چکھو، یا آخرت میں جہنم کا مزہ چکھنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ اپنے کفر کی بنیاد پر۔ اس سبب سے کہ تم انکار کرتے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کا عطف اللہ تعالیٰ کے قول واذیمکر بك الذین کفروا سے ہے جیسا کہ ہم نے اس مقام پر بیان کیا تھا۔[۵]

(۱) معانی الاخبار ص ۲۹۷ ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۵ ح ۴۶

(۲) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۹۰۔۹۱ ح ۱ باب ۳۳

(۳) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۱۸

(۴) تفسیر مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۴۰

(۵) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۵

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنۡفِقُوۡنَهَا ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ حَسۡرَةً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ ۬ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ ﴿ۙ۳۶﴾

لِیَمِیۡزَ اللّٰهُ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَ یَجۡعَلَ الۡخَبِیۡثَ بَعۡضَهٗ عَلٰی بَعۡضٍ فَیَرۡکُمَهٗ جَمِیۡعًا فَیَجۡعَلَهٗ فِیۡ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾

ع ۹

۳۶۔ جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے اموال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو راہِ خدا سے روکیں اور ابھی اور خرچ کرتے رہیں گے مگر آخرکار یہی امر اُن کے لیے پچھتاوے کا سبب بن جائے پھر وہ مغلوب ہوں گے اور کفر کرنے والوں کو جہنم کی طرف گھیر کر لایا جائے گا۔

۳۷۔ تاکہ اللہ گندگی کو پاکیزگی سے جدا کردے اور پھر ہر قسم کی ناپاکی یکجا کرکے باہم ملادے اور ان سب کو جہنم میں جھونک دے درحقیقت یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

۳۶–اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا.................. ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی جب ضمضم ان کے پاس پہنچے اور انھیں اطلاعات فراہم کیں کہ رسول اللہؐ کاروانِ تجارت کی تلاش میں نکل چکے ہیں تو انھوں نے اپنے اموال نکالے اور انھیں بارکیا لے کر گئے اور خرچ کیا اور بدر میں رسول اللہؐ سے قتال کے لیے نکل کھڑے ہوئے وہ قتل کیے گئے اور جہنم کی جانب روانہ ہوگئے اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا تھا وہ اُن کے لیے پچھتاوا بن گیا۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ کچھ منافقین کے نام قصہ بدر کے بیان کے دوران گزر چکے ہیں۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ۔

اور کافروں کو جہنم کی طرف گھیر کر اور کھینچ کر لایا جائے گا

۳۷–لِیَمِیۡزَ اللّٰهُ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ۔

تاکہ اللہ گندگی کو پاکیزگی سے یعنی کافر کو مومن سے اور صالح کو فاسد سے جدا کردے

وَیَجۡعَلَ الۡخَبِیۡثَ بَعۡضَهٗ عَلٰی بَعۡضٍ فَیَرۡکُمَهٗ جَمِیۡعًا۔

اور پھر ہر قسم کی ناپاکی کو جمع کرکے ایک دوسرے کے ساتھ ملادے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۵

فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ۔

پھر ان سب کو جہنم میں کھینچ کر لے آئے

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

یہی لوگ مکمل نقصان میں ہیں۔

کتاب علل الشرائع میں امام باقرؑ سے مروی ہے ایک طولانی حدیث میں کہ اللہ نے جب مومن کی تخلیق کا ارادہ کیا تو مومن کی طینت کو کافر کی طینت سے مخلوط کردیا اب اگر مومن کسی برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اسی ملاپ کے سبب ایسا ہوتا ہے اور اسی طرح جب کافر کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اس کی طینت کو مومن کی طینت سے مخلوط کردیا اب اگر کافر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کا سبب یہی ملاپ ہے (فیض کاشانی نے حدیث کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے) امامؑ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ناصبی دشمن سے مومن کی اصل، اس کے مزاج، اس کی طینت، اس کے جوہر اور اس کے عنصر کو اس کے تمام اعمالِ صالحہ کے ساتھ سلب کرلے گا اور اسے مومن کی طرف واپس کردے اور اللہ تبارک وتعالیٰ مومن سے ناصبی کی اصلیت، اس کا مزاج، اس کی طینت، اس کا جوہر اور اس کے عنصر کو تمام برے اور خراب اعمال کے ساتھ سلب کرکے اسے ناصبی کو برابری کی بنیاد پر لوٹا دے گا۔ اللہ جل جلالہ ہے اور اس کے تمام اسماء پاک و پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ناصبی سے کہا تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جارہا ہے یہ خراب اعمال تمھاری طینت اور مزاج کے مطابق ہیں اور تم ان کے زیادہ مستحق ہو اور یہ اعمال صالحہ مومن کی طینت اور اس کے مزاج سے ہم آہنگ ہیں اور وہ ان کا زیادہ حق دار ہے۔

لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (غافر۔ ۱۷) (آج کوئی ظلم نہیں ہوگا، بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے) پھر امامؑ نے فرمایا میں اس مفہوم کو قرآن کریم سے اور زیادہ واضح انداز میں پیش کررہا ہوں کیا خداوند عالم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا؟ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (۲۶النور۔ ۲۴) خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے یہ پاکیزہ لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ خبیث لوگ ان کی بابت کہتے ہیں ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔

نیز ارشاد باری ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (انفال۔ ۳۶۔ ۳۷) اس آیت کا ترجمہ پہلے مذکور ہوا)۔[۱]

ہم نے مکمل حدیث جس طرح وارد ہوئی تھی اس کی شرح کرکے اپنی کتاب جس کا نام وافی ہے اس میں بیان کردیا ہے وہاں پر رجوع کیجئے۔[۲]

---

(۱) علل الشرائع ص ۴۸۹۔ ۴۹۱ ح ۱ باب ۲۴۰ (۲) الوافی ج ۴ ص ۴۵۔ ۵۱

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ پیغمبرؐ آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ کفر سے باز آ جائیں تو جو کچھ ہو چکا اسے معاف کر دیا جائے گا اور اگر انھوں نے ان جرائم کا اعادہ کیا تو گزشتہ اقوام کے ساتھ جو ہو چکا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

۳۸۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا۔

اے پیغمبرؐ آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ کفر اور رسول کی دشمنی سے باز آ جائیں

يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ۔

تو ان کے سابقہ گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا۔

اور اگر انھوں نے دوبارہ قتال کا ارادہ کیا

فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ۔

تو جو گزشتہ اقوام کے ساتھ ہو چکا ہے وہ سب کو معلوم ہے جو انبیاء کے خلاف گروہ بندی کر کے آئے تھے سب ہلاکت اور تباہی سے دوچار ہو گئے۔

جس طرح بدر والوں کے ساتھ ہوا انھیں بھی ایسی ہی توقع رکھنی چاہیے۔ تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ان سے کسی شخص نے بیان کیا کہ میں بنی امیہ کی جانب سے عامل تھا مجھے بہت سا مال مل گیا میں نے سوچا کہ یہ میرے لئے حلال نہیں ہے تو اس بارے میں، میں نے دریافت کیا تو مجھ سے کہا گیا کہ تمھارے اہل و عیال اور تمھارا مال سب کچھ تمھارے لیے حرام ہے تو امامؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا انھوں نے تم سے کہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ کیا میرے لیے توبہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہاں تمھاری توبہ کتاب خدا میں موجود ہے۔ "قل للذین کفروا ان یَّنْتَهُوْا یغفر لھم ماقد سلف اے نبیؐ آپ کافروں سے فرما دیجئے کہ اگر یہ لوگ کفر سے باز آ جائیں تو جو کچھ ہو چکا ہے اسے معاف کر دیا جائے گا۔[1]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۵۵ ح ۴۷

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

۳۹۔ اے ایمان لانے والو تم ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کے لیے خالص ہوجائے پھر اگر وہ فتنہ کرنے سے باز آجائیں تو اللہ ان کے عمل کو دیکھ رہا ہے۔

۴۰۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو یہ بات سمجھ لو کہ اللہ تمھارا مولا ہے جو بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے۔

۳۹۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔

اے اہل ایمان اور تم ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ یعنی شرک باقی نہ رہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد کفر ہے۔ امامؑ نے فرمایا یہ آیت اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ (النساء۔ ۷۷) (تم لڑائی سے اپنے ہاتھ روکے رکھو) اور اللہ کے قول وَدَعْ اَذٰىهُمْ (احزاب۔ ۴۸) (اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کردیجیے) سے منسوخ ہوگئی ہے۔ [۱]

وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ۔

ان کے سبب تمام ادیانِ باطلہ نیست و نابود ہوجائیں اور مکمل طور پر سارا دین اللہ کے لیے خالص ہوجائے

کتابِ کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اس آیت کی تاویل نہیں آئی اس کے بعد جب رسول اکرمؐ نے انھیں اجازت دے دی اپنی ضرورت اور اپنے اصحاب کی ضرورت کے لیے اس کے لیے کہ اگر اس کی تاویل آجاتی تو وہ اسے قبول نہیں کرتے لیکن ان سے قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ کی وحدانیت ثابت ہوجائے اور شرک زمانے سے مٹ جائے۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ابھی تک اس آیت کی تاویل سامنے نہیں آئی جب ہمارا قائمؑ اس کے بعد قیام کرے گا تو جو انھیں پالے گا تو دیکھے گا کہ اس آیت کی تاویل کیا ہے اور رات آنے سے پہلے ہی ان کی دین محمد تک رسائی ہوجائے گی یہاں تک کہ زمین پر شرک باقی نہیں رہے گا جیسا کہ خداوندعالم نے ارشاد فرمایا ہے يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ (نور۔ ۵۵) وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک قرار نہیں دیں گے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۸ — (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۰۱ ح ۲۴۳

پس اگر وہ کفر سے باز آجائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ۔

تو اللہ ان کے عمل کو دیکھ رہا ہے شرک و کفر سے رک جانے اور باز آجانے اور ان کے اسلام لانے پر انھیں جزا دے گا۔

۴۰–وَاِنۡ تَوَلَّوۡا–

اور اگر وہ نہ مانیں

فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ؕ–

تو یہ بات سمجھ لو کہ اللہ تمھارا ناصر ہے اس پر بھروسا رکھو اور مشرکین کی عداوت کی پروا نہ کرو۔

نِعۡمَ الۡمَوۡلٰى–

وہ بہترین کارساز ہے جو اس کی ولایت کا دم بھرتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا

وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ–

اور بہترین مددگار ہے۔ وہ جس کا مددگار ہو وہ مغلوب نہیں ہوتا

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی الجزء۱۰
وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا
عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور تم جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور اس پیغام پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کیا تھا جس دن دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہو رہی تھی اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۴۱- وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ-

اور تم جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے

کہا گیا ہے یعنی وہ مال جو تم نے کفار سے زبردستی حاصل کیا ہے۔ [1]

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے هي والله الافادة يوما بيوم یہ خدا کی قسم روز بروز جو فائدہ پہنچتا ہے وہ ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں مال سے فائدہ حاصل کرنا خواہ کسی بھی جہت سے ممکن ہو۔

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ-

تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

کتابِ کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد رسول اللہؐ کی قرابت ہے اور خمس اللہ، رسولؐ اور ہمارے لیے ہے۔ [2]

تفسیر عیاشی میں صادقینؑ میں کسی ایک سے روایت ہے جس کا اسی جیسا مفہوم ہے۔ البتہ اس میں مزید یہ بیان فرمایا کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا ان میں تیامیٰ، مساکین اور مسافرین شامل ہیں۔ امامؑ نے فرمایا ہاں بے شک۔ [3]

کتاب کافی اور تہذیب الاحکام میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ خدا کی قسم ذی القربیٰ سے ہمیں مراد لیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنھیں اپنی ذات اور اپنے رسولؐ سے مقرون قرار دیا ہے اور فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ (الحشر-۷) (اللہ اپنے رسولؐ

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۹۴ (۲) الکافی ج ۱ ص ۵۳۹ ح ۲ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۱ ح ۵۰

کی طرف بستی والوں کی طرف سے جو مال بطورِ غنیمت لوٹا دے تو وہ اللہ کے لیے اس کے رسولؐ کے لیے اور اُن کے قرابت داروں اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے) یہ آیت خاص طور سے ہمارے لیے نازل ہوئی ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہمارے لئے صدقے میں سے کوئی حصہ نہیں رکھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اور ہم کو اس بات سے مکرم رکھا ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں میں (قبضے میں) جو میل کچیل ہے اس میں سے ہمیں کھلائے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ جو اللہ کا حصہ ہے وہ کس کے لیے ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا رسول اللہؐ کے لیے ہے اور جو رسول اللہؐ کے لیے ہے وہ امام کا حصہ ہے۔ پھر آپ سے دریافت کیا گیا: آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جو لوگ مستحق ہیں اگر ان میں سے کسی کی صنف زیادہ ہو اور کسی کی کم ہو تو پھر کیا کیا جائے گا؟ تو امامؑ نے فرمایا یہ امام کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے گا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہؐ کس طرح عمل کرتے تھے کیا وہ جیسا معاملہ دیکھتے تھے اس کے مطابق عطا نہیں کرتے تھے؟ اسی طرح امام بھی عمل کریں گے۔ [۲]

کتاب فقیہ اور تہذیب اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے جہاں تک اللہ کے خمس کا تعلق ہے تو رسولؐ کے ذمے ہے کہ وہ اسے اللہ کی راہ کے لیے رکھ لے لیکن جو رسولؐ کا خمس ہے وہ اُن کے قرابت داروں کے لیے ہے اور ذوی القربیٰ کا خمس وہ ان کے قرابت دار ہیں اور یتامیٰ سے اہلِ بیت میں جو یتیم ہوں وہ مراد ہیں۔ یہ چار حصے انھی میں رہیں گے جہاں تک مساکین اور مسافرین کا تعلق ہے تو تم جانتے ہو کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور یہ ہمارے لیے جائز بھی نہیں ہے۔ وہ مساکین اور مسافرین کے لیے ہے۔ [۳]

کتاب تہذیب میں صادقین میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ خدا کا خمس امام کے لئے ہے اور رسول کا خمس بھی امام کے لئے ہے اور خمس ذوی القربیٰ اور امام کے قرابت داروں کے لیے ہے اور یتامیٰ تو اس سے مراد آلِ رسول کے یتیم ہیں اور مساکین اور مسافرین بھی جو آلِ رسول میں سے ہوں خمس ان سے نکل کر اُن کے غیر تک نہیں جائے گا۔ [۴]

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد خاص طور پر یتیمانِ آلِ محمدؐ ہیں اور انھی کے مساکین اور مسافرین مراد ہیں تو مالِ غنیمت میں سے خمس نکالا جائے گا اور چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اللہ کا حصہ، رسول اللہؐ کا حصہ اور امام کا حصہ۔ اللہ اور رسول کے حصوں کا امام وارث ہوگا تو اس طرح چھ حصوں میں سے تین حصے امام کے ہو جائیں گے اور بقایا تین حصے تو آلِ رسول کے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے مخصوص ہوں گے اور تنہا امام کے

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۶۳ ح ۲۱ (۲) الکافی ج ۱ ص ۵۴۴ ح ۷

(۳) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۲۲ ح ۷۹ وتہذیب الاحکام ج ۴ ص ۱۲۵ ح ۳۶۰ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۳۔ ۶۴ ح ۶۴

(۴) تہذیب الاحکام ج ۴ ص ۱۲۵ ح ۳۶۱

لئے خمس میں سے تین حصے ہوں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے بھی وہ چیزیں لازم قرار دی ہیں جو نبی کے لیے لازم تھیں جیسے یتیموں کی تربیت اور مسلمانوں کے اخراجات، ان کے قرضوں کی ادائیگی انھیں حج اور جہاد پر لے جانا اور یہ رسول اکرمؐ کا قول ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب۔۶) (نبی مومنین پر اُن کے نفوس سے زیادہ حق رکھتے ہیں) اور وہ اُن کے لیے باپ کی حیثیت سے ہیں پس جب اللہ نے انھیں مومنین کا باپ بنادیا تو جس طرح اولاد کا حق باپ پر ہوتا ہے اسی طرح مومنین کا حق آپ پر ہوگیا تو اس وقت آپ نے فرمایا جو بھی مال چھوڑ کر مرتا ہے میں اس کا وارث ہوں اور جس کے ذمے مرتے وقت کوئی قرض ہو یا جاگیر ہو تو اس کا ادا کرنا مجھ پر لازم ہے اور اس کا مجھ سے تعلق ہے تو جو رسول پر لازم تھا وہی امام پر لازم ہوگا اسی لئے خمس میں تین حصے امام کے لئے مخصوص ہیں۔[۱]

۴۲- اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ-

اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو

یہ جملہ ایک محذوف جملے سے متعلق ہے یعنی ان کنتم امنتم باللّٰہ فاعلموا ان الخمس من الغنیمۃ اگر تمھارا ایمان اللہ پر ہے تو جان لو کہ خمس غنیمت میں سے ہے۔ اس کے ذریعے سے تقرب لازم ہے لہٰذا تم اس سے اپنی طمع کو منقطع کرلو اور خمس میں جو چار حصے ہیں اس پر قناعت کرو۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا- اور جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے

عَلٰی عَبْدِنَا- اپنے بندے محمدؐ پر آیات کی صورت میں اور فرشتوں کے ذریعہ اور مدد کے شکل میں

يَوْمَ الْفُرْقَانِ-

فرقان کے دن یعنی بروز بدر اس لیے کہ اس روز حق و باطل میں فرق واضح ہوگیا

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ط-

جس دن دونوں فوجوں یعنی مسلمانوں اور کافروں میں مڈبھیڑ ہوئی تھی[۲]

کتاب خصال میں حدیث اغسال کے ذیل میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے لیلة التقی الجمعان وہ رات جس میں دو جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی وہ غزوۂ بدر کی شب ہے۔[۳]

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ-

اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

وہ بڑے گروہ کے خلاف کم لوگوں کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور ملائکہ کے ذریعے مدد کرنے پر بھی قادر ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۸　　(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۴ ح ۶۷

(۳) الخصال ص ۵۰۸ ح ۱ استرھواں باب ۱۷ مقامات پر غسل کرنا

اِذۡ اَنۡتُمۡ بِالۡعُدۡوَةِ الدُّنۡيَا وَ هُمۡ بِالۡعُدۡوَةِ الۡقُصۡوٰى وَ الرَّكۡبُ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ ؕ وَ لَوۡ تَوَاعَدۡتُّمۡ لَاخۡتَلَفۡتُمۡ فِى الۡمِيۡعٰدِ ۙ وَ لٰكِنۡ لِّيَقۡضِىَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا ۙ۬ لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۙ﴿۴۲﴾

۴۲۔ جب تم وادی کے نزدیکی حصے پر تھے اور وہ وادی کے دُور محاذ پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اگر پہلے سے تمھارے اور اُن کے درمیان کوئی معاہدہ ہوتا تو تم اُس میں ضرور اختلاف کرتے لیکن خدا ہونے والے امر کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ روشن ثبوت کے ساتھ زندہ رہے اور بے شک اللہ خوب سننے والا اور بہترین جاننے والا ہے۔

۴۲- اِذۡ اَنۡتُمۡ بِالۡعُدۡوَةِ الدُّنۡيَا-

جب تم مدینے سے وادی کے نزدیکی حصے پر تھے

اور عدوۃ کے معنی ہیں وادی کا کنارہ۔

وَ هُمۡ بِالۡعُدۡوَةِ الۡقُصۡوٰى-

اور وہ وادی سے دور یعنی مدینہ سے دور محاذ پر تھے

قُصۡوٰى اَقۡصٰى کا مؤنث ہے

تفسیر قمی میں ہے کہ قریش وادی کے یمنی حصہ کی جانب اترے تھے اور رسول اللہؐ نے شامی حصے کی جانب پڑاؤ ڈالا تھا [۱] اور لفظ عُدۡوَة کو زیر کے ساتھ یعنی عِدۡوَة بھی پڑھا گیا ہے۔

وَ الرَّكۡبُ- اور قافلہ

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد وہ قافلہ ہے جو ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد ابوسفیان اور اس کے ہمراہی ہیں۔ [۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں دونوں تفسیریں متحد ہیں اس لئے کہ ابوسفیان بھی قافلے کے ساتھ تھا۔

اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ ؕ -

یہ جگہ تمھارے ٹھہرنے کی جگہ سے نشیب میں تھی وہ قافلے کو ساحل کی جانب لے کر جا رہے تھے۔ ان مقامات کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ تھا کہ اُن حالات سے آگاہ کیا جائے جو مشرکین کی قوت و طاقت اور مسلمانوں کی

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۸ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۸ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۵ ح ۶۹

کمزوری پر دلالت کرتی ہیں اور ایسے عالم میں مسلمانوں کا غالب آ جانا امرِ خداوندی ہے جو اس کی قوت و طاقت کے بغیر میسر نہیں آ سکتا۔ امر واقعی یہ ہے کہ وادی کے بعید حصے پر پانی موجود تھا اور وادی کے نزدیکی حصے پر پانی کا فقدان تھا اور یہ حصّہ ایسا نرم تھا جہاں پاؤں دھنسے جا رہے تھے اور ان کے پیچھے کاروان کثرت تعداد کے ساتھ موجود تھا جس نے ان کی ہمت کو بڑھایا اور انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنی جگہوں کو نہ چھوڑیں اور اپنی انتہائی قوت کو صرف کریں اور اس واقعے میں تصویر کشی کی گئی ہے اس تدبیر کی جو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے موقع پر کی تھی۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ -

اور اگر تمھارے اور ان کے درمیان پہلے سے کوئی معاہدہ ہوتا تو تم ضرور اس میں اختلاف کرتے یعنی اگر تم نے معاہدہ کیا ہوتا اور وہ قتال کے لئے آمادہ ہوتے اور پھر تمھیں اپنی اور اُن کی حالت کا علم بھی ہوتا تو اس وقت تم ایک دوسرے کی مخالفت کرتے تمھاری تعداد کی کمی نے تمھیں ایفائے عہد سے باز رکھا اور انھیں اس رعب نے اس امر سے دور رکھا جو ان کے دلوں میں تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو توفیق عطا کی تھی تم اسے پورا کرنے میں ناکام رہے۔

وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ -

لیکن اللہ ہونے والے امر کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا

اور یہ اللہ کے لیے ضروری تھا کہ ایسا کرے اپنے دین کو عزت بخشے، اپنے کلمے کی بلندی، اپنے اولیاء کی نصرت اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے۔

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ -

تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح طور سے دلیل کے ساتھ ہلاک ہوجائے

وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ -

اور جسے زندہ رہنا ہے وہ روشن ثبوت کے ساتھ زندہ رہے

تفسیر قمی میں ہے جو باقی رہا ہے وہ جان لے کہ اللہ نے اُس کی نصرت کی ہے۔ [1]

اور کہا گیا ہے کہ تاکہ کفر کرنے والے کا کفر، اور ایمان لانے والے کا ایمان، وضاحت اور دلیل کے ساتھ ظاہر ہوجائے اور حجت قائم ہوجائے۔ [2]

وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ -

بے شک اللہ خوب سننے والا اور بہترین جاننے والا ہے وہ جانتا ہے کہ تمھارے امور کی کس طرح تدبیر کرے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۸ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۹۶

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۴۳﴾
وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۴۴﴾

ع

۴۳۔ اور یاد کرو جب اللہ نے آپ کے خواب میں اُن کی تعداد کم دکھائی اور اگر ان کی تعداد زیادہ دکھلائی جاتی تو تم بزدلی دکھاتے اور طریقۂ کار میں باہم الجھ جاتے لیکن اللہ ہی نے تمھیں اس سے بچایا بے شک وہ دلی خیالات سے بخوبی واقف ہے۔

۴۴۔ اور یاد کرو جب مقابلے کے وقت خدا تمھاری نظروں میں دشمنوں کو کم کر کے دکھا رہا تھا اور ان کی نگاہوں میں بھی تمھاری تعداد کم دکھائی جا رہی تھی تا کہ اللہ اس امر کو واضح کردے جسے وہ ظاہر کرنے والا تھا اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی جانب ہے۔

۴۳۔ اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا۔

اور یاد کیجیے جب اللہ نے آپ کے خواب میں اُن کی تعداد کو کم دکھلایا تا کہ آپ اپنے اصحاب کو اس امر سے مطلع فرمادیں اور یہ امر ان کی ثابت قدمی اور دشمنوں کے مقابلے میں حوصلہ افزائی اور بہادری کا باعث ہو۔

وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ۔

اور اگر اللہ تمھیں ان کی تعداد زیادہ دکھلاتا تو تم بزدلی دکھاتے

وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ۔

اور قتال کے امر میں باہمی الجھ جاتے اور ثباتِ قدم اور فرار کے مابین تمھاری رائے میں افتراق پیدا ہو جاتا

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ۔

لیکن اللہ ہی نے تمھیں پسپائی اور جھگڑے سے سلامت رکھا ہے

اِنَّهٗ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔

بے شک وہ دلی خیالات سے بہت زیادہ واقفیت رکھتا ہے۔

وہ جانتا ہے کہ دلوں کا کیا حال ہے اور اس کے حالات میں جرأت و ہمت اور بزدلی کے حوالے سے کیا تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں خطاب رسولِ اکرمؐ سے ہے لیکن اصحاب سے گفتگو کی جا رہی ہے۔ اللہ

نے انھیں خواب میں دکھلا دیا کہ قریش تعداد میں بہت کم ہیں اور اگر انھیں تعداد میں زیادہ دکھلایا جاتا تو یہ لوگ گھبرا جاتے اور خوف زدہ ہو جاتے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ابلیس غزوۂ بدر کے دن کفار کی نظروں میں مسلمانوں کی تعداد کو کم دکھلا رہا تھا اور لوگوں کی نظروں میں کفار کی تعداد کو زیادہ بتلا رہا تھا۔ جبرائیلؑ نے تلوار سے اس پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گیا اور وہ کہہ رہا تھا اے جبرائیلؑ مجھے مہلت دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ سمندر میں گر گیا۔ سوال کیا گیا کہ جب اسے مہلت دی گئی تھی تو وہ کس بات سے ڈر رہا تھا۔ امامؑ نے فرمایا کچھ حصوں کے کٹ جانے پر وہ خوف زدہ تھا۔ [۲]

۴۴-وَ اِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا-

اور یاد کرو جب مقابلے کے وقت خدا تمھاری نظروں میں دشمن کو کم کر کے دکھا رہا تھا

آنحضرتؐ کے خواب کو سچ ثابت کرنے اور تمھیں ثابت قدم رکھنے کے لیے۔

تفسیر جوامع میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ لوگ ہماری نظروں میں اتنے کم دکھائی دے رہے تھے کہ میں نے اپنے برابر والے ایک شخص سے کہا کیا تم دیکھ رہے ہو وہ تو مجھے ستر کے قریب لگتے ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں ان کی تعداد لگ بھگ سو ہوگی۔ ہم نے اُن میں سے ایک شخص کو قید کر لیا تھا جب اس سے پوچھا تم لوگ کتنے تھے؟ تو اس نے جواب دیا ایک ہزار۔ [۳]

وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْۤ اَعْیُنِهِمْ-

اور اُن کی نگاہوں میں تمھاری تعداد کم دکھائی جا رہی تھی

یہاں تک کہ اُن میں سے ایک کہنے والے نے یہ کہا انما هم اکلة جزور ارے یہ تو بکروں کا کھاجا ہیں یعنی تعداد میں بے حد کم ہیں اور ابوجہل نے کہا ارے یہ تو ایک فرد کا لقمہ ہے اگر ہم ان کی طرف اپنے غلاموں کو بھیجیں گے تو وہ انھیں ہاتھوں سے پکڑ کر لے آئیں گے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اللہ نے پہلے انھیں کم تعداد میں دکھلایا تاکہ مڈبھیڑ سے پہلے وہ ان کے خلاف جرأت کا اظہار کریں اور مڈبھیڑ کے بعد ان کی تعداد زیادہ کر کے دکھلائی تاکہ لشکر کی کثرت انھیں ششدر کر دے اور وہ خوف زدہ ہو جائیں اور ان کی قوت گھٹ جائے جب وہ اپنی توقع سے زیادہ بڑا لشکر دیکھیں اور یہ اس واقعہ کی بڑی نشانیاں ہیں اور اس میں قدرتِ خدا کے لاتعداد عجائبات ہیں اس لیے کہ آنکھ کبھی زیادہ کو کم اور کم کو زیادہ دیکھ سکتی ہے لیکن اس طرح نہیں اور نہ ہی اس حد تک ممکن ہے جیسا کہ اس واقعہ میں ہوا۔ [۴]

لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا- تاکہ اللہ اس امر کو واضح کر دے جسے وہ ظاہر کرنے والا تھا

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ- اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی جانب ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۸-۲۷۹ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۷۷ ح ۴۱۹

(۳) جوامع الجامع ج ۲ ص ۲۴ (۴) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۹۶

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

۴۵۔ اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے رہو امید ہے کہ تم فلاح پا جاؤ۔

۴۶۔ اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمھاری دھاک ختم ہو جائے گی، صبر سے کام لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۴۷۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ جو کارستانیاں کر رہے ہیں اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۴۵–يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً –

اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو

جب تم کسی کافر یا باغی گروہ سے جنگ کرو اور اس سے ملو جو جنگ میں مغلوب ہو جائے۔

فَاثْبُتُوْا–

تو ہر حال میں ثابت قدم رہو ان سے قتال کرتے رہو اور راہ فرار اختیار نہ کرو۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا–

اور جنگ کے مقامات پر اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرتے رہو اس سے دعا طلب کرتے ہوئے اسے یاد کرکے غلبہ چاہتے ہوئے اور اس کی نصرت کے منتظر ہو کر۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ–

امید ہے کہ تم فلاح پا جاؤ گے نصرت اور اجر کے ذریعہ اپنی مراد پانے میں کامیاب ہو کر۔

کہا گیا ہے اس جملے کے ذریعے متنبہ کیا گیا ہے کہ بندے کو چاہیئے کہ کوئی شے بھی اسے ذکرِ خداوند عالم

سے غافل نہ کرے اور یہ کہ مشکلات کے وقت بندہ اسی سے التجا کرے اور اپنے پورے وجود سے اس کی جانب متوجہ ہو، اطمینان قلب کے ساتھ اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ لطفِ خداوندی کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوگا۔ [۱]

۴۶- وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا-

اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور باہمی نزاع نہ کرو اپنی رائے کے اختلافات کے ذریعہ جیسا کہ تم نے بدر اور احد میں کیا تھا۔

فَتَفْشَلُوْا-

ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اپنے دشمنوں سے قتال کرتے ہوئے

وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ-

اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی تمھاری حکومت جاتی رہے گی۔ حکومت و اقتدار کو ہوا کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔
امر کے نافذ ہونے اور چلنے میں کہا جاتا ہے هَبَّت رِيحُ فُلَانٍ جب اُس کا امر نافذ ہو جائے۔
اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہوا بھیجی وہ نہ ہوتی تو کوئی نصرت و کمک نہ ہوتی۔ [۲]
اور حدیث نبویؐ میں ہے:

نُصِرتُ بِالصَّبَا واهلكت عاد بالدّبور [۳]

میری نصرت بادِ صبا کے ذریعہ سے کی گئی اور قومِ عاد کو مغرب کی سمت سے آنے والی ہوا نے ہلاک کر ڈالا

وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ-

صبر سے کام لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
حفاظت اور نصرت کے ذریعے۔

۴۷- وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ-

اور اُن لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے نکلے تھے
یعنی اہلِ مکہ کی طرح جو مکہ سے قافلے کی حمایت کرنے کے روانہ ہوئے تھے۔

بَطَرًا-

فخر و غرور کرتے ہوئے، اتراتے ہوئے

وَرِئَآءَ النَّاسِ-

اور نہ ہی لوگوں کو اپنی شان دکھانے کے لئے

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۹۶ (۲) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۹۷ و کشاف ج ۲ ص ۲۲۷
(۳) انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۹۷ و کشاف ج ۲ ص ۲۲۷

تاکہ ان پر اپنی شجاعت اور سخاوت کی دھاک جمادیں اور واقعہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جب جحفہ پہنچے تو ابوسفیان کا قاصد ان کے پاس پہنچا کہ تم واپس چلے جاؤ تمھارا قافلہ سلامت ہے ابوجہل نے انکار کیا اور کہا کہ مقام بدر تک جائیں گے اور وہاں پر شراب پئیں گے اور گانے والیاں گانا گائیں گی اور باجا بجائیں گی اور وہاں پر جو عرب کے لوگ آئیں گے ہم انھیں کھانا کھلائیں گے۔ یہی ان کا غرور اور ریاکاری تھی وہ بدر میں پہنچے تو انھوں نے شراب کی جگہ موت کا جام پیا اور گانے والیوں کی جگہ نوحہ کرنے والیوں نے ان پر نوحہ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کو منع فرمایا ہے کہ اُن مشرکین کی طرح مغرور اور ریاکار نہ بنیں۔

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ-

اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ-

اور وہ جو کارستانیاں کررہے ہیں اللہ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۗ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ع

۴۸۔ اور جس وقت شیطان نے ان کے کرتوت ان کے سامنے آراستہ کر کے دکھائے تھے اور ان سے کہہ دیا تھا کہ آج لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور یہ کہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ پس جس گھڑی دونوں گروہوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا میں تم سے برأت کرتا ہوں جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تمھیں نظر نہیں آرہا ہے مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

۴۸ – وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ –

اور جس وقت شیطان نے ان کے کرتوت انھیں آراستہ کر کے دکھائے تھے رسول کی دشمنی اور اس کے علاوہ دوسرے امور سے متعلق یعنی ان کے دلوں میں وسوسہ پیدا کیا۔

وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ –

اور اُن سے کہہ دیا تھا کہ آج لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا اور میں تمھارا پناہ دہندہ ہوں

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ –

پس جب دونوں گروہوں کی مڈبھیڑ ہوئی

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ –

تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور اس کا مکر باطل ہوگیا اور ان کی ہلاکت کے سبب اس نے جو تصور اُن کے دلوں میں ڈالا تھا وہ اس سے پلٹ گیا کہ وہ ان کا پناہ دینے والا ہے۔

وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ –

اور کہنے لگا میں تم سے بَراءَت کرتا ہوں میں فرشتوں کا جو لشکر دیکھ رہا ہوں وہ تمھیں نظر نہیں آرہا ہے

اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۗ –

مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ –

اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اس آیت کا بیان بدر کے واقعات کے دوران سورۂ آل عمران میں کیا جاچکا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب دونوں گروہوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو ابلیس مشرکین کی صف میں حارث بن ہشام کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا وہ الٹے پاؤں پھر گیا تو حارث نے اُس سے کہا اے سراقہ تم اس عالم میں ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہو تو اس نے جواب دیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تمھیں نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہم تو صرف یثرب کے فسادیوں کو دیکھ رہے ہیں تو شیطان نے حارث کے سینے کو دھکا مارا اور چلا گیا اور لوگوں کو شکست ہوگئی۔ جب وہ لوگ مکہ آئے تو لوگوں نے کہا سراقہ بھاگ گیا جب اسے اطلاع ملی تو اس نے کہا مجھے تو تمھارے سفر کے بارے میں بھی علم نہیں ہے یہاں تک کہ تمھاری شکست کی خبر پہنچ گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ تم فلاں روز آئے تھے۔ اس نے قسم کھائی کہ میں نہیں آیا تھا۔ جب وہ لوگ مسلمان ہوگئے تو انھوں نے سمجھا کہ وہ شیطان تھا جس نے وسوسہ ڈالا تھا۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام سجادؑ سے روایت ہے کہ جب غزوۂ بدر کے موقع پر قوم پیاسی ہوئی علی علیہ السلام مشک لے کر روانہ ہوئے تاکہ پانی لے کر آئیں وہ ایک قدیمی کنویں کے پاس پہنچے کہ اچانک نہایت شدید ہوا چلی اور پھر جاتی رہی جو کچھ ظاہر ہوا اس کے باوجود آپ وہاں ٹھہرے رہے پھر دوسری مرتبہ ہوا چلی اور وہ بھی جاتی رہی اس کے بعد پھر ہوا چلی اور امکان تھا کہ وہ آپ کو مشقت میں مبتلا کر دیتی جب کہ آپ پرانے کنویں کے پاس تھے۔

حضرت علیؑ بیٹھ گئے یہاں تک کہ ہوا جاتی رہی جب حضرت علیؑ رسول اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے اس بات سے آنحضرتؐ کو آگاہ کیا تو رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ جب پہلی ہوا چلی تو وہ جبرائیلؑ ہزار فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور جب دوسری ہوا چلی تو حضرت میکائیلؑ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور جب تیسری ہوا چلی تو حضرت اسرافیلؑ ہزار فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور انھوں نے تمھیں خصوصی سلام کہا ہے اور وہ ہماری امداد کے لئے تشریف لائے ہیں اور یہی وہ تھے جنھیں دیکھ کر ابلیس الٹے پیروں پلٹ گیا تھا جب وہ کہہ رہا تھا انی اری مالا ترون جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھتے۔ [۲]

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۵۴۹ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۵ ح ۷۰

اِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُهُمۡ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ یاد کرو جب منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ کہہ رہے تھے کہ ان کے دین نے انھیں بے جا امید دلا رکھی ہے۔ حالاں کہ اگر کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

۴۹–وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ–

وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے سے مراد اسلام میں شک کرنے والے افراد ہیں۔

غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُهُمۡ ؕ–

کہ مسلمانوں کے دین نے انھیں بے جا امید دلا رکھی ہے کہ اپنی تعداد کی قلت کے باوجود وہ ایک بڑے لشکر سے جنگ کرنے کے لئے آ گئے

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ–

اور جو اللہ پر توکل رکھتا ہے

یہ ان منافقین کے سوال کا جواب ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ–

بے شک اللہ غالب ہے وہ طاقت ور کے مقابلے میں کمزور کی مدد کرتا ہے اور کثیر کے مقابلے میں قلیل کا ناصر ہوتا ہے۔

حَکِیۡمٌ–

باتدبیر ہے۔ حکمت والا ہے۔

وہ اپنی حکمت بالغہ سے وہ کچھ کر دکھاتا ہے جو بعید از عقل ہوتا ہے اور عقل جس کا ادراک نہیں کر پاتی۔ اس آیت کی تفسیر اور اس کے بعد آنے والی تفسیر قصہ بدر کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے۔

وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوا ۙ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡہَہُمۡ وَ اَدۡبَارَہُمۡ ۚ وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ﴿۵۰﴾

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿ۙ۵۱﴾

۵۰۔ اے کاش آپ دیکھتے جب فرشتے مقتول کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے اور ان کے چہروں اور پچھلے حصوں پر ضربیں لگاتے ہوئے کہہ رہے تھے اب تم جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو۔

۵۱۔ یہ وہ ہے جسے تم نے پہلے سے اپنے لیے مہیا کر رکھا تھا ورنہ اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔

۵۰۔ وَلَوۡ تَرٰۤی۔

اے کاش آپ نے دیکھا اور مشاہدہ کیا ہوتا، لفظ ''لَو'' جب مضارع کے شروع میں آتا ہے تو مضارع کو ماضی بنا دیتا ہے اِنَّ کے برعکس۔

اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوا ۙ الۡمَلٰٓئِکَۃُ۔

جب فرشتے غزوۂ بدر میں مقتول کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے

یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡہَہُمۡ۔

وہ سامنے سے اُن کی پٹائی کر رہے تھے

وَ اَدۡبَارَہُمۡ ۚ۔

اور پیچھے سے ان پر ضربیں لگا رہے تھے

تفسیر عیاشی میں ہے اور یہ روایت مرفوع ہے کہ اس سے مراد ان کی مقعد ہے لیکن اللہ کریم ہے لہٰذا کنایۃً لفظ اَدبار لایا گیا ہے۔ [۱]

وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ۔

اب تم جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو

اور کچھ لوگ کہتے ہیں اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ ان کے پاس کنڈی دار ڈنڈا تھا جب بھی وہ اس سے مارتے تھے اس سے آگ کے شعلے بھڑکتے تھے۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ میں نے مشرکین

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۵ ح ۷۱ (۲) الکشاف ج ۲ ص ۲۲۹ و انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۹۸

میں سے ایک شخص پر حملہ کیا میں اسے مارنا چاہتا تھا کہ اس کے سر کو کسی نے نشانہ بنالیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا فرشتے تم سے پہلے اس کی طرف پہنچ گئے۔ [1]

۵۱- ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ-

یہ وہ ہے جسے کفر وعصیان کے سبب تم نے پہلے سے اپنے لیے مہیا کر رکھا تھا

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ-

اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ عدل کی وجہ سے کفار پر عذاب نازل کرتا ہے وہ سزا دیتے وقت اپنے بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۵۱

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾

۵۲۔ ان کا معاملہ قوم فرعون اور ان سے پہلے والوں جیسا ہے کہ انھوں نے آیاتِ الٰہی کا انکار کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ یقیناً اللہ طاقت ور اور سخت عذاب کرنے والا ہے۔

۵۳۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ قوم خود اپنا طرزِ عمل تبدیل نہ کردے اور بلاشبہ اللہ خوب سننے والا اور بہترین جاننے والا ہے۔

۵۲- كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ-

ان لوگوں کی عادتیں اور عمل فرعون کے متبعین کی سی عادتیں اور اعمال ہیں وہ لوگ جس پر قائم و دائم تھے۔

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ-

اور جو لوگ ان سے پہلے تھے یعنی آل فرعون سے قبل

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ-

ان لوگوں نے آیاتِ الٰہی کا انکار کیا۔ یہ ان کی عادات کی تفسیر اور عمل کی تعبیر ہے۔

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ-

تو اللہ نے اُن کے گناہوں کی پاداش میں انھیں اپنی گرفت میں لے لیا جس طرح ان لوگوں کو گرفت میں لے لیا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ-

یقیناً اللہ طاقت ور اور سخت عذاب کرنے والا ہے اس عذاب کو دور کرنے کے لیے کوئی شے اللہ پر غالب نہیں آسکتی۔

۵۳- ذٰلِكَ-

(اسم اشارہ) جو کچھ ہوا وہ

جو کچھ بلائیں ان پر نازل ہوئی ہیں اس جانب اشارہ ہے۔

بِاَنَّ اللّٰہَ-

اس وجہ سے کہ اللہ

لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا-

اس کی حکمت اس امر کی متقاضی نہیں ہے کہ وہ تبدیلی کردے

نِّعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ-

اس نعمت کو جو اس نے کسی قوم پر نازل کی ہے اسے نقمت (سزا، انتقام) میں تبدیل کردے۔

حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ-

جب تک کہ وہ خود ایک حال سے اس سے برے حال کی جانب تبدیلی نہ کرلیں۔ جس طرح قریش نے صلۂ رحمی میں اپنی حالت کو بدل لیا۔ رسول اکرمؐ اور ان میں سے جن لوگوں نے آنحضرتؐ کی پیروی کی ان کی دشمنی میں آیتوں اور رسولوں کی مخالفت سے باز رہنا۔ ان لوگوں کا خون بہانے کی کوشش کرنا، آیتوں کا جھٹلانا اور ان کا مذاق اڑانا۔ اس کے علاوہ بہت سے امور جو ان لوگوں نے بعثت پیغمبر اکرمؐ کے بعد ایجاد کرلیے تھے۔

وَ اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ-

وہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ یقیناً اسے خوب سننے والا ہے۔

عَلِیْمٌ-

اور جو کچھ وہ لوگ کررہے ہیں اسے اچھی طرح جاننے والا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی نبی کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا اور اُن کی جانب وحی کی کہ آپ اپنی قوم سے یہ فرما دیجئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس بستی کے باشندے اور افراد جب تک میری اطاعت کرتے رہے وہ خوشیوں اور شادمانیوں سے ہمکنار رہے انھوں نے جب میری پسندیدہ چیزوں کو ناپسندیدہ میں تبدیل کردیا تو میں نے بھی ان کے پسندیدہ امور کو ناپسندیدہ میں بدل ڈالا اور جب بستی کے لوگ اور باشندے میرے نافرمانی کررہے تھے اور انھیں وہاں تکلیفیں اور پریشانیاں برداشت کرنی پڑ رہی تھیں تو انھوں نے میری ناپسندیدہ چیزوں کو تبدیل کرکے پسندیدہ باتوں کو اختیار کرلیا تو میں نے ان کی ناپسندیدہ چیزوں کو ان کی پسندیدہ چیزوں میں تبدیل کردیا۔[1]

اور اسی کتاب میں امام صادقؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حتمی فیصلہ کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جو نعمت عطا کر رکھی ہے اسے اُس وقت تک سلب نہیں کرے گا جب تک کہ بندے سے ایسا گناہ سرزد نہ ہوجائے جس کی وجہ سے وہ اس سزا کا حق دار بن جائے۔[2]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۷۴-۲۷۵ ح ۲۵ (۲) الکافی ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۲۲

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ جس طرح آلِ فرعون اور ان سے پہلے قوموں کا انجام ہوا انھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں ہلاک کر ڈالا اور قومِ فرعون کو غرق کردیا اور یہ سب کے سب ظالم لوگ تھے۔

۵۴۔ یہ جملہ اس لئے مکرر لایا گیا تا کہ تاکید کر کے واضح کردی جائے اور اس آیت میں ''بایاتِ الله'' کی جگہ ''بایاتِ ربهم'' لاکر ان لوگوں کے کفرانِ نعمت کو زیادہ بہتر انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اُن کے غرق کرنے کا تذکرہ کر کے یہ بتلایا گیا کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اس سزا کے مستحق قرار پائے۔

وَكُلٌّ۔

ان میں ہر ایک

آلِ فرعون کے جو لوگ غرقاب ہوئے اور قریش کے جن افراد کو قتل کیا گیا۔

كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ۔

وہ سب کے اپنے کل کفر اور نافرمانی کے سبب ظالم تھے۔ انھوں نے خود اپنے نفوس پر ظلم ڈھایا تھا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۵﴾

اَلَّذِيۡنَ عٰهَدْتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمۡ لَا يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۶﴾

فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِى الۡحَـرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۵۷﴾

۵۵۔ زمین پر چلنے والی مخلوق میں اللہ کے نزدیک یقیناً سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جنھوں نے حق کا انکار کیا اور کسی طور اسے تسلیم نہیں کرتے۔

۵۶۔ خصوصاً وہ لوگ جن کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیتے ہیں اور انھیں ذرا سا بھی خوفِ خدا نہیں ہوتا۔

۵۷۔ اگر وہ لڑائی میں آپ کے ہاتھ لگ جائیں تو ان لوگوں کے ذریعہ ان کے بعد والوں کو بھی منتشر کر دیجیے۔ ہوسکتا ہے کہ بدعہدوں کے انجام سے وہ سبق لیں۔

۵۵- اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا-

زمین پر چلنے والی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جنھوں نے کفر پر اصرار کیا اور اس میں جاگزیں ہوئے۔

فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ-

ان لوگوں سے ایمان کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ یہ آیت بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ لوگ مخلوقاتِ خدا میں بدترین ہیں جنھوں نے قرآن کریم کے باطن کا انکار کر دیا۔ [۱]

۵۶- اَلَّذِيۡنَ عٰهَدْتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ-

خصوصاً وہ لوگ جن سے اے رسولؐ آپ نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ وہ بنی قریظہ کے یہودی ہیں جن سے رسول اللہؐ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے خلاف دشمن کی مدد نہیں کریں گے۔ ان لوگوں نے عہد شکنی کی اس طرح کہ مشرکین مکہ کی ہتھیاروں کے ذریعہ مدد کی اور کہنے لگے کہ ہم بھول گئے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے دوبارہ اُن سے معاہدہ کیا انھوں نے پھر کیے ہوئے معاہدے کو ختم کر ڈالا

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۳۰

اور آنحضرتؐ کے خلاف غزوۂ خندق میں احزاب سے جاملے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُحد کی جنگ میں فرار اختیار لیا۔[۲]

وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ-

اور انھیں اس میں ذرا سا بھی خوفِ خدا نہیں ہوتا کہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا انجام کتنا برا ہوتا ہے اور اس بارے میں نہ انھیں شرم آتی ہے اور نہ ہی انھیں جہنم کی کوئی پرواہ ہے۔

۵۷-فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ-

اگر اُن کا اور آپ کا لڑائی کے دوران آمنا سامنا ہوجائے اور آپ اُن پر کامیاب ہوجائیں

فَشَرِّدْ بِهِمْ-

اے پیغمبرؐ آپ اُن سے جنگ کرکے انھیں متفرق کریں اور جنگ کے دوران انھیں قتل کرکے اور انھیں زِچ کرکے انھیں سزادیں۔

مَنْ خَلْفَهُمْ-

اور اس طرح ان کے بعد جو کفار ہیں انھیں بھی منتشر کردیں

''تشرید'' کے معنی ہیں اس طرح متفرق کرنا جس میں اضطراب پایا جاتا ہو۔

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ-

ہوسکتا ہے کہ یہ کفار ان بدعہدوں کے انجام سے سبق لیں۔

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۳۰ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآىِٕنِیْنَ ﴿۵۸﴾

ع ۱

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾
وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

۵۸۔ اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو جس طرح انھوں نے عہد شکنی کی ہے آپ بھی ان سے عہد و پیان باقی نہ رکھیں۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔
۵۹۔ حق کا انکار کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے یقیناً وہ ہم کو عاجز نہیں کر سکتے۔
۶۰۔ ان کافروں کے مقابلے میں جس قدر ممکن ہو تم قوت مہیا کرو گھوڑوں کو مورچوں پر تیار رکھو اور اس کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انھیں جانتا ہے اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا پورا واپس مل جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

۵۸-وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ-

اور اگر آپ کو کسی ایسی قوم سے جنھوں نے معاہدہ کیا تھا

خِیَانَةً-

خیانت کا خوف ہو کہ وہ عہد شکنی کریں گے جن کی نشانیاں آپ پر ظاہر ہو جائیں

فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ-

آپ بھی اُن سے عہد و پیان باقی نہ رکھیں

عَلٰی سَوَآءٍ ؕ-

برابری کی بنیاد پر ایسے طریق پر جو درمیانہ ہو عداوت میں ایک جیسا ہو اس طرح کہ آپ انھیں مطلع کر دیں کہ آپ نے بھی اس عہد و پیان کو باقی نہیں رکھا ہے۔ ظاہری طور سے واضح انداز میں ان پر یہ منکشف ہو جائے کہ آپ کے اور اُن کے درمیان جو معاہدہ تھا آپ نے اسے منقطع کر دیا ہے اور آپ اُن سے قتال شروع نہ کریں

اور اگر انھیں یہ خیال ہو کہ آپ عہد پر باقی ہیں تو یہ خیانت قرار پائے گی۔

۵۹- اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ-

بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

آپ اُن سے خیانت نہ کریں یعنی معاہدے کے ختم ہو جانے کی اطلاع دیئے بغیر آپ اُن سے جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت معاویہ کے بارے میں نازل ہوئی جب اُس نے امیرالمومنینؑ سے خیانت کی۔ [۱]

۵۹- وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا-

اور حق کا انکار کرنے والے یہ نہ سمجھیں

سَبَقُوْا-

وہ بچ نکلے اور اُن پر غلبہ حاصل نہ کیا گیا۔

اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ-

یقیناً وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے

وہ بچ نہیں سکتے اور اپنے طلب کرنے والے کو اُن تک رسائی سے عاجز نہیں کر سکتے۔

۶۰- وَاَعِدُّوْا-

اے مومنو! تم تیاری کرو

لَھُمْ-

اُن کفار کے لئے

مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ-

ہر وہ عمل جس کے ذریعہ جنگ میں طاقت و قوت حاصل کی جائے

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں حدیث مرفوع کے ذریعہ مروی ہے۔ [۲] اور عامہ سے نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ قوت سے مراد تیراندازی ہے۔ [۳] اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہا اس سے مراد تلوار اور ڈھال سے مسلح ہونا ہے۔ [۴]

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد ہتھیار جنگ ہیں۔ [۵]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹ (۲) الکافی ج ۵ ص ۴۹-۵۰ ح ۱۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۶ ح ۷۴
(۳) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۰۰ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۲ ح ۷۳ (۵) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹

کتابِ فقیہ میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد کالے رنگ کا خضاب کرنا ہے۔ [1]

وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ –

گھوڑوں کو مورچوں پر تیار رکھو

رَباط اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو اللہ کی راہ میں باندھے جاتے ہیں۔

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ –

تم جن کے ذریعے خوف زدہ کرو گے

عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ –

اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو یعنی کفار مکہ کو

وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ –

اور اُن کے علاوہ دوسرے اعداء یعنی دیگر مقامات کے رہنے والے منکرین حق

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ –

جنھیں تم نہیں جانتے ہو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انھیں پہچان نہ سکو گے اس لیے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور روزرے رکھتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ –

اللہ انھیں جانتا ہے اس لیے کہ وہ رازوں سے مطلع ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ –

اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ بطورِ جزا تمھیں پورا پورا واپس مل جائے گا

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ –

تمھارے عمل کو ضائع کر کے اور ثواب کم کر کے تم پر کوئی ظلم نہیں ڈھایا جائے گا۔

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۷۰ ح ۲۸۱

وَ اِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۶۱﴾ وَ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡۤا اَنۡ يَّخۡدَعُوۡكَ فَاِنَّ حَسۡبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِىۡۤ اَيَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ وَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ﴿۶۲﴾

۶۱۔ اور اگر وہ لوگ صلح پر مائل ہوں تو آپ بھی صلح کریں اور اللہ پر توکل کریں بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۶۲۔ اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتے ہوں تو آپ کے لیے اللہ کافی ہے وہی تو ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے ذریعہ آپ کی تائید کی تھی۔

۶۱–وَ اِنۡ جَنَحُوۡا–

اور اگر وہ لوگ مائل ہوں

لِلسَّلۡمِ–

صلح کے لیے اور فرماں برداری کے لئے

فَاجۡنَحۡ لَهَا–

تو آپ بھی اُن سے صلح اور معاہدہ کرلیں

اور اس آیت کی توضیح غزوۂ بدر کے قصہ کے ذیل میں کی جاچکی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول فَلَا تَهِنُوۡا وَ تَدۡعُوۡۤا اِلَى السَّلۡمِ ۖۗ وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ (محمد۔۳۵) سے منسوخ ہوچکی ہے۔ (چناں چہ تم سستی نہ کرو اور نہ ہی صلح کی دعوت دو جب کہ تم ہی غالب رہو گے) اور یہ آیت ''وَ اِنۡ جَنَحُوۡا'' ''يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ'' کے نزول اور جنگ سے پہلے نازل ہوئی تھی اور بدر کے حالات کے اختتام پر سورے کے آخر میں تحریر کی گئی۔ [1]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے ''سَلۡم'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا الدُّخولُ فِي اَمۡرِنا ہمارے امر میں داخل ہوجانا۔

وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ–

اور آپ اللہ پر توکل کریں ان لوگوں کے مکر و فریب سے خوف زدہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا اور آپ کے لیے ان کے مقابلے میں کافی ہوگا۔

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ-

بے شک اللہ ہی ان کے اقوال کا سننے والا ہے

الْعَلِيْمُ-

اور ان کی نیتوں کا جاننے والا ہے

۶۲ - وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ-

اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتے ہوں صلح کر کے تا کہ وہ آپ کے اصحاب کو قتال سے روک دیں یہاں تک کہ ان کا امر مستحکم ہو جائے اور پھر وہ آپ کے مقابلہ میں اس وقت آئیں جب آپ اس کے لیے تیار نہ ہوں۔

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ-

تو یقیناً اللہ آپ کے لیے کافی ہے

تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جو رسول اکرمؐ کے ساتھ تھی جن کا قریش سے تعلق تھا۔ [1]

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ-

وہی تو ہے جس نے آپ کی تائید کی، آپ کو مضبوط کیا

بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ-

اپنی مدد سے اور مومنین کے ذریعہ مدد کر کے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹

وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

۶۳۔ اور مومنین کے دلوں میں الفت و محبت پیدا کردی اے نبیؐ اگر آپ روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کردیتے تو بھی ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتے تھے یہ تو اللہ ہی ہے جس نے ان کے درمیان الفت پیدا کردی یقیناً وہی غالب اور باحکمت ہے۔

۶۴۔ اے نبیؐ آپ کے لئے اور آپ کا اتباع کرنے والے مومنین کے لئے بس اللہ کافی ہے۔

---

۶۳ - وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ - اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے محبت و مودّت کرنے لگے جبکہ ان کے درمیان کینہ وحسد تھا اور وہ لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد انصار ہیں اور وہ اوس اور خزرج کے قبائل تھے اور قمی میں اس بات کا اضافہ ہے کہ اوس اور خزرج کے مابین بہت شدید جنگ اور دشمنی زمانۂ جاہلیت سے چلی آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی اور ان کے ذریعے اپنے نبیؐ کی نصرت کی۔[1]

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ -

اے نبیؐ ان کی دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی خرچ کرنے والا ان کے مابین صلح و آشتی قائم کرنے کے لئے روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کردیتا تو ان میں الفت قائم کرنے اور ان کی اصلاح کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا تھا

وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ -

یہ تو اللہ ہی ہے جس نے اسلام کے ذریعے اپنی بھرپور اور رسا قدرت سے ان کے درمیان الفت قائم کردی اس لیے کہ وہ دلوں کا مالک ہے جس طرح چاہے اسے تبدیل کرسکتا ہے۔

اِنَّهٗ عَزِيْزٌ - وہ پوری قدرت والا اور غالب ہے وہ جس امر کا ارادہ کرلے اس کے خلاف کوئی بھی نافرمانی نہیں کرسکتا

حَكِيْمٌ - وہ باحکمت ہے جانتا ہے کہ کس طریقے سے وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائے۔

۶۴ - يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ - اے نبیؐ آپ کے لیے اللہ کافی ہے

وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ - اور آپ کا اتباع کرنے والے مومنین کے لیے بھی

کہا گیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے موقع پر قتال سے قبل صحرا میں نازل ہوئی۔[2]

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۵۶ و تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹ (۲) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۳۴

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

۶۵۔ اے نبیؐ آپ لوگوں کو قتال پر آمادہ کریں، اگر تم لوگوں میں بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آسکتے ہیں اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو ایک ہزار کافروں پر غلبہ پاسکتے ہیں اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

۶۶۔ اب اللہ نے تمھارا بوجھ ہلکا کیا اور جان لیا کہ ابھی تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آسکتے ہیں اور تم میں ہزار افراد ایسے ہوں تو وہ اذنِ خداوندی سے دو ہزار پر غلبہ پاسکتے ہیں اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

---

۶۵ - يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ -

اے نبیؐ آپ لوگوں کو قتال پر آمادہ کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا -

اگر تم لوگوں میں بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو ایک ہزار کافروں پر غالب آسکتے ہیں۔ اللہ نے یہ تعداد بیان کی ہے اس لیے کہ مومنین کی جماعت اگر صابر ہو تو اپنے سے دس گنا کفار پر اللہ کی تائید و نصرت سے غالب آسکتی ہے۔

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ -

اس لیے کہ وہ لوگ اللہ اور روز آخرت کے بارے میں لاعلم ہیں وہ ثواب کی امید رکھے بغیر قتال کرتے ہیں اور مومنین کی طرح ثابت قدم نہیں رہتے جو بلند درجات کے امیدوار اور منتظر ہیں۔

۶۶ - اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا -

اب اللہ نے تمھارا بوجھ ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ ابھی تم میں کمزوری ہے

فَاِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ۔
پس اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں
یَّغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ ۚ۔
تو وہ دو سو پر غالب آسکتے ہیں
وَ اِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ اَلۡفٌ یَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفَیۡنِ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ۔
اور اگر تم میں ایسے ہزار افراد ہوں تو وہ دو ہزار پر اذنِ خداوندی سے غلبہ پاسکتے ہیں
یہ آیت ماقبل آیت کو منسوخ کرتی ہے۔
کتاب کافی میں امام صادقؑ سے ایک طولانی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ دس افراد والی آیت منسوخ ہو چکی ہے۔[1]
تفسیر عیاشی میں امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ اگر مومنین میں سے ایک شخص کفار کے دو آدمی سے قتال کرے اور وہ اگر راہ فرار اختیار کرے گا تو گویا کہ وہ پورے لشکر سے فرار اختیار کر رہا ہے اور اگر تین کفار ہوں اور اُن کے مقابل میں ایک مسلمان ہو اور وہ مسلمان راہ فرار اختیار کرے تو یہ لشکر سے فرار شمار نہیں ہوگا۔[2]
تفسیر قمی میں بھی ان حدیثوں سے ملتا جلتا مفہوم ہے۔
کہا گیا ہے کہ پہلے مومنین تعداد میں کم تھے تو یہ حکم دیا گیا پھر جب ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی۔[3]
وَ اللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۶۶﴾
اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے نصرت اور کمک کر کے لامحالہ وہی لوگ غالب رہیں گے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۸ ح ۷۸
(۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۷۹۔۲۸۰
(۳) انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۰۱ و کشاف ج ۲ ص ۲۳۵

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾
لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾
فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖۗ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع

۶۷۔ کسی نبیؐ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک وہ زمین میں دشمن کے ساتھ سختی سے نمٹ نہ لے تم لوگ مالِ دنیا کے طلب گار ہو اور اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔
۶۸۔ اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے نوشتہ موجود نہ ہوتا تو تم نے جو مالِ دنیا لیا ہے اس کی پاداش میں بہت بڑی سزا ملتی۔
۶۹۔ پس تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے اسے کھا جاؤ کہ وہ حلال اور پاک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۶۷۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ۔

کسی نبیؐ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک وہ زمین میں دشمن کے ساتھ سختی سے نمٹ نہ لے۔ یعنی کثرت سے قتل کرے اور نہایت شدت کے ساتھ یہ عمل انجام دے تاکہ کفر اور اس کا گروہ ذلیل و خوار ہو جائے اور اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور غلبہ حاصل ہو۔

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ۔

تم لوگ مالِ دنیا کے طلب گار ہو، قیدیوں کو فدیہ لے کر چھڑانے سے جو مال آئے

وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ۔

اور اللہ تمھارے لئے آخرت کا ثواب چاہتا ہے

وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ۔

اور اللہ اپنے دوستوں کو دشمنوں پر غالب کرنا چاہتا ہے

حَكِيْمٌ۔

وہ باحکمت ہے وہ جانتا ہے کہ کن حالات میں کیا مناسب اور کیا مخصوص ہے۔

کہا گیا ہے یہ غزوۂ بدر سے متعلق ہے جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی ''فَاِمَّا

مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً" (محمد۔ ۴) (پھر اس کے بعد یا تو اُن پر احسان کرنا یا (تاوان) فدیہ لینا ہے)۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی تفسیر قصہ بدر کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

۶۸ - لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ۔

اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے نوشتہ موجود نہ ہوتا۔ یعنی اللہ کا حکم جو تحریری شکل میں موجود ہے کہ جنگ میں حاصل شدہ مال تمھارے لیے مباح ہے۔

لَمَسَّكُمْ۔ تو تمھیں پہنچتی

فِيْمَآ اَخَذْتُمْ۔

جو مالِ دنیا تم نے لیا ہے یعنی قیدیوں سے فدیہ لینے کو مباح قرار دیے جانے سے پہلے تم نے اپنے لیے جائز قرار دے دیا تھا

عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

اس کی پاداش میں بہت بڑی سزا ملتی

۶۹ - فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ۔

پس تم نے فدیہ کے ذریعہ جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اسے کھاؤ

حَلٰلًا طَيِّبًا۔

اس لئے کہ وہ حلال اور پاک ہے

وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ۔

اور مخالفت کرتے وقت اللہ سے ڈرو

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ۔

بے شک اللہ تمھارے گناہوں کو معاف کردے گا

رَّحِيْمٌ۔

وہ مہربان ہے جو کچھ تم نے لیا ہے اسے تمھارے لیے مباح قرار دے دیا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

۷۰۔ اے نبیؐ آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں ان سے فرما دیجیے کہ اگر اللہ کے علم میں آیا کہ تمھارے دلوں میں کچھ خیر ہے تو وہ تمھیں اس سے بہتر عطا کرے گا جو تم سے لیا جا چکا ہے اور وہ تمھاری غلطیوں سے درگزر کر دے گا اور اللہ بخشنے والا نہایت مشفق ہے۔

۷۱۔ اگر یہ لوگ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو یہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کر چکے ہیں۔ اللہ نے انھیں آپ کے قابو میں کر دیا ہے اور اللہ ہر امر سے واقف اور صاحبِ حکمت ہے۔

۷۰۔ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ۔

اے نبیؐ آپ کے قبضے میں جو قیدی ہیں اُن سے فرما دیجیے

اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا۔

اگر اللہ کے علم میں آیا کہ تمھارا عقیدہ خالص ہے اور تمھارا ایمان درست نیت پر استوار ہے۔

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ۔

تم سے بطور فدیہ جو مال لیا جا چکا ہے تمھیں اس سے بہتر عطا کر دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

اور وہ تمھاری غلطیوں سے درگزر کر دے گا اور اللہ بخشنے والا نہایت مشفق ہے۔

اس آیت کی تفسیر غزوۂ بدر کے واقعے کے ذیل میں ہو چکی ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت عباس، عقیل اور نوفل کے بارے میں نازل ہوئی اور امامؑ نے فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے فرما دیا تھا کہ بنی ہاشم کے کسی فرد اور ابوالبختری کو قتل نہ کیا جائے لہٰذا انھیں قید کر لیا گیا۔ آنحضرتؐ نے علیؑ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو کہ یہاں بنی ہاشم کے کون کون سے افراد ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ علیؑ عقیل بن ابی طالب کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کی جانب توجہ مبذول نہیں کی تو عقیل نے اُن سے کہا اے ماں جائے میری طرف آؤ کیا تم نے مجھے یہاں پر دیکھا نہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ علیؑ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ابوالفضل یعنی عباس فلاں کے قبضے میں ہیں، یہ

عقیل فلاں کے قبضے میں ہیں اور یہ نوفل بن حارث فلاں کے قبضے میں ہیں۔

رسول اکرمؐ کھڑے ہوئے جب وہ عقیل کے پاس پہنچے تو ان سے فرمایا اے ابویزید ابوجہل قتل کردیا گیا تو عقیل نے کہا کہ اس صورت میں آپ کا تہامہ سے جھگڑا ختم ہوگیا۔ پھر عقیل نے آنحضرتؐ سے کہا کہ اگر آپ لوگوں نے قوم کا خون بہایا ہے تو اب انھیں گھوڑے پر بٹھا کر روانہ بھی کردیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ اتنے میں عباس کو لایا گیا تو اُن سے کہا گیا کہ آپ اپنا اور اپنے بھتیجوں کی جانب سے فدیہ ادا کریں تو عباس نے کہا اے محمدؐ آپ مجھے مہلت دیں کہ میں قریش سے اپنے لیے مال جمع کرنے کا سوال کروں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا آپ وہ دے دیجئے جو آپ نے اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھ چھوڑا ہے اور اُن سے کہا ہے کہ اگر مجھے کچھ ہوجائے تو یہ اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر خرچ کرنا تو عباس نے آنحضرتؐ سے کہا اے میرے بھائی کے فرزند یہ بات آپ کو کس نے بتلائی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ بات مجھے جبرائیلؑ نے اللہ کی جانب سے آکر بتلائی ہے۔ عباس نے قسم کھا کر کہا کہ اس بات کا علم میرے اور میری بیوی کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ تمام مشرکین قیدی روانہ ہوگئے سوائے عباس، عقیل اور نوفل کے اور انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى [1] اے نبی آپ کے قبضے میں جو قیدی ہیں اُن سے فرما دیجئے۔

کتاب قرب الاسناد میں امام سجادؑ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں دو سو درہم لائے گئے تو فرمایا اے عباس اپنی چادر پھیلاؤ اور اس مال میں سے کچھ لے لو تو اس میں سے جماعت نے اپنا اپنا حصہ لیا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا یہ اسی کا حصہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ [2] اگر اللہ کے علم میں آیا کہ تمھارے دلوں میں کچھ خیر ہے تو وہ تمھیں اس سے بہتر عطا کرے گا جو تم سے لیا جا چکا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔ [3]

۷۱- وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ-

اور اگر یہ لوگ آپ سے کیے گئے معاہدے کو توڑ ڈالیں اور اس طرح خیانت کا ارتکاب کریں

فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ-

تو وہ کفر اختیار کرکے اللہ سے خیانت کرچکے ہیں

مِنْ قَبْلُ-

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۰۲ ح ۲۴۴ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۸-۶۹ ح ۷۹

(۲) قرب الاسناد ص ۲۱ ح ۷۳ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۶۹-۷۰ ح ۸۰

اس سے پہلے

تفسیر قمی میں ہے کہ اگر یہ علیؑ کے بارے میں اے نبیؐ آپ سے خیانت کر رہے ہیں تو اس سے پہلے وہ اللہ کے بارے میں آپ سے خیانت کر چکے ہیں۔ جیسا کہ داستانِ بدر کے بیان میں گزرا۔[1]

فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ۔

تو اللہ نے بدر کے روز ان پر تمھیں غلبہ دلا دیا انھیں قابو میں کر دیا۔ اب اگر انھوں نے دوبارہ خیانت کا قصد کیا تو اس بار بھی اللہ انھیں تمھارے قبضے میں دے دے گا۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

اور اللہ ہر امر سے واقف اور صاحبِ حکمت ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۶۹

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے انھیں پناہ دی، ان کی نصرت کی یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی و وارث ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں ہجرت نہیں کی ان کی ولایت و وراثت سے تمھارا کوئی تعلق نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے آ جائیں پس اگر دینی معاملات میں وہ تم سے مدد کے طالب ہوں تو یہ مدد اسی وقت فرض ہے جب وہ اس قوم کے خلاف نہ ہوں جن سے تمھارا معاہدہ ہو چکا ہے اور تم جو عمل کر رہے ہو اللہ اسے اچھی دیکھ رہا ہے۔

۷۲- اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا-

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اپنے وطن اور اپنی قوم کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں چھوڑ دیا اس سے جدا ہو گئے اس سے مراد وہی لوگ ہیں جنھوں نے مکۂ مکرمہ سے ہجرت کی اور مدینۂ منورہ تشریف لائے۔

وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ-

اور انھوں نے اپنے اموال سے جہاد کیا یعنی اسے خرچ کیا

وَاَنْفُسِهِمْ-

اور اپنی جانیں قربان کیں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ-

اللہ کی راہ میں

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا-

اور وہ لوگ جنھوں نے ان لوگوں کو اپنے وطن میں پناہ دی اور ان کے دشمنوں کے خلاف اُن کی مدد کی اور

اس سے مراد انصار ہیں۔

اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ۔

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے والی و وارث ہیں یعنی انھیں ایک دوسرے کی میراث میں سے حصہ ملے گا

تفسیر قمی میں ہے کہ جب نبی اکرمؐ نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی تو آپ نے مہاجرین کو مہاجرین کا بھائی بنایا اور انصار کو انصار کا بھائی قرار دیا اور اس کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اُخوت کو قائم کر دیا۔ یعنی جب کوئی شخص مرجاتا تھا تو جو دینی اعتبار سے اس کا بھائی قرار پایا تھا وہ اس مرنے والے کا وارث ہوتا تھا اور وہ مال لے لیتا تھا۔ مرنے والا جو کچھ چھوڑ کر جاتا اس کے وارثوں کے مقابلے میں یہ سارا مال اس دینی بھائی کا ہو جاتا تھا۔

غزوۂ بدر جب ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (احزاب۔ ۶) (بے شک نبی تمام مومنین سے ان کے نفوس کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے اور اُن کی بیویاں ان سب (مومنین) کی مائیں ہیں اور مومنین و مہاجرین میں سے قرابت دار ایک دوسرے سے زیادہ اولویت اور قربت رکھتے ہیں)۔

تو آیت بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ نے آیتِ اُخوت کو منسوخ کر دیا۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ یہ لوگ پہلے مواخات کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے نہ قرابت داری کی بنیاد پر یہاں تک کہ یہ بات وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ کی آیت کے نازل ہونے سے منسوخ ہوگئی۔ [2]

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا ۚ۔

اور جو لوگ ایمان تو لائے لیکن انھوں نے ہجرت نہیں کی تو ان کی ولایت و وراثت سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے آجائیں۔

ولایت سے مراد ہے میراث میں کوئی حق نہیں ہے۔

اور یہ لفظ وِلایت واو کے زیر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ عمل اور صناعت سے تشبیہ دیتے ہوئے جیسے کِتابت اور اِمارت گویا کہ وہ اپنے مالک کی سرپرستی سے مسلسل عمل انجام دیتا رہتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں صادقینؑ سے مروی ہے کہ مکہ کے رہنے والے مدینہ والوں کو تولیت نہیں دیتے تھے۔

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ۔

پس اگر وہ دینی معاملات میں تم سے مدد کے طلب گار ہوں

کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جن مومنین نے ہجرت نہیں کی وہ لوگ اگر کفار کے خلاف تم سے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۸۰ (۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۵۶۳

مدد طلب کریں۔ [1]

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ۔

توتمھیں اُن کی مدد کرنی چاہیے

اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ۔

جب وہ اس قوم کے خلاف نہ ہو جن سے تمھارا معاہدہ ہو چکا ہے

ایسی صورت میں کفار کے خلاف ان مومنین کی مدد کرنا جائز نہیں ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

اور تم لوگ جو عمل انجام دے رہے ہو اللہ اسے اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

---

(۱) طبری تفسیر جوامع الجامع ج ۲ ص ۳۴

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَکُنۡ فِتۡنَةٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ کَبِیۡرٌ ﴿۷۳﴾

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّنَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ﴿۷۴﴾

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَهَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا مَعَکُمۡ فَاُولٰٓئِکَ مِنۡکُمۡ ؕ وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰی بِبَعۡضٍ فِیۡ کِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷۵﴾ ع

۷۳۔ اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے سرپرست ہیں۔ اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہوگا اور بڑا فساد ہو جائے گا۔

۷۴۔ اور جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے انھیں پناہ دی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ درحقیقت سچے مومن ہیں ان ہی کے لئے مغفرت اور بہترین رزق ہے۔

۷۵۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آگئے اور تمھارے ساتھ جہاد میں شامل ہو گئے وہ تم میں سے ہیں مگر اللہ کی کتاب میں قرابت دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں بے شک اللہ ہر شے کو اچھی طرح جانتا ہے۔

۷۳- وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ-

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے سرپرست ہیں

مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور اُن کی کمک سے روکا گیا ہے خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تولیت سے باز رہیں اور اسے ترک کر دیں۔

اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ-

اگر تم نے ایسا نہیں کیا جو باہمی میل جول اور ایک دوسرے کو دوست رکھنے کا تمھیں حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ قرابت کی بہ نسبت اسلام کی نسبت سے جو وراثت میں افضلیت قرار دی گئی ہے اور تمھارے اور کافروں کے مابین جو تعلقات قائم ہیں اگر تم نے انھیں منقطع نہیں کیا۔

تَکُنۡ فِتۡنَةٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ کَبِیۡرٌ-

تو زمین میں فتنہ برپا ہوگا اور بڑا فساد رونما ہو جائے گا اس لیے کہ جب تک مسلمان مشرکین کے خلاف متحد

نہیں ہوں گے شرک کو غلبہ رہے گا اور اہل شرک اہلِ اسلام کے مقابلے جری ہوتے چلے جائیں گے اور انھیں کفر کی جانب بلائیں گے۔

۷۴- وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .... هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا-

اور جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے انھیں پناہ دی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ درحقیقت سچے مومن ہیں۔

اس لیے کہ انھوں نے ہجرت کر کے اور نصرت کے ذریعے اور دین کی خاطر اہل و عیال، مال و منال اور اپنے نفوس سے جدائی اختیار کر کے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا ہے۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ-

ایسے ہی لوگوں کے لئے مغفرت اور بہترین رزق ہے

نہ اُس کی کوئی ذمہ داری ہے اور نہ ہی اُس میں کسی کا احسان ہے۔

۷۵- وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ-

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آئے اور تمھارے ساتھ جہاد میں شامل ہو گئے

اس سے مراد وہ ملحق ہونے والے افراد ہیں جو سابقین کے بعد آئے جیسے اللہ کا قول وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (الحشر-۱۰) اور وہ لوگ جو ان کے بعد میں آئے۔

فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ-

تو وہ لوگ تم میں سے ہیں

اے مہاجرین و انصار وہ لوگ تم ہی میں سے ہیں اور (موالات) دوستی اور نصرت کے وجوب میں ان کے لیے وہی حکم ہے جو تمھارے لیے ہے باوجودے کہ وہ ایمان اور ہجرت کے اعتبار سے تم سے مؤخر ہیں۔

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ-

اور قریبی رشتہ دار

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ-

ایک دوسرے سے زیادہ حق دار ہیں

ان میں سے کچھ میراث کے اعتبار سے دوسروں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور یہ آیت ہجرت کے سبب وراثت اور نصرت کو منسوخ کرتی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ-

اللہ کی کتاب یعنی اس کے تحریری حکم کے بموجب اور اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جو نسبی اعتبار سے مرنے

والے سے زیادہ قربت رکھتا ہوگا وہ میراث کا زیادہ حق دار ہوگا۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اگر حضرت علیؑ کا کوئی غلام مرجاتا اور وہ رشتہ دار چھوڑ کر جاتا تو حضرت علیؑ اس کی میراث میں سے کچھ نہیں لیتے تھے اور فرماتے تھے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔ ۱

تفسیر قمی میں ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (النساء۔ ۳۳) (اور جن سے تم نے عہد و پیمان کر رکھا ہے تو انھیں اُن کا حصہ دے دو) کو اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ ۲

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد امامت دو بھائیوں میں ہرگز لوٹ کر نہیں آئے گی اس کا سلسلہ علی بن الحسینؑ سے آگے بڑھا جیسا کہ ارشاد باری ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ لہٰذا یہ سلسلہ علی بن الحسینؑ کے بعد ان کے اعقاب اور اعقاب کے اعقاب میں چلتا رہے گا۔ ۳

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ -

بے شک اللہ وراثت اور اس کے علاوہ دیگر اشیاء کا بہترین علم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ پہلے میراث کو اسلام اور اس کے غلبہ سے منسوب کرنے اور بعد میں قرابت داری کی بنیاد پر قرار دینے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے اور اس سورہ کی قرأت کا ثواب انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ توبہ کے آخر میں بیان کیا جائے گا اور اللہ عالم ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۷ ص ۱۳۵ ح ۵ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۸۱ (۳) الکافی ج ۱ ص ۲۸۶-۲۸۵ ح ۱

سورۂ توبہ

یہ مکمل سورہ مدینے میں نازل ہوئی۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ آیت ۱۲۸ سے آخر سورہ تک دو آیتوں کے علاوہ تمام آیتیں مدینۂ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورہ میں آیتوں کی تعداد ۱۲۹ ہے۔ یہ سورہ ۹ ہجری میں نازل ہوا اور مکہ مکرمہ ۸ ہجری میں فتح ہوا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع ادا فرمایا۔

تفسیر مجمع البیان میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورۂ براءت کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہیں ہوا اس لیے کہ بسم اللہ کا تعلق امان اور رحمت سے ہے اور سورہ براءت کا نزول دفع امان اور تلوار کے لیے ہوا۔ [1]

اور مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورۂ انفال اور سورۂ براءت دونوں ایک ہی سورہ ہیں۔ [2]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۲ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۲ ، تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۷۳، ح ۳

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ②

۱۔ اے مسلمانو! تم نے مشرکین سے جو معاہدہ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

۲۔ اے مشرکو! تم لوگ چار مہینے ملک میں اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو کسی طرح عاجز نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ حق کا انکار کرنے والوں کو رسوا کر کے رہے گا۔

۱۔ بَرَآءَةٌ .... مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

یعنی یہ بیزاری ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ دونوں اس معاہدے سے براءت کا اعلان کرتے ہیں جو معاہدہ تم لوگوں نے مشرکین سے کر رکھا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کس طرح جائز ہوگا کہ نبی معاہدہ شکنی کرے تو اس سوال کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے:

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ اس وقت تک معاہدہ پر باقی رہیں گے جب تک اللہ اسے وحی کے ذریعے اٹھا نہ لے۔

(۲) یہ کہ مشرکین نے عہد شکنی کی تھی یا معاہدہ کو ختم کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے کیے گئے معاہدے کو ختم کر دیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ دونوں اسباب روایات سے ثابت ہیں۔ [۱]

۲۔ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔

اب تم لوگ چار مہینے میں ملک میں چل پھر لو

مشرکین سے خطاب کر کے انھیں حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ لوگ چار مہینے زمین میں (ملک میں) امن و امان کے ساتھ رہ سکتے ہیں اگر وہ رہنا چاہیں اور مسلمانوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں۔ اس کے بعد انھیں جہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی تھی جو اُس سال حج کرنے کی غرض سے آئے تھے تا کہ وہ لوگ اپنے مراکز اور ٹھکانوں تک پہنچ جائیں اس کے بعد انھیں

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔ ۶، ص ۳۔ ۲

جہاں بھی پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ [1]

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک [2] سے واپس آرہے تھے۔ [3]

فرمایا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا تو اس سال مشرکین کو حج کرنے سے نہیں روکا اور حج کے بارے میں عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ جو بھی مکہ آئے اور اپنے کپڑوں میں خانۂ کعبہ کا طواف کرے تو اس کپڑے کو رکھنا اُس کے لیے حلال نہ تھا۔ وہ لوگ اس کپڑے کو صدقہ کر دیتے تھے اور طواف کرنے کے بعد اسے نہیں پہنتے تھے اس لیے جو شخص بھی مکہ میں آتا تھا وہ کسی سے بطورِ عاریت کپڑے لے کر اس میں طواف کرتا اور طواف کے بعد وہ ان کپڑوں کو واپس کر دیتا تھا اور جسے کپڑے عاریۃً نہیں ملتے تھے وہ کرائے پر کپڑے حاصل کرتا تھا اور جسے کپڑے بطورِ عاریت یا کرائے پر بھی نہیں ملتے تھے اور اس کے پاس صرف ایک لباس ہوتا تھا تو وہ عریاں ہو کر کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ ایک خوب صورت اور پُر کشش عرب خاتون مکہ آئی اور اس نے عاریۃً یا کرائے پر لباس طلب کیا لیکن اسے لباس نہ ملا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ اگر تم اپنے کپڑوں میں طواف کرو گی تو یہ کپڑے تمھیں صدقہ کرنے ہوں گے۔ اس نے جواب دیا میں اسے کیسے صدقہ کر سکتی ہوں میرے پاس تو اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہیں ہے۔ اس نے عریاں ہو کر کعبہ کا طواف کیا۔ جب لوگ اس کے گرد جمع ہوئے تو اس نے ایک ہاتھ اپنی شرم گاہ پر رکھ لیا اور ایک ہاتھ سے پچھلے حصے کو چھپایا اور یہ شعر پڑھا:

اليوم يبدوا بعضه او كله فما بدا منه فلا احله

آج کے دن اگر میرے جسم کا کچھ حصہ یا سب کا سب ظاہر ہو گیا اب اس میں جس قدر حصہ بھی ظاہر ہوا ہو میں اسے کسی کے لیے حلال قرار نہیں دیتی۔ جب وہ طواف سے فارغ ہوئی تو ایک جماعت نے اس سے خواستگاری کی اس نے جواب دیا میں شادی شدہ ہوں۔

سورۂ براءت کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت کا یہ طریقہ اور اسوہ رہا ہے کہ آپ اسی سے قتال کرتے تھے جو آپ سے قتال کرتا تھا اور آپ اسی سے جنگ کرتے تھے جو آپ سے جنگ کرتا یا ارادۂ جنگ کرتا تھا اور اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا (النساء ۴/ ۹۰) ”پس اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں، لڑنے سے باز رہیں اور تمھاری طرف صلح وآشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی۔“ تو

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۸۲

(۲) تبوک رسول کے وزن پر شام کا ایک شہر ہے اس مقام پر جنگ کی غرض سے آنحضرت ۹ ہجری میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں کے باشندوں نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی تھی۔

(۳) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۸۱

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسے شخص سے قتال نہیں کرتے تھے جو ان سے دور چلا جائے اور کنارہ کشی اختیار کرلے یہاں تک کہ سورۂ براءت آنحضرت پر نازل ہوا اور اللہ نے انھیں حکم دیا کہ مشرکین کو قتل کردیں خواہ وہ کنارہ کش ہوں یا کنارہ کشی اختیار نہ کریں سوائے ان لوگوں کے جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک مدت تک کے لیے معاہدہ کرلیا تھا ان میں صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ اے مسلمانو! تم نے مشرکین سے جو معاہدہ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول براءت کا اعلان کرتے ہیں۔ تم لوگ چار مہینے ملک میں اور چل پھر لو۔ پھر وہ جہاں بھی ہوں انھیں قتل کردیا جائے گا۔ یہ سیاحت کے مہینے ہیں جن میں ذی الحجہ کے بیس دن اور محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے دس روز شامل ہیں۔ جب سورۂ براءت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ وہ مکہ جائیں اور منیٰ کے مقام پر قربانی کے دن لوگوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت کریں۔

جب ابوبکرؓ مدینہ سے روانہ ہوگئے تو جبرئیل امین علیہ السلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی لے کر نازل ہوئے اور فرمایا یامحمد لا یودّی عنك اِلّا رَجُلٌ مِنك ان آیات کو آپ کی جانب سے وہی پہنچائے گا جو آپ سے تعلق رکھتا ہوگا تو اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکرؓ کی تلاش میں روانہ کیا اور وہ رَوحاء کے مقام پر اُن سے جا ملے اور اُن سے آیتیں لے لیں۔ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت کی خدمت اقدس میں واپس آئے اور دریافت کیا یارسول اللہ اَنزَلَ فِیَّ شیءٌ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انّ اللہ اَمَرَنی لا یودّی عنّی اِلّا انا اورجل منّی اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میری جانب سے کوئی اور ان آیات کو نہ پہنچائے یا تو میں خود جاؤں یا وہ جائے جو میرے خاندان کا فرد ہو۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مکہ ۸ ہجری میں فتح ہوا اور سورۂ براءت ۹ ہجری میں نازل ہوا اور حجۃ الوداع ۱۰ ہجری میں ادا کیا گیا۔ [2]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو سورۂ براءت دے کر حج کے موقع پر روانہ کیا تاکہ وہ لوگوں کو پڑھ کر سنادیں تو جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے محمدؐ! اسے آپ کی جانب سے سوائے علیؑ کے کوئی اور نہیں پہنچا سکتا۔ تو اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو طلب فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ آنحضرتؐ کے ناقہ عضباء پر سوار ہوکر جائیں اور حضرت ابوبکرؓ سے مل کر ان سے سورۂ براءت لے لیں اور اسے مکہ میں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۸۱-۲۸۲ (۲) تفسیر عیاشی ج۲، ص ۷۳، ح ۲

اُن سے دریافت کیا کہ کیا آنحضرتؐ نے ناراضی کے سبب ایسا کیا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا نہیں ایسا نہیں بلکہ ان پر وحی نازل ہوئی انه لا یبلغ الا رجل منك کہ اسے نہیں پہنچا سکتا مگر وہ جو آپ کا آدمی ہو۔ پس جب حضرت علی علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو قربانی کے روز ظہر کے بعد جو حج اکبر کا دن تھا آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "میں تمھاری طرف رسول کا نمائندہ بن کر آیا ہوں اور آپ نے پڑھ کر سنایا: بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ چار مہینے سے مراد ذی الحجہ کے بیس دن، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الآخر کے دس روز۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کوئی مرد یا کوئی عورت عریاں ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرے اور نہ ہی مشرک کو طواف کرنے کی اجازت ہے۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس سے معاہدہ کر رکھا ہے تو وہ چار مہینے تک اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ [۱]

فرمایا کہ محمد بن مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا اے علیؑ جب سے میں رسولؐ اکرم سے جدا ہوا ہوں کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟ حضرت علی السلام نے فرمایا نہیں۔ لیکن اللہ نے یہ چاہا کہ سورۂ براءت کی ان آیات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے انھی کے خاندان کا کوئی فرد لے کر جائے اور سنائے تو حضرت علیؑ حج کے موقع پر تشریف لائے اور انھوں نے عرفہ اور مزدلفہ کے مقام پر قربانی کے روز تشریق کے دنوں میں جمرات کے نزدیک اللہ اور رسولؐ کی جانب سے پکار پکار کر کہا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اور وہ فرما رہے کہ کوئی بھی عریاں ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں ہمارے اصحاب کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اس سال حج کا امیر بھی مقرر فرمایا تھا اور حضرت علیؑ نے جب حضرت ابوبکرؓ سے سورۂ براءت کو لے لیا تو حضرت ابوبکرؓ واپس آ گئے۔ [۳]

تفسیر مجمع البیان میں اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام تلوار ہاتھ میں لے کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا خبردار کوئی بھی عریاں ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرے، اور کوئی مشرک حج بیت اللہ کا قصد نہ کرے جس کے لیے کسی مدت کا تعین کیا جا چکا ہے وہ اپنی مدت پوری کر لے اور جس کی مدت متعین نہیں کی گئی ہے تو اس کی مدت چار ماہ ہے۔ انھوں نے دس ذی الحجہ قربانی والے دن خطاب فرمایا تھا لہٰذا ذی الحجہ کے بیس روز، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الآخر کے دس دن اس میں شامل ہیں۔ [۴]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۳۔۷۴، ح ۴
(۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۴، ح ۵
(۳) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۳۔۴
(۴) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۳۔۴ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۴۔۷۵

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ -

اور جان رکھو کہ تم اللہ کو کسی طرح عاجز نہیں کر سکتے

تم کسی معاملے میں اللہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے خواہ وہ تمھیں کتنی بھی مہلت دے دے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ مُخۡزِى الۡكٰفِرِيۡنَ -

اور یہ کہ اللہ حق کے منکرین کو رسوا کر کے رہے گا

انھیں ذلت سے دوچار کرے گا، دنیاوی زندگی میں قتل اور قید و بند کے ذریعے اور آخرت میں عذاب میں گرفتار کر کے۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ﴿۳﴾

۳۔ اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے عام لوگوں کو حج اکبر کے دن یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہے۔ پس اگر تم لوگوں نے توبہ کرلی تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم نے روگردانی کی تو سمجھ لو تم اللہ کے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اے نبی آپ کفر اختیار کرنے والوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔

۳۔ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ۔

لفظ اذان درحقیقت ایذان اور اعلام ہے یعنی اطلاع دینا اور آگاہ کرنا۔ جیسے امان دراصل ایمان اور عطاء اِعطاء کا مفہوم رکھتا ہے۔

يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ۔

حج اکبر کے دن

کہا گیا ہے کہ یہ عید کا دن ہے اس لیے کہ اس دن حج اور اس کے اہم امور تکمیل تک پہنچتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس روز اعلان کیا گیا۔ [۱]

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ اَذَانٌ سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ [۲]

تفسیر قمی میں ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا كُنْتُ اَنَا الْاَذَانَ فِي النَّاسِ۔ [۳]

میں ہی لوگوں کے درمیان اذان تھا۔

معانی الاخبار اور علل الشرائع میں بھی امام صادق علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی گئی ہے البتہ دونوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، کہ لفظ حج اکبر کے کیا معنی ہیں؟ تو امام عالی مقام نے فرمایا اسے اکبر اس لیے کہا گیا کہ اس سال مسلمانوں اور مشرکین دونوں نے حج کیا تھا اور اس سال کے بعد مشرکین نے حج نہیں کیا۔ [۴]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۷، ح ۲۰ و تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۰۵ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۲ و عیاشی ج ۲، ص ۷۶، ح ۱۴ (۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۲ (۴) معانی الاخبار ص ۲۹۶، ح ۵ و علل الشرائع ص ۴۴۲، ح ۱

کتاب کافی، معانی الاخبار اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے بہت سی احادیث میں مروی ہے کہ روزِ حج اکبر سے مراد قربانی کا دن ہے اور حج اصغر سے مراد عمرہ ہے۔ [۱]

اور کافی اور عیاشی کی کچھ احادیث میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفہ کا وقوف اور رمی الجمرات ہے اور حج اصغر سے مراد عمرہ ہے اور عیاشی نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ عرفہ کے بعد مشعر الحرام میں جمع ہونا بھی اس میں شامل ہے۔ [۲]

اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ۔

یہ کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہے

پہلے لفظ براءت لاکر براءت کا ثبوت فراہم کیا گیا اور دوسری مرتبہ بریءٌ کہہ کر لوگوں کو اس بات کی اطلاع دی گئی۔

فَاِنْ تُبْتُمْ۔

پس اگر تم لوگوں نے کفر اور بدعہدی سے توبہ کر لی

فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ۔

تو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے

وَ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ۔

اور اگر تم نے توبہ سے روگردانی کی

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ۔

تو یہ سمجھ لو کہ تم لوگ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے یعنی اس کی سختی اور عذاب سے نہ آگے بڑھ سکتے ہو اور نہ ہی حد سے تجاوز کر سکتے ہو۔

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

اے نبی آپ ان کافروں کو آخرت کے دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔

---

(۱) الکافی ج ۴، ص ۲۹۰، ح ۱۔۲ و معانی الاخبار ص ۲۹۵، ح ۱۔۲۔۳ و عیاشی ج ۲، ص ۷۶۔۷۷، ح ۱۶۔۱۹

(۲) الکافی ج ۴، ص ۲۶۴۔۲۶۵، ح ۱ و عیاشی ج ۲، ص ۷۷، ح ۱۸

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۴ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

۴۔ ہاں جن مشرکین سے تم نے عہد و پیمان کیے تھے پھر انھوں نے تمھارے ساتھ وفائے عہد میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ ہی تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدتِ معاہدہ تک وفا کرو بے شک اللہ متقین کو پسند کرتا ہے۔

۵۔ پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ انھیں قتل کردو، انھیں پکڑلو، ان کا محاصرہ کرلو اور ہر راستے پر ان کی گھات میں بیٹھ جانا، پس اگر وہ لوگ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انھیں آزاد چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

۴۔ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

ہاں جن مشرکین سے تم نے عہد و پیمان کیے تھے

اس آیت میں مشرکین کو مستثنیٰ کیا ہے گویا کہ اُن سے کہا گیا کہ جنھوں نے عہد شکنی کی ہے ان سے معاہدہ توڑ دیا جائے لیکن ان میں سے جو معاہدہ پر قائم رہے۔

ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا۔

پھر معاہدے کی شرائط میں انھوں نے کسی قسم کی کمی نہیں کی

یعنی انھوں نے عہد شکنی نہیں کی اور نہ ہی تم میں سے کسی کو قتل کیا اور نہ ہی تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچایا۔

وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا۔

اور نہ ہی تمھارے خلاف تمھارے دشمنوں میں کسی کے ساتھ تعاون کیا

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ۔

تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ کی تکمیل کرو اور وعدہ وفا کرنے والوں کو عہد شکنوں کے ساتھ نہ ملاؤ

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

بے شک اللہ متقین کو پسند کرتا ہے۔

علت بیان کی جارہی ہے اور متنبہ کیا جارہا ہے کہ وہ لوگ معاہدہ کی پابندی تقویٰ کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔

۵- فَاِذَا انْسَلَخَ-

پس جب گزر جائیں

الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ-

وہ محترم مہینے جن میں عہد توڑنے والوں کے لیے چلنے پھرنے کو مباح قرار دیا گیا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ قربانی کا دن ہے اس روز سے ۱۰ ربیع الآخر تک کی اجازت دی گئی ہے۔ [۱]

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ-

تو ان عہد شکن مشرکین کو قتل کردو

حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ-

تم انھیں جہاں پاؤ خواہ حل میں ہوں یا حرم میں ہوں

وَخُذُوْهُمْ-

اور انھیں قیدی بنالو

وَاحْصُرُوْهُمْ-

اور ان کا محاصرہ کرلو انھیں قید کرلو اور ان کے اور مسجد الحرام کے درمیان حائل ہوجاؤ۔

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ-

ہر راستے اور گزرگاہ پر ان کی گھات میں بیٹھ رہو تاکہ وہ شہروں میں پھیلنے نہ پائیں

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ-

پھر اگر وہ شرک سے توبہ کر کے ایمان اختیار کرلیں اور توبہ کی تصدیق کے لیے نماز قائم کریں اور زکات دیں

فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ-

تو انھیں آزاد چھوڑ دو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ-

یقیناً اللہ ان کے گزشتہ کفر اور عہد شکنی کو معاف کردے گا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۷، ح ۲۲

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۟ؑ

ع

۶۔ اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے پناہ دیجیے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے پھر اسے جائے امن تک پہنچا دیجیے یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ نادان ہیں۔

۶۔ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ

اگر ان مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے آپ کی امان چاہے جن سے تعرض کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

فَاَجِرْهُ۔

تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اسے پناہ فراہم کیجیے

حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ۔

تا کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، اس پر غور وفکر کرے اور حقیقت امر سے مطلع ہو جائے اس لیے کہ قرآن میں عظیم ترین دلائل موجود ہیں۔

ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ۔

پھر بھی اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو آپ اسے جائے امن تک پہنچا دیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کیجیے اور قران کا تعارف کرائیے پھر اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیجیے یہاں تک کہ وہ اپنی پناہ گاہ تک پہنچ جائے۔ [1]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ نادان ہیں نہیں جانتے کہ ایمان کیا ہے اور آپ جس امر کی دعوت دے رہے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے ان کے لیے امان لازم ہے تا کہ وہ کلامِ الٰہی کو سنیں اور اس میں غور وخوض کریں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۳

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۞۷

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞۸

۷۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ذمے مشرکین کا کوئی عہد کیسے رہ سکتا ہے بجز اُن کے جن سے تم نے خانہ کعبہ کے قریب معاہدہ کیا تھا، جب تک وہ تمھارے ساتھ اس عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کے ساتھ معاہدہ باقی رکھو بے شک اللہ متقین کو دوست رکھتا ہے۔

۸۔ اور دوسرے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ان یہ حالت ہے کہ اگر تم پر قابو پالیں تو تمھارے بارے میں نہ رشتہ ناتے کا خیال کرتے ہیں اور نہ ہی قول وقرار کا وہ زبانی باتوں سے تمھیں راضی رکھنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کے دل نہیں مانتے اور اُن میں اکثر لوگ فاسق ہیں۔

۷- كَيْفَ يَكُوْنُ .... عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ -

مشرکین کا عہد اللہ اور رسولؐ سے کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ یہ امر محال ہے کہ وہ اپنے وعدہ پر قائم رہیں جب کہ وہ وعدہ شکنی اور دھوکہ دہی کو دل میں چھپائے ہوئے ہیں لہٰذا تم لوگوں کو اس بات کی خواہش نہیں کرنی چاہیے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ -

ہاں وہ لوگ جن سے عہد شکنی ظاہر نہیں ہوئی اور تم نے مسجد الحرام کے نزدیک ان لوگوں سے معاہدہ کیا تھا۔

فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ -

جب تک وہ تمھارے ساتھ اس عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کے ساتھ معاہدہ باقی رکھو

یعنی ان کے معاملے میں انتظار سے کام لو اگر وہ معاہدے پر قائم رہیں تو تم بھی ایفائے عہد کرتے رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ -

بے شک اللہ متقین کو دوست رکھتا ہے۔

۸- كَيْفَ -

کس طرح

یہ لفظ دوبارہ آیا ہے تا کہ ظاہر کیا جائے کہ ان مشرکین کا اپنے وعدے پر باقی رہنا بہت مشکل ہے۔ فعل کو

محذوف کردیا گیا اس لیے کہ یہ معلوم ہے جملہ اس طرح ہے کیف یکون لھم عھد (ان سے معاہدہ کیسے ممکن ہے)۔

وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ-

جب کہ ان کا عالم یہ ہے کہ اگر وہ تم پر قابو پالیں

لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ-

تو تمھارے بارے میں کسی قسم کی رعایت نہ کریں گے

اِلًّا-

نہ تو وہ رشتے ناطے کا خیال رکھیں گے

وَّلَا ذِمَّةً-

اور نہ ہی عہد و پیان یا حق کو ملحوظ رکھیں گے

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ-

وہ اپنی زبانی باتوں سے (لَقْلَقَۂ لسانی سے) تمھیں راضی رکھنا چاہتے ہیں۔ ایمان، اطاعت اور ایفائے وعدہ کے ذریعے۔

وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ-

حالاں کہ ان کے دل ان کے قول و قرار کو تسلیم نہیں کرتے

ان کی حالت کا بیان ہے کہ وہ اپنی کامیابی کے منتظر ہیں اور اس صورت میں اپنے کیے ہوئے عہد پر باقی نہیں رہیں گے۔

وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ-

اور اُن میں اکثر لوگ فاسق ہیں۔

یعنی سرکش اور باغی ہیں نہ تو عقیدہ ہی انھیں اس بات سے روکتا ہے اور نہ ہی مروّت انھیں اس امر سے باز رکھتی ہے۔

اور اکثریت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ کچھ کفار ایسے ہیں جن میں ایسی پاک دامنی پائی جاتی ہے جو عزت و آبرو کی محافظت کرتی ہے اور عہد شکنی سے پرہیز کرنے کی طرف آمادہ کرتی ہے۔

اِشۡتَرَوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ اِنَّہُمۡ سَآءَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹﴾

لَا یَرۡقُبُوۡنَ فِیۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّۃً ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُعۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰﴾

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾

۹۔ انھوں نے آیاتِ الٰہی کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لی پھر اللہ کے راستے سے لوگوں کو روک دیا، یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہت برا ہے۔

۱۰۔ وہ کسی مومن کے بارے میں نہ قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ ہی عہد و پیمان کا اور یہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔

۱۱۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں ہم صاحبانِ علم کے لیے اپنی آیات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۹- اِشۡتَرَوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ-

انھوں نے قرآن اور اس کے واضح دلائل کو بیچ ڈالا ہے

ثَمَنًا قَلِیۡلًا-

معمولی، تھوڑی سی رقم اور سرمائے کے عوض اور وہ خواہشات اور شہوات کا اتباع ہے۔

فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ-

وہ خود اس سے منحرف ہوگئے اور اس راستے سے لوگوں کو بھی روک دیا

اِنَّہُمۡ سَآءَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ-

یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہت برا ہے۔

۱۱- فَاِنۡ تَابُوۡا-

پس اگر وہ لوگ کفر اور عہد شکنی سے توبہ کرلیں

وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ ؕ-

اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ سب کے سب تمھارے دینی بھائی ہیں۔ جو تمھارا حامی ہے وہ

اُن کا حامی ہے، اور جو تمھارے خلاف ہے وہ اُن کے خلاف ہے۔

وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ۔

ہم آیات کو وضاحت سے ساتھ بیان کرتے ہیں

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔

صاحبانِ علم کے لیے تا کہ وہ اس وضاحت پر غور و خوض سے کام لیں۔

وَ اِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَ طَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡـكُفۡرِ‌ ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ لوگ اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمھارے دین کے بارے میں تمھیں طعنے دیں تو ایسی صورت میں تم کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو کیوں کہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، ہوسکتا ہے اس طرح وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔

۱۲-طَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ-

وہ تمھارے دین کو معیوب قرار دیں

فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡـكُفۡرِ‌ ۙ-

تو کفر کے ایسے سرغنوں سے جنگ کرو

ائمۃ الکفر کہہ کر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ وہ ریاست کے مالک بن بیٹھے ہیں وہ اپنے کو صاحب اقتدار سمجھنے لگے ہیں اور کفر میں آگے بڑھ جانا انھیں قتل کا حق دار قرار دیتا ہے۔

اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ-

درحقیقت ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں

ورنہ وہ نہ طعنہ زنی کرتے اور نہ ہی عہد شکنی کرتے اور لفظ اَیۡمان کو اِیۡمَان بھی پڑھا گیا ہے اور اس بارے میں مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ

لا عبرة بما اظهروه من الايمان۔ [1]

وہ جس ایمان کا اظہار کر رہے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ-

ہوسکتا ہے اس طرح وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔

لعلهم ينتهون کا تعلق قاتلوا سے ہے یعنی قتال سے تمھارا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں جو کر رہے ہیں وہ نہ کریں، نہ کہ تمھارا مقصد اذیت پہنچانا ہو جیسا کہ اذیت رساں کیا کرتے ہیں اور یہ درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا انتہائے کرم اور اس کا فضل عظیم ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اصحاب جمل کے بارے میں نازل ہوئی امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ جمل

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۱۰

کے موقع پر فرمایا:

ماقاتلتُ هذه الفِئَةَ النّاكثةَ اِلّا باية من كتاب اللهِ يقول الله ''وَ اِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ''

میں نے اس عہد شکن جماعت سے قتال نہیں کیا مگر کتاب اللہ کی ایک آیت کی بنیاد پر اور وہ یہ آیت ہے کہ ''اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں۔'' ۱

قرب الاسناد اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ میرے پاس بصرہ کے کچھ باشندے آئے اور انھوں نے مجھ سے طلحہ اور زبیر کے بارے میں سوال کیا تو میں نے انھیں جواب دیا کہ وہ کفر کے سرغنوں میں سے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ کی جنگ میں جب صف بندی کی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ خبردار قوم پر حملہ کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا یہاں تک کہ میں اپنے اور اللہ اور ان کے درمیان جو کچھ معاملہ پیش آیا ہے اس بارے میں معذرت خواہی نہ کرلوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے قوم سے مخاطب ہوکر فرمایا اے بصرہ والو! کیا کسی حکم میں میری جانب سے تمھیں کوئی ظالمانہ برتاؤ نظر آیا؟

انھوں نے جواب دیا نہیں، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کیا مال کی تقسیم میں کوئی ظلم ہوا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا دنیا کی طرف رغبت کا معاملہ ہے جسے میں نے اپنے اور اپنے اہل بیت کے لیے لے لیا ہے اور تم سب کو محروم کردیا ہے لہٰذا تم نے بطورِ انتقام میری بیعت توڑ دی ہے؟ وہ بولے نہیں ایسا نہیں ہے۔ امامؑ عالی مقام نے فرمایا کیا میں نے تم پر حدیں جاری کیں اور تمھارے غیر کو چھوڑ دیا وہ کہنے لگے نہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا بات ہے کہ میری بیعت توڑ رہے ہو اور میرے غیر کی بیعت نہیں توڑتے۔ میں نے معاملے کی اچھی طرح چھان بین کرلی ہے میں سوائے کفر یا تلوار کے کچھ نہیں دیکھتا۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب کی جانب رُخ کیا اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ''وَ اِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ'' اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

والذی فلق الحبّة وبرأ النّسمة واصطفیٰ محمدا بالنّبوة انهم لاصحاب هٰذه الاٰية وَما قوتلوا منذ نزلت۔

اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ہر ذی روح کو حیات عطا کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے لیے منتخب فرمایا۔ یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہیں جب سے آیت نازل ہوئی قتال نہیں کیا گیا۔ ۲

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو بھی تمھارے اس دین میں طعن و تشنیع کرتا ہے اس نے کفر اختیار کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡـكُفۡرِ‌ ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ۔ ۱

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۳ (۲) قرب الاسناد ص ۹۶، ح ۳۲۷ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۷-۷۸، ح ۲۳

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے طلحہ و زبیر کے بارے میں میری معذرت کو قبول کرلیا ہے۔ انھوں نے بلا جبر و اکراہ کے راضی خوشی میری بیعت کی اور پھر کسی واقعے کے ظہور میں آنے سے پہلے ہی انھوں نے میری بیعت توڑ دی۔ خدا کی قسم اس آیت کے مصداق افراد سے جنگ نہیں کی گئی جب سے آیت کا نزول ہوا ہے یہاں تک کہ میں نے بصرہ والوں سے جنگ کی "وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ" کی بنیاد پر اور اس مفہوم کی بہت سی روایات ہیں۔[۲]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۹، ح ۲۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۹، ح ۲۸

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ۙ

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

۱۳۔ مسلمانو! کیا تم ان لوگوں سے قتال نہیں کرو گے جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسولؐ کو نکال دینے کا ارادہ کیا انھوں نے ہی چھیڑخوانی کی ابتدا کی تھی کیا تم ان سے ڈرتے ہو تم اگر مومن ہو تو خدا اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔

۱۴۔ اُن سے قتال کرو اللہ تمھارے ہاتھوں انھیں سزا دے گا، ان کو رسوا کرے گا اور تمھیں ان پر فتح عطا کرے گا اور مومن لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈک بخشے گا۔

۱۵۔ اور اُن کے دلوں کا غصہ دور کردے گا اور جس کے لیے چاہے گا توفیقِ توبہ عنایت کرے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور صاحبِ حکمت ہے۔

---

۱۳ - اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا -

کیا تم اُن لوگوں سے قتال نہ کرو گے، کہہ کر قتال کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ -

جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا

انھوں نے رسولِ اکرمؐ اور مومنین کے سامنے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اُن کے خلاف کسی سے تعاون نہیں کریں گے اور انھوں نے ایسا کیا۔

وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ -

اور رسولؐ کو نکال دینے کا ارادہ کیا

یہ اس وقت کی بات ہے جب مشرکین مکہ نے دارالندوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں باہمی مشاورت کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی روانہ ہوگئے جیسا کہ اللہ تعالی کے قول وَاِذْ

يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا (انفال ۸ / ۳۰) کے ذیل میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ -

اور انھوں نے ہی چھیڑ خوانی کی ابتدا کی تھی

دشمنی کر کے اور قتال کا آغاز کر کے اور مثل مشہور ہے اَلْبَادِيُ اَظْلَمُ ''ابتدا کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہوتا ہے'' تو پھر تمھیں کیا چیز مانع ہے کہ تم انھی کی طرح قتال کرو۔

أَتَخْشَوْنَهُمْ -

کیا تم اُن سے ڈرتے ہو

کیا تم اُن سے قتال کرتے ہوئے اس لیے ڈرتے ہو کہ کہیں تمھیں ان سے کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔

فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ -

تو اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو

تم اس کے دشمنوں سے قتال کرو اور امر خداوندی کو ترک نہ کرو۔

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ -

اگر تم مومن ہو۔

اس لیے کہ مومن سوائے اپنے پروردگار کے کسی اور سے نہیں ڈرتا۔

۱۴ - قَاتِلُوهُمْ -

تم ان سے قتال کرو

اسباب قتال کو بیان کرنے اور اس کے ترک کرنے پر سرزنش کرنے کے بعد قتال کا حکم دیا گیا۔

يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ -

اللہ تمھارے ہاتھوں سے انھیں سزا دے گا، انھیں رسوا کرے گا اور تمھیں اُن پر فتح و کامرانی عطا کرے گا

یہ مومنین سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر وہ مشرکین سے قتال کریں گے تو انھیں کامرانی عطا ہوگی، وہ انھیں قتل کرنے پر قادر ہوں گے اور مشرکین ذلیل و خوار ہوں گے۔

وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ -

اور مومنین کے دلوں کو ٹھنڈک بخشے گا۔

۱۵ - وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ -

اور ان کے دلوں کا غصہ دور کردے گا

جب مشرکین کو ان کے ذریعے شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ نے یہ تمام وعدے پورے کردیے۔ اور یہ آیت دلائل نبوت میں سے ہے۔

تفسیر عیاشی میں ابوالاعز تمیمی سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں جنگ صفین میں موجود تھا میں نے عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کو دیکھا کہ وہ ہتھیار جنگ سجائے ہوئے تھے اتنے میں شام والوں کے ایک منادی نے ندا دی جس کا نام عرار بن ادھم تھا۔ اے عباس جنگ کرنے کے لیے نکلو پھر وہ کچھ دیر تک تلوار سونتے ہوئے ایک دوسرے کے مقابل میں رہے ان میں سے کوئی بھی دوسرے تک رسائی نہیں پا رہا تھا اس لیے کہ دونوں تجربہ کار تھے۔ یہاں تک کہ عباس نے شامی کی زرہ کو اس کے بدن سے جدا کردیا وہ تلوار کے ساتھ اس کی طرف جھکا تو شامی کے پہلو شکستہ ہوگئے وہ شامی پچھڑا ہوا زمین پر گر گیا۔ لوگوں نے ایسی تکبیر بلند کی جس سے زمین لرز اٹھی۔ میں نے ایک کہنے والے کو سنا وہ یہ کہہ رہا تھا قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ تم ان سے قتال کرو اللہ تمھارے ہاتھوں سے انھیں سزا دے گا۔ جب میں اس طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھا کہ وہ امیرالمومنین علیہ السلام تھے۔ [1]

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ -

اور اللہ جس کے لیے چاہے گا اسے توبہ کی توفیق عنایت کردے گا

از سرِ نو خبر دی جا رہی ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کفر سے توبہ کرلیں گے اور ایسا ہوا بھی۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ -

اور اللہ سب کچھ جانتا ہے کہ کیا ہو چکا اور کیا ہونے والا ہے اور اس کا ہر عمل مبنی بر حکمت ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۹ - ۸۲، ح ۳۰

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ع ۱۰ ۲

۱۶۔ کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمھیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا حالاں کہ اللہ نے ابھی ان لوگوں کو ممتاز کیا ہی نہیں جو تم میں سے جہاد کرتے ہیں اور جنھوں نے سوائے اللہ اس کے رسول اور مومنین کے کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

۱۶- اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا -

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمھیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا

اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ تم جس حال پر ہو تمھیں نہیں چھوڑا جائے گا۔

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ -

جب تک اللہ اُن افراد کو ممتاز نہ کرلے جو تم میں مخلص ہیں اور اللہ کی خاطر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ -

اور جنھوں نے سوائے اللہ، اس کے رسولؐ اور مومنین کے کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا ہے

یعنی یہ لوگ ایسے مخلصین ہیں جو اللہ رسولؐ اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا راز دار نہیں سمجھتے جن سے دوستی اور قربت بڑھائیں اور ان سے راز و نیاز کی باتیں کریں اور لفظ "لمّا" دلالت کرتا ہے کہ یہ بات ہونے والی ہے۔

کہا گیا ہے کہ علم کی نفی درحقیقت معلوم کی نفی ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ لمّا یعلم لمّا یری کا مفہوم دیتا ہے اللہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اللہ نے لفظ علم لاکر اس سے دیکھنا مراد لیا ہے۔ اس لیے کہ لوگوں کے جاننے سے پہلے وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ [۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "مومنین" سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وَلِیْجَة کا مفہوم ہے راز دار بنانا۔ [۳]

اور کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "مومنین" سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ [۴]

اور کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا رازدار نہ بناؤ ورنہ

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۰۸
(۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۳
(۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۳
(۴) الکافی ج ۱، ص ۴۱۵، ح ۱۵

مومن نہ بن سکو گے۔ اس لیے کہ ہر سبب، نسب، قرابت، رازداریاں اور بدعت اور شبہہ ختم ہو جائے گا سوائے اس کے جسے قرآن نے باقی رکھا ہے۔ [۱]

اور امام ابی محمد عسکری علیہ السلام سے کتاب کافی میں روایت ہے کہ ولیجہ سے مراد وہ ہے جسے ولی الامر کے بعد مقرر کیا جائے اور اس مقام پر مومنوں سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے امان طلب کرنے کی اجازت ہے۔ [۲]

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

(۱) الکافی ج ۱، ص ۵۹، ح ۲۲ (۲) جوامع الجامع ج ۲، ص ۴۴

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۷۔ مشرکین کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مساجد کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے کفر کی خود گواہی دے رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام اعمال ضائع ہوگئے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

۱۸۔ اللہ کی مسجدوں کو تو بس وہی شخص آباد کرسکتا ہے جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتا انہی لوگوں سے توقع ہے کہ وہ سیدھی راہ پر گام زن رہیں گے۔

۱۷- مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ-

مشرکین کے لیے یہ بات صحیح اور درست نہیں ہے

اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ-

کہ وہ اللہ کی مساجد میں سے کسی کو آباد کریں

چہ جائے کہ مسجد الحرام اور لفظ ''مساجد'' بصورتِ واحد یعنی ''مسجد'' بھی پڑھا گیا ہے۔

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ-

جب کہ وہ خود اپنے کفر کی گواہی دے رہے ہیں

شرک ظاہر کر کے اور خانۂ کعبہ کے اطراف میں بتوں کو نصب کر کے۔

تفسیر جوامع میں ہے، روایت بیان کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے بدر کے قیدیوں کو شرم دلائی اور حضرت علی علیہ السلام نے عباس بن عبد المطلب کو ملامت کی کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قتال کیا اور قطع رحمی کی (رشتہ ناطہ توڑ دیا) عباس نے جواب دیا تم ہماری برائیاں تو بیان کر رہے ہو مگر ہماری اچھائیوں کو چھپا رہے ہو۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تمھاری اچھائیاں بھی ہیں؟ عباس نے کہا ہاں ہم مسجد الحرام کو آباد کرتے ہیں اور کعبہ پر غلاف چڑھاتے ہیں، حاجیوں کو سیراب کرتے ہیں اور قیدیوں کو آزاد کرتے ہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ-

---

(۱) جوامع الجامع ج۲، ص ۴۴

یہ لوگ وہ ہیں کہ جن کے تمام اعمال یعنی مسجد الحرام کو آباد کرنا، حاجیوں کو پانی پلانا، خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھانا اور قیدیوں کو آزاد کرنا جن پر یہ فخر کر رہے ہیں جو شرک سے آلودہ ہیں سب کے سب اکارت اور ضائع ہو گئے۔

وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ-

اور یہ لوگ اسی وجہ سے ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

۱۸- اِنَّمَا يَعْمُرُ..........الزَّكٰوةَ-

اللہ کی مسجدوں کو تو بس وہی شخص آباد کرسکتا ہے جس میں تمام علمی اور عملی کمالات جمع ہوں۔ اللہ اور آخرت پر ایمان لانا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور عمارۃ سے مراد مساجد کی تعمیر، قابل مرمت کی مرمت کرنا، اس میں جھاڑو دینا، اس کی صفائی کرنا اور چراغ جلا کر اسے روشن رکھنا اور عبادت و ذکر کے لیے اس کی زیارت کرنا اور علم سکھانا اور جس مقصد کے لیے اسے نہیں بنایا گیا اس سے محفوظ رکھنا جیسے اس میں دنیاوی گفتگو کرنا۔

حدیثِ قدسی کے الفاظ ہیں ''مسجدیں زمین میں میرے گھر ہیں اور اس میں آنے والے میرے زائرین اسے آباد کرنے والے ہیں، قابل مبارک ہے وہ شخص جو اپنے گھر سے پاک و پاکیزہ ہو کر میرے گھر میں مجھ سے ملنے کے لیے آئے لہٰذا وہ جس سے ملاقات کرنے آئے ہیں اس پر حق ہے کہ وہ زیارت کرنے والوں کی تکریم کرے۔'' [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو مسجدوں میں آئیں گے اس میں حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے وہ صرف دنیا اور محبت دنیا کی گفتگو کریں گے۔ تم ایسے افراد کی ہم نشینی اختیار نہ کرو اللہ کو ایسے افراد کی ضرورت نہیں۔ [2]

وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ-

اور وہ دینی معاملات میں سوائے اللہ کے کسی اور سے نہیں ڈرتا

یعنی اللہ کی مرضی کے خلاف غیر خدا کی رضامندی کو پسند نہیں کرتا اس لیے کہ خوفناک چیزوں سے ڈرنا فطرت میں داخل ہے کوئی بھی عقل مند اس پر قابو نہیں پاسکتا۔

فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ-

انھی لوگوں سے توقع ہے کہ وہ سیدھی راہ پر گام زن رہیں گے

اس آیت میں لفظ ''عَسٰی'' کے ذریعے یہ توقع ظاہر کی گئی کہ مشرکین ہدایت سے بہرہ ور ہوں گے اور اپنے اعمال سے فائدہ پہنچائیں گے۔

---

(۱) الکشاف ج ۲، ص ۲۵۴ و تفسیر بیضاوی ج ۱، ص ۴۰۹

(۲) الکشاف ج ۲، ص ۲۵۴ و من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۱۵۴-۱۵۵، ح ۷۲۱

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾

۱۹۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور مسجد الحرام کی مجاوری کو اس شخص کے عمل جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ دونوں اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

۱۹۔ تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ کا قول ''كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ'' ۔[۱]

اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عباس نے کہا کہ میں افضل ہوں اس لیے کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور انھیں سیراب کرنا میرے ذمے ہے، شیبہ نے کہا میں افضل ہوں اس لیے کہ خانۂ کعبہ کی حجابت (غلاف کعبہ کا انتظام) کی ذمہ داری میری ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں افضل ہوں اس لیے کہ میں تم دونوں سے پہلے ایمان لایا ہوں اس کے بعد میں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کی رضامندی حاصل کرلی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے۔ ضربت خرطکما بالسیف حتی اٰمنتما باللہ میں نے تلوار کے ذریعے تمھارے غرور کو خاک میں ملا دیا تو تم دونوں اللہ پر ایمان لائے۔[۳]

اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے البتہ شیبہ کی جگہ عثمان بن شیبہ کا ذکر کیا ہے۔[۴]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں صادقین میں کسی ایک سے مروی ہے کہ یہ آیت حمزہ، علی، جعفر، عباس اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی ان لوگوں نے سقایہ اور حجابہ پر فخر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور علی، حمزہ اور جعفر الذین اٰمنوا باللہ والیوم الاٰخر وجاھدوا فی سبیل اللہ کے مصداق ہیں۔[۵]

لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ یہ دونوں اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں ہوسکتے

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا جو شرک کرتے ہیں اور خود کو مومنین کے مساوی سمجھتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۸۴ (۲) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۸۴ (۳) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۱۴۔۱۵

(۴) تفسیر عیاشی ج۲، ص ۸۳، ح ۳۴ (۵) الکافی ج۸، ص ۲۰۳۔۲۰۴، ح ۲۴۵ و تفسیر عیاشی ج۲، ص ۸۳، ۳۵

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ﴿۲۱﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

۲۰۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان لوگوں کا بڑا درجہ ہے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

۲۱۔ ان کا پروردگار انھیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دے رہا ہے جن میں اُن کے لیے دائمی عیش و آرام ہوگا۔

۲۲۔ وہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ کے پاس تو بڑا اجر و ثواب ہے۔

۲۰۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .... عِنْدَ اللّٰهِ ؕ۔

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان لوگوں کا بڑا درجہ ہے اور ان کی بہت بڑی فضیلت ہے ان لوگوں کے مقابلے میں جن میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے۔

وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔

اور یہی لوگ کامیاب ہیں، کامیابی کے ساتھ مختص ہیں اور اللہ کے نزدیک حسنات کے حق دار ہیں۔

۲۱۔ يُبَشِّرُهُمْ .... نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ۔

ان کا پروردگار انھیں اپنی رحمت، خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دے رہا ہے جن میں اُن کے لیے دائمی عیش و آرام ہوگا۔

جس چیز کی بشارت دی گئی ہے اسے بصورتِ نکرہ لا کر اس امر کی جانب توجہ دلائی جا رہی ہے کہ یہ توصیف و تعریف سے ماورا ہے۔

۲۲۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

بے شک اللہ کے پاس تو بڑا اجر ہے۔ ہر قسم کا اجر اس کے سامنے بے حقیقت اور معمولی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ٰ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

۲۳۔ اے ایمان والو! اگر تمھارے باپ دادا اور بھائی بہن ایمان کے مقابلے میں کفر کو دوست رکھتے ہوں تو تم انھیں ہرگز اپنا خیر خواہ نہ سمجھو اور تم میں جو بھی ان سے الفت رکھے گا تو اس کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

۲۴۔ اے نبی فرما دیجیے کہ تمھارے باپ دادا اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی بند اور تمھاری بیویاں اور تمھارے عزیز و اقارب اور تمھارا وہ مال جو تم نے کما کے جمع کر رکھا ہے اور وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے کا تمھیں خوف ہے اور تمھاری وہ رہائش گاہیں جو تمھیں پسند ہیں اگر تم کو اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنے امر کو ظاہر کر دے اور اللہ فاسق لوگوں کی ہدایت نہیں کیا کرتا۔

۲۳- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .... عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ۔

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ کا مفہوم ہے کہ انھوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو اختیار کیا، اسے پسند کیا۔

کہا گیا ہے کہ انھیں ہجرت کا حکم دیا گیا تو ان کے قرابت دار انھیں ہجرت کرنے سے روکتے تھے اور جو لوگ ان اقرباء کی وجہ سے ہجرت نہیں کر رہے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں صادقین سے روایت ہے کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے قریش کو لکھا اور انھیں خبر دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات بتا دی جب آپ نے فتح مکہ کا ارادہ کیا تھا۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو باطن میں کفر

(۱) انوار التنزیل ج۱، ص۴۰۹ و الکشاف ج۲، ص۲۵۷ (۲) مجمع البیان ج۵-۶، ص۱۶

کو بسائے ہوئے تھے اور ایمان سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ [۱]

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

اور تم میں جو بھی اُن سے الفت رکھے گا تو اس کا شمار ظالموں میں ہوگا

اس لیے کہ انھوں نے موالات کو اس کی حقیقی جگہ پر نہیں رکھا۔

۲۴- قُلْ اِنْ كَانَ .... وَعَشِيْرَتُكُمْ۔

عشیرۃ سے مراد اقرباء ہیں۔ [۲] اور یہ لفظ عشیرۃ عشیر تکم اور عشائر کم بھی پڑھا گیا ہے۔ [۳]

وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا۔

اور وہ اموال جنھیں تم نے کما کما کے رکھ چھوڑا ہے

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔

یہاں تک کہ اللہ اپنے امر یعنی سزا کو ظاہر کردے

یہ ایک طرح کی وعید ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔

اور اللہ فاسق لوگوں کی ہدایت نہیں کیا کرتا، ان کی رہنمائی نہیں کرتا

تفسیر قمی میں ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام نے مکہ میں اعلان فرمایا کہ اس سال کے بعد کسی مشرک کو مسجد الحرام میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے تو قریش نے بہت زیادہ پریشانی کا اظہار کیا اور کہنے لگے ہماری تجارت ختم ہوگئی، ہمارے عیال برباد ہوگئے، ہمارے مکانات ویران ہوگئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اے محمد آپ فرما دیجیے اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ الخ۔ [۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ آیت میں بڑی سختی ہے اور بہت کم لوگ ہوں گے جو اس بات سے چھٹکارا پاسکیں اور حدیث میں آیا ہے لا یجد احدکم طعم الایمان حتی یحبّ فی اللہ ویبغض فی اللہ تم میں سے کوئی بھی ایمان کا مزا نہیں چکھ سکتا جب تک اس کی محبت صرف اللہ کے لیے اور اس کی عداوت صرف اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔ [۵]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۴، ح ۳۶ (۲) طبرسی مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۱۶ (۳) زمخشری کشاف ج ۲، ص ۲۵۶

(۴) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۴ (۵) جوامع الجامع ج ۲، ص ۴۵، الکافی ج ۲، ص ۱۲۴

لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیۡ مَوَاطِنَ كَثِیۡرَةٍ ۙ وَّ یَوۡمَ حُنَیۡنٍ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَیۡـًٔا وَّ ضَاقَتۡ عَلَیۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّیۡتُمۡ مُّدۡبِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ یقیناً اللہ اکثر مقامات پر تمھاری نصرت کر چکا ہے اور غزوۂ حنین کے دن جب تمھیں اپنی کثرت تعداد کی بنا پر غرّہ تھا پھر وہ کثرت تمھارے کسی کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

۲۵- مَوَاطِنَ كَثِیۡرَةٍ ۙ-

یعنی جنگ کے مواقع پر یعنی جس مقام پر جنگ ہوئی اور جہاں جنگ ہوئی

کتابِ کافی، عیاشی اور قمی میں امام ہادی علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ اسّی (۸۰) مقامات تھے۔ [1]

وَّ یَوۡمَ حُنَیۡنٍ ۙ-

اور غزوۂ حنین کے دن حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔

اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ-

جب تمھیں اپنی کثرت تعداد کی بنا پر غرّہ تھا

تفسیر جوامع میں ہے جب دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ آج ہم لشکر قلیل کے مقابل میں ہرگز شکست نہیں کھائیں گے۔ یہ بات آنحضرت کو بہت ناگوار گزری۔ [2]

فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَیۡـًٔا-

پھر وہ کثرت تمھارے کسی کام نہ آئی نہ ثروت مندی کے اعتبار سے اور نہ ہی دشمنوں کے معاملے میں اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انھیں اپنے اوپر گھمنڈ اور غرّہ تھا انھوں نے اپنی کثرتِ تعداد پر غرور کیا تھا۔

وَّ ضَاقَتۡ عَلَیۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ-

اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی

تمھیں کوئی جائے پناہ میسر نہیں آرہی تھی جہاں پر شدتِ رعب کی بنا پر تمھارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو۔

ثُمَّ وَلَّیۡتُمۡ مُّدۡبِرِیۡنَ- پھر تم شکست کھا کر پیٹھ پھرا کر بھاگ نکلے۔

(۱) الکافی ج ۷، ص ۴۶۲ - ۴۶۳، ح ۲۱ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۴، ح ۳۷ و قمی ج ۱، ص ۲۸۴ - ۲۸۵

(۲) جوامع الجامع ج ۲، ص ۴۶

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾
ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

۲۶۔ تب اللہ نے اپنے رسولؐ اور مومنین پر اپنی تسکین کو نازل کیا اور ایسے لشکر بھیجے جو تمھیں نظر نہیں آ رہے تھے اور منکرینِ حق کو سزا دی اور کافروں کی یہی سزا ہے۔
۲۷۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے توبہ قبول کرلے اور اللہ تو بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

۲۶۔ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ۔

اور منکرینِ حق کو سزا دی

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ عذاب سے مراد قتل کرنا ہے۔ [1]

وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔

اور کافروں کی یہی جزا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ غزوۂ حنین کا سبب یہ تھا کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو ظاہر کیا کہ وہ ہوزان کا ارادہ کر رہے ہیں۔ جب ہوزان تک یہ خبر پہنچی تو انھوں نے تیاری کی اور لوگوں کو اکٹھا کیا اور ہتھیار جمع کیے اور ہوزان کے رؤساء مالک بن عوف نضری کے پاس آئے انھیں اپنا سردار مقرر کیا اور وہ روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ اپنے مال، عورتوں اور اولاد کو بھی لے کر آئے اور وہ روانہ ہو کر اوطاس میں اتر پڑے۔ فرمایا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ اوطاس کے مقام پر ہوزان مجتمع ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبائل کو جمع کیا اور انھیں جہاد کی رغبت دلائی اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اموال، عورتیں اور ان کی ذریت بطور غنیمت حاصل ہوگی تو لوگ مائل ہوئے اور اپنے اپنے پرچم لے کر روانہ ہو گئے۔ ایک بڑا جھنڈا بنوایا اور اسے امیر المومنین علیہ السلام کے سپرد کیا اور جو بھی مکہ میں پرچم کے ساتھ آیا اسے حکم دیا کہ وہ اس پرچم کو اٹھائے اور رسولِ اکرم ۱۲ ہزار افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ دس ہزار وہ افراد بھی شامل تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

اور ابوالجارود نے امام باقر علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے فرمایا کہ ان کے ساتھ بنی سلیم کے ہزار افراد

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۸

تھے۔ ان کے سردار عباس بن مرداس سلمی تھے اور مُزینہ کے ہزار افراد تھے۔ فرمایا وہ لوگ روانہ ہوگئے جب رات کے کچھ حصے کا سفر باقی بچا تھا فرمایا کہ مالک بن عوف نے اپنی قوم سے کہا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے اہل وعیال اور اموال کو پس پشت رکھے اور تم اپنے تلواروں کو نیام کو توڑ دو اور اس وادی کی گھاٹیوں میں چھپ جاؤ اور علی الصباح جب کچھ اندھیرا باقی ہو اس وقت سب مل کر یکبارگی حملہ کردو اور ایک دم ٹوٹ پڑو کیوں کہ محمدؐ کے پاس ایسے افراد نہیں ہیں جو جنگ جُو ہوں۔

فرمایا کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ صبح ادا فرمائی تو وادی حنین میں اتر پڑے اور وہ ایسی وادی ہے جس کی ڈھلوان دور تک چلی جاتی ہے اور بنوسلیم مقدمۃ الجیش تھے ان پر ہر جانب سے ہوزان کے لشکر نے حملہ کردیا۔ بنوسلیم کو شکست ہوگئی اور جو ان کے پیچھے تھے وہ بھی شکست سے دوچار ہوئے اور ہر فرد شکست کھا چکا تھا البتہ حضرت علیؑ چند لوگوں کے ساتھ ان سے جنگ میں مصروف تھے۔ یہ شکست خوردہ رسولؐ خدا کے قریب سے گزرے اور کسی چیز کی طرف مڑ کر نظر بھی نہیں کر رہے تھے۔ دائیں جانب عباس نے رسولؐ اللہ کے خچر کی لگام تھام رکھی تھی اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بائیں جانب تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکار رہے تھے اے انصار کے لوگو تم کہاں جارہے ہو میں رسولؐ خدا ہوں کسی نے مڑ کر ان کی جانب نہیں دیکھا، نسیبہ بنت کعب مازنیہ بھاگنے والوں کے چہروں پر مٹی پھینک رہی تھی اور کہہ رہی تھی تم لوگ اللہ اور رسولؐ سے بھاگ کر کہاں جارہے ہو؟

حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے اور نسیبہ نے اُن سے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں کہ بھاگے جارہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ خدا کا حکم ہے۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکست کو دیکھا تو آپ نے حضرت علیؑ کی جانب اپنے خچر کو موڑا تو کیا دیکھا کہ ان کی تلوار نیام سے باہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا جو بلند آواز کے مالک تھے کہ اس ٹیلے پر چڑھ جاؤ اور پکارو اے اصحابِ بقرہ اے اصحابِ شجرہ تم کہاں بھاگے جارہے ہو، یہ ہیں اللہ کے رسولؐ! اس کے بعد رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا اللھم لك الحمد، والیك المشتكي وانت المستعان ''اے اللہ ہر طرح کی تعریف صرف تیرے لیے ہے تجھ سے ہی میرا شکوہ ہے اور تو ہی مددگار ہے۔''

جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا اے رسولؐ خدا آپ نے وہی دعا طلب کی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اور اس کے بعد اللہ نے سمندر کو شگافتہ کرکے انھیں فرعون سے نجات دی تھی۔ اس کے بعد رسولؐ اللہ نے ابوسفیان بن حارث سے کہا مجھے مٹھی بھر کنکری دو اسے آپ نے مشرکین کے چہروں کی جانب پھینک دیا اور فرمایا شاھتِ الوجوہ چہرے بگڑ جائیں۔ پھر آپ نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر فرمایا اللھم ان تھلك ھذہ العصابة لم تعبد وان شئت لا تعبد لا تعبد اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو عبادت نہیں ہوگی اور اگر تو چاہتا ہے

کہ عبادت نہ کی جائے تو نہیں کی جائے گی۔ جب انصار نے عباس کی آواز سنی تو وہ مڑے انھوں نے تلواروں کے نیام کو توڑا اور یہ کہتے ہوئے آئے لبیک اور وہ رسولِ اکرمؐ کے قریب سے گزرے۔ انھیں شرم آئی کہ ان کے پاس واپس آئیں اور جھنڈے سے ملحق ہوجائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباس سے دیافت کیا اے ابوالفضل یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں تو رسولِ خداؐ نے فرمایا اب جنگ میں تیزی آئے گی اور اللہ کی جانب سے مدد بھی آئے گی۔ ہوزان کو شکست ہوگئی وہ فضا میں ہتھیاروں کی جھنکار سن رہے تھے اور وہ ہر جانب سے شکست کھا گئے اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کے اموال، عورتوں اور ذریت کو غنیمت بنالیا اور اللہ کے قول لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ کا یہی مطلب ہے۔

فرمایا کہ بنی نصر بن معاویہ کے ایک شخص جس کا نام شجرہ بن ربیعہ تھا مومنین سے کہا جب کہ وہ ان کے ہاتھوں میں قیدی تھا کہ وہ لشکر و عسکر اور وہ لوگ جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے وہ کہاں ہیں یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ہمیں قتل کررہے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کو تمھارے درمیان نہیں دیکھ رہے ہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ ہم انھیں سونگھ رہے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا وہ فرشتے تھے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ اُن سے سوال کیا گیا کہ ماالسکینة سکینہ کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا چہرہ انسانوں جیسا ہے، وہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور یہی سکینہ تھا جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حنین کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے مشرکین کو شکست ہوئی۔ [۲]

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے حنین کی جنگ میں چالیس افراد کو قتل کیا تھا۔ [۳]

۲۷ - ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ -

پھر اللہ اُس کے بعد جس کی چاہے توبہ قبول کرلے

یعنی اُن میں سے کسی کو مسلمان ہونے کی توفیق مل جائے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

اور اللہ تو بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

ان سے درگزر کرے گا اور ان پر اپنا فضل کرے گا۔

روایت کی گئی ہے کہ اُن میں سے کچھ لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور انھوں نے کہا یارسولؐ اللہ آپ تمام افراد میں سب سے بہتر اور سب

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۶-۲۸۸ (۲) الکافی ج ۵، ص ۲۵۶-۲۵۷، ح ۳ (۳) الکافی ج ۸، ص ۲۷۶، ح ۵۶۶

سے زیادہ نیکوکار ہیں۔ ہمارے اہل وعیال کو قیدی بنا لیا گیا اور ہمارے مال پر قبضہ کرلیا گیا ہے اور اس روز چھ ہزار افراد کو قیدی بنایا گیا تھا اور ان گنت اونٹ اور بھیڑ بکریوں پر قبضہ کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب تم یا اپنے قیدیوں کا انتخاب کرو یا اپنے مال و مویشی۔ انھوں نے جواب دیا ہم حَسَب کو کسی چیز سے تبدیل نہیں کریں گے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہوکر آئے ہیں اور ہم نے انھیں اہل وعیال اور اموال میں سے ایک کا اختیار دیا تھا لیکن انھوں نے حسب کے بدلے کسی شے کو لینے سے انکار کردیا اب اگر کسی کے پاس کوئی قیدی ہو اور اس کا دل چاہتا ہو کہ وہ اسے واپس کردے تو اس کا اپنا معاملہ ہے اور جو نہیں دینا چاہتا وہ ہمیں دے دے وہ ہمارے ذمے قرض رہے گا جب ہمیں کچھ مل جائے گا ہم اس کی جگہ اُسے لوٹا دیں گے۔ لوگوں نے جواب دیا ہم راضی ہیں اور ہم نے تسلیم کرلیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نہیں سمجھتا ہوسکتا ہے تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو اس بات پر راضی نہ ہو لہٰذا تم اپنے جاننے والوں کے پاس جاؤ وہ ہمیں تعارف کرا دے گا۔ انھوں نے پہچان کر کہا کہ وہ راضی ہیں۔ [1]

---

(۱) انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۱۱

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اے ایمان والو! مشرکین یقیناً نجس ہیں اس سال کے بعد یہ لوگ مسجد الحرام کے قریب نہ آنے پائیں اگر تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو تو عنقریب خدا نے چاہا تو وہ تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا بے شک اللہ بڑا واقف کار اور صاحبِ حکمت ہے۔

۲۸- اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ-

بلا شبہ مشرکین نجس ہیں اپنے باطن کی خباثت کی وجہ سے

فَلَا يَقْرَبُوا .... اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً-

اس سال کے بعد یہ مسجد الحرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو

کیوں کہ انھیں حرم میں آنے سے روک دیا گیا ہے اور ان کے آنے کی وجہ سے جو تجارت اور منفعت تمھیں حاصل ہوتی تھی تم اس سے محروم ہو جاؤ گے تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ-

تو عن قریب اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی عطا اور فضل سے کسی دوسرے ذریعے سے غنی کر دے گا۔

اِنْ شَآءَ ؕ- اگر خدا نے چاہا

کہا گیا ہے کہ مشیت کی قید اس لیے لگائی گئی تا کہ انسان اللہ تعالیٰ سے آرزو کر کے مطمئن ہو جائے اور اسے متنبہ کیا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور جس ثروت مندی کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سب کے لیے نہیں ہے کچھ اس سے مستفید ہوں گے اور کچھ محروم رہیں گے اور کسی سال فائدہ ہوگا اور کبھی نہیں ہوگا اور اللہ نے اپنا وعدہ اس طرح پورا کیا کہ آسمان سے موسلا دھار بارش برسائی اور یمن کے ایک گروہ کو اسلام کی توفیق کرامت کی وہ کھانے کی اشیاء اور اجناس لے کر مکہ مکرمہ آئے، پھر مختلف ممالک کو فتح کیا گیا، غنیمتیں حاصل ہوئیں اور چار دانگ عالم سے دنیا کے کونے کونے سے لوگ ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ لے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ-

بے شک اللہ تمھارے احوال سے اچھی طرح باخبر ہے

حَكِيْمٌ- اور صاحبِ حکمت ہے اسے معلوم ہے کہ کیا دینا چاہیے اور کس چیز کو روک لینا چاہیے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

ع ۵

۲۹۔ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ نہ تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی روزِ آخرت پر ان کا ایمان ہے اور نہ ہی وہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور وہ دینِ حق کو اپنا دین نہیں بناتے تو ان لوگوں سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ لوگ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں۔

۲۹ - قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ -

ان لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا جو کما حقہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کا ایمان نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس لیے کہ وہ لوگ ان چیزوں کو حرام قرار نہیں دیتے جن کی حرمت اللہ اور رسول کی جانب سے ہے یعنی قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ -

اور نہ ہی وہ دین حق کو اپنا دین بناتے ہیں جو ثابت اور واضح ہے اور تمام ادیان کو منسوخ کرنے اور باطل قرار دینے والا دین ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ -

حالاں کہ ان کا تعلق اہل کتاب سے ہے

اس آیت میں اہل کتاب سے خطاب کیا گیا ہے۔

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ -

یہاں تک کہ جو جزیہ ان کے لیے مقرر کیا گیا اسے دے دیں

عَنْ يَّدٍ -

اپنے ہاتھوں سے جو دینے والے ہوں روکنے والے نہ ہوں

وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ -

درآں حالے کہ وہ ذلیل و خوار ہوں یعنی اُن سے جب جزیہ وصول کیا جائے تو انھیں نہایت ذلت و خواری کا سامنا کرنا ہوگا۔

کتابِ کافی اور تہذیب میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا — یہاں تک کہ فرمایا اور دوسری تلوار اہل ذمہ کے متعلق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (بقرہ ۲/ ۸۳) یہ آیت اہلِ ذمہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ نے اُسے منسوخ کردیا۔ اب اگر اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی دارالاسلام میں رہائش پذیر ہوتا ہے تو اُن سے سوائے جزیہ یا قتل کے کوئی اور چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ ان کا مال فَے (مالِ غنیمت، خراج) بن جائے گا اور ان کی ذریت کو قیدی بنایا جائے گا اور جب وہ لوگ اپنی جانوں کے خلاف جزیہ قبول کرلیں گے تو ہمارے لیے انھیں قید کرنا اور ان کے اموال کو لے لینا حرام ہوجائے گا البتہ ان سے نکاح کرنے کی اجازت ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی دارالحرب میں رہ رہا ہو تو ان کے قیدی اور اموال ہمارے لیے حلال قرار پائیں گے اور ان سے نکاح کا رشتہ قائم کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہوگا اور ان سے اس کے علاوہ کچھ قبول نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے کہ وہ دارالاسلام میں داخل ہوجائیں یا جزیہ یا قتل کے لیے تیار ہوجائیں۔

تفسیر عیاشی میں اس سے قریب المعنی روایت ملتی ہے۔

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ان سے مجوسیوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اُن کے پاس کوئی نبی آیا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں کیا تمھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تحریر کا علم نہیں جو انھوں نے مکہ والوں کو روانہ کی تھی کہ یا تو اسلام لے آؤ ورنہ جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ۔ انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے جواب میں یہ لکھا کہ آپ ہم سے جزیہ وصول کرلیں اور ہمیں بتوں کی پرستش سے نہ روکیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں خط لکھا کہ میں جزیہ صرف اہلِ کتاب سے لیتا ہوں۔ مشرکین مکہ نے انھیں اس کا تحریری جواب دیا اور اس تحریر کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب تھی (نعوذ باللہ من ذلک) آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ صرف اہلِ کتاب سے جزیہ لینے کے قائل ہیں آپ نے تو ''ہجر'' کے رہنے والے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے جواب میں لکھا کہ مجوسیوں کے پاس نبی آیا تھا جسے انھوں نے قتل کر ڈالا اور کتاب کو جلا ڈالا ان کے نبی اُن کے پاس کتاب لے کر آئے تھے جو ۱۲ ہزار بیل کی کھال پر لکھی ہوئی تھی۔ [۱]

اور کافی، فقیہ، تہذیب اور علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے عورتوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ان سے جزیہ کس طرح ساقط ہوا اور اٹھا لیا گیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا اس لیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارالحرب میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ الّا یہ کہ

---

(۱) الکافی ج ۲، ص ۵۶۷ ۔ ۵۶۸، ح ۴

اُن سے قتال کیا جائے اور اگر وہ تم سے قتال بھی کریں تو عورتوں سے حتی الامکان احتراز کرو۔

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارالحرب میں ان کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے تو دارالاسلام میں بطور اولیٰ اس پر عمل درآمد ہوگا اور اگر وہ جزیہ دینے سے منع کردے تو اسے قتل کرنا ممکن نہ ہوگا۔ تو چوں کہ قتل کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا اُن سے جزیہ بھی موقوف کردیا گیا اور اگر مرد حضرات جزیہ دینے سے انکار کریں تو وہ عہد شکن ہوجائیں گے تو ان کا خون بہانا اور انہیں قتل کرنا مباح ہوجائے گا اگر وہ دارالشرک میں ہوں۔ اسی طرح ارض حرب میں اہلِ شرک، ذمّی، نابینا اور معذور بوڑھے، عورت اور بچوں سے لڑائی کرنے سے اجتناب کرنا ہے اور اسی وجہ سے ان سے جزیہ اٹھالیا گیا ہے۔ [۱]

کتابِ کافی اور فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ پاگل اور دیوانے سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ [۲]

اور کافی، فقیہ، عیاشی اور قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا اہلِ کتاب پر جزیہ کی حد کتنی ہے؟ اور کیا اُن کے لیے کوئی مقررہ شے ہے کہ اس سے تجاوز کرکے کچھ اور نہیں لے سکتے تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ امام پر منحصر ہے کہ ہر انسان سے اس کے مالی استطاعت کے مطابق جتنا چاہے لے اس لیے کہ یہ ایسی قوم ہے کہ جس نے غلام بننے یا قتل ہوجانے کے مقابل میں اپنے نفس کا فدیہ دے دیا ہے لہٰذا ان سے ان کی استطاعت اور طاقت کے مطابق جزیہ لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسلام کو قبول کرلیں اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ کس طرح حقیر ہوگا کہ جب اس سے کچھ مال لیا جائے تو اسے کوئی پرواہ نہ ہو ایسا نہیں ہے بلکہ اتنا مال لیا جائے کہ اسے ذلت محسوس ہو اور اسے اس کا رنج ہو تاکہ وہ اسلام کو قبول کرلے۔ [۳]

کافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اہلِ جزیہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا جزیہ کے علاوہ اُن کے اموال اور چوپایوں میں سے بھی کچھ لیا جائے گا تو امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ [۴]

---

(۱) الکافی ج ۵، ص ۲۸-۲۹، ح ۶ و من لایحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۲۸، ح ۱۰۲ و تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۱۵۶، ح ۲۷۷ و علل الشرائع ص ۳۷۶، ح ۱، باب ۱۰۴

(۲) الکافی ج ۳، ص ۵۶۷، ح ۳ و من لایحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۵۶۷، ح ۳

(۳) الکافی ج ۳، ص ۵۶۶-۵۶۷، ح ۱ و من لایحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۳۷، و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۵، ح ۴۱ و تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۸۸-۲۸۹

(۴) الکافی ج ۳، ص ۵۶۸ و من لایحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۲۸، ح ۹۹

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰

۳۰۔ اور یہودیوں نے کہا عزیر خدا کے فرزند ہیں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ مسیح فرزندِ خدا ہیں۔ ایسی بے حقیقت بات وہ خود اپنے منہ سے نکال رہے ہیں یہ لوگ بھی انھی کافروں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اللہ انھیں تہس نہس کردے یہ کہاں بہکے چلے جارہے ہیں۔

۳۰- وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ-

اور یہودیوں نے کہا عزیر خدا کے فرزند ہیں

یہ بات بعض یہودیوں نے کہی سب نے یہ بات نہیں کہی تھی۔

کتابِ احتجاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے اس بارے میں یہودیوں سے دلیل طلب کی تو انھوں نے جواب دیا کہ توریت کے غائب ہوجانے کے بعد عزیر نے بنی اسرائیل کے لیے دوبارہ توریت کو زندہ کردیا اور انھوں نے ایسا اسی لیے کیا کہ وہ فرزندِ خدا ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا کہ پھر عزیر کس طرح فرزندِ خدا ہوئے اور موسیٰؑ نہیں ہوئے۔ وہی تو تھے جو تمھارے پاس توریت لے کر آئے تھے اور تم نے اُن سے معجزات کا مشاہدہ کیا تھا جیسا کہ تم نے جانتے ہو۔ پس اگر عزیر خدا کے فرزند ہیں کہ اُن کی وجہ سے توریت کو حیاتِ نو ملی تو پھر موسیٰؑ تو فرزندِ خدا ہونے کے زیادہ اور بہترین حق دار ہیں۔[۱]

وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ-

اور نصاریٰ میں سے بھی بعض افراد نے یہ کہا کہ مسیح فرزندِ خدا ہیں

کتابِ احتجاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب انھوں نے نصاریٰ سے دلیل طلب کی تو انھوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے عجیب وغریب اشیاء کا مشاہدہ کرایا اسی سبب سے ان کی عظمت کو واضح کرنے کے لیے انھیں اپنا بیٹا بنالیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا تم نے سن لیا جو کچھ میں نے اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے یہودیوں سے کہا تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان باتوں کو دہرایا تو وہ یہ سن کر خاموش ہوگئے۔[۲]

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ-

---

(۱) الاحتجاج ج ۱، ص ۱۷ (۲) الاحتجاج ج ۱، ص ۱۸۔۱۹

ایسی بے حقیقت بات وہ خود اپنے منہ سے نکال رہے ہیں

انھوں نے گڑھ کر یہ بات بنائی ہے نہ تو کتاب میں ایسی بات بیان کی گئی ہے اور نہ ہی اس بارے میں ان کے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل ہے۔

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا -

یہ لوگ بھی انھی کافروں کی سی باتیں کرنے لگے ہیں

ان کے قول کو کفار کے قول کے مانند قرار دیا گیا ہے۔

مِنْ قَبْلُ -

جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں

جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں

قَاتَلَهُمُ اللَّهُ -

اللہ انھیں تہس نہس کردے

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے قَاتَلَهُمُ اللَّهُ سے مراد ہے کہ اللہ ان پر لعنت کرے یہاں پر لعنت کو قتال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [1]

أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ -

یہ کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں۔

یہ حق سے کس طرح منحرف ہوگئے ہیں۔

کتاب مجالس اور عیاشی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا جب یہودیوں نے کہا کہ عزیر خدا کے فرزند ہیں تو اللہ کا غضب یہودیوں پر بہت شدید ہوگیا اور اللہ کا غضب نصاریٰ پر اس وقت شدید ہوا جب انھوں نے کہا کہ مسیح خدا کے فرزند ہیں اور اللہ کا شدید غضب اُس پر ہوگا جو میرا خون بہائے اور میری عترت کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائے۔ [2]

---

(۱) الاحتجاج ج۱، ص ۳۷۲ (۲) الامالی للشیخ صدوق، ص ۷۷، ح ۷، مجلس ۱۷ وتفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۶، ح ۴۳

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں، زاہدوں اور مریمؑ کے بیٹے مسیح کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ حال آں کہ انھیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ صرف خدائے واحد کی پرستش کریں، جس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں۔ یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔

۳۱- اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ-

ان عیسائیوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور زاہدوں کو اپنا خدا بنا لیا ہے اس لیے کہ وہ لوگ اُن کی اطاعت اس امر میں کرتے ہیں خداوند عالم نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے انھوں نے حرام کر دیا ہے اور جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ انھیں حلال قرار دیتے ہیں۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم ان جاہلوں اور زاہدوں نے ان لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی اگر وہ لوگ ایسا کرتے تو یہ اُن کی بات کبھی بھی تسلیم نہ کرتے۔ ان عالموں اور زاہدوں نے یہ کیا کہ ان لوگوں کے لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا تو گویا غیر شعوری طور پر ان نصاریٰ نے اُن کی عبادت اختیار کر لی۔ [1]

اور اسی مفہوم پر مشتمل دیگر روایات بھی موجود ہیں۔ [2]

وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ-

اور مسیح فرزندِ مریمؑ کو بھی خدا بنا لیا

یعنی عبادت کے وقت ان کا نام لینے لگے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جہاں تک مسیح کا تعلق ہے ان لوگوں نے اُن کی بات نہیں مانی اور اپنے دلوں میں ان کی عظمت کو تسلیم کر لیا یہاں تک کہ وہ سمجھ بیٹھے کہ یہ معبود ہیں اور یہ فرزندِ خدا ہیں۔ اور ان میں سے ایک گروہ اس بات کا قائل ہوا کہ یہ تین میں سے ایک ہیں (یعنی تثلیث کے قائل ہوئے) اور ایک جماعت نے کہا کہ وہی خدا ہیں جہاں تک اُن کے علماء اور زُہاد کا تعلق ہے تو ان نصاریٰ نے اُن کی اطاعت کی ان کی بات کو تسلیم کیا اور انھوں نے جو بھی حکم دیا انھوں نے ان کا اتباع کیا اور اُن لوگوں نے جن امور

---

(۱) الکافی ج ۲، ص ۳۹۸، ح ۷ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۷، ح ۴۸ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۶ـ۸۷، ح ۴۵ـ۴۶ـ۴۷

کی جانب دعوت دی انھوں نے ان کی تابعداری کی۔ اس طرح اُن کی اطاعت کر کے انھیں خدا بنا لیا اور امرِ خداوندی، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو چھوڑ دیا اور پس پشت ڈال دیا اور اس بات کا تذکرہ ہماری کتاب یعنی قرآن میں اس لیے کیا گیا تاکہ اس کے ذریعے وہ نصیحت حاصل کریں۔ [1]

وَمَآ أُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا۔

حال آں کہ انھیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اطاعت کریں

اِلٰهًا وَّاحِدًا۔

صرف خدائے واحد کی جو اللہ تعالیٰ ہے، جہاں تک مرسلین اور اُن کے اوصیاء کی اطاعت ہے تو وہ درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے اس لیے کہ وہ لوگ اللہ ہی کی جانب اوامر و نواہی کے امور انجام دیتے ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

اللہ کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص۲۸۹

يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ نورِ خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا خواہ کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

۳۲- يُّطْفِـُٔوْا-

دھیما کر دیں، مدھم کر دیں

نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ-

اللہ کے نور کو پھونک مار کر یعنی شرک اختیار کر کے اور جھٹلا کر

وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ-

اور اللہ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ کلمۂ توحید کو سربلندی عطا کر کے اور اسلام کو معزز بنا کر اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا۔

وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ-

خواہ کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کی تمثیل بیان کی ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ اس شخص کی طرح جو یہ چاہتا ہے کہ پھونک مار کر اس نورِ عظیم کو گُل کر دے اللہ تبارک وتعالیٰ جسے روشنی اور ضیا باری کی انتہائی منزل تک پہنچانا چاہتا ہے۔

کتابِ احتجاج میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن اہل کتاب کو جو کتاب پر قائم و باقی ہیں اور اس کے ظاہر و باطن پر عمل پیرا ہیں ایسے درخت سے مشابہ قرار دیا ہے جس کی جڑ ثابت ہے اور جس کی شاخیں آسمان تک پہنچ رہی ہیں اور اذنِ خداوندی سے جس کا پھل ہر وقت مہیا ہے یعنی کتاب سے تمسک رکھنے والے کو اس جیسا علم وقتاً فوقتاً ملتا رہے گا اور ان کے دشمنوں کو شجرہ ملعونہ کے حاملین سے تعبیر کیا ہے جو اپنے منہ کی پھونک سے نورِ الٰہی کو بجھا دینا چاہتے ہیں لیکن اللہ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا۔ [1]

کتابِ اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے بیان فرمایا ہے کہ فرعون نے حاملہ عورتوں کے شکم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں چاک کروا ڈالا تھا۔ اسی طرح بنو امیہ اور بنو عباس کو جب یہ پتا چلا

(۱) الاحتجاج ج۱، ص ۳۷۶

کہ ان کے امراء اور جبابرہ (ظلم وستم ڈھانے والے) کا زوال قائم آل محمد علیہ السلام کے ہاتھوں ہوگا تو انھوں نے اہل بیتؑ رسولؐ اللہ سے دشمنی کا سلسلہ شروع کردیا اور انھیں قتل کرنے اور ان کی نسل کو تباہ کرنے کے لیے تلواریں نیام سے نکال لیں۔ اس طمع میں کہ وہ قائم علیہ السلام کو قتل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اللہ نے یہ طے کرلیا کہ وہ ان ظالموں سے اپنے امر کو مخفی رکھے گا یہاں تک کہ مشرکین کی ناگواری کے باوجود اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا۔ [1]

---

(۱) اکمال الدین و رتمام النعمہ ص ۳۵۴، باب ۳۳، ح ۵

هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردے خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گزرے۔

۳۳۔ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ ۔

یعنی دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کردے

وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۔

خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گزرے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی اور فرمایا کہ ہم نے جس بات کو بیان کیا ہے یہ تنزیل کے بعد اس کی تاویل ہے۔ [۱]

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے خدا کی قسم اس کی تاویل بعد میں نازل نہیں ہوئی اور اس کی تاویل اس وقت تک نازل نہیں ہوگی جب تک حضرت قائم تشریف نہ لے آئیں اور جب قائم علیہ السلام تشریف لائیں گے تو عظمت باری کا کوئی منکر اور امام کی ذات میں کسی کو شریک قرار دینے والا باقی نہ ہوگا جو قائم کی تشریف آوری کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کافر یا مشرک کسی چٹان کی تہہ میں ہوگا تو وہ چٹان آواز دے گی اے مومن میری تہہ میں کافر ہے مجھے توڑ کر اسے قتل کردے۔ [۲]

کتابِ کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو اس کے وصی کی ولایت کا حکم دیا اور ولایت سے مراد دینِ حق ہے تا کہ قیامِ قائم علیہ السلام کے وقت اسے تمام ادیان پر غالب کردے اور اللہ قائم کی ولایت کو مکمل کر کے رہے گا خواہ ولایتِ علی کے منکرین کو یہ امر کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ دریافت کیا گیا کہ کیا یہ تنزیل ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ حرف تنزیل ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تاویل ہے۔ [۳]

کتابِ کافی میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور کہا کہ میرے کلمات مکمل ہو کر رہیں گے میں اُن کے پیش کردہ دین کو تمام ادیان پر غالب کردوں گا اور ہر جگہ ضرور بالضرور میری عبادت کی جائے گی۔ [۴]

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۸۹ (۲) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۶۷۰، ح ۱۶، باب ۵۸

(۳) الکافی ج۱، ص ۴۳۲، ح ۹۱ (۴) الکافی ج۸، ص ۴۴، ح ۸

کتابِ احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے اور اس امر کا مالک اس لیے غائب ہوا کہ اس امر میں اس سے دھوکہ دہی کی کوشش کی گئی کیوں کہ فتنہ دلوں پر چھایا ہوا تھا یہاں تک کہ انسانوں میں جو ان سے زیادہ قریب ہوگا وہ دشمنی میں سب سے زیادہ سخت ہوگا اور ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ اُن کی تائید ایسے لشکر سے کرے گا جنھیں تم نہیں دیکھو گے اور اُن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے گا خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گزرے۔ ؂۱

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب مہدیؑ کا ظہور ہوگا جو آل محمد علیہ وعلیہم السلام سے ہوگا۔ کوئی ایسا شخص باقی نہ بچے گا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہ کرلے۔ ؂۲

تفسیر عیاشی میں اسی مفہوم کی روایت پائی جاتی ہے۔ ؂۳

اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ رجعت میں اسے غلبہ عطا کرے گا۔ ؂۴

اور امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا اس کے بعد غلبہ ہوگیا؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں ایسا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی دیہات باقی نہ بچے گا جہاں صبح وشام لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی کا اعلان نہ کیا جارہا ہو۔ ؂۵

امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا جب حضرت قائم علیہ السلام تشریف لائیں گے تو خداوند عالم کی عظمت کو تسلیم نہ کرنے والا کوئی مشرک اور کافر ایسا نہ بچے گا جو آپ کی تشریف آوری کو ناپسند کرتا ہو۔ ؂۶

تفسیر مجمع البیان میں مقداد بن اسود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روئے زمین پر کوئی گھر مٹی اور پشم کا ایسا نہ ہوگا کہ اللہ اس میں اسلام کو داخل نہ کردے۔ عزت دار کی عزت کے ساتھ یا ذلیل کی ذلت کے ساتھ یا تو انھیں عزت بخشے گا تو اللہ انھیں اس کا اہل بنادے گا وہ اس کی وجہ سے باعزت قرار پائیں گے یا انھیں ذلیل کردے گا تو وہ دین کو اپنالیں گے۔ ؂۷

کتابِ اکمال اور عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے قائم کا تعلق ہم سے ہے رعب کے ذریعہ اس کی مدد کی جائے گی، فتح کے ذریعے اس کی تائید ہوگی، زمین ان کے لیے لپیٹ دی جائے گی اور خزانے اُن کے لیے ظاہر کردیے جائیں گے اور ان کا اقتدار مشرق ومغرب میں پھیل جائے گا اور اُن کے وسیلے سے اللہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا زمین کی ہر غیر آباد جگہ آباد ہوجائے گی اور روح اللہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ؂۸

---

(۱) احتجاج ج ۱، ص ۳۸۲، سطر ۱۲ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۲۵ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۷، ح ۵۰
(۴) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۷، ح ۵۱ (۵) بحار الانوار ج ۵۱، ص ۶۰، ح ۵۹، باب ۵ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۷، ح ۵۲
(۷) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۲۵ (۸) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۳۳۰-۳۳۱، ح ۱۶، باب ۳۲

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اے ایمان لانے والو! اہلِ کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں کے اموال ناحق کھا جاتے ہیں اور لوگوں کو راہِ خدا پر چلنے سے روکتے ہیں اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے نبی آپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

۳۴۔ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔

حرام طریقے سے مال کماتے ہیں احکام بتانے میں رشوت لیتے ہیں اور عوام کے لیے شریعت میں تخفیف کر دیتے ہیں۔

وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ۔

اور لوگوں کو اللہ کے راستے یعنی اللہ کے دین پر چلنے سے روکتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ.......................فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ۔

اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

يَكْنِزُوْنَ کے ساتھ لَا يُنْفِقُوْنَهَا کی قید اس لیے لگائی گئی تا کہ اس میں وہ شامل نہ ہوں جنھوں نے خرچ کرنے کے لیے جمع کیا ہے یا حقوق ادا کرنے کے بعد جمع کیا ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

آپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

اس سے مراد ہے سونے اور چاندی سے داغا جانا۔

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ جس روز وہ سونا چاندی آتشِ جہنم میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لیے ذخیرہ بنایا تھا تو جو کچھ تم نے ذخیرہ کیا تھا اب اس کا مزا چکھو۔

۳۵- يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا -

جس روز ان خزانوں پر آگ بھڑکائی جائے گی جس میں بہت زیادہ تپش ہوگی

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ -

جہنم کی آگ میں

فَتُكْوٰى بِهَا -

ان تپائے ہوئے خزانوں سے داغا جائے گا

جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ -

ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور ان کی پشت کو

کہا گیا صرف ان اعضاء کو خصوصی طور سے اس لیے بیان کیا گیا کیوں کہ مال کو خرچ نہ کر کے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے دنیاوی وجاہت حاصل کی جائے اور یہ کہ ان کی عزت و آبرو محفوظ رہے اور اس کے ذریعے بہترین غذا سے اپنا شکم پُر کریں اور نرم و نازک لباس ان کی پشت پر پڑا رہے یا اس لیے کہ فقیر کے لیے ان کی تیوری چڑھ جاتی تھی اور جب اسے دیکھتے تھے اپنے پہلو کو اس سے پھیر دیتے تھے اور اس سے پشت پھرا لیتے تھے اسی لیے ان تین اعضاء کو خصوصی طور سے بیان کیا گیا ہے۔ [1]

یا اس لیے کہ پیشانیاں کنایہ ہیں بدن کے اگلے حصے کا اور پہلو دونوں اطراف پر مشتمل ہیں اور پشت سے باقی حصہ مراد ہے یعنی پورے اور مکمل بدن کو داغا جائے گا۔

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ -

یعنی ان سے کہا جائے گا یہ تھا جسے تم نے جمع کیا تھا

---

(۱) طبری تفسیر جوامع الجامع ج ۲، ص ۵۲

لِاَنْفُسِكُمْ-

اپنے ذاتی فائدے کے لیے اور یہی تمھارے عذاب کا باعث بنا

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ-

جو کچھ تم نے ذخیرہ بنایا تھا اب اس کا مزا چکھو یعنی اس کا وبال تمھارے ذمے ہوگا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سونا چاندی جمع کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اسے راہِ خدا میں خرچ کیا جائے اور فرمایا حضرت ابوذر غفاریؓ جب شام میں تھے تو ہر روز صبح کے وقت اونچی آواز سے پکار پکار کر یہ کہا کرتے تھے خزانہ جمع کرنے والوں کو بشارت ہو کہ ان کی پیشانیاں داغی جائیں گی، ان کے پہلو داغے جائیں گے اور ہمیشہ ان کی پشت کو داغا جائے گا یہاں تک کہ گرمی ان کے پیٹ کے اندر گردش کرتی رہے گی۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تبًا للذھب تبًا للفضۃ ہلاکت ہو سونے کے لیے، ہلاکت ہو چاندی کے لیے آپ نے تین مرتبہ اس جملے کو دہرایا اصحاب کو یہ بات بہت شاق گزری۔ حضرت عمرؓ نے سوال کیا ہم کس مال کو حاصل کرسکتے ہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور مومنہ بیوی جو تمھارے دین میں تمھاری مددگار ہو۔ [2]

کتابِ خصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''درہم و دینار نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کر ڈالا اور یہ دونوں تمھیں بھی ہلاک کر دیں گے۔'' [3]

تفسیر قمی میں ایک حدیث ہے جو اس سے پہلے سورۂ بقرہ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے کعب الاحبار کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا اے ابو اسحاق تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے اپنے مال سے واجب زکوٰۃ ادا کردی کیا اس کے بعد بھی اس کے ذمے کچھ باقی رہ گیا تو اس نے کہا نہیں اگر وہ سونے یا چاندی کی اینٹ بھی حاصل کرلے تو اس کے ذمے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ ابوذرؓ نے اپنا عصا اٹھا کر کعب کے سر پر مارا اور پھر اس سے کہا اے زنِ یہودیہ کافر کے فرزند تو کیا اور مسلمانوں کے احکام پر تیری نظر کیا؟ اللہ تعالیٰ کا قول تیرے قول سے سچا ہے۔ جب ارشاد فرمایا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ۔ الآیۃ [4]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے جو چار ہزار سے زائد ہو وہ ''کنز'' کے زمرے

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۸۹ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۲۶

(۳) الخصال ص ۴۳، ح ۳۷ (۴) تفسیر قمی ج۱، ص ۵۲

میں آتا ہے خواہ اس کی زکات ادا کی ہو یا زکوٰۃ ادا نہ کی ہو اور جو اس سے کم ہوگا وہ "نفقہ" (خرچ) کے ذیل میں آئے گا۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ جو دو ہزار درہم سے زیادہ ہو۔ [۲]

کتابِ امالی میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم جس مال کی زکوٰۃ ادا کردو تو وہ "کنز" نہیں ہے خواہ سات زمینوں کے نیچے ہی کیوں نہ ہو اور وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی وہ "کنز" ہے خواہ زمین کے اوپر ہو۔ [۳]

کتابِ کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہمارے شیعوں کو چھوٹ دی گئی ہے کہ جو مال ان کے اختیار میں ہے اس میں سے معروف طریقے سے خرچ کریں جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو ہر صاحبِ کنز (جس نے دولت جمع کر رکھی ہو) پر دولت کا جمع کرنا حرام ہوجائے گا وہ اسے لے کر امام کی خدمت میں آئے گا اور اس کو دشمنوں کے خلاف بطورِ مدد کام میں لایا جائے گا اور یہ اللہ کا قول ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ۔ الآیۃ [۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں غالباً ان دونوں روایتوں میں موافقت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ کہا جائے کہ صحیح مقصد کے لیے دو ہزار سے لے کر چار ہزار درہم تک جمع کرنا حقوق نکالنے کے بعد درست اور جائز ہے اور من جملہ دیگر حقوق کے امام کا حق ہے جب وہ ظاہر ہو اور وہ جو صاحبِ مال کی ضرورت سے زیادہ ہو۔

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کتنے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ تو امام علیہ السلام نے دریافت کیا تمھاری مراد ظاہری زکوٰۃ سے ہے یا باطنی زکوٰۃ سے تو آپ سے کہا گیا میری مراد دونوں سے ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ظاہری زکوٰۃ سے مراد ہے ہر ہزار پر ۲۵ دیا جائے اور باطنی زکوٰۃ یہ ہے کہ تمھارا برادرِ ایمانی جو تم سے زیادہ ضرورت مند ہو تم اس پر اپنے مال کو ترجیح نہ دو۔

اور امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے اللہ نے تمھیں تمھاری ضرورت سے زیادہ مال اس لیے عطا فرمایا ہے تاکہ جس طرح اللہ نے اسے بھیجا ہے تم اسے وہاں تک پہنچا دو تمھیں مال اس لیے عطا نہیں کیا گیا کہ اسے جمع کرکے رکھو۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۲۶

(۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۷، ح ۵۳

(۳) الامالی شیخ طوسی ص ۵۱۹، ح ۱۱۴۲

(۴) الکافی ج ۴، ص ۶۱، ح ۴ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۷، ح ۵۴

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ بلاشبہ مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک جب سے اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اللہ کی کتاب میں بارہ ہے اُن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہی سیدھا نظام ہے لہٰذا ان مہینوں میں تم اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور جس طرح مشرکین سب مل کر تم سے قتال کرتے ہیں تم بھی سب کے سب مل کر اُن سے قتال کرو اور یہ جان رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

۳۶- فِي كِتَابِ اللَّهِ-

جو اللہ نے لکھ دیا ہے اور اپنے نزدیک ضروری قرار دیا ہے اور اسے حکمت کے مطابق اور درست سمجھا ہے۔

يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ-

جب سے اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا یعنی اجسام اور زمانوں کو خلق فرمایا ہے

مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ-

ان میں چار مہینے محترم ہیں یعنی ان میں قتال کرنا حرام ہے تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک اکیلا ہے یعنی رجب المرجب۔

ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ-

چار مہینوں کو محترم قرار دینا دین کا سیدھا اور درست نظام ہے

فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ-

لہٰذا ان مہینوں میں تم اپنے اوپر ظلم نہ کرو اس کی حرمت کو پامال کرکے اور حرام کا ارتکاب کرکے۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً-

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ كَافَّةً سے مراد ہے جمیعًا۔ [1]
یعنی سب مل کر مشرکین سے قتال کرو۔

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۰

كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً -

جس طرح مشرکین سب باہم مل کر تم سے قتال کرتے ہیں

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ -

اور یہ جان رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

اگر وہ لوگ تقویٰ اختیار کرلیں تو انھیں نصرت کی بشارت اور ضمانت دی گئی ہے۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر کو اور بڑھانا ہے جس کے ذریعے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں ایک سال ایک مہینے کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور کسی سال اسی مہینے کو حرام قرار دے دیتے ہیں تا کہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد بھی پوری کرلیں اور اللہ نے جسے حرام کیا ہے اسے بھی حلال کرلیں اُن کے برے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ منکرینِ حق کی راہنمائی نہیں کرتا۔

۳۷- إِنَّمَا النَّسِيءُ-

یعنی ایک مہینہ کی حرمت کو دسرے مہینہ پر موخر کر دینا، جب کوئی حرام مہینہ آتا ہے اور کسی سے جنگ میں مصروف ہوتے تو اسے حلال کر لیتے اور اس کی جگہ دوسرے مہینے کو حرام کر دیتے۔ یہاں تک کہ انھوں نے مخصوص مہینوں کو چھوڑ کر صرف تعداد کا اعتبار قائم رکھا (یعنی وہ کسی طرح چار مہینوں کو حرام کر لیتے تھے۔)

زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ-

یہ کفر کو اور زیادہ بڑھانا ہے

اس لیے کہ جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے اسے حرام کر دینا اور جسے حرام کیا ہے اسے حلال سمجھنا تو یہ دوسری قسم کا کفر ہے جسے انھوں نے اپنے کفر کے ساتھ ملا دیا ہے۔

يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا-

جس کے ذریعے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں یعنی مزید گمراہی میں چلے جاتے ہیں۔

يُحِلُّونَهُ عَامًا-

محترم مہینوں میں سے ایک سال نسئ کے ذریعے حلال کر لیتے ہیں اور اُن کی جگہ دوسرے مہینوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔

وَّيُحَرِّمُونَهُ عَامًا-

اور ایک سال اس کی حرمت پر اسے باقی رہنے دیتے ہیں

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ تھا کہ کنانہ کا ایک شخص حج کے موقع پر کھڑے ہو کر یہ کہتا

تھا میں نے محرم کے مہینہ میں طی اور خثعم کے خون بہانے کو حلال قرار دیا ہے اور اس میں تبدیلی کر کے صفر کے مہینہ کو حرام کر دیا ہے اور جب آئندہ سال آتا تو وہ کہتا میں نے صفر کو حلال کر دیا ہے اور اس میں تبدیلی کر دی ہے اور اس کی جگہ محرم کے مہینہ کو حرام قرار دیا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ...... الآیۃ۔ [۱]

اور کہا گیا ہے سب سے پہلے جس نے اس بات کو شروع کیا وہ جنادہ بن عوف کنانی تھا وہ حج کے موقع پر اونٹ پر کھڑے ہو کر اعلان کرتا تھا کہ تمھارے معبود نے محرم کے مہینے کو حلال کر دیا ہے لہٰذا تم اسے حلال سمجھو اس کے بعد آنے والے سال میں اعلان کرتا کہ تمھارے معبود نے محرم کے مہینے کو حرام کر دیا ہے لہٰذا تم اس کا احترام کرو اور اسے حرام سمجھو۔ [۲]

لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ -

تا کہ چار محترم مہینوں کی تعداد میں موافقت رہے

فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ -

اور اللہ نے جسے حرام کیا ہے اسے بھی حلال کر لیں

یعنی صرف تعداد کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے جس ماہ میں قتال کو حرام قرار دیا ہے اسے حلال بنا لیتے ہیں۔

زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ -

ان کے برے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں

اللہ نے انھیں نظر انداز کر دیا یہاں تک کہ وہ اپنے برے اعمال کو اچھا سمجھنے لگے۔

وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ -

اور اللہ ہدایت قبول نہ کرنے کی وجہ سے منکرین حق کی راہ نمائی نہیں کرتا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۰ (۲) انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۱۵

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ اے ایمان لانے والو! تمھیں کیا ہوگیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو تم بوجھل ہو کے زمین کی طرف جھک جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے مقابل میں دنیوی زندگی کو پسند کرلیا ہے، دنیاوی زندگی کا ساز و سامان آخرت کے مقابل میں بہت تھوڑا ہے۔

۳۸- اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ -

تم بوجھل ہو کے زمین کی طرف جھک جاتے ہو

یعنی دنیا اور اس کی رنگینیوں میں کھو جاتے ہو، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتے ہو، اپنے گھروں میں ٹھہرے رہتے ہو۔

کتابِ جوامع میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ ۱۰ ہجری میں طائف سے واپسی کے بعد جب کوچ کر رہے تھے گرمی کا زمانہ تھا قحط سالی تھی دور کا سفر تھا اور دشمنوں کی کثرت تھی یہ بات اُن پر بہت شاق گزری۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ مسافت والا اور تکلیف دہ سفر نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ موسم گرما میں تجار شام سے مدینہ آرہے تھے اور اُن کے ساتھ میدہ تھا، اور گیہوں اور دیگر خوراک تھی اور وہ لوگ نبطی تھے۔ انھوں نے مدینہ میں یہ مشہور کردیا کہ رومی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہوگئے ہیں اور یہ کہ ہرقل (روم کا بادشاہ) اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے اور ان کے ساتھ غسان، جذام، بہراء اور عاملہ شامل ہو چکے ہیں اور اُن کا لشکر بلقاء پہنچ چکا ہے اور وہ حمص میں اتر گیا ہے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تبوک کی جانب روانگی کی تیاری کریں اور یہ ممالکِ بلقاء میں سے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اردگرد کے قبائل کو پیغام بھیجا، مکہ پیغام روانہ کیا اور خزاعہ کے مسلمانوں کو، مزینہ اور جہینہ کے مسلمانوں کو پیغام بھیجا اور انھیں جہاد پر آمادہ کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ثنیۃ الوداع کی طرف سفر کریں اور صاحبانِ ثروت سے کہا کہ جن کے پاس طاقت نہیں اُن کی کمک کریں اور جس کے پاس جو کچھ ہو وہ اسے نکالے اور اسے اونٹ پر لاد کر روانہ ہوجائے اور دوسروں کو اس امر پر آمادہ کرے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲، ص ۵۵

نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا "فرمایا" عرب کے کچھ قبائل نے آ کر انھیں بھڑکایا اور منافقین وغیرہ کے کچھ لوگ بیٹھ رہے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس واقعہ کا بقیہ حصہ سورے کے آخر میں آنے والی آیات کے ذیل میں الگ الگ بیان کریں گے۔

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-

کیا تم نے دنیاوی زندگی کو پسند کرلیا ہے اور اس کی دھوکہ دہی پر راضی ہو گئے ہو

مِنَ الْاٰخِرَةِ-

آخرت اور اس کی نعمتوں کے مقابل میں

فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ-

دنیاوی زندگی کا سامان آخرت کے مقابل میں بہت تھوڑا اور حقیر ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۰

اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۬ۙ وَّ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَ لَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اگر تم اب بھی جنگ کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تمھیں دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا اور تمھارے بدلے کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۹۔ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا۔

تم جس سے بھاگ رہے ہو اگر تم اب بھی جنگ کے لیے نہ نکلے

یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۬ۙ۔

تو اللہ تمھیں دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا

وَّ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ۔

اور تمھارے بدلے کسی اور قوم کو لے آئے گا جو تم سے بہتر اور اطاعت گزار ہوگی

وَ لَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا ؕ۔

اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے

یعنی تمھارا زمین سے چمٹ کر بیٹھ رہنا دینِ خدا کی نصرت کو ذرّہ برابر نقصان نہیں پہنچائے گا اس لیے کہ اللہ ہر چیز اور ہر امر سے مستغنی ہے اور تم نبی کو بھی کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکو گے اس لیے کہ اللہ نے ان کی نصرت اور لوگوں سے اُن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ بہرحال پورا ہو کر رہے گا۔

وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے

وہ قادر ہے تبدیل کرنے، اسباب کو بدلنے، اور انسانوں کی تعداد کے بغیر نصرت کرنے پر۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ اگر تم رسولؐ کی مدد نہیں کرو گے تو کوئی پرواہ نہیں اللہ نے تو اپنے رسولؐ کی مدد اس وقت کی تھی جب کافروں نے انھیں نکال دیا تھا وہ دو میں کا دوسرا تھا جب دونوں غار کے اندر تھے جب رسولؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے "غم نہ کر" اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اُن پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور ان کی مدد ایسے لشکر سے کی جس کو تم نے نہیں دیکھا، کافروں کی بات نیچی کر دکھائی اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۴۰۔ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔

اگر تم پیغمبر اکرم کی نصرت نہ بھی کرو تو کوئی پرواہ نہیں اللہ نے تو اپنے رسولؐ کی نصرت اس وقت کی تھی جب کافروں نے انھیں نکال دیا تھا

ثَانِيَ اثْنَيْنِ۔

ان کے ساتھ صرف ایک شخص تھا

إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔

جب وہ دونوں غار ثور میں تھے۔ غار ثور ایک پہاڑ ہے جو مکہ کی دائیں طرف ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر ہے (یعنی پیدل چل کر انسان ایک گھنٹہ میں پہنچتا ہے)

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ۔

جب رسولؐ اپنے ساتھی یعنی حضرت ابوبکرؓ سے فرما رہے تھے

لَا تَحْزَنْ۔

تم ڈرو نہیں غم نہ کرو

إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔

اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے وہ ہماری حفاظت اور نصرت کر رہا ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکرؓ سے

غار کے اندر فرما رہے تھے تم پُرسکون رہو اللہ ہمارے ساتھ ہے اور وہ کانپ رہے تھے، انھیں کسی طرح اطمینان نہیں ہو رہا تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی یہ حالت دیکھی تو اُن سے کہا کیا میں تمھیں اپنے اصحاب کو دکھا دوں جن کا تعلق انصار سے ہے اور وہ اپنی مجالس میں محوِ گفتگو ہیں اور میں تمھیں جعفر اور اُن کے ساتھیوں کا مشاہدہ کرا دوں جو سمندر میں غوطہ لگا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہاں۔ تو اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو انھوں نے انصار کو محوِ گفتگو دیکھا اور جعفر اور اُن کے ساتھیوں کو سمندر میں غوطہ زن پایا تو انھوں نے دل میں سوچا کہ یہ تو جادوگر ہیں۔ [۱]

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ –

تو اللہ نے ایسا امن نازل فرمایا جو دلوں کو پُرسکون بنا دے

عَلَيْهِ – کتاب کافی میں ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اپنے رسولؐ پر تسکین کو نازل فرمایا۔ [۲]

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا –

اور اُن کی مدد ایسے لشکر یعنی فرشتوں کے ذریعے کی جنھیں تم نے نہیں دیکھا

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سورۂ انفال کی آیت ۳۰ کے ذیل میں ہم اس بارے میں گفتگو کر چکے ہیں۔

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى –

اور کافروں کی بات نیچی کر دکھائی

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یہ وہ کلام تھا جسے عتیق نے کہا تھا۔

اور قمی میں بھی اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا –

اور اللہ ہی کا بول بالا رہا

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ رسولِ خدا کا قول تھا۔

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد توحید یا اسلام کی جانب دعوت دینا ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ جو کچھ سورۂ انفال میں گزرا اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد وہ مکر و فریب ہے جو کفار کر رہے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر دینا، یا انھیں قتل کر دینا یا انھیں شہر بدر کر دینا۔ اور كَلِمَةُ اللّٰهِ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور ان کو مشرکین پر غلبہ دلانا تھا۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ –

اور اللہ اپنے امر میں غالب اور اپنی تدبیر میں صاحبِ حکمت ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۸، ص ۲۶۲، ح ۳۷۷ (۲) الکافی ج ۸، ص ۳۷۸، ح ۵۷۱

انْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ع ۵ / ۱۲

۴۱۔ تم ہلکے پھلکے یا بھاری بھرکم نکل پڑو اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرو اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

۴۲۔ اے رسول اگر فوری فائدہ ہوتا اور سفر آسان ہوتا تو یہ چپ چاپ آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن مسافت کی مشقت ان کے لیے طولانی ہوگئی۔ اب وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم میں سکت ہوتی تو ہم یقیناً آپ لوگوں کے ساتھ چلتے۔ یہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

۴۱- اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا-

تفسیر قمی میں ہے اس کی تفسیر میں فرمایا جوان ہوں یا بوڑھے تم سب غزوۂ تبوک کی جانب روانہ ہو جاؤ۔ [۱]

وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ-

مال اور جان دونوں میں سے جو بھی میسر ہو تم اللہ کی راہ میں ان کے ذریعے سے جہاد کرو

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ-

اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

۴۲- لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا-

جس کی جانب دعوت دی گئی ہے اگر اس میں دنیوی فائدہ قریب ہوتا اور اس کا ملنا آسان ہوتا

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایسا مال غنیمت جو قریب ہو۔ [۲]

وَّ سَفَرًا قَاصِدًا-

اور ایسا سفر جو آسان ہوتا درمیان میں ہوتا زیادہ فاصلہ نہ ہوتا

لَّاتَّبَعُوْكَ-

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۹۰ (۲) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۹۰

اے نبیؐ یہ لوگ ضرور آپ کا اتباع کرتے

وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ -

لیکن مسافت کی مشقت اُن کے لیے طولانی ہوگئی

شُقّۃ وہ مسافت جس کے طے کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ تبوک کی جانب روانہ ہونا۔ [۱]

کتابِ توحید اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے یہ علمِ الٰہی میں تھا کہ اگر دنیوی فائدہ جلدی ہوتا اور سفر آسان ہوتا تو وہ لوگ اسے قبول کر لیتے۔ [۲]

وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ -

خدا کی قسم کھا کھا کر کہیں گے

یعنی یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ اس وقت معذرت طلب کریں گے جب آپ تبوک سے واپس آئیں گے۔

لَوِ اسْتَطَعْنَا -

وہ یہ کہیں گے اگر ہم میں سکت ہوتی

یعنی اے کاش ہمارے پاس سامانِ جنگ ہتھیار وغیرہ ہوتا یا ہم میں جسمانی طاقت ہوتی۔

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ -

تو ہم یقیناً آپ لوگوں کے ساتھ چلتے

یہ واقعہ ظہور پذیر ہونے سے پہلے اس کی خبر دی گئی ہے۔

يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ -

وہ اپنے اوپر عذاب کو واقع کرا کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ -

اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

کتابِ توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے قول کو جھٹلایا ہے کہ ''لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ'' حالاں کہ وہ جانے کی استطاعت رکھتے تھے۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۰ (۲) التوحید ص ۳۵۱، ح ۱۵ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۹، ح ۵۹

(۳) التوحید ص ۳۵۱، ح ۱۶، باب ۵۶

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اے نبیؐ خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے انھیں پیچھے رہ جانے کی اجازت ہی کیوں دی اور اتنا توقف کیوں نہ کیا کہ آپ پر واضح ہو جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے۔

۴۳ - لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ -

جب ان لوگوں نے آپ سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ بیٹھ رہیں اور انھوں نے جھوٹے بہانے بنائے تھے تو آپ کو چاہیے تھا کہ تھوڑا سا توقف کر لیتے۔

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا -

تا کہ آپ پر واضح ہو جاتا کہ معذرت خواہی میں کون لوگ سچے ہیں

وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ -

اور آپ جھوٹوں کو بھی جان لیتے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے رسولؐ آپ دھوکے بازوں اور جو لوگ بغیر عذر کے بیٹھ گئے ہیں انھیں بھی پہچان لیتے۔ [۱]

تفسیر جوامع میں ہے کہ یہ نہایت لطیف انداز کا عتاب ہے کہ جس کا آغاز عفو سے ہوا ہے۔ اللہ کے لیے کسی پر عتاب کرنا جائز ہے بالخصوص انبیاء پر اور ایسا نہیں ہے جیسا جارُ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کنایہ ہے گناہ کی طرف ایسا ہرگز نہیں بالخصوص سید الانبیاء اور اولادِ حوّا میں سب سے افضل و اعلیٰ کی جانب گناہ کی نسبت دی جائے۔ [۲]

کتاب عیون اخبار الرضا میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ مامون الرشید نے عصمت انبیاء کے حوالے سے سوال کیا تو امام عالی مقام نے اس کا جواب دیا کہ یہ آیت جو نازل ہوئی ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے لیکن اس سے مراد اُمت ہے اور اس پر دلیل یہ قول ہے ایاك اعني واسمعي یاجارہ میری مراد تو تم ہو لیکن اے پڑوسن تو بھی سن لے۔ یعنی خطاب کسی سے ہوتا ہے اور سنانا کسی اور کو مقصود ہوتا ہے۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۴

(۲) جوامع الجامع ج ۲، ص ۵۷ - ۵۸

(۳) عیون اخبار الرضا ج ۱، ص ۲۰۲، ح ۱

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۴۔ جو لوگ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی آپ سے درخواست نہیں کریں گے کہ انھیں مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے اور اللہ پرہیزگاروں سے خوب واقف ہے۔

۴۵۔ پیچھے رہ جانے کی اجازت تو صرف وہی لوگ مانگیں گے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہیں بس وہ لوگ تو اپنے شک ہی میں متردّد ہو رہے ہیں۔

۴۴ - لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ -

یعنی مومنین کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ آپ سے یہ درخواست کریں کہ انھیں جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے بلکہ جو مخلصین ہوتے ہیں اور منتخب افراد تو سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں وہ جنگ میں جانے کے لیے اجازت طلب کرنے کا انتظار نہیں کرتے، چہ جائے کہ وہ اس سے پیچھے رہ جانے اور نہ جانے کی اجازت طلب کریں۔

یا ان کی یہ عادت نہیں ہے کہ جہاد کو ناپسندیدہ قرار دے کر پیچھے رہ جانے کی اجازت آپ سے طلب کریں۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ -

اور اللہ پرہیزگاروں سے خوب واقف ہے ان کے متقی ہونے کی گواہی دے رہا ہے اور ان سے ثواب کا وعدہ کر رہا ہے۔

۴۵ - اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ -

البتہ پیچھے رہ جانے کی اجازت آپ سے وہ طلب کریں گے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ .... يَتَرَدَّدُوْنَ -

جو لوگ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہیں بس وہ لوگ تو اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں۔

يَتَرَدَّدُوْنَ کے معنی ہیں یتحیرون۔ حیرت واستعجاب میں پڑے ہوئے ہیں۔

کتاب خصال میں امیر المومنین سے مروی ہے

جو شخص متردّد رہتا ہے اولین اس سے سبقت لے جاتے ہیں آخرین اسے پالیتے ہیں اور شیطانوں کے کھر اسے روند ڈالتے ہیں۔

وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

۴۶۔ اگر واقعی ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو وہ اس کے لیے کچھ تیاری کرتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا ناپسند تھا اس لیے انھیں کاہلی میں پڑا رہنے دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

۴۷۔ اگر یہ لوگ تمھارے ساتھ نکلتے تو سوائے خرابی کے اور کچھ نہ بڑھاتے اور تمھارے درمیان فتنہ پردازی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے اور تم میں سے ان کے جاسوس بھی ہیں اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔

۴۶ - لَاَعَدُّوْا لَهٗ -

تو خروج کے لیے تیاری کرتے

عُدَّةً -

کے معنی ہیں اُھْبَۃً سامانِ سفر

تفسیر عیاشی میں ہے کہ عُدَّةً کا مفہوم ہے نیت یعنی اللہ فرما رہا ہے کہ اگر ان کی نیت ہوتی تو وہ نکلتے۔ [1]

وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ -

لیکن اللہ کو ان کا اٹھانا پسند نہ تھا

یعنی جنگ کے لیے ان کا روانہ ہونا پسند نہ تھا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر یہ لوگ جنگ میں گئے تو مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کرتے پھریں گے اور لگائی بجھائی کریں گے۔

فَثَبَّطَهُمْ -

انھیں تاخیر کرنے دی انھیں بزدل رہنے دیا، انھیں کاہلی میں پڑا رہنے دیا اور انھیں تنہا چھوڑ دیا

وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ -

اور اُن سے کہہ دیا گیا تم بیٹھنے والوں یعنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے انھیں بیٹھ رہنے کی اجازت مل گئی اور اس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ انھیں اجازت دینا قبیح نہ تھا البتہ بہتر تھا کہ آپ انھیں اجازت مرحمت نہ فرماتے تاکہ لوگوں کو ان کے نفاق کا پتا چل جاتا۔ لوگوں پر ان کا

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۹، ح ۶۲

نفاق ظاہر ہو جاتا۔

۴۷- لَوْ خَرَجُوْا فِیْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا -

اگر یہ لوگ تمھارے ساتھ نکلتے تو اُن کے نکلنے سے سوائے شر اور فساد کے کچھ نہ ہوتا

وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ -

اور وہ تمھارے درمیان فتنہ وفساد کے لیے تگ و دو اور دوڑ دھوپ کرتے رہتے

تفسیر قمی میں ہے لھربوا عنکم وہ تم سے بھاگ کر دور چلے جاتے۔ [1]

یَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ -

وہ یہ چاہتے کہ تمھارے درمیان اختلاف پیدا کردیں، تمھارے دلوں میں رعب پیدا کردیں اور غزوہ کے سلسلے میں تمھاری نیتوں کو فاسد کردیں۔

وَ فِیْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ -

اور تم میں اُن کے جاسوس بھی ہیں، چغل خور تمھاری باتیں سُن کر ان تک منتقل کرنے والے یا تم میں ایسے افراد ہیں جو منافقین کی باتیں سن کر اسے قبول کرلیتے ہیں اور اُن کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس سے مراد ایسے مسلمان ہیں جن کا ایمان کمزور ہے۔

وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ -

اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔

جو فساد پر مصر ہیں اللہ اُن کے باطن سے واقف ہے اور جو وہ کرنے والے ہیں اس سے بھی آگاہ ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۴

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

۴۸۔ انھوں نے تو پہلے ہی فتنہ انگیزی کی کوششیں کی تھیں اور آپ کے امور کو الٹ پلٹ کر دیا تھا یہاں تک کہ حق پہنچا اور امر خدا غالب آ گیا حالاں کہ وہ اسے ناپسند ہی کرتے رہے۔

۴۹۔ اور ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ "مجھے رخصت دیجیے" اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیے اے نبی! یہ لوگ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

---

۴۸ - لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ -

وہ فتنہ انگیزی چاہتے تھے، آپ کی جماعت کو پراگندہ کر کے اور آپ کے ساتھیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے

مِنْ قَبْلُ - اس سے پہلے

کہا گیا ہے کہ اُحد کی جنگ کے موقع پر۔ [۱]

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عقبہ کی رات گھاٹی کے راستے پر ٹھہرنا ہے تا کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیں۔ [۲]

وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ -

اور آپ کے امور کو الٹ پلٹ کر دیا تھا۔ وہ مکر و فریب کی چالیں چل رہے تھے اور آپ کے امر کو باطل کرنے کے لیے حیلہ و مکر سے کام لے رہے تھے۔

حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ -

یہاں تک کہ حق آ پہنچا یعنی آپ کی تائید و نصرت کی گئی

وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ -

اور امر خدا غالب آ گیا اور دین کو غلبہ حاصل ہوا اور دین داروں کو بلندی ملی۔

وَهُمْ كٰرِهُوْنَ -

حالاں کہ وہ اسے ناپسند ہی کرتے رہے۔ وہ ذلیل و خوار ہو گئے۔

(۱،۲) الکشاف ج ۲، ص ۲۷۷ و مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۳۶

یہ دونوں آیتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان مومنین کی تسلی کے لیے ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے اور اس کا بیان ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ نے انھیں کاہلی میں پڑا رہنے دیا اور ان کے پردے کو چاک کرنا، ان کی معذرت کو دور کرنا۔ تدارک کے طور پر کہ رسول اکرم نے انھیں اجازت دینے میں جلدی کی تھی۔

۴۹- وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ-

اور اُن میں سے کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ مجھے بیٹھ رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیے

وَلَا تَفۡتِنِّىۡ ؕ-

اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیے یعنی نافرمانی اور مخالفت میں مبتلا نہ کیجیے اس لیے کہ اگر آپ نے اجازت نہیں دی اور میں نے بغیر اجازت کے تخلف اختیار کیا اور پیچھے رہ گیا تو میں گناہ گار ہو جاؤں گا۔ یا روم کی عورتوں کے ذریعے فتنے میں مبتلا نہ کیجیے جیسا کہ اس کا ذکر آئے گا۔

اَلَا فِى الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا ؕ-

اے نبیؐ یہ لوگ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں اور یہ فتنہ پیچھے رہ جانا اور نفاق کا ظاہر کرنا ہے۔

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌ ۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ -

اور یقیناً جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

یعنی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ درمیان میں ہیں اور ان کے چاروں طرف جہنم ہے۔

تفسیر قمی میں ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جد بن قیس سے ملاقات کی اور اس سے کہا اے ابووھب کیا تم اس غزوہ میں ہمارے ساتھ نہیں چل رہے ہو؟ ہوسکتا ہے کہ "بنات اصفر" (پیلے رنگ کی لڑکیاں) تمھاری خدمت کے لیے مل جائیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میری قوم جانتی ہے کہ ان میں جو عورتیں ہیں ان میں سے کوئی بھی زیادہ حیران کن نہیں ہیں میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں آپ کے ساتھ روانہ ہوا تو میں بنات اصفر کو دیکھ کر صبر نہیں کرسکوں گا لہٰذا آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں مجھے تو ٹھہرے رہنے کی اجازت مرحمت فرما دیں اور اس نے اپنی قوم کے ایک گروہ سے کہا گرمی میں نہ نکلو تو اس کے بیٹے نے اس سے کہا کہ تم رسول اکرم کی بات کو مسترد کرتے ہو اور تم اول فول باتیں کہہ رہے ہو۔ پھر اپنی قوم والوں سے یہ بھی کہہ رہے ہو کہ گرمی میں نہ نکلو۔ خدا کی قسم اس بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوگی جسے لوگ قیامت تک پڑھیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ...... الآیۃ اس کے بعد جد بن قیس نے کہا کیا محمد یہ سمجھ رہے ہیں کہ روم سے جنگ دوسری جنگوں کی مانند ہے اس جنگ سے کوئی بھی ہرگز واپس نہیں لوٹے گا۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص۲۹۱-۲۹۲

اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ‌ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ ۝۵۰

۵۰۔ اگر آپ تک کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انھیں برا لگتا ہے اور جب آپ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنا انتظام کرلیا تھا اور پھر خوش خوش آپ کے پاس سے لوٹ آتے ہیں۔

۵۰ - اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ -

اگر بعض غزوات میں آپ تک بھلائی پہنچتی ہے

تَسُؤۡهُمۡ‌ۚ -

تو حسد کی زیادتی کے سبب انھیں برا لگتا ہے

وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ .... مِنۡ قَبۡلُ -

اور جب آپ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو اپنے لوٹ آنے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور پیچھے رہ جانے میں اپنی رائے کی تعریف کرتے ہیں

وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ -

اور پھر خوش خوش آپ کے پاس سے لوٹ آتے ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے "حَسَنَةٌ" سے مراد مال غنیمت اور عافیت ہے اور "مُصِيۡبَةٌ" سے مراد آزمائش اور تنگ دستی ہے۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۲

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۱۔ اے رسولؐ آپ فرما دیجیے کہ ہم پر ہرگز کوئی مصیبت پہنچنے والی نہیں ہے مگر وہی جسے اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے وہی ہمارا مولا ہے اور مومنین کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

۵۲۔ اے رسولؐ آپ ان منافقین سے فرما دیجیے کہ تم تو ہمارے واسطے فتح و شہادت دو خوبیوں میں سے کسی ایک کے منتظر ہو اور ہم تمھارے بارے میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ کہ اللہ خود تم پر عذاب نازل کرتا ہے یا ہمارے ہاتھوں تمھیں سزا دلواتا ہے اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

۵۱ – مَوْلٰىنَا ۚ –

ہمارا ناصر اور ہمارے امور کا متولی

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ –

مومن پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور پر توکل اور بھروسا نہ کرے

۵۲ – تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ –

تم لوگ ہمارے لیے منتظر ہو

اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ –

دو خوبیوں میں سے کسی ایک کے لیے

تفسیر قمی میں ہے کہ حُسْنَیَین سے مراد غنیمت اور جنت ہے۔ [1]

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ –

اور ہم تمھارے لیے انتظار کر رہے ہیں دو برائیوں میں سے ایک کا

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۲

اَنۡ یُّصِیۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ –

یہ کہ اللہ تم پر خود عذاب نازل کرتا ہے آسمان سے کوئی مصیبت آتی ہے

اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا –

یا ہمارے ہاتھوں تمھیں کفر کی بنیاد پر قتل کے ذریعے سزا دلواتا ہے

فَتَرَبَّصُوۡۤا –

تم انتظار کرو کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے

اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ –

ہم تمھارے ساتھ انتظار کرتے ہیں کہ تمھارا انجام کیا ہے۔

نہج البلاغہ اور کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اور اسی طرح مرد مسلم جو خیانت سے مبرا ہے دو اچھائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتا ہے یا تو اللہ کے داعی (دعوت دینے والا) کا منتظر ہے تو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ یا رزقِ خدا کا تو اس وقت وہ صاحبِ اہل و مال ہوگا اور اس کے ساتھ اس کا دین اور نسب ہوگا۔ [1]

کتابِ کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ سے مراد یا تو اطاعتِ خداوندی میں موت ہے یا ظہور امام کو پا لینا ہے۔ ہم جس سختی اور مصیبت میں مبتلا ہیں ہم اُن کے لیے اللہ کی جانب سے عذاب کے منتظر ہیں۔ فرمایا کہ وہ مسخ ہو جانا ہے یا ہمارے ہاتھوں قتل ہونا ہے۔

دریافت کیا گیا کہ تربصوا کا مفہوم کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تَرَبُّصْ کے معنی ہیں ان کے دشمنوں پر مصیبت کے نزول کا انتظار کرنا۔ [2]

---

(۱) نہج البلاغہ ص ۶۴، خطبہ ۲۳ و الکافی ج ۵، ص ۵۷، ح ۶

(۲) الکافی ج ۸، ص ۲۸۶، ح ۴۳۱

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

۵۳۔ اے رسول آپ فرما دیجیے کہ تم خواہ خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے تم سے یہ خیرات قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کہ تم لوگ فاسق ہو۔

۵۴۔ اور ان کی خیرات کو قبولیت میں کوئی امر مانع نہیں ہے سوائے اس کے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور نماز کے لیے آتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ اور اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو بددلی کے ساتھ۔

---

۵۳ - قُلْ اَنْفِقُوْا -

اس آیت میں اَمر خبر کے معنی میں ہے کہ اللہ تمھارے نفقات (تم جو بھی خرچ کرتے ہو) کو قبول نہیں کرے گا خواہ وہ خرچ تم خوشی سے کرو یا مجبوری سے کرو۔

اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ -

علت بیان کی گئی کیوں کہ تم لوگ فاسق ہو۔

۵۴ - وَمَا مَنَعَهُمْ .... بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ -

ان کی خیرات اس وجہ سے قبول نہیں کی گئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو تسلیم نہیں کرتے انھوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایمان کے ساتھ اگر عمل ہو تو اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے اور اگر کفر کے ساتھ عمل ہو تو اس کے لیے فائدہ مند نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا مَنَعَهُمْ .... بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ [1]

اور تفسیر عیاشی میں اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔[2]

وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى -

---

(۱) الکافی ج ۲، ص ۴۶۴، ح ۴ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۸۹، ح ۶۱

اول تو نماز پڑھتے نہیں اور اگر نماز کے لیے آتے ہیں تو سستی اور کاہلی کے ساتھ

وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَٰرِهُونَ۔

اور اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو مجبوراً بددلی کے ساتھ نہ چاہتے ہوئے اور نماز پڑھنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اُن کا مقصد نہ تو ثواب کا حصول ہوتا ہے اور نہ ہی انھیں ترک کرنے پر انھیں عذاب کا کوئی خوف ہوتا ہے۔

فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ تَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۵۵﴾

وَ یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ ؕ وَ مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَ لٰكِنَّهُمۡ قَوۡمٌ یَّفۡرَقُوۡنَ ﴿۵۶﴾

لَوۡ یَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً اَوۡ مَغٰرٰتٍ اَوۡ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوۡا اِلَیۡهِ وَ هُمۡ یَجۡمَحُوۡنَ ﴿۵۷﴾

٥٥۔ اے نبیؐ ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں بس اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ آل و مال کی وجہ سے انھیں دنیاوی زندگی ہی میں عذاب سے دوچار کردے اور جب ان کی جانیں نکلیں تو وہ حالتِ کفر میں رہیں۔

٥٦۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ تم ہی میں سے ہیں حال آں کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ تو خوف زدہ ہیں۔

٥٧۔ اگر وہ کوئی پناہ گاہ یا غار یا تہہ خانہ پالیں۔ تو اس کی طرف وہ بھاگ کر پہنچ جائیں گے دراں حالے کہ وہ روگردانی کررہے ہوں گے۔

٥٥- فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ-

اے نبیؐ ان کے اموال اور اُن کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں

اس لیے کہ یہ اُن کو ڈھیل دینا اور انھیں وبال میں مبتلا کرنا ہے۔ مجمع البیان میں ہے خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لیکن اس سے مراد تمام مومنین ہیں اور کہا گیا ہے کہ خطاب سننے والے سے کیا گیا ہے۔ [1]

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ .... فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا-

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ آل اور مال کی وجہ سے انھیں دنیاوی زندگی ہی میں عذاب سے دوچار کردے۔ مال کے جمع کرنے میں جو مشقت برداشت کرتے ہیں اور پھر اس کی حفاظت کے لیے دشواریوں کا سامنا کرتے ہیں اور اس دولت کی خاطر طرح طرح کی سختیاں اور پریشانیاں انھیں نظر آتی ہیں اور اللہ کی راہ میں اس مال کو خرچ کرنا انھیں بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔

وَ تَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ-

اور جب ان کی جانیں نکلیں تو وہ حالتِ کفر میں باقی رہیں۔

---

(١) مجمع البیان ج ٥۔٦، ص ٣٩

جب انھیں موت آتی ہے تو وہ حالتِ کفر میں ہوتے ہیں، وہ آخرت سے بے خبر صرف دنیوی فائدے کو مدنظر رکھتے ہیں۔

اور ''زھوق'' کے معنی ہیں جان کا بدن سے دشواری کے ساتھ نکلنا

۵۶- وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ -

اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں گے کہ اُن کا تعلق تو مسلمانوں سے ہے اور وہ لوگ تم ہی میں سے ہیں

وَمَا هُم مِّنكُمْ -

لیکن چوں کہ ان کے دلوں میں کفر بسا ہوا ہے لہذا ان کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا

وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ -

لیکن وہ تو خوف زدہ لوگ ہیں۔

وہ تم سے ڈرتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو تم مشرکین کے ساتھ کرتے ہو۔ جیسے قتل کرنا اور قیدی بنا لینا تو ایسی صورت میں وہ تقیہ کے طور پر اسلام کو ظاہر کردیں گے۔

۵۷- لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً -

اگر انھیں کوئی پناہ گاہ ایسی نظر آئی جہاں پر یہ پناہ لے سکیں

أَوْ مَغَارَاتٍ -

یا ایسی غاریں ہوں

أَوْ مُدَّخَلًا -

یا کوئی ایسی جگہ ہو جہاں وہ داخل ہوجائیں

تفسیر قمی میں ہے مُدَّخَلًا سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں وہ پناہ لے سکیں۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد زمین میں بنے ہوئے تہہ خانے ہیں۔ [2]

لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ -

تو اس کی طرف بھاگ کر پہنچ جائیں گے

وَهُمْ يَجْمَحُونَ -

درآں حالے کہ وہ تم سے روگردانی کر رہے ہوں گے۔ وہ جلدی جلدی چلے جا رہے ہوں گے اور کوئی شے انھیں پلٹا نہ سکے گی اس گھوڑے کی مانند جو سرکش ہو یہ بھی خودسر ہیں۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور اُن میں سے بعض لوگ صدقات کی تقسیم پر آپ سے طعنہ زنی کرتے ہیں اگر اس مال میں سے انھیں کچھ دے دیا جائے تو وہ خوش ہو جائیں اور اگر نہ دیا جائے تو وہ اسی وقت برا مان جاتے ہیں۔

۵۸- يَلْمِزُكَ -

کے معنی ہیں يَعِيْبُكَ آپ پر عیب لگاتے ہیں۔

فِي الصَّدَقٰتِ ۚ -

خیرات کی تقسیم کے بارے میں

فَاِنْ اُعْطُوْا .... اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ -

یعنی اُن کی رضا مندی اور ان کی ناراضی کا تعلق صرف اپنی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان مالِ غنیمت کی تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ابن ذی الخویصرہ تمیمی جس کا نام حرقوص بن زہیر تھا جو دراصل خارجی تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ عدل سے کام لیجیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھ پر وائے ہو اگر میں نے عدل نہ کیا تو کون عدل کرے گا— اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب صدقات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور دولت مند افراد بھی آئے اور انھوں نے سوچا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان صدقات کو اُن کے درمیان تقسیم فرما دیں گے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقات کو فقراء کے درمیان رکھ دیا تو انھوں نے رسول اللہ کی طرف دیکھ کر آنکھوں سے اشارہ کیا اور عیب لگایا اور کہنے لگے ہم وہ لوگ ہیں جو جنگ میں آنحضرت کے ساتھ جاتے ہیں اور ہر وقت اس کے لیے تیار رہتے ہیں اور اُن کے امر کو مضبوط بناتے ہیں پھر صدقات ایسے لوگوں کو دے دیا جاتا ہے جو نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی مدد کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کے کسی کام آتے ہیں۔ [2]

کتابِ کافی اور تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ دو تہائی سے زیادہ افراد اس آیت کے اہل ہیں۔ [3]

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶ ص ۴۰ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۹۸ (۳) الکافی ج ۲ ص ۴۱۲ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۸۲

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۟﴿۵۹﴾ ع

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

۵۹۔ کتنا اچھا ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں جو کچھ دیا ہے وہ اس پر راضی ہو جاتے اور یہ کہتے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور عنقریب اللہ اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبرؐ ہمیں بہت کچھ دے دیں گے اور ہم تو خدا کی جانب راغب ہیں۔

۶۰۔ یقیناً یہ صدقات تو فقیروں، مسکینوں اور ان کے لیے ہیں جو صدقات کے کام پر مامور ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب منظور ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے اور قرض داروں کا قرض ادا کرنے کے لیے اور راہِ خدا میں اور مسافروں کی امداد کے لیے صرف کیا جائے یہ حقوق خدا کی جانب سے مقرر کر دیے گئے ہیں اور اللہ صاحبِ علم و حکمت ہے۔

۵۹- وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا .... وَرَسُوْلُهٗ ۙ-

کتنا اچھا ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے انھیں مالِ غنیمت اور خیرات میں سے جو کچھ دیا ہے وہ اس پر راضی ہو جاتے اور اللہ کا ذکر تعظیم کے سبب کیا گیا اور اس بات کی جانب توجہ مبذول کرائی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی کیا وہ حکمِ خدا کے مطابق تھا۔

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ -

اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا فضل و کرم ہمارے لیے کافی ہے

سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ-

عن قریب اللہ اپنے فضل یعنی صدقات یا دوسری غنیمتوں میں سے ہمیں بہت کچھ عطا کر دے گا۔

وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ-

اور اس کا رسولؐ فضل پہنچانے کا ذریعہ بنے گا

إِنَّآ إِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ـ

ہم تو خدا کی جانب راغب ہیں کہ وہ ہم پر اپنے فضل وکرم سے وسعت عطا کردے۔

یہ شرطیہ جملہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے یعنی یہ جملہ اس طرح ہے

لکان خیرًا لھم— ولو انھم رضو

ان کے لیے کتنا اچھا ہوتا۔ اگر وہ راضی ہو جاتے

۶۰ - إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ .... وَابْنِ السَّبِيْلِ ـ

یقیناً صدقات یعنی زکوٰۃ ان افراد کے لیے ہے جن کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کے علاوہ دوسروں کے لیے نہیں ہے۔

(۱) فقراء ۔ محتاج (۲) المساکین ۔ بے چارگان (۳) والعاملین علیھا ۔ جو صدقات کے کام پر مامور ہیں (۴) والمؤلفه قلوبھم ۔ جن کی تالیفِ قلب منظور ہے (۵) وفی الرقاب ۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے (۶) والغارمین ۔ قرض داروں کا قرض ادا کرنے کے لیے (۷) وفی سبیل اللہ ۔ راہِ خدا میں (۸) وابن السبیل ۔ مسافروں کی امداد کے لیے۔

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ـ

یہ اُن پر اللہ کی جانب سے فرض قرار دیا گیا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ـ

اور اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔

وہ چیزوں کو ان کی حقیقی جگہوں پر رکھتا ہے۔

کتابِ کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فقیر وہ ہے جو لوگوں سے سوال نہ کرے اور مسکین اُس سے بھی زیادہ برداشت کرتا ہے اور بائس (مصیبت زدہ، مفلس) سب سے زیادہ برداشت کرتا ہے۔ [1]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ وہ لوگ کون ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا فقراء وہ لوگ ہوتے ہیں جو سوال نہیں کرتے اور اُن کے ذمے اہل وعیال کے اخراجات ہوتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرہ ۲ / ۲۷۳)

مساکین: اور مساکین اندھوں میں لنجے لوگ اور لنگڑے اور جذامی (کوڑھی) اور مردوں عورتوں اور بچوں میں تمام لنجے اور لولے لوگ۔

---

(۱) الکافی ج ۳، ص ۵۰۱، ح ۱۶ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۹۰، ح ۶۵

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا -

جو صدقات کے کام پر مامور ہوں وہ صدقات وصول کرتے ہوں اور ایسے افراد جو ٹیکس لیتے ہوں، اسے جمع کرتے ہوں اور اس کی حفاظت کرتے ہوں یہاں تک اس تک پہنچا دیں جو انھیں تقسیم کرتا ہو۔

الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ -

جن کی تالیف قلب منظور ہو ایسے لوگ جو موحّد ہیں اللہ کی وحدانیت کے قائل ہیں لیکن ان کے دل ابھی معرفت سے عاری ہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے افراد کی تالیف قلب فرماتے تھے اور انھیں تعلیم دیتے تھے تاکہ اللہ نے ان کے لیے صدقات میں جو حصہ مقرر فرمایا ہے وہ اُن کی معرفت کی وجہ سے انھیں مل جائے اور ان کی معرفت اور رغبت میں اور اضافہ ہو۔

وَفِي الرِّقَابِ -

اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے، یہ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کے ذمے قَتْلِ خطا (ان جانے میں قتل کرنا) اور ظہار (اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّي۔ بیوی سے کہنا کہ تم میرے لیے ماں کی پشت کی طرح ہو) کی وجہ سے کفارے لازم ہوتے ہیں اور حرم میں شکار کو قتل کرنا اور قسم توڑنے کا کفارہ اور ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے جس سے کفارے کو ادا کریں اور وہ صاحبانِ ایمان ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے صدقات (زکوٰۃ) میں ان کا بھی حصہ رکھ دیا تاکہ اُن کی جانب سے ادا کر دیا جائے۔

وَالْغٰرِمِيْنَ -

اور قرض داروں کا قرض ادا کرنے کے لیے۔ ایسے لوگ جو مقروض ہوگئے ہیں انھوں نے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے مال خرچ کر دیا اور فضول خرچی نہیں کرتے تو امامؑ پر لازم ہے کہ ان کی جانب سے قرض ادا کر دے اور صدقات کے مال کو ان کے لیے کافی قرار دیا جائے۔

وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ -

اور راہِ خدا میں وہ افراد جو جہاد کے لیے روانہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا جسے وہ خرچ کریں یا مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں جس سے وہ حج کے لیے روانہ ہوں یا خیر کے تمام راستوں پر گام زن ہوں تو امامؑ پر لازم ہے کہ انھیں صدقات کے مال سے دیا جائے تاکہ وہ حج بیت اللہ کا سفر کرسکیں اور جہاد کریں۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ -

اور مسافروں کی امداد کے لیے۔ ایسے مسافر حضرات جو اللہ کی اطاعت میں سفر کرتے ہیں اور راہزنی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی پونجی چلی جاتی ہے تو امامؑ کی ذمہ داری ہے کہ انھیں ان کے وطن تک لوٹا دے اور صدقات کے مال سے اُن کی مدد کرے۔ صدقات کے آٹھ حصے کیے جائیں گے اور ہر انسان کو اُن آٹھ حصوں میں سے ان کی ضرورت کے مطابق دیا جائے گا۔ اس میں اسراف (فضول خرچی) اور تقتیر (کنجوسی) سے اجتناب کیا جائے

گا۔ امام جس طرح مناسب سمجھے گا اور جس میں بھلائی دیکھے گا ویسا ہی انتظام کرے گا۔ [۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آج جتنے مؤلفۃ القلوب ہیں اتنے پہلے کبھی نہ تھے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے وحدانیت کا اقرار کیا اور شرک سے باہر آ گئے لیکن ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اُن کے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوئی اور نہ ہی ان باتوں کو وہ تسلیم کرتے ہیں جو آنحضرت لے کر آئے ہیں۔ رسول اکرم اُن کی تالیف قلب اور رسول اکرمؐ کے بعد مومنین بھی ان کی تالیف قلب کا خیال رکھتے تھے تاکہ وہ معرفت حاصل کرلیں۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔ [۳]

کتاب فقیہ اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے غلاموں کے بارے میں سوال کیا گیا جو کچھ رقم ادا کر چکا ہے اور آزادی کے لیے باقی رقم دینے سے عاجز ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا اسے صدقہ کے مال میں سے دیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَفِی الرِّقَابِ۔ [۴]

کتابِ کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی مسلمان یا مومن مر جائے اور قرض چھوڑ کر جائے اور اس کا یہ قرض کسی فساد اور فضول خرچی کی وجہ سے نہ ہو تو امام پر لازم ہے کہ اسے ادا کردے اور اگر اس نے ادا نہیں کیا تو گناہ اس کے ذمے باقی رہے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وہ ''غارمین'' میں سے ہوگا اور اس کا حصہ امام کے پاس ہوگا اور اگر وہ روک لے تو پھر اس کا گناہ اُس کے ذمے ہوگا۔ [۵]

اور کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادیہ نشینوں کا صدقہ بادیہ نشینوں میں ہی تقسیم فرمایا کرتے تھے اور شہریوں کا صدقہ شہریوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے لیکن ان کے درمیان برابر برابر تقسیم نہیں کرتے تھے بلکہ جس اعتبار سے صدقات آتے تھے اور وہ جو مناسب سمجھتے تھے اس کے مطابق تقسیم فرماتے تھے اور اس میں کوئی شے کسی وقت کے ساتھ مقرر نہیں کی گئی تھی۔ [۶]

اور امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ''المؤلفۃ قلوبہم'' اور ''الرقاب'' کا حصہ عمومی ہے اور باقی حصے خاص ہیں۔ [۷]
یعنی معرفت رکھنے والے کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے غیر کو نہیں دیا جائے گا۔

کتابِ خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے بنی ہاشم کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ پیاسے ہوں اور انھیں پانی مل جائے تو انھیں چاہیے کہ وہ پانی پی لیں اور ان میں سے بعض کا صدقہ بعض کے لیے ہے۔ [۸]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۸_۲۹۹ (۲) الکافی ج ۲، ص ۴۱۲، ح ۵ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۹۱، ح ۷۰
(۴) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۷۴، ح ۲۵۸ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۹۳، ح ۷۶ (۵) الکافی ج ۱، ص ۴۰۷، ح ۷ و تفسیر عیاشی ج ۲، ح ۷۸ (۶) الکافی ج ۳، ص ۵۵۴، ح ۸ (۷) الکافی ج ۳، ص ۴۹۶، ح ۱ (۸) الخصال ص ۶۲، ح ۸۸

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

۶۱۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو کانوں کے کچے ہیں۔ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ وہ تمھارے لیے نیکی کے کان ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ مومنین پر اعتماد کرتا ہے اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اُن کے لیے رحمت ہے اور جو لوگ رسولِ خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۶۱ - وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۔

وہ کہتے ہیں: جو بات بھی کہی جاتی ہے اسے سنتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں

قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ ۔

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ وہ تمھارے لیے نیکی کے کان۔ ان کے لیے تصدیق کی جارہی ہے کہ نبی اکرم ''اُذن'' ہیں لیکن اس اعتبار سے نہیں جیسا کہ انھوں نے نبی اکرم کی مذمت کی ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ خبر کو سنتے اور اسے قبول کرتے ہیں۔

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ ۔

وہ اللہ کی تصدیق کرتے ہیں

وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔

اور مومنین کی تصدیق کرتے ہیں

تفسیر قمی میں ہے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ عبداللہ بن نفیل منافق تھا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتا تھا اور اُن کی باتیں سُن کر اسے منافقین تک پہنچاتا تھا اور آنحضرتؐ کے خلاف چغلی کھاتا تھا۔ جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا اے محمدؐ منافقین میں سے ایک شخص آپ کی چغلی کرتا ہے اور آپ کی باتیں منافقین تک پہنچاتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے؟ جبرئیل امینؑ نے بتایا ایک سیاہ فام شخص ہے جس کے سر کے بال بہت زیادہ ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے ایسے دیکھتا ہے جیسے دو دیگچیاں ہوں اور ایسی زبان سے بات کرتا ہے گویا وہ شیطان کی زبان ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرمایا اور اسے بتلایا۔ اس نے قسم کھائی کہ اس نے

ایسا نہیں کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمھاری یہ بات تسلیم کرتا ہوں اب تم یہاں نہ بیٹھا کرو۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گیا اور کہا اِنّ محمداً اُذُن۔ محمدؐ تو کانوں کے کچے ہیں۔ اللہ نے انھیں بتایا ہے کہ میں ان کے خلاف چغلی کھاتا ہوں اور اُن کی باتیں منتقل کرتا ہوں۔ انھوں نے یہ بات قبول کرلی اور میں نے اُن سے کہا میں نے ایسا نہیں کیا تو اسے بھی قبول کرلیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اللہ جو کہتا ہے وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور تم جب اُن سے معذرت خواہی کرتے ہو تو وہ ظاہر میں تمھاری تصدیق کرتے ہیں لیکن باطنی طور سے تمھاری تصدیق نہیں کرتے اور اللہ کا یہ قول کہ ''يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ'' مومنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر اعتقاد کے ایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی بات کی تصدیق کرتے ہیں اور مومنین کی بات کا بھی انکار نہیں کرتے کیوں کہ وہ مومنین پر مہربان اور شفیق ہیں۔ [2]

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ۔

اور وہ شفیق ہیں ان لوگوں کے لیے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں

جو بھی اپنا ایمان ظاہر کرتا ہے وہ اسے قبول کر لیتے ہیں اور اس کا بھید نہیں کھولتے۔ اس میں انتباہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھاری بات کو تمھاری حالت سے ناواقفیت کی بنیاد پر قبول نہیں کرتے بلکہ تم پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے قبول کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

اور جو لوگ رسولؐ خدا کو اذیت دیتے ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

اس ایذا رسانی کی وجہ سے اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۹۵، ح ۸۳

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ یہ منافقین تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تمھیں راضی کرلیں حال آں کہ اگر یہ مومن ہیں تو اللہ اور اس کے رسولؐ اُس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ ان کو راضی کرنے کی فکر کریں۔

۶۲ - يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ -

ان منافقین نے جو کچھ کہا یا پیچھے رہ گئے اس کی معذرت خواہی کے لیے تمھارے سامنے خدا کی قسم کھائیں گے۔

لِيُرْضُوْكُمْ ۚ -

تاکہ تم اُن سے راضی ہوجاؤ اور خطاب مومنین سے ہے

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ -

اللہ اور اس کے رسول اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ ان کو راضی کرنے کی فکر کریں اطاعت کے ذریعے اور متفق ہوکر

اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ -

اگر وہ سچ مچ مومن ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مومنین سے قسمیں کھاکر کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ انھی میں سے ہیں تاکہ مومنین اُن سے راضی ہوجائیں۔ [۱]

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۰۰

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

۶۳۔ کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ مہیا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا یہ تو سب سے بڑی رُسوائی ہے۔

۶۴۔ یہ منافقین اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر ایسی کوئی سورت نازل نہ ہوجائے جو ان کے دلوں کے بھید کو افشا کردے۔ اے نبی آپ ان سے فرما دیجیے کہ اور مذاق اڑاؤ جس چیز سے تم ڈر رہے ہو اللہ ضرور اس کو ظاہر کر کے رہے گا۔

۶۵۔ اگر اُن سے دریافت کرو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم تو ہنسی اور دل لگی کر رہے تھے۔ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ کیا تم اللہ، اللہ کی نشانیوں اور اس کے رسولؐ سے مذاق کر رہے تھے؟

۶۳۔ یُحَادِدُ کے معنی ہیں دشمنی کرنا اور یہ لفظ حد سے بنا ہے اس لیے کہ مخالفین اور منافقین دونوں ایسی حد میں ہیں جو دوسرے کے حد سے الگ ہے۔

منافق اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر ایسی سورت نازل نہ ہوجائے جو ان کے دلوں کے بھید کو افشا کردے اور ان کے رازوں کو فاش کردے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوگئے تو منافقین کی ایک جماعت باہمی گفتگو کرتے ہوئے یہ کہنے لگی کیا محمدؐ یہ سمجھتے ہیں کہ روم کی جنگ دوسری جنگوں کی مانند ہے؟ ان میں سے کوئی فرد بھی واپس نہیں آئے گا۔ تو اُن میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ کتنا مناسب ہوتا ہم جو کچھ کر رہے ہیں اور جو کچھ ہمارے دلوں میں ہے اس کے بارے میں اللہ، محمدؐ کو بتلا دیتا اور اس سلسلے میں اُن پر آیاتِ قرآنی نازل ہوجاتیں جسے لوگ پڑھتے رہتے۔ انھوں نے تو یہ بات بطور استہزاء (مذاق) کہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار بن یاسر سے کہا جا کر قوم سے ملاقات کرو وہ لوگ منحرف ہوگئے ہیں۔ عمار نے اُن سے جا کر

ملاقات کی اور اُن لوگوں سے دریافت کیا تم لوگوں نے کیا کہا تھا؟ وہ کہنے لگے ہم نے تو کچھ بھی نہیں کہا بس ہم تو بطور ہنسی مذاق کچھ کہہ رہے تھے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱؎

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ان بارہ افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو گھاٹی پر کھڑے ہوئے تھے باہمی صلاح و مشورہ کیا تھا کہ رسول اکرمؐ کو قتل کر دیں۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر وہ متوجہ ہوگئے تو ہم کہیں گے ہم تو بس ہنسی مذاق کر رہے تھے اور اگر متوجہ نہیں ہوئے تو ہم انھیں قتل کر دیں گے اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس آ رہے تھے تو جبرئیل امین علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے مطلع کر دیا اور ان سے کہا کہ ان لوگوں کی طرف کسی کو روانہ کریں اور ان کی سواریوں کے چہروں پر ضرب لگائیں۔ ان پر ضرب لگائی گئی یہاں تک کہ انھیں وہاں سے ہٹا دیا۔

آنحضرتؐ جب سواری سے اترے تو حذیفہ سے کہا تم نے قوم کے کن لوگوں کو پہچانا؟ تو انھوں نے کہا میں نے ان میں سے کسی کو نہیں پہچانا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں ابنِ فلاں تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کا نام گنوایا تو حذیفہ نے کہا کیا آپ اُن کی جانب روانہ نہیں کر رہے ہیں تا کہ ہم انھیں قتل کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا میں اس بات کو مناسب نہیں سمجھتا کہ عرب والے کہیں گے جب اپنے ساتھیوں پر غلبہ پالیا تو اب انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ ۲؎

تفسیر جوامع میں ہے کہ انھوں نے بالاتفاق طے کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کے وقت گھاٹی کے پاس سے گزریں تو ان کو سواری سے اتار کر وادی میں اچانک ڈھکیل دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار کو حکم دیا کہ ناقہ کی مہار کو تھام کر اسے چلائیں اور حذیفہ سے کہا تم پیچھے سے اسے ہانکتے رہنا ابھی وہ اسی طرح چلے جا رہے تھے کہ حذیفہ نے اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی اور ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی تو کیا دیکھا کہ کچھ لوگ ڈھاٹا باندھے ہوئے موجود ہیں۔ حذیفہ نے اُن سے کہا اے خدا کے دشمنو! اور ان کی سواریوں کے چہرے پر ضرب لگائی یہاں تک کہ انھیں وہاں سے ہٹا دیا۔

تفسیر مجمع البیان میں یہ واقعہ یحلفون باللہ ماقالوا کے ذیل میں آیا ہے۔ ۳؎

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۰۰ (۲) مجمع البیان ۵۔۶، ص ۴۶ . (۳) جوامع الجامع ج۲، ص ۷۰۔۷۱

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿۶۶﴾

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡكَرِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ وَيَقۡبِضُوۡنَ اَيۡدِيَهُمۡ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ ؕ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۶۷﴾

۶۶۔ بہانے مت بناؤ! تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو، اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو ہم دوسرے گروہ کو ضرور سزا دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم ہیں۔

۶۷۔ یہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں یہ برائی کا حکم دیتے رہتے ہیں اور لوگوں کو نیکیوں سے منع کرتے ہیں اور خیر سے اپنے ہاتھوں کو روکے رکھتے ہیں انھوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے تو اللہ نے بھی انھیں بھلا دیا۔ بے شک منافق لوگ ہی فاسق ہیں۔

۶۶ - لَا تَعۡتَذِرُوۡا -

تم بہانے مت بناؤ یہ جھوٹ کی علامت ہے

قَدۡ كَفَرۡتُمۡ -

تم نے اپنے کفر کو ظاہر کر دیا ہے

بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ -

ایمان ظاہر کرنے کے بعد

اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ -

اگر ہم، تم میں سے ایک گروہ کو ان کی توبہ اور طلب مغفرت کی بنا پر معاف بھی کر دیں

نُعَذِّبۡ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ -

تو ہم دوسرے گروہ کو ضرور سزا دیں گے اس لیے کہ یہ لوگ اپنی منافقت پر اصرار کر رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے اللہ کے قول ''لَا تَعۡتَذِرُوۡا'' کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ تھے جو مومن تھے، سچے تھے، یہ ایمان لانے کے بعد شک و شبہے میں مبتلا ہو گئے اور انھوں نے منافقت کی ان کی تعداد چار تھی اور اللہ کا قول ''اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ'' تو وہ ان چار میں سے ایک تھا

جس کا نام مختبر بن الحُمَیر تھا اس نے غلطی کا اعتراف کرلیا اور توبہ کرلی اور اس نے کہا یا رسولَ اللہ مجھے میرے نام نے ہلاکت میں ڈال دیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام تبدیل کر کے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کردیا اس نے دعا مانگی یارب اجعلنی شھیدا لا یعلم این انا پروردگار مجھے ایسی شہادت عطا فرما کہ کسی کو پتا نہ چلے کہ میں کہاں ہوں وہ یمامہ کی جنگ میں قتل کردیا گیا اور کسی کو پتا نہ چلا کہ وہ کہاں پر قتل ہوا یہ وہی شخص تھا اللہ نے جس کی معافی کا تذکرہ کیا ہے۔

۶۷- اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ-

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم نوا ہیں

یہ ان منافقین کی بات کو جھٹلاتا ہے انھوں نے جو قسم کھائی کہ وہ تم میں سے ہیں۔ ایسا نہیں ہے اور اللہ کے قول "ماھم منکم" کو ثابت کرنا ہے۔

یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ-

وہ منکر یعنی کفر وعصیان (نافرمانی) کا حکم دیتے ہیں

وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ-

اور نیکی یعنی ایمان اور اطاعت سے روکتے ہیں

وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ ؕ-

اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھتے ہیں یعنی خیرات وصدقات میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں

نَسُوا اللّٰهَ-

انھوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے، اس کے ذکر سے غافل ہوگئے ہیں

فَنَسِیَهُمْ ؕ-

لہٰذا اللہ نے انھیں اپنے فضل ورحمت سے محروم کردیا ہے

کتاب توحید اور تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ انھوں نے دنیاوی زندگی میں اللہ کو بھلا دیا اور اس کی اطاعت کے مطابق عمل نہیں کیا تو اللہ نے انھیں آخرت میں فراموش کردیا یعنی ان کے لیے ثواب میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔ لہٰذا وہ خیر سے محروم ہوگئے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "نَسُوا اللّٰهَ" کا مفہوم ہے کہ انھوں نے اللہ کی اطاعت کو ترک کردیا ہے۔ "فَنَسِیَهُمْ" سے مراد ہے تو اللہ نے انھیں چھوڑ دیا ہے۔ [2]

بے شک منافق لوگ ہی فاسق ہیں یعنی وہ سرکشی میں کامل اور دائرۂ خیر سے ہٹے ہوئے ہیں۔

---

(۱) توحید ص ۲۵۹، ح ۵، باب ۳۶ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۹۶، ح ۸۶ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۹۵-۹۶، ح ۸۵

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے لیے آتشِ جہنم کا وعدہ کرلیا ہے وہ لوگ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے وہی ان کو کافی ہوگی اور اللہ نے اُن پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

۶۸ - هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ-

آتش جہنم اُن کے لیے سزا اور جزا کے طور پر کافی ہوگی اس میں دلالت ہے کہ آتش جہنم کا عذاب بہت عظیم ہوگا اللہ ہمیں اس عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔

وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ-

اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے یعنی اپنی رحمت سے دور کردیا ہے اور انھیں بے وقعت بنا دیا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ-

اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے، جو کبھی منقطع نہ ہوگا اور جائز ہے کہ اس سے مراد منافقت کی مشقت و مصیبت کو برداشت کرنا ہو اور ہمیشہ کے لیے رسوائی اور ذلت کا خوف ہے۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

۶۹۔ تمھاری مثال اپنے پیشرو افراد جیسی ہے جو تم سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے اور ان کے پاس اموال اور اولاد کی بھی کثرت تھی، پھر انھوں نے دنیا میں اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا اور تم نے بھی اپنے حصے سے اسی طرح فائدہ اٹھایا جیسے تم سے پہلے والوں نے اٹھایا تھا جس طرح وہ لوگ باطل میں مشغول رہے تم بھی اسی طرح باطل میں گھسے رہے یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

۷۰۔ کیا ان کے پاس اُن لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوحؑ کی قوم، قومِ عادؑ، قوم ثمودؑ اور ابراہیمؑ کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں جنھیں الٹ دیا گیا ان کے رسولؑ اُن کے پاس کھلی اور واضح دلیلیں لے کر آئے تھے اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرتا تو وہ خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم ڈھا رہے تھے۔

---

۶۹ - كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ -

تم اُن لوگوں کی مانند ہو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ -

جو تم سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے اور ان کے پاس اموال اور اولاد کی بھی کثرت تھی ان کی مشابہت کا بیان ہے اور اُن کی حالت کو اِن کی حالت سے مشابہ قرار دیتے ہوئے بطور مثال بیان کیا ہے۔

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ -

پھر انھوں نے دنیا میں اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا۔ دنیا کی پناہ گاہ اور قلعہٴ دنیا سے اپنا حصہ حاصل کر لیا۔

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ۔

اور تم نے اپنے حصے سے اسی طرح فائدہ اٹھایا جیسے تم سے پہلے والوں نے فائدہ اٹھایا تھا

اولین کی مذمت کی ہے کہ انھوں نے اپنے فانی حصوں سے فائدہ اٹھایا اور انھوں نے اپنی نظریں انجام و آخرت کی جانب سے پھیر دی ہیں اور حقیقی اور باقی رہنے والی لذتوں کی کوشش سے صرفِ نظر کرلیا ہے اور مخاطبین کی بھی مذمت کی ہے کیوں کہ انھوں نے سابقین کے مشابہ کام انجام دیے اور اُن ہی لوگوں کے نشانات قدم پر چلتے رہے۔

وَخُضْتُمْ ۔

تم باطل میں داخل ہوگئے

كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۔

جس طرح وہ لوگ مشغول ہوگئے

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔

یہ وہ لوگ ہیں دنیا و آخرت میں جن کے تمام اعمال ضائع ہوگئے اور ان اعمال پر وہ دارین کے ثواب کے حق دار نہیں رہے۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔

اور یہی لوگ دنیا و آخرت دونوں میں ہی خسارے میں رہے ہیں۔

۷۰ ۔ اَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ ۔

کیا ان کے پاس اُن لوگوں کی خبر نہیں آئی جو اُن سے پہلے تھے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم طوفان سے کس طرح غرق ہوئے۔

وَّعَادٍ ۔

اور قوم عاد ہواؤں کے ذریعہ کس طرح ہلاک ہوئے

وَّثَمُوْدَ ۔

اور قومِ ثمود بھونچال سے کس طرح ہلاک ہوئے

وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ ۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نمرود کس طرح مچھر کے ذریعے ہلاک ہوگیا اور اس کے ساتھی بھی ہلاک ہوگئے۔

وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ –

اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم "یوم الظُّلّہ" کس طرح آگ سے ہلاک ہوئے۔

وَالْمُؤْتَفِكٰتِ –

قومِ لوطؑ علیہ السلام کی بستی کو مختلف سمتوں سے چلنے والی ہواؤں نے کس طرح الٹ پلٹ کر رکھ دیا اس کے بلند حصے کو پست حصے میں تبدیل کر دیا۔

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے مؤتفکات کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا وہ قومِ لوط تھی ان پر زمین کو منقلب کر دیا گیا تھا۔ [1]

اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ –

ان کے پاس ان کے رسول کھلی ہوئی اور واضح دلیلیں لے کر آئے تھے

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ –

اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرتا وہ تو خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم ڈھا رہے تھے۔ وہ خود کو کفر کے سبب اور دوسروں کو ستا کر عذاب کے لیے پیش کر رہے تھے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ مومن مرد اور مومن عورتیں سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان پر رحمتِ خدا نازل ہو کر رہے گی بے شک اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۷۱۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ .... الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

"اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ" (توبہ/۶۷) کے مقابل میں یہ آیت ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

ان کی صفتیں یہ ہیں:

۱۔ نیکی کا حکم دینا

۲۔ برائی سے روکنا

۳۔ نماز قائم کرنا

۴۔ زکوٰۃ دینا

۵۔ اللہ کی اطاعت کرنا

۶۔ اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرنا۔

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ۔

لامحالہ ایسے افراد پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی

"سیرحمھم" میں حرف "س" بطور تاکید آیا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ۔

بے شک اللہ ہر شے پر غالب ہے وہ جس امر کا ارادہ کرلے اس کے لیے کوئی مانع نہیں ہوتا

حَكِيْمٌ۔

وہ باحکمت ہے ہر شے کو ان کے حقیقی مقام پر رکھتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

ع ۹ ۱۵

۷۲۔ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اُن میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور دائمی بہشت میں ان کے لیے پاکیزہ رہائش گاہیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرلیں گے اور یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

۷۲۔ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً –

ایسی رہائش گاہیں جن میں زندگی نہایت پرسکون اور پاکیزہ ہوگی

فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ –

ایسی بہشت جس میں دائمی قیام ہوگا

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ''عدن'' اللہ کا بنایا ہوا ایسا گھر جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی بشر اس کا تصور کرسکتا ہے اس میں صرف تین طرح کے افراد رہیں گے:

۱۔ انبیاء ۲۔ صدیقین ۳۔ شہداء

اللہ تعالیٰ فرمائے گا طوبیٰ لمن دخلک[۱] اس کے لیے سعادت ہے جو تجھ میں داخل ہوا۔

کتاب خصال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جو اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ میری جیسی زندگی گزارے اور اس کی موت میری موت جیسی ہو اور میری اس جنت میں رہے جس کا وعدہ میرے رب نے کیا ہے یعنی ''جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ'' میں ایک ٹہنی ہے جسے اللہ نے خود بویا ہے پھر اس نے فرمایا ''کن فیکون'' تو اُسے چاہیے کہ علی ابن ابی طالب اور اُن کے ان کی ذریت سے موالات (دوستی) رکھے۔[۲]

اور امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک یہودی نے سوال کیا آپ کے نبیؑ جنت میں کس مقام پر رہیں گے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا جنت کے اعلیٰ اور اشرف مقام جنات عدن میں۔ تو اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا خدا کی قسم یہی تحریر حضرت ہارونؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اِملا کرائی ہوئی موجود ہے۔[۳]

(۱) مجمع البیان ج۵۔۶، ص۵۰ (۲) الخصال، ص۵۵۸، ح۳۰ (۳) الاحتجاج ج۱، ص۳۳۷

کتاب فقیہ میں بلال سے ایک روایت ہے کہ جنت عدن جنتوں کے درمیان میں ہے جس کی چہار دیواری یاقوت سرخ سے بنائی گئی ہے اور جس کی کنکریاں موتی ہیں۔ [1]

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ -

اور ان تمام چیزوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی خوش نودی ہے۔ اس لیے کہ اُس کی رضا مندی ہر سعادت کا سبب اور ہر کامیابی کا موجب ہے اور اسی کے ذریعہ اللہ کی کرامت تک رسائی ہوسکتی ہے جو ثواب کی سب سے بڑی صنف ہے۔

ذٰلِكَ -

یعنی رضا مندی، خوش نودی

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ -

یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے جس کے سامنے ہر لذت اور خوشی حقیر اور معمولی ہے۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ج۱، ص ۱۹۳، ح ۹۰۵

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اے نبیؐ آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔ ان کا ٹھکانا تو جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

۷۳۔ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ۔

کہا گیا ہے اس جہاد سے مراد جہاد بالسیف ہے یعنی تلوار سے جہاد کرنا۔ [۱]

وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔

کہا گیا ہے کہ منافقین سے جہاد حجت تمام کرکے اور حدود قائم کرنے کے بعد کیا جائے۔ [۲]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرائض کی بجا آوری کے ساتھ کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔ [۳]

سورۂ تحریم کی آیت يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔ (اے نبیؐ کفار اور منافقین سے جہاد کرو) کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے جہاد فرمایا اور حضرت علی علیہ السلام نے منافقین سے جہاد کیا علیؑ نے رسولؐ اللہ کا فریضۂ جہاد انجام دیا۔ [۴]

(۱، ۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۲۳

(۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۱

(۴) تفسیر قمی ج ۲، ص ۳۷۷

يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا ؕ وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَكَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا ۚ وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ ۚ وَاِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ وہ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں نے کچھ نہیں کہا حالانکہ انھوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد وہ کافر ہوگئے اور انھوں نے ایسی بات کا قصد کیا جس پر وہ قدرت نہ پاسکے اور انھوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے انھیں مال دار بنا دیا پس اگر وہ توبہ کرلیں تو یہی ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان پر دنیا اور آخرت دونوں میں دردناک عذاب نازل فرمائے گا اور زمین میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار۔

۷۴۔تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے کعبہ میں قسم کھائی تھی کہ اس امر کو بنی ہاشم میں واپس نہیں جانے دیں گے تو یہ کلمۂ کفر ہے۔ پھر وہ (عقبہ) گھاٹی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے ارادے سے بیٹھے تھے اور وہ اللہ کے قول ''وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا'' سے واضح ہوتا ہے۔ [1]

اور دوسری جگہ کہا جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو مطلع کیا اور انھیں خبر دی تو انھوں نے پیغمبر اکرمؐ سے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے ایسی بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ''يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا'' [2]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت صاحبانِ عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ انھوں نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ وہ عقبہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کردیں گے جب وہ لوگ تبوک سے واپس آرہے ہوں گے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے کجاوے کو کاٹ دیں گے پھر اسے اکسا دیں گے، بھڑکا دیں گے۔ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے آگاہ کردیا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا اس لیے کہ ان کے منصوبوں کا پتا نہیں چل سکتا تھا جب تک اللہ کی جانب سے وحی نازل نہ ہو۔ رسولِ اکرمؐ گھاٹی میں تنہا روانہ ہوگئے اور روانہ ہونے میں جلدی سے کام لیا اور عمار و حذیفہ میں ایک نے مہار تھام رکھی تھی اور دوسرا اسے ہنکار رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لوگوں کو وادی کے نشیب میں سے راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور جن لوگوں نے آنحضرت صلی

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲، ص ۳۵۸

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ بارہ یا پندرہ افراد تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پہچان لیا اور ان کا نام لے کر انھیں آواز دی۔ فرمایا کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا اُن میں سے آٹھ افراد کا تعلق قریش سے تھا اور چار افراد عرب کے دیگر قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس واقعہ کا کچھ حصہ یاایھا الرسول بلغ کی تفسیر کی ذیل میں گزر چکا ہے (سورۂ مائدہ کی آیت ۶۷ ہے) اور " اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ " (توبہ/ ۶۵) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تذکرہ کیا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں جو کچھ کہنا تھا وہ کہا اور لوگ خیموں میں چلے گئے۔ مقداد ایک گروہ کے پاس سے گزرے ان میں سے کچھ افراد یہ کہہ رہے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کا وقت قریب آ گیا اور اُن کی زندگی تمام ہونے کے قریب آ گئی اور پیامِ اجل آ گیا تو انھوں نے ارادہ کیا کہ اپنے بعد وہ علیؑ کو ہم پر والی بنا دیں۔ خدا کی قسم انھیں ضرور اس بات کا پتا چل جائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مقداد وہاں سے روانہ ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بتلائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز ہونے والی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ مقداد نے ہم پر الزام لگایا ہے اٹھو تا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قسم کھا کر یقین دلائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ آئے۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہمیں اپنے آباء اور ماؤں کی قسم اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کو نبوت سے سرفراز کیا جو بات آپ تک پہنچی ہے وہ ہم نے نہیں کہی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو تمام انسانوں میں مصطفیٰ بنایا ہے۔ امامؑ نے فرمایا رسولِ خداؐ نے فرمایا يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ——— اور اے محمدؐ انھوں نے عقبہ کی رات آپ کا قصد کیا تھا۔ [1]

وَمَا نَقَمُوْٓا -

اور انھوں نے انکار نہیں کیا اور عیب نہیں لگایا

اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ -

مگر محض اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے انھیں مال دار بنا دیا

فرمایا ان میں سے ایک سری بیچا کرتا تھا اور دوسرا بکری یا گائے کے پائے بیچتا تھا اور تیسرا اونٹ کے بال

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۵۱

بٹ کر رسی بنایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی وجہ سے انھیں ثروت مند بنادیا۔ انھوں نے تلوار کی دھار اور تلوار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف استعمال کرنا شروع کردیا۔

یہ محاورہ ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ شکر نعمت ادا کرنے کی بجائے وہ کفرانِ نعمت کرنے لگے حالاں کہ ان پر لازم تھا کہ نبیؐ کی عنایات کے مقابل میں شکر ادا کرتے۔

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ –

پس اگر وہ توبہ کرلیں تو یہی ان کے حق میں بہتر ہوگا

وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا–

اور اگر انھوں نے اس سے روگردانی کی نفاق پر اصرار کرتے ہوئے

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ –

تو اللہ قتل اور آگ کی صورت میں دُنیا اور آخرت دونوں میں انھیں دردناک عذاب سے دوچار کرے گا

وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ –

اور زمین میں نہ اُن کا کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار جو اُن کو عذاب سے بچا سکے۔

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں نوازے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیکوکار بندے بن کر رہیں گے۔

۷۵۔تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عوف تھا۔ وہ بے نوا تھا اس نے اللہ سے وعدہ کیا اور جب اللہ نے اسے نوازا تو وہ بخل سے کام لینے لگا۔ [۱]

تفسیر جوامع میں ہے کہ وہ ثعلبہ بن حاطب تھا اس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ آپ اللہ سے دعا طلب کریں کہ وہ مجھے مال دار بنا دے۔ آنحضرت صلی اللہ نے ارشاد فرمایا اے ثعلبہ کم آمدنی پر شکر رب ادا کرنا بہتر ہے اس کثیر دولت سے تم جس کا شکر ادا کرنے سے قاصر رہو۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر اللہ نے مجھے مال دار بنا دیا تو میں ہر ہر حق دار کو اس کا حق ادا کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا طلب کی۔ اس نے بھیڑ بکریاں پالیں اور ان میں اسی طرح اضافہ ہوتا گیا جس طرح کیڑے نشوونما پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ اس مقصد کے لیے تنگ پڑ گیا تو وہ ایک وادی میں چلا آیا اور جمعہ اور جماعت سے کٹ گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ وصول کرنے والے شخص کو بھیجا کہ اس سے صدقہ وصول کرے تو اس نے انکار کیا اور کنجوسی کی اور کہا یہ تو ٹیکس کی ہمشیرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ثعلبہ پر وائے ہو۔ [۲]

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص۳۰۱۔۳۰۲ (۲) جوامع الجامع ج۲، ص۷۳

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴿۷۷﴾

۷۶۔ پس جب اللہ نے انھیں اپنے فضل سے نوازا تو اس میں بخل کرنے لگے اور روگرداں ہوکر اپنے عہد سے پھر گئے۔

۷۷۔ اس بدعہدی کی سزا میں کہ انھوں نے اللہ سے وعدہ خلافی کی تھی اور جھوٹ بولتے تھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق جاگزیں کردیا اس روز تک کے لیے جب وہ خدا کے روبرو حاضر ہوں گے۔

۷۶– بَخِلُوْا بِهٖ–

اس میں بخل کرنے لگے اس سے اللہ کے حق کو روک دیا

وَتَوَلَّوْا–

اور اللہ کی اطاعت سے روگردانی اختیار کرلی

۷۷– فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ –

کنجوسی نے بطورِ وراثت نفاق کو ان کے دلوں میں جاگزیں کردیا

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ–

اس دن تک کے لیے جب وہ اللہ سے ملاقات کریں گے

کتابِ توحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے اَللِّقَاء (ملاقات) سے مراد دوبارہ زندہ کیا جانا ہے۔ [1]

(۱) التوحید ص ۲۶۷، ح ۵، باب ۳۶

اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ سِرَّہُمۡ وَنَجۡوٰىہُمۡ وَ اَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُہۡدَہُمۡ فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡہُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰہُ مِنۡہُمۡ ۫ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۹﴾

۷۸۔ کیا انھیں پتا نہیں کہ اللہ ان کے مخفی رازوں اور پوشیدہ سرگوشیوں تک سے واقف ہے اور اللہ غیب کی تمام باتوں کو جانتا ہے۔

۷۹۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مومنین میں خوش دلی سے خیرات کرنے والوں کو اور جن کو اپنی محنت کے سوا کچھ میسر نہیں آتا انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اُن لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۷۸ - یَعۡلَمُ سِرَّہُمۡ -

اللہ جانتا ہے کہ انھوں نے اپنے آپ میں کس قدر نفاق کو چھپا رکھا ہے

وَنَجۡوٰىہُمۡ -

آپس میں یہ لوگ طعن و تشنیع کے انداز پر جو سرگوشیاں کرتے ہیں اللہ اُن سے بھی واقف ہے

وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ -

اور بے شک اللہ غیب کی تمام باتوں کو جانتا ہے کوئی شے اس سے مخفی نہیں

۷۹ - اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ -

وہ لوگ جو طعن و تشنیع کرتے ہیں، عیب لگاتے ہیں

الۡمُطَّوِّعِیۡنَ -

خیرات کرنے والے

اِلَّا جُہۡدَہُمۡ -

جن کو اپنی محنت کے سوا کچھ میسر نہیں آتا۔ وہ اپنی طاقت کے مطابق صدقہ کی مد میں کم مقدار میں دیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے: افضل الصّدقۃ جُھد المُقِل

افضل ترین صدقہ کم آمدنی والے کی جدوجہد ہے

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۔

وہ لوگ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، استہزاء کرتے ہیں

سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۔

اللہ اُن کا مذاق اڑاتا ہے یعنی ان کے مذاق کا جواب دیتا ہے اسی طرح کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے وارد ہوا ہے۔ [۱]

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ سالم بن عمیر انصاری ایک صاع (تقریباً تین کلوگرام) کھجور لے کر آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے رات بھر کنویں سے لوگوں کے لیے پانی بھرا ہے یہاں تک کہ مجھے دو صاع کھجوریں ملیں میں نے اُن میں سے ایک صاع اپنے لیے روک لیں اور ایک صاع اپنے رب کو بطور قرض دے رہا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انھیں صدقات میں ملا دے۔ منافقین نے اس کا مذاق اڑایا اور گویا ہوئے کہ اگر اللہ اس صاع سے غنی ہے تو اس شخص کے ایک صاع کی کیا ضرورت ہے لیکن ابوعقیل نے ارادہ کیا کہ خود کو یاد دلائے کہ اس نے صدقات میں حصہ لیا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین نے اپنے آپ کو مزدوری کے لیے وقف کیا کہ وہ اپنی پسندیدہ کھجور کے عوض ڈول سے پانی کھینچیں گے تو اس طرح انھوں نے کھجوریں جمع کیں اور انھیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبدالرحمٰن بن عوف دروازے پر تھے انھوں نے آنکھوں سے اشارے کیے یعنی حضرت علیؑ کی عیب جوئی کی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۳]

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۲۶ ۔ ۱۹۲ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۲ (۳) تفسیر قمی ج ۲، ص ۱۰۱، ح ۹۳

اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اے نبیؐ آپ ایسے لوگوں کے لیے خواہ معافی طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر بار بھی انھیں معاف کرنے کی درخواست کریں گے تو اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ فاسق لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

۸۰ - اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے معافی طلب کرنا یا نہ کرنا دونوں ایک جیسا ہے۔ دونوں امور میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ انھیں اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً -

خواہ ایسا ستر بار ہو

کہا گیا ہے کہ یہ تعداد عربوں کی زبان پر جاری ہے اور ان کے کلام میں پائی جاتی ہے اور بطور مثال کثرت کو ظاہر کرنے کے لیے ستر کہا جاتا ہے۔ [۱]

عامہ کی روایت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ (المنافقون ۶۳ / ۶) [۲]

اور دوسرے لفظوں میں آپ نے فرمایا اگر میں جانتا کہ اگر میں ستر بار سے زیادہ کہوں گا اور مغفرت ہو جائے گی تو میں ایسا ضرور کرتا۔ [۳]

تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام نے کہا اگر آپ ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو اللہ پھر بھی انھیں نہیں بخشے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اُن کے لیے سو مرتبہ دعائے مغفرت کروں گا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اور فرمایا لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ ؕ (ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو آپ نہ تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں)۔ نبی اکرم صلی اللہ

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲، ص ۲۹۵ (۲) الکشاف ج ۲، ص ۲۹۴ و انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۲۵

(۳) درِ منثور ج ۳، ص ۲۶۴۔۲۶۵ و مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۵۵

علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نہ تو ان لوگوں کے لیے مغفرت طلب کی اور نہ ہی ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شخص کے لیے طلب مغفرت کرنا کوئی بعید نہیں ہے کافروں میں سے جس کے ایمان لانے کی انھیں امید ہو۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے ایمان سے مایوس ہوں ان کے لیے استغفار جائز نہیں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (توبہ ۹/ ۱۱۳) سے اللہ کے قول تَبَرَّاَ مِنْهُ تک اور اس سلسلے میں مکمل گفتگو ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب کی جائے گی۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ -

اور اللہ ایسے فاسقین کی ہدایت نہیں کیا کرتا جو اپنے کفر میں سرکشی کرتے ہوں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۰، ح ۹۲

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ جو لوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے تھے وہ رسولِ خداؐ کی مرضی کے خلاف بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنے اموال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور دوسروں سے کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا۔ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے آتشِ جہنم تو اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اے کاش وہ یہ بات سمجھ لیتے۔

کہا جاتا ہے اَقَام خلاف القوم — یعنی وہ قوم سے دور ہو گئے

۸۱ - وَكَرِهُوْٓا اَنْ .... فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ -

اور اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اطاعت خداوندی کے مقابل میں انھوں نے مرفہ الحالی اور آرام وسکون کو ترجیح دیا۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ -

اور انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ خبردار گرمی میں نہ نکلنا اور جد بن قیس کا واقعہ اس بارے میں وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ (توبہ ۹ / ۴۹) کی تفسیر کے موقع پر بیان کیا جاچکا ہے اور یہ درحقیقت اللہ کی جانب سے اس کے لیے رسوائی و بدنامی ہے۔

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ -

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ آتشِ جہنم جسے تم نے اس مخالفت کے ذریعے ترجیح دی ہے زیادہ تپش کی حامل ہے۔

لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ -

اے کاش وہ لوگ یہ بات سمجھ لیتے کہ ان کی بازگشت جہنم کی جانب ہے یہ کیسے ہوا کہ انھوں نے اطاعت کے مقابل میں خوش حالی اور آسودگی کو ترجیح دے کر اُسے اختیار کر لیا ہے۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلَىٰ طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾

۸۲۔ انھیں چاہیے کہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اس لیے کہ انھیں ان کے اعمال کے بدلے میں (آخرت میں) بہت سا رونا ہوگا۔

۸۳۔ پھر اگر خدا آپ کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لے جائے اور وہ آپ سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو اے نبیؐ فرما دیجیے تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکلو گے اور نہ ہی میری معیت میں دشمنوں سے نبرد آزما ہوگے تم لوگ پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تھے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

۸۲ – فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۚ –

انھیں چاہیے کہ تھوڑا سا ہنسیں اور زیادہ روئیں

یا تو ظاہر امر کی بنیاد پر ایسا ہے یا خبر دی گئی ہے کہ دنیا و آخرت میں وہ کس حالت سے دوچار ہوں گے یعنی وہ کم ہنسیں گے اور زیادہ روئیں گے۔ اسے صیغۂ امر میں اس لیے بیان کیا کہ اس کا حتمی و لازمی ہونا واضح ہو جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ ہنسنا اور رونا خوشی اور غم کا کنایہ ہو۔

جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ –

یہ ان کے اعمال کی جزا ہے جو کفر، نفاق اور پیچھے رہ جانا ہے۔

۸۳ – فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلَىٰ طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ – پھر اگر خدا آپ کو ان میں سے ایک گروہ کی طرف لے جائے یعنی اے نبیؐ جب آپ مدینہ منورہ واپس آئیں اور وہاں پیچھے رہ جانے والوں کا ایک گروہ یعنی ان کے منافقین ہیں جنھوں نے نہ تو توبہ کی ہے اور نہ ہی پیچھے رہ جانے کا کوئی معقول عذر اُن کے پاس ہے۔

فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ –

تبوک کے بعد وہ کسی اور غزوے میں جانے کی آپ سے اجازت طلب کریں

فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ –

اے نبیؐ آپ اُن سے فرما دیجیے کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکلو گے اور نہ ہی میری معیت میں دشمنوں سے نبرد آزما ہوگے انکار کے مفہوم کو تاکید کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ -

تم لوگ پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تھے

علّت بیان کی گئی کہ ہم تمھیں کسی اور غزوہ میں جانے کی اجازت کیوں نہیں دے رہے ہیں اور غازیوں کے دفتر سے ان کا نام خارج کیا جانا پہلی مرتبہ تخلّف (پیچھے رہ جانے) کی سزا کے طور پر ہے یعنی غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہونا۔

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ -

لہٰذا تم بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

خالفین سے مراد ہے متخلّفین پیچھے رہ جانے والے جن میں جہاد کی لیاقت نہ تھی جیسے عورتیں اور بچے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اے پیغمبر اگر اُن میں سے کوئی مر جائے تو آپ ہرگز اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اس حال میں مرے ہیں کہ وہ فاسق تھے۔

۸۴۔ وَلَا تُصَلِّ۔

نہ دعا کریں نہ اس کے لیے مغفرت طلب کریں

وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ۔

اور نہ ہی اس کے لیے دعا مانگنے کے لیے اس کی قبر پر کھڑے ہوں

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضور سرورِ کائنات جب کسی کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے تو ایک گھنٹے تک اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لیے دعا طلب کیا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے روک دیا اور اُن کی قبر پر کھڑے ہونے اور ان کے لیے دعا طلب کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اور پھر ان باتوں کا سبب بھی بیان کر دیا ہے۔ [1]

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا .... وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔

کہ نماز نہ پڑھنے اور قبر پر کھڑے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ وہ فاسق تھے۔

تفسیر قمی میں استغفار کی سابقہ آیت کے ذیل میں روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے مدینہ واپس آئے تھے۔ عبداللہ بن ابی مریض تھا اور اس کا بیٹا عبداللہ مومن تھا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ اس کا باپ نزع کے عالم میں تھا۔ اس نے کہا یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ اس وقت میرے باپ کے پاس نہیں آئیں گے تو یہ ہمارے لیے باعث ننگ و عار ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور منافقین اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی نے کہا یارسول اللہؐ آپ اس کے لیے دعائے مغفرت فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یارسول اللہ کیا اللہ نے آپ کو ان پر نماز پڑھنے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع نہیں فرمایا

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۵۷

ہے؟ رسولِ اکرمؐ نے اس سے اعراض (روگردانی) کیا پھر حضرت عمرؓ نے دوبارہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جواب دیا تم پروائے ہو مجھے اختیار دیا گیا تھا میں نے اسی پر عمل کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ (توبہ ۹/۸۰) جب عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوگیا تو اس کا بیٹا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے باپ کے جنازے میں تشریف لے چلیں۔ رسولِ اکرمؐ جنازے میں شریک ہوئے اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا یارسول اللہ کیا اللہ نے آپ کو منع نہیں فرمایا ہے کہ نہ تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا تم پروائے ہو کیا تم جانتے ہو میں نے کیا کہا انما قلتُ اللّٰھم احش قبرہ ناراً وجوفہ ناراً واصلہ النار، میں نے کہا یا اللہ اس کی قبر میں آگ بھر دے اور اس کے شکم میں آگ بھر دے اور اسے آگ تک پہنچا دے۔ رسولؐ سے ایسی بات ظاہر ہوئی جسے آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے فرزند سے کہا تھا کہ جب تم اپنے والد کے کفن دفن سے فارغ ہوجاؤ تو مجھے اطلاع دینا اور اس کے والد کی وفات ہوچکی تھی اس نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھنے کا ارادہ کیا اور نعلین پہننے لگے تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کیا خداوند عالم نے نہیں فرمایا لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۚ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تم پروائے ہو میں تو کہہ رہا ہوں "اے اللہ تو اس کے قبر کو آگ سے بھر دے اور اس کے شکم کو آگ سے بھر دے اور روز قیامت اسے واصلِ جہنم کردے۔ [2]

اور دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے کا ہاتھ تھاما اور جنازے کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے توجہ دلائی اور کہا کیا آپ کے رب نے اس سے نہیں روکا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو آپ اس کی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جواب نہیں دیا قبل اس کے کہ وہ قبر تک پہنچتے حضرت عمرؓ نے جو کچھ پہلے کہا تھا اسے دہرایا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ تم نے ہمیں دیکھا ہم نے نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور نہ اس کی خاطر قبر پر کھڑے ہوئے۔ اس کا بیٹا مردِ مومن ہے اور ہم پر لازم ہے کہ اس کا حق ادا کریں تو حضرت عمرؓ نے کہا میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اللہ کی ناراضی اور یارسول اللہؐ آپ کی ناراضی سے۔ [3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باحیا اور کریم تھے جیسا کہ ارشادِ باری

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۲ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۱، ح ۹۴ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۲، ح ۹۵

ہے: فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ (احزاب ۳۳/ ۵۳) (چنانچہ نبیؐ تم سے شرماتے ہیں اور اللہ حق بات سے نہیں شرماتا)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو ناپسند فرمارہے تھے کہ ان کے اصحاب میں سے ایک شخص جو مومن ہے وہ رسوا ہوجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافق کے لیے بددعا کررہے تھے اور توریہ کرتے ہوئے یہ ظاہر کررہے تھے جیسے وہ اس کے لیے دعا طلب کررہے ہوں اور یہی مفہوم ہے جو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: ماذا تبنا صلینا له علی جنازة ولا قمنا له علی قبره۔

اور اسی طرح قمی نے جو حدیث بیان کی ہے خیرت فاختترت کے مفہوم میں بھی یہ توریہ کیا ہے استغفار کو اختیار کرکے اور آپ کا یہ قول کہ فاستغفر له میں اس کے لیے استغفار کروں گا ہوسکتا ہے آپ نے ان لفظوں کے ذریعے اس کے بیٹے کے لیے مغفرت طلب کی ہو جب اس نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی خواہش کی اور حضور جانتے تھے کہ وہ جہنمی ہے اور جو کچھ ہم نے کہا ہے اس پر دلیل امام علیہ السلام کا قول ہے فبدا من رسول الله مالم یکن یحب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی بات ظاہر ہوئی جسے آپ پسند نہیں فرمارہے تھے۔ قمی کی حدیث کسی معصوم تک منتہی نہیں ہوئی اس کی سند درست نہیں اور یہاں قمی کی حدیث کی بہ نسبت عیاشی کی حدیث پر زیادہ اعتماد کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ اس کی سند معصوم تک پہنچتی ہے اس لیے کہ قمی کی حدیث میں سیاق کلام دلالت کرتا ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب ابن ابی کا قصہ ہے اور دوسری روایت سے پتا چلتا ہے کہ اس آیت کا نزول پہلے ہوچکا تھا۔

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خداؐ کچھ لوگوں پر پانچ تکبیریں کہتے تھے اور کچھ پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ جب رسولِ اکرمؐ کسی کی نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہتے تو وہ شخص متہم قرار پاتا تھا یعنی منافق تھا۔ [1]

کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی میت کی نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے، شہادت پڑھتے پھر تکبیر کہتے اور انبیاء پر درود بھیجتے پھر تکبیر کہتے اور مومنین کے لیے دعا طلب کرتے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور میت کے لیے دعا کرتے پھر تکبیر کہہ کر نماز ختم کردیتے تھے اور واپس لوٹ آتے جب اللہ تعالیٰ نے منافقین پر نماز پڑھنے سے منع کردیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہتے شہادت پڑھتے پھر تکبیر کہتے اور انبیاء پر درود بھیجتے پھر تکبیر کہتے اور مومنین کے لیے دعا کرتے پھر چوتھی تکبیر کہہ کے نماز کو تمام کردیتے اور واپس چلے آتے اور میت کے لیے دعا نہیں فرماتے تھے۔ [2]

---

(۱) الکافی ج ۳، ص ۱۸۱، ح ۲ (۲) الکافی ج ۳، ص ۱۸۱، ح ۳، و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۲، ح ۹۶

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اے نبیؐ اُن کے اموال اور اولاد آپ کو کسی تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اسی کے ذریعے انھیں دنیا میں عذاب میں مبتلا کرے اور جب اُن کی جان نکلے تو اس وقت بھی وہ کافر ہی ہوں۔

۸۵-فِي الدُّنْيَا -

اللہ ان لوگوں کو دنیا میں اس طرح عذاب دینا چاہتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں انھیں مصائب و رنج ومحن کا سامنا ہوگا اور ان کے لیے مال میں سے زکوٰۃ نکالنا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دشوار ثابت ہوگا۔

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ-

اور جب جاں کنی کا وقت ہوگا اور روح نکل رہی ہوگی تو وہ لوگ حالتِ کفر میں مریں گے۔

اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ دوبارہ یہ آیت تاکید کے لیے آئی ہے یا یہ کہ اس مقام پر ایسے فریق کے لیے بیان کی گئی جو پہلے فریق سے مختلف ہے۔

وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۶۔ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جہاد میں حصہ لو تو ان میں سے جو لوگ دولت مند ہیں وہ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجیے ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں گے۔

۸۷۔ وہ اس بات پر راضی ہوگئے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں گھروں میں بیٹھ رہیں ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے وہ سمجھنے والے نہیں ہیں۔

۸۸۔ لیکن پیغمبرؐ اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے انھوں نے اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا انھی لوگوں کے لیے تمام بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

---

۸۶ - اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ -

جو لوگ صاحبِ فضل اور دولت مند ہیں

مَعَ الْقٰعِدِيْنَ -

جو لوگ کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ رہے اور جنگ میں شرکت نہیں کی۔

۸۷ - الْخَوَالِفِ -

خالفہ کی جمع ہے

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا عورتوں کے ساتھ رہ گئے۔ [۱]

فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ -

وہ لوگ سمجھتے نہیں کہ جہاد کتنی اہمیت رکھتا ہے اور رسول کی موافقت موجب سعادت ہے اور پیچھے رہ جانے میں بدبختی اور بدنصیبی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

۸۸- لٰكِنِ الرَّسُوْلُ............................ وَاَنْفُسِهِمْ -

اگر ان لوگوں نے تخلف کیا اور جہاد میں حصہ نہیں لیا تو کیا ہوا اُن لوگوں نے جہاد کیا جو ان سے بہتر تھے اس لیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اللہ پر ایمان لانے والوں نے اپنے اموال اور انفس سے جہاد کیا۔

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ -

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دونوں جہاں کی بھلائیاں ہیں

دنیا میں نصرت اور غنیمت ہے اور آخرت میں جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ -

اور یہی لوگ فلاح پانے والے اور اپنے مقاصد تک رسائی حاصل کرنے والے ہیں۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

ع ۱۷

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

۸۹۔ اللہ نے ان لوگوں کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

۹۰۔ اور صحرانشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے آپ کے پاس آئے کہ انھیں بھی اجازت دے دی جائے اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے جھوٹ بولا وہ گھر میں بیٹھ رہے سو جو لوگ ان میں سے کافر ہو گئے اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۹۱۔ کمزوروں، بیماروں اور خرچ کے لیے سرمایہ نہ رکھنے والوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے جب کہ وہ خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خیر اندیش ہوں ایسے نیکوکاروں پر بھی کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ بخشنے والا بے حد شفیق ہے۔

۹۰- مِنَ الْاَعْرَابِ-

صحرانشینوں میں سے

لِيُؤْذَنَ لَهُمْ-

عذر کرنے والوں اور کوتاہی کرنے والوں کو اجازت مرحمت کر دی جائے

مُعَذِّر کا لفظ عذر سے بنا ہے جب کسی معاملے میں تاخیر کی جائے اور اس بارے میں کوشش نہ کی جائے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ عذر کرنے والا یہ سمجھے کہ اس کی معذرت معقول ہے حالاں کہ اس کے عذر کی کوئی اصلیت اور حقیقت نہ ہو۔

اور یہ وہ لوگ ہیں جو باطل کے لیے معذرت طلب ہیں۔

وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ -

اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ گھر میں بیٹھ رہے

وہ دعوائے ایمان میں جھوٹے تھے نہ انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی اور نہ ہی معذرت طلب کی۔

عَذَابٌ اَلِيْمٌ -

دردناک عذاب سے مراد قتل ہونا اور آتش جہنم ہے

۹۱ - عَلَى الْمَرْضٰى -

سے مراد وہ لوگ ہیں جو بوڑھے ہو گئے ہیں اور لنجے اور لولے ہیں

لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ -

جو لوگ اپنے فقر کے سبب خرچ کرنے کے لیے سرمایہ نہیں رکھتے

حَرَجٌ -

ایسے لوگ اگر غزوہ میں مؤخر ہو جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے

اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ -

جب کہ وہ خلوصِ دل سے اللہ اور اس کے رسول کے خیر اندیش ہوں

مخفی طور سے اور بالاعلان ایمان و اطاعت کے ذریعے

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ -

ایسے نیکو کاروں پر بھی کوئی الزام نہیں ہے نہ اُن پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ملامت۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور نہ ہی ان بے سرو سامان لوگوں پر الزام عائد ہوتا ہے جنھوں نے خود آ کر آپ سے سواری کی درخواست کی تھی تو آپ نے اُن سے کہا تھا کہ میں تمھارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتا تو وہ لوٹ گئے اور اس غم کی وجہ سے کہ ان کے پاس خودخرچ کرنے کو کچھ میسر نہ تھا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

۹۲– تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ –

ان کے آنسو بہہ رہے تھے اس آیت میں ''من'' بیانیہ ہے گویا کہ اُن کی آنکھ بہتا ہوا آنسو بن گئی تھی۔

اَلَّا يَجِدُوْا –

اس لیے کہ ان کے پاس نہیں تھا

مَا يُنْفِقُوْنَ –

کہ جسے وہ غزوہ میں خرچ کریں۔

تفسیر عیاشی میں صادقین سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ورقاء الخزاعی اُن میں سے ایک تھا۔ [1]

تفسیر قمی میں غزوۂ تبوک کے واقعہ کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ کچھ رونے والے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بنی عمر بن عوف بن سالم بن عمیر سے تعلق رکھنے والے سات افراد تھے۔ انھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بنی واقف میں مرمی بن عمیر اور بنی عالیہ میں علبہ بن زید تھا جس نے اپنی آبرو کا صدقہ دیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ رسولِ خداؐ نے صدقہ دینے کا حکم دیا لوگ صدقات لے کر آتے رہے۔ علبہ آیا اور اس نے کہا یارسول اللہؐ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جسے میں بطورِ صدقہ پیش کروں میں نے اپنی آبرو اور عزت کو حلال قرار دیا ہے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ اللہ نے تمھارا صدقہ قبول کرلیا اور بنو مازن ابن النجار سے ابولیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب اور بنی سلمہ سے عمرو بن غلیمہ اور بنی زرین سے سلمہ بن صخر اور بنی معز سے ماضرہ بن ساریہ سُلمی یہ سب کے سب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں گریہ کناں (روتے ہوئے) آئے اور انھوں نے کہا یارسول اللہؐ ہمارے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ ہم آپ کے ساتھ غزوہ پر روانہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۤءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى سے اللہ کے قول اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ تک اور فرمایا کہ ان رونے والوں نے پہننے کے لیے جوتوں کا سوال کیا تھا۔ [2]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۴۔۱۰۵ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۳

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

الجزء ۱۱

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾

۹۳۔ البتہ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو باوجود مال دار ہونے کے آپ سے اجازت کے طلب گار ہیں اور وہ اس بات پر راضی ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں گھروں میں بیٹھے رہیں اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اب وہ کچھ نہیں جانتے۔

۹۴۔ جب تم ان کے پاس واپس پہنچو گے تو یہ تم سے طرح طرح کے عذر پیش کریں گے اے نبی فرما دیجیے: تم عذر خواہی نہ کرو ہم تمھاری کسی بات کا اعتبار نہیں کریں گے اللہ نے ہمیں تمھاری تمام باتوں سے مطلع کر دیا ہے اب اللہ اور اس کا رسول تمھارے طرزِ عمل کو دیکھیں گے پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے پس جو جو عمل تم کیا کرتے تھے وہ تمھیں اُس سے آگاہ کردے گا۔

۹۳ - إِنَّمَا السَّبِيلُ .... مَعَ الْخَوَالِفِ -

فرمایا کہ یہ اسّی افراد تھے جن کا مختلف قبائل سے تعلق تھا اور خوالف سے مراد عورتیں ہیں۔ [۱]

وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ -

اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی یہاں تک کہ وہ انجام کے خطرات سے غافل ہوگئے۔

فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ -

وہ لوگ اس کے انجام سے بے خبر ہیں۔

۹۴ - يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ -

وہ پیچھے رہ جانے کے بارے میں تم سے معذرت خواہی کریں گے

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۹۳

اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ -

جب تم غزوہ سے ان کے پاس واپس آ ؤ گے

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا -

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ تم جھوٹی عذر خواہی نہ کرو

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ -

ہم ہرگز تمھاری تصدیق نہیں کریں گے

قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ -

اللہ نے تمھاری بعض باتوں سے اپنے نبیؐ پر وحی کے ذریعے ہمیں باخبر کر دیا ہے اور وہ تمھارے دلوں میں شر اور فساد کی صورت میں موجود ہے۔

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ -

اور اللہ اور اس کا رسولؐ تمھارے طرزِ عمل کو دیکھیں گے کہ آیا تم کفر سے توبہ کر لیتے ہو یا تم اس کفر پر باقی رہتے ہو۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ -

پھر تم اس اللہ کی طرف پلٹائے جاؤ جو ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے

ضمیر لانے کے بجائے عالم الغیب والشھادۃ صفت بیان کر دی تا کہ اس امر کو واضح کیا جائے کہ اللہ ان کے باطن اور ظاہر دونوں سے آگاہ ہے ان کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے اور وہ لوگ جو عمل بجا لاتے ہیں ان کی کوئی بات بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں ہوتی۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ -

پس جو جو عمل تم کیا کرتے تھے وہ تمھیں اس سے آگاہ کر دے گا۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

۹۵۔ جب تم جہاد کرنے کے بعد ان کے پاس واپس آؤ گے تو وہ تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے درگزر کرو لہٰذا تم ان کی طرف سے منہ پھیر لو یقیناً وہ ناپاک ہیں اور یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کے بدلے میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

۹۶۔ وہ تمھارے سامنے اس لیے حلف اٹھاتے ہیں کہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ایسے فاسق لوگوں سے ہرگز راضی نہ ہوگا۔

---

۹۵ - سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ .... لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ -

وہ تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے درگزر کرو تو خبردار انھیں ملامت نہ کرنا

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ -

تم ان کی طرف سے منہ پھیر لو لیکن انھیں جھڑکنا نہیں

اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ -

وہ ناپاک ہیں

ڈانٹ ڈپٹ، نصیحت اور لعنت ملامت کچھ بھی ان کے لیے منفعت بخش نہیں ہے اور انھیں پاک بنانے کا بھی کوئی راستہ نہیں۔

۹۶ - يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ -

وہ تمھارے سامنے اس لیے حلف اٹھاتے ہیں کہ تم ان کے حلف پر یقین کر کے ان سے راضی ہو جاؤ اور تم ان کے ساتھ جیسا سلوک کیا کرتے تھے اسے ہمیشہ کے لیے جاری رکھو۔

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ .... عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ -

تمھاری رضامندی اُن کے لیے منفعت بخش نہیں ہو سکتی اگر اللہ اُن سے ناراض ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے باوجود

اللہ کی رضا مندی کا خواہاں ہوتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور لوگ بھی اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو لوگ اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی خوش نودی کے خواہش مند ہوتے ہیں تو اللہ بھی اُن سے ناراض ہوتا ہے اور لوگ بھی اُن سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابِ مومنین، منافقین سے تعرض کرتے تھے اور انھیں اذیت پہنچاتے تھے اور وہ منافقین ان کے لیے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ وہ حق پر ہیں اور وہ منافق نہیں ہیں کہ وہ انھیں معاف کر دیں اور ان سے راضی ہو جائیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ [2]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۶۱

(۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۲۔۳۰۳

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۹۷﴾

وَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۹۸﴾

۹۷۔ یہ بدوی عرب کفر ونفاق میں زیادہ ہی سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ اللہ نے اپنے رسولؐ پر جو احکام نازل کیے ہیں ان کے حدود سے ناواقف رہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور صاحبِ حکمت ہے۔

۹۸۔ اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمھارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔ بری گردش انھی پر پڑے اور اللہ سب کچھ سنتا اور ہر بات جانتا ہے۔

۹۷- اَلۡاَعۡرَابُ-

بدوی۔ دیہات کے رہنے والے

اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا-

شہریوں سے زیادہ کفر ونفاق میں سخت ہیں

غیر مہذب ہونے کی وجہ سے، سنگ دلی کے سبب، بدسلوکی کی وجہ سے اور اس لیے بھی کہ وہ ایسی جگہ پروان چڑھے جہاں پر علماء سے ملاقات اور تنزیل قرآن کی سماعت سے دوری تھی۔

وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا-

اور وہ اسی لائق ہیں اسی کے حق دار اور سزاوار ہیں کہ وہ ناواقف رہیں

حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ-

اللہ نے اپنے رسولؐ پر جو احکامات شریعت از قسم فرائض ومستحبات نازل کیے ہیں ان سے

وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ-

اور اللہ ہر ہر فرد کے حال سے باخبر ہے خواہ خانہ بدوش ہوں یا دیہات وقصبات کے رہنے والے

حَكِيۡمٌ-

ان کے گناہ گاروں اور نیکوکاروں کو اللہ کی جانب سے عذاب وثواب میں سے جو کچھ پہنچنے والا ہے وہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔

۹۸- وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ-

اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں کہ شمار کرتے ہیں، قرار دیتے ہیں

مَا يُنْفِقُ-

جو مال وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جس مال میں سے صدقہ دیتے ہیں

مَغْرَمًا-

تاوان اور نقصان اس لیے کہ وہ اسے اللہ کے پاس شمار نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے عوض کسی ثواب کا امیدوار ہے۔ البتہ وہ ریاکاری اور تقیہ کی بنیاد پر اسے خرچ کرتا ہے۔

وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ-

اور وہ تمھارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں، گردش دوران، اس کے نتائج، اس کے حوادث کہ امر تمھارے خلاف تبدیل ہو جائے تا کہ وہ خرچ کرنے سے بچ جائے۔

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ-

بری گردش انھی پر پڑے یہ ان کے لیے بددعا ہے کہ جیسا وہ ہمارے لیے منتظر ہیں خود انھی کے لیے ہو جائے یا خبر ہے کہ وہ لوگ ان کے لیے جس بات کا انتظار کر رہے ہیں وہ واقع ہو کر رہے گی۔

وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ-

وہ لوگ خرچ کرتے وقت جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اسے سن رہا ہے

عَلِيْمٌ-

اور جو کچھ وہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ اسے جانتا ہے۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

ع ۱۲/۱۰/۱

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

۹۹۔ اور ان صحرانشینوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی قربت اور پیغمبر کی طرف سے حصولِ رحمت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں ہاں وہ یقیناً اُن کے لیے قربت کا ذریعہ ہے عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کر دے گا بے شک اللہ بخشنے والا اور بے حد شفیق ہے۔

۱۰۰۔ وہ مہاجرین اور انصار جنھوں نے سب سے پہلے ایمان کی جانب سبقت کی اور وہ لوگ جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ اُن کی پیروی کی خدا اُن سے خوش ہوا اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اللہ نے اُن کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

۹۹- قُرُبٰتٍ-

نزدیکی کا سبب ہے

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ-

اور رسول کی طرف سے حصولِ رحمت کا ذریعہ ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ دینے والوں کے لیے خیر و برکت کی دعا طلب کرتے تھے اور ان کے لیے طلبِ مغفرت کرتے تھے۔

اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ-

ہاں! وہ یقیناً ان کے لیے قربت کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس امر کی شہادت ہے کہ ان کے عقائد درست ہیں اور یہ ان کی امیدوں کی تصدیق ہے۔

سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ-

اللہ نے ان سے وعدہ کرلیا ہے کہ رحمتِ الٰہی ان کا احاطہ کیے ہوگی

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

بے شک اللہ بخشنے والا اور بے حد شفیق ہے یہ ان کے سکون و اطمینان کے لیے ایک بیان ہے۔

۱۰۰- السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد نقباء (نمائندے) ہیں جیسے ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ، عمارؓ اور جو لوگ ایمان لائے، تصدیق کی اور ولایت علیؑ پر ثابت قدم رہے۔ [۱]

نہج البلاغہ میں ہے کہ کسی فرد کو مہاجر نہیں کہا جاسکتا جب تک وہ اس کی معرفت حاصل نہ کرلے جو زمین میں حجت ہے، جس نے اس کی معرفت حاصل کرلی اور اس کا اقرار کرلیا تو وہ مہاجر کہلائے گا۔ [۲]

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ۔

اور وہ لوگ جنھوں نے ایمان اور اطاعت کے ساتھ روزِ قیامت تک ان کا اتباع کیا۔

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ایک حدیث میں آپ نے مہاجرین اولین سے گفتگو کا آغاز کیا اور یہ بتایا کہ درجے کے اعتبار سے وہ سابق ہیں پھر دوسرے نمبر پر انصار کا ذکر کیا، پھر تیسرے نمبر پر تابعین باحسانٍ (وہ تابعین جو نیکوکار تھے) کا تذکرہ کیا ہے پھر آپ نے ہر قوم کو ان کے درجات و منازل کے اعتبار سے رکھا جو اُن کے نزدیک تھے۔ [۳]

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

اللہ اُن سے راضی ہوا ان کی اطاعت کو قبول کرکے اور اُن کے اعمال کو پسندیدہ قرار دے کر

وَرَضُوْا عَنْهُ۔

اور انھوں نے جو دینی اور دنیوی نعمتیں حاصل کی ہیں اس بنا پر وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۰۳

(۲) نہج البلاغہ ص ۲۸۰، خطبہ ۱۸۹

(۳) الکافی ج۲، ص۴۱، ح۱ و تفسیر عیاشی ج۲، ص۱۰۵، ح۱۰۴

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ اور تمھارے گردو پیش جو بدوی رہتے ہیں ان میں بہت سے منافق ہیں اور مدینہ کے باشندوں میں بھی منافقین موجود ہیں وہ اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم انھیں نہیں جانتے ہم انھیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انھیں دوہری سزا دیں گے پھر اس کے بعد وہ بڑے عذاب کی جانب لوٹائے جائیں گے۔

۱۰۱ - وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ - اور تمھارے شہر مدینہ کے اردگرد

مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ -

جو بدوی رہتے ہیں ان میں بہت سے منافق ہیں

وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ -

اور مدینہ کے باشندوں میں بھی منافقین موجود ہیں

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ - وہ اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں

وہ لوگ نفاق میں ماہر ہیں اور منافقت سیکھ چکے ہیں۔ منافقین کی صفت بیان کی گئی ہے۔

لَا تَعْلَمُهُمْ -

تم انھیں دیکھ کر پہچان نہیں سکتے یہ اُن کی مہارت کا بیان ہے۔ آپ کی ذہانت و فطانت اور فہم و فراست کی سچائی کے باوجود ان کی شخصیات آپ سے مخفی رہتی ہیں ان کے معاملات میں جب شک و شبہے کے مقامات ہوئے تو وہ لوگ ان سے مکمل طور پر خود کو علیحدہ رکھتے ہیں اور اُن سے دور رہتے ہیں۔

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ - ہم اُن کے راز و رموز سے واقف ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ - ہم انھیں دوہری سزا دیں گے

کتابِ جوامع میں ہے کہ قبض روح کے وقت ملائکہ اُن کے چہروں اور پشت پر ضربیں لگائیں گے اور ان پر عذابِ قبر ہوگا۔ [1]

ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ -

پھر اس کے بعد وہ بڑے عذاب یعنی جہنم کی آگ کے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(۱) جوامع الجامع ج ۲، ص ۸۱

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ اور ان کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا ہے انھوں نے اپنے عملِ نیک کو عملِ بد کے ساتھ مخلوط کردیا ہے بعید نہیں کہ اللہ اُن پر مہربانی سے توجہ فرمائے بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت شفیق ہے۔

۱۰۲- وَ اٰخَرُوْنَ............ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ابی لبابہ ابن عبدالمنذر کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا واقعہ اس سے پہلے لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (انفال ۸ / ۲۷) کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔ [۱]

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومنین کی جماعت ہے جنھوں نے ان گناہوں کو ترک کرکے جن کے سبب مومنین ان پر عیب لگاتے تھے اور اسے ناپسند کیا کرتے تھے نیا نیا ایمان قبول کیا ہے امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرلے گا۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا لفظ عَسٰى جب اللہ کی جانب سے ہو تو اللہ پر لازم ہے اور یہ آیت ہمارے ان شیعوں کے لیے نازل ہوئی ہے جو گناہ گار ہیں۔ [۳]

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا تھا جیسے حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفرؓ طیار کو قتل کرنا پھر اس کے بعد انھوں نے توبہ کرلی۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا ومن قتل مومنا اور جو شخص کسی مومن کو قتل کرتا ہے تو اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی مگر اللہ اپنے بندوں کی طمع کو اور انھیں اللہ سے جو امیدیں وابستہ ہیں انھیں منقطع نہیں کرتا۔ فرمایا کہ جب عسیٰ کا لفظ خدا کی جانب سے ہو تو یہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ [۴]

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۶۷

(۲) الکافی ج ۲، ص ۴۰۸، ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۶، ح ۱۰۹

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۵، ح ۱۰۵

(۴) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۵۔۱۰۶، ح ۱۰۶

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ اے نبی آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے کر انھیں ظاہر میں بھی پاک و پاکیزہ بناتے ہیں اور ان کے اموال میں اضافے کا سبب بھی بنتے ہیں۔ آپ اُن کے لیے دعائے رحمت کریں کیوں کہ آپ کی دعا ان کے لیے وجہِ تسکین ہوگی اور اللہ سب کچھ سنتا اور ہر بات جانتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ابولبابہ آزاد ہوا اور اس نے اپنا مال بطورِ صدقہ پیش کر دیا۔ [1]

۱۰۳۔ تُطَهِّرُهُمْ۔

صدقہ انھیں پاک کر دے گا یا آپ صدقہ لے کر انھیں ظاہر میں بھی پاک کر دیں۔

وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔

اور اُن کے اموال میں اضافے کا سبب بھی بنتے ہیں

لفظ ''زکوٰۃ'' کا مفہوم بھی یہ ہے کہ مال میں سے حصہ دے کر مال کو پاک کیا جائے اور تزکیہ تطہیر میں مبالغے اور زیادتی کے لیے آیا یا مال کو بڑھانے اور اس میں برکت عطا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ۔

اور آپ ان کے صدقات کو قبول فرما کر ان کے لیے دعائے رحمت کریں

اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ۔

کیوں کہ آپ کی دعا ان کے لیے وجہِ تسکین ہوگی

ان کے نفوس کو اس سے سکون میسر آئے گا اور اس کے ذریعے ان کے دلوں کو اطمینان نصیب ہوگا۔

وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ۔

اور اللہ آپ کی دعا اُن کے لیے سُن لے گا

عَلِيْمٌ۔

اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی جماعت اپنے صدقات (مال زکوٰۃ) کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۴

فرمایا کرتے تھے اللّٰھم صلِّ علیھم ''اے اللہ ان پر رحمت نازل فرما۔'' [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ کے بعد یہ امام کے لیے بھی جاری رہے گا امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں! [۲]

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آیتِ زکوٰۃ نازل ہوئی کہ ''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً'' آپ ان کے اموال میں سے زکوٰۃ لے لیجیے۔'' اور یہ آیت ماہِ رمضان میں نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول نے منادی سے کہا کہ لوگوں کو سنا دو اور اس نے لوگوں کو سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ کو اسی طرح فرض قرار دیا ہے جس طرح اس نے نماز کو تم پر فرض کیا تھا تو اللہ نے سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کو فرض بنایا ہے اور اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں میں سے زکوٰۃ نکالی جائے گی اور گیہوں، جو، کھجور اور انگور میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور ماہِ رمضان میں ان سے یہ کہا گیا اور اس کے علاوہ دیگر اشیاء سے زکوٰۃ کو معاف کر دیا گیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا پھر اُن کے اموال میں سے اُن پر کسی اور شے کو فرض نہیں کیا جب تک اس پر آنے والا ایک سال نہ گزر جائے۔ لہٰذا تم لوگ روزہ رکھو اور افطار کرو۔ پھر منادی کو حکم دیا اس نے مسلمانوں کو آواز دے کر یہ اعلان سنایا ''اے مسلمانو! تم اپنے اموال کو پاک کرلو تمھاری نماز قبول ہوگی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ وصول کرنے کے لیے کارندے بھجوا دیے اور وہ کارندے روانہ کیے جو جرمانے کے ٹیکس وصول کریں۔ [۳]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۶۸

(۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۶، ح ۱۱۱

(۳) الکافی ج ۳، ص ۴۹۸، ح ۲، باب فرض الزکاۃ

اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَ يَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ کیا انھوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ یقیناً اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا اور بے حد شفیق ہے۔

۱۰۴-اگر صحیح توبہ کی جائے تو اللہ اُسے قبول کرلیتا ہے اور اگر صدقات، زکوٰۃ خلوصِ نیت سے ادا کی جائے تو اسے اس طرح قبول کرلیتا ہے جیسے کوئی کسی چیز کو لے کر اس کے بدلے میں کچھ ادا کرے۔

کتابِ توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے لفظ ''اخذ'' کے معنی ہیں کہ وہ ان سے قبول کرلیتا ہے جیسا کہ فرمایا ''وَ يَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ'' اور اللہ صدقات (خیرات اور زکوٰۃ) کو دینے والوں سے قبول کرتا ہے اور اس کے بدلے میں انھیں ثواب عطا کرتا ہے۔ [۱]

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر شے کے لیے میں نے اپنے علاوہ کسی نہ کسی کو مقرر کردیا ہے کہ وہ اسے لے لے سوائے صدقے کے میں اسے جلدی پکڑ لیتا ہوں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کھجور صدقہ کرتا ہے یا کھجور کا کوئی حصہ تو میں اس کی تربیت کرتا ہوں۔ اسے پروان چڑھاتا ہوں جس طرح کوئی شخص گدھے یا گھوڑے کے بچے کو پالتا ہے اور اونٹنی اور گائے کے بچے (بچھڑے) کی تربیت کرتا ہے وہ قیامت کے دن احد پہاڑ کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑا بن کر آئے گا۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے میں اپنے رب کی طرف سے ضمانت دیتا ہوں کہ صدقہ بندے کے ہاتھوں تک رسائی سے پہلے رب کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے اور یہ بات اللہ کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے هُوَ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَ يَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ۔ [۳]

امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ جب بھی کسی سائل کو کچھ دیتے تو سائل کے ہاتھ بوسہ لیتے۔ آپ سے دریافت کیا گیا مولا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس لیے کہ وہ بندے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پہنچتا ہے اور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کے لیے فرشتے مقرر فرما دیے سوائے صدقہ کے اس لیے کہ یہ اللہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ روٹی یا درہم کا بوسہ لیتے تھے۔ [۴]

---

(۱) توحید ص ۱۶۲، ح ۲، باب ۱۷ (۲) الکافی ج ۴، ص ۷، ح ۶

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۸، ح ۱۱۸ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۸، ح ۱۱۷

کتابِ کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد جب کسی شے کو صدقہ کرتے تھے تو اسے سائل کے ہاتھ پر رکھتے پھر وہاں سے اٹھاتے۔ اس کا بوسہ دیتے اسے سونگھتے اور دوبارہ سائل کے ہاتھ میں رکھ دیتے تھے۔ [۱]

کتابِ خصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب بھی تم سائل کو کچھ دو تو اس سے کہو کہ وہ تمھارے لیے دعا کرے۔ اس کی دعا تمھارے بارے میں قبول کرلی جائے گی اور فی نفسہ ان کی دعا قبول نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور صدقہ دینے والے کو چاہیے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ تک لے جائے اور اس کا بوسہ دے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خود اسے لے لیتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ۔ [۲]

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔

بے شک اللہ ہی سب سے بڑا توبہ کا قبول کرنے اور بے حد شفیق ہے۔

اس کی شان یہ ہے کہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اُن پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۴، ح ۳ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۰۷-۱۰۸، ح ۱۱۴

(۲) الخصال ص ۶۱۹، ح ۱۰

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اور اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم عمل کرتے رہو تمہارے عمل کو اللہ، اس کے رسول اور مومنین دیکھ لیں گے اور عنقریب تم ظاہر و باطن کے جاننے والے کی جانب پلٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ سب تم کو بتلا دے گا۔

۱۰۵- وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ -

اے پیغمبر آپ ان سے فرما دیجیے تم جو چاہے عمل کرو خواہ وہ عملِ خیر ہو یا عملِ شر۔ اللہ، اس کے رسول اور مومنین تمہارے اس عمل کو دیکھ رہے ہیں۔

کتابِ کافی اور عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

هُوَ وَاللّٰهِ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیه السلام

خدا کی قسم وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ [۱]

امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ''والمومنون'' سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ [۲]

تفسیر قمی میں بھی ایسی ہی روایت پائی جاتی ہے۔ [۳]

اور کتابِ کافی میں ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد ہم لوگ ہیں۔ [۴]

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اعمال کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ بندوں کے اعمال ہر صبح پیش ہوتے ہیں خواہ وہ نیکوکار بندے ہوں یا بدکار ہوں تم بچ کے رہو اور عمل کرتے وقت احتیاط سے کام لو اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے واضح ہے ''وَقُلِ اعْمَلُوْا'' الآیۃ [۵]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ اپنی زمین میں گواہ ہے اور بندوں کے اعمال رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ [۶]

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تمھیں کیا ہو گیا ہے تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

(۱) الکافی ج۱، ص ۲۲۰، ح۵ و تفسیر عیاشی ج۲، ص ۱۱۰، ح ۱۲۷ (۲) تفسیر عیاشی ج۲، ص ۱۰۹، ح ۱۲۵
(۳) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۰۴ (۴) امالی شیخ طوسی ص ۴۰۹، یہ روایت کافی میں نہیں ہے۔
(۵) الکافی ج۱، ص ۲۱۹، ح۱ و تفسیر عیاشی ج۲، ص ۱۰۹، ح ۱۲۳ (۶) تفسیر عیاشی ج۲، ص ۱۰۹، ح ۱۲۶

کوغمگین کردیتے ہو۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ ہم انھیں کیسے غمگین کرتے ہیں؟ فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ تمھارے اعمال اُن کے حضور میں پیش کیے جاتے ہیں، جب وہ اس میں نافرمانی اور عصیان دیکھتے ہیں تو یہ بات انھیں ناگوار گزرتی ہے لہٰذا تم اس بات سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غمگین نہ کیا کرو بلکہ ان کی خوشی کا سامان فراہم کرو۔ [۱]

امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے کہا گیا کہ آپ میرے اور اہلِ خانہ کے لیے اللہ سے دعا فرمائیے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کیا میں ایسا نہیں کرتا ہوں؟ خدا کی قسم تمھارے اعمال ہر روز دن اور رات کے وقت میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں پڑھا وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور فرمایا وہ خدا کی قسم علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ [۲]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بندوں کے اعمال ہر صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں خواہ وہ نیکوکار بندے ہوں یا بدکار ہوں۔ تم ایسے اعمال سے احتراز کرو اور تم میں سے ہر ایک کو شرم آنی چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عملِ قبیح پیش کیے جائیں۔ [۳]

اور امام صادق علیہ السلام اور عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے مومن کی موت سے قبل اور کافر کو قبر میں رکھے جانے سے پہلے اس کے عمل کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور امیر المومنین کی خدمت میں بھی اس کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور اسی طرح یہ سلسلہ اس ہستی تک جاری رہتا ہے جس کی اطاعت اللہ نے اپنے بندوں پر فرض قرار دی ہے اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ [۴]

وَسَتُرَدُّوْنَ .... بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

اور تم مرنے کے بعد ظاہر و باطن کے جاننے والے کی جانب پلٹائے جاؤ گے پھر وہ تم کو بتلا دے گا کہ تمھارے عمل کی جزا کیا ہوگی۔

---

(۱) الکافی ج۱، ص۲۱۹، ح۳ (۲) الکافی ج۱، ص۲۱۹، ح۴
(۳) تفسیر قمی ج۱، ص۳۰۴ (۴) تفسیر قمی ج۱، ص۳۰۴ و تفسیر عیاشی ج۲، ص۱۰۹، ح۱۲۴

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۶۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے فیصلے کے امیدوار ہیں کہ وہ یا تو ان پر عذاب نازل کرے یا ان کی توبہ قبول کرلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور صاحبِ حکمت ہے۔

۱۰۷۔ اور جن لوگوں نے اس غرض سے مسجد بنائی کہ ضرر پہنچائیں کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور اسے کمین گاہ بنائیں اس شخص کے لیے جو اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف برسرپیکار رہ چکا ہے۔ اور وہ قسمیں کھا کھا کر یقین دلائیں گے کہ ہمارا مقصد تو بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

۱۰۶۔ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ۔

وہ امید لگائے بیٹھے ہیں ان کا امر امرِ الٰہی پر موقوف ہے

اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ

کہ اللہ تعالیٰ ان کے افعال کی بنیاد پر یا تو ان پر عذاب نازل کرے گا یا اُن کی توبہ قبول کرلے گا۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ۔

اللہ ان کی کارکردگی سے اچھی طرح واقف ہے

حَكِيْمٌ۔

وہ بہ تقاضائے حکمت جانتا ہے کہ ان سے کیسا سلوک کیا جائے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ مشرکین کی ایک جماعت تھی جس نے حضرت حمزہ اور حضرت جعفر اور انھی کی مانند دیگر مومنین کو قتل کیا پھر اس کے بعد وہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ انھوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرلیا اور شرک سے

کنارہ کشی اختیار کرلی۔ انھوں نے دل سے ایمان کی معرفت حاصل نہیں کی کہ ان کا شمار مومنین میں کیا جائے تاکہ جنت اُن پر واجب ہوجائے اور نہ ہی وہ خدا کے منکر تھے کہ کافرین میں شامل ہوجائیں اور جہنم ان کے لیے لازم ہوجائے۔ اب اُن کی یہ حالت ہے کہ اللہ یا تو ان پر عذاب نازل کرے یا ان کی توبہ قبول کرلے۔ [1]

۱۰۷- وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا -

اور جن لوگوں نے مسجد بنائی

تفسیر جوامع میں ہے کہ بنی عمرو بن عوف نے جب مسجد قبا کی تعمیر کی اور اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو بنی عمرو بن عوف کے بھائیوں بنی غنم بن عوف نے حسد کیا اور کہا ہم بھی مسجد بنائیں گے اور ہم اس میں نماز پڑھیں گے اور محمدؐ کی جماعت کو اس میں نہیں آنے دیں گے تو انھوں نے مسجد قبا سے متصل ایک مسجد بنالی اور جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک پر روانہ ہونے کی تیاری میں مصروف تھے تو اُس وقت اُن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور اس مسجد میں ہمیں نماز پڑھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سفر پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہوں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے کسی کو بھیجا جس نے مسجد کو منہدم کردیا اور اسے جلا دیا اور حکم دیا کہ اس کی جگہ کوڑا پھینکنے کی جگہ بنا دی جائے تاکہ اس میں مردار، گندگی اور کوڑا کرکٹ پھینکا جائے۔ [2]

ضِرَارًا -

تاکہ اس کی تعمیر کے ذریعے مسجد قبا کے مومنین کو ضرر پہنچایا جائے

وَّكُفْرًا -

اور جو کفر وہ دل میں چھپائے ہوئے تھے اسے تقویت ملے

وَّتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ -

اور ان مومنین میں جدائی ڈال دی جائے جو مسجد قبا میں نماز ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس مسجد کو بنا کر اختلاف کا بیج بویا جائے اور ان کی یک جہتی کو ختم کردیا جائے۔

وَإِرْصَادًا -

اور اسے کمین گاہ اور نگرانی کا ذریعہ بنائیں

لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ -

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۰۷ ح ۱ تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۱۰ ح ۱۳۰ تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۰۴

(۲) جوامع الجامع ج ۲ ص ۸۴

اس شخص کے لیے جو اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف برسرِ پیکار رہ چکا ہے
یعنی ابو عامر الراہب۔

کہا گیا ہے کہ انھوں نے مسجد اس لیے تعمیر کی تھی تاکہ ابو عامر شام سے آکر اس مسجد میں امامت کا فریضہ انجام دے۔ [1]

کتاب جوامع میں ہے کہ یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں راہب بن گیا تھا اور اس نے مسیحیوں کا لباس پہن لیا تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کیا اور ان کے خلاف لشکر جمع کیا اور پھر وہ فتحِ مکہ کے بعد بھاگ کر روم پہنچا اور نصرانی بن گیا اور یہ لوگ توقع کر رہے تھے کہ وہ ان کے پاس واپس آئے گا انھوں نے یہ مسجد اسی کے لیے بنائی تھی تاکہ وہ اس میں نماز پڑھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غلبہ حاصل کرلے اور یہ شخص غزوات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قتال کرتا رہا پھر بھاگ کر شام چلا گیا تاکہ قیصر روم سے ایک لشکر لے کر آئے جس کی مدد سے وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرے آخر کار وہ قنسرین کے مقام پر تن تنہا موت سے ہم آغوش ہوگیا۔ [2]

وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّا الْحُسْنٰى ؕ

اور وہ قسمیں کھا کھا کر یقین دلائیں گے کہ ہمارا مقصود تو بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا ہم تو چاہتے تھے کہ اس مسجد میں نماز ہو، ذکر ہو اور نمازیوں کو سہولت بہم پہنچائی جائے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ اپنی قسموں میں یہ جھوٹے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کا سببِ نزول یہ تھا کہ منافقین کی ایک جماعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انھوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ کیا آپ ہمیں اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ ہم بنی سالم میں ایک مسجد تعمیر کریں۔ بیماروں کے لیے، برسات کی راتوں کے لیے اور بہت ضعیف اشخاص کے لیے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی اور وہ اس وقت تبوک کی جانب روانگی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ اے کاش آپ یہاں آکر نماز پڑھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں سفر کی تیاری کر رہا ہوں اگر زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ میں واپس آکر اس مسجد میں نماز ادا کروں گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو مسجد اور ابو عامر راہب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ انھوں نے رسول اللہؐ کے سامنے قسم کھائی تھی کہ وہ یہ مسجد صلاح و فلاح کے لیے

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۷۲۔۷۳ (۲) انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۳۲

تعمیر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا اور فرمایا اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ اس سے مراد ابو عامر راہب تھا جو اُن لوگوں کے پاس آیا کرتا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے خلاف منصوبے بنایا کرتا تھا۔[1]

اور تفسیر امام علیہ السلام میں اللہ کے قول لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (بقرہ ۲ / ۱۰۴) کے ذیل میں ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس دومۃ الجندل کے حاکم کی خبریں موصول ہوتی رہتی تھیں۔ وہ مختلف منطقوں کا بادشاہ تھا۔ شام سے متصل اس کی بہت بڑی مملکت تھی اور وہ رسول اللہؐ کو دھمکیاں دیتا رہتا تھا کہ وہ آئے گا اور اُن کے اصحاب کو قتل کر دے گا اور اصحاب رسولِ خداؐ اس کی جانب سے خوف زدہ اور سہمے ہوئے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا پھر منافقین نے متفق ہو کر ابو عامر راہب کی بیعت کی جسے رسول اللہؐ نے فاسق کہا تھا اور اسے اپنا امیر بنالیا اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کرلیا۔ اس نے منافقین سے کہا رائے یہ ہے کہ میں مدینہ سے غائب ہو جاؤں تاکہ مجھ پر تہمت نہ لگے یہاں تک کہ میں تمھارے لیے تدبیر کرلوں اور انھوں نے دومۃ الجندل کے والی اکیدر کو تحریر کیا کہ وہ مدینہ کا قصد کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی اور منافقین نے جس امر پر ایکا کیا تھا اس سے آنحضرت کو مطلع کر دیا اور انھیں تبوک کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی غزوہ میں روانہ ہوتے دوسرے سے امر کو مخفی رکھتے تھے توریہ سے کام لیتے تھے سوائے غزوۂ تبوک کے۔ انھوں نے اپنا ارادہ ظاہر فرما دیا تھا اور اصحاب کو حکم دیا تھا کہ وہ اس جنگ کے لیے زادِ راہ مہیا کریں یہ ان جنگوں میں سے ہے جن میں منافقین رسوا ہوئے اور جنگ میں عدم شرکت کی بنا پر اللہ نے ان کی مذمت کی ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے یہ بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیدر کے مقابل میں انھیں غالب کر دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے قیدی بنالیں گے اور اس سے مصالحت کریں گے ایک ہزار اوقیہ سونے اور دو سو حُلّے پر ماہ رجب المرجب میں اور ہزار اوقیہ اور مزید دو سو حلّے پر ماہ صفر میں اور وہ اسّی روز کے اندر صحیح و سالم واپس آجائیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ نے ان سے کہا کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور میں تم سے اسّی راتوں کا وعدہ کرتا ہوں۔ میں صحیح سالم غنیمت لے کر، کامیاب ہو کر بغیر جنگ کیے واپس آؤں گا اور مومنین میں سے کسی کو بھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ منافقین نے کہا نہیں ایسا نہیں ہوگا یہ ان کی آخری شکست ہوگی جس کے بعد یہ سنبھل نہ سکیں گے اور ان کے اصحاب موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ کچھ تو گرمی کے سبب اور کچھ صحرا کے جھکڑ کی نذر ہو جائیں گے اور خراب و فاسد پانی پی کر مر جائیں گے اور جو بچ رہیں گے وہ اکیدر کے ہاتھوں قیدی بن کر رہیں گے اور کچھ قتل ہوں گے اور کچھ زخمی حالت میں ہوں گے اور منافقین نے آنحضرت سے مختلف بہانے بنا کر

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۵

اجازت طلب کی۔ کسی نے گرمی کا بہانہ کیا۔ کسی نے جسمانی بیماری کی شکایت کی۔ کسی نے کہا کہ بیوی بیمار ہے اور نبیؐ ہر ایک بہانہ بنانے والے کو اجازت دیتے رہے۔ جب صبح ہوئی اور آنحضرتؐ نے تبوک کی جانب روانگی کا عزم بالجزم کرلیا تو ان منافقین نے مدینہ سے باہر ایک مسجد تعمیر کرلی اور وہ مسجد ضرار تھی۔ وہ اس میں اکٹھے ہونا چاہتے تھے۔ وہ جھوٹی خبر نشر کر رہے تھے کہ یہ نماز کے لیے ہے تاکہ وہ نماز کے بہانے جمع ہوکر اپنی تدبیر کو مکمل کریں اور اس طرح ان کے کام میں آسانی پیدا ہوجائے۔ پھر اُن میں سے ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں آئی اور انھوں نے کہا یارسول اللہؐ ہمارے گھر آپ کی مسجد سے دور ہیں اور ہم بغیر جماعت کے نماز نہیں پڑھنا چاہتے اور ہمیں آپ کی مسجد میں حاضر ہونا مشکل ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ تشریف لائیں اور اس میں نماز پڑھیں تاکہ ہم آپ کی جائے نماز کو بابرکت اور موجبِ شرف قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے امر اور نفاق سے جو آگاہی عطا کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقین سے اس کا ذکر نہیں کیا اور فرمایا کہ میرا گدھا لے کر آؤ تو یعفور کو لایا گیا۔ آپ نے اس پر سوار ہوکر مسجد کی جانب روانگی کا قصد فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اصحاب نے یعفور کو کافی آمادہ کیا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا اور چل کے نہ دیا اور جب اس مسجد کے علاوہ دوسری جگہ کا قصد کیا تو نہایت عمدہ اور بہترین انداز میں روانہ ہوا۔ انھوں نے کہا شاید اس گدھے نے راستے میں ایسی شے دیکھ لی ہے جو اسے ناپسند ہو اور اسی لیے اس جانب روانگی کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا گھوڑا لے کر آؤ۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ آپ نے جب اُن کی مسجد کا رُخ کیا تو گھوڑا بھی آگے نہ بڑھا۔ اس جانب چلانا چاہا وہ چل کے نہ دیا اور جب اس کی گردن دوسری جانب موڑی تو سرپٹ دوڑنے لگا۔ انھوں نے کہا شاید اس راستے میں گھوڑے کو ایسی چیز نظر آئی ہے جو اسے پسند نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آؤ ہم پیدل اس طرف چلتے ہیں۔ جب آنحضرت اور ان کے ساتھ دیگر اصحاب مسجد کی جانب روانہ ہوئے تو اپنی جگہ جم کر رہ گئے اور چلنے کے قابل نہ رہے اور جب انھوں نے دوسری جانب جانے کا ارادہ کیا تو ان کی چال میں تیزی آگئی اور ان کے بدن میں پھرتی آگئی اور ان کے دل کشادہ ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ امر تھا جسے اللہ ناپسند کر رہا تھا اور وہ نہیں چاہتا کہ ابھی اس پر عمل کیا جائے اور میں سفر کے لیے پر تول رہا ہوں تم مجھے مہلت دو ان شاء اللہ واپس آکر اس پر غور کروں گا اور جس پر اللہ راضی ہوگا وہ کام انجام دوں گا اور آپ نے تبوک کی جانب روانگی کا عزمِ مصمم کرلیا اور منافقین نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے جانے کے بعد پیچھے جو عورتیں اور بچے رہ گئے تھے ان کی بیخ کنی کردیں تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ اکرمؐ کی طرف وحی کی اے محمد علی الاعلیٰ بعد سلام یہ فرمایا ہے کہ یا تو آپ سفر پر روانہ ہوں اور علیؑ کو اپنی جگہ پر چھوڑ کر جائیں یا علیؑ تبوک کی جانب روانہ ہوں اور آپ مدینہ میں قیام فرمائیں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ یہاں رہیں گے۔ علیؑ نے کہا بسر وچشم میں حاضر ہوں

جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ہوگا اسے بجا لاؤں گا۔ اگر چہ میری یہی تمنا رہی ہے کہ ہر حال میں رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ رہوں تو اس وقت رسول اللہؐ نے فرمایا اَمَا ترضیٰ ان تکون منّی بمنزلہ ھارون من موسٰی اِلّا انہ لا نبی بعدی (کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا یارسول اللہؐ میں راضی ہوں۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا اے ابوالحسن جو اجر تمھیں میرے ساتھ جانے پر ملتا وہی اجر تمھیں مدینہ میں ٹھہر جانے کا ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح تمھیں بھی اُمت قرار دیا ہے۔ تمھاری ہیبت کی وجہ سے کفار و منافقین کو جرأت نہیں ہوگی کہ وہ مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوگئے اور علیؑ ان کے جانشین ہوگئے۔ منافقین نے گٹھ جوڑ کے بعد کہا کہ نبیؐ نے علیؑ کو مدینہ میں اس لیے چھوڑا ہے کہ وہ ان سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان سے ناراض ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ منافقین انھیں قتل کردیں۔ یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں میں بھی پڑی۔ حضرت علیؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ لوگ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم تو میرے نزدیک ترین فرد ہو میری آنکھوں کا نور ہو اور تم میرے بدن کی روح ہو۔ پھر رسولِ اکرمؐ اصحاب کے ساتھ روانہ ہوگئے اور علیؑ مدینہ میں ٹھہر گئے۔ جب بھی منافقین تدبیر کرتے کہ مسلمانوں کو ستائیں تو انھیں علیؑ کا خوف دامن گیر ہوجاتا کہ علیؑ ان لوگوں کی حمایت کے لیے موجود ہوں گے۔ انھوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ یہ محمدؐ کا ایسا حربہ ہے ہم جس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس معاملہ کو بیان فرمایا جو اکیدر کے ساتھ انجام پایا۔ اسے گرفتار کرنا اس سے صلح کرنا جو بیان کیا جاچکا ہے۔ پھر فرمایا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالِ غنیمت سے لدے ہوئے کامیاب و کامران واپس ہوئے اور اللہ نے منافقین کے مکر و فریب کو باطل کردیا اور رسول اللہؐ نے مسجد ضرار کو جلانے کا حکم دے دیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اَلَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا۔ اور اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو عامر الراہب اس امت کا گوسالہ تھا جیسے قوم موسیٰؑ نے بچھڑا بنا لیا تھا اور اس کی پرستش کرنے لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابو عامر کو ہلاک کرڈالا۔ اس پر قولنج، برص، فالج اور لقوہ کا حملہ ہوا اور اس نے چالیس روز اسی تکلیف میں گزارے۔ پھر خدائی عذاب سہنے کے لیے روانہ ہوگیا۔ [1]

---

(۱) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام ص ۴۸۱ - ۴۸۸، ح ۳۰۹

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔اے نبیؐ آپ ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہوں وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہو زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز کے لیے قیام فرمائیں اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو ہی پسند فرماتا ہے۔

۱۰۸-لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ-

اے نبیؐ آپ اس عمارت میں کھڑے نہ ہوں یعنی وہاں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ يَقُوْمُ بِاللَّيلِ فلاں شخص قائم اللیل ہے یعنی رات کے وقت نمازیں پڑھتا ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ-

وہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہو یعنی جب اس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو اس کی بنیادیں تقویٰ پر رکھی گئی ہوں۔

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اور عیاشی میں صادقین سے اور قمی میں روایت ہے کہ اس مسجد سے مراد مسجد قبا ہے۔ [1]

کہا گیا ہے کہ اس کی بنیاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی اور قبا میں قیام کے دوران اس میں نماز ادا کی تھی۔ [2]

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ-

زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس میں نماز کے لیے قیام فرمائیں

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا مسجدِ نفاق کی بہ نسبت جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو وہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس کے راستے میں ایک شخص رہا کرتا تھا جب بھی وہ مسجدِ قبا میں آتا تو اس میں نماز پڑھتا اور پانی اور بیری سے اس میں چھڑکاؤ کرتا اور اپنے کپڑے پنڈلیوں تک اٹھا لیتا اور راستے کے کنارے پتھر کے اوپر چلتا اور تیز تیز چلتا تھا اور نامناسب جانتا تھا کہ اس کے کپڑوں تک کوئی چھینٹ پہنچے۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ قبا میں نماز پڑھا کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ [3]

(۱) الکافی ج ۳، ص ۲۹۶، ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۱، ح ۱۳۶ و تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۵

(۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۳۲ (۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۱، ح ۱۳۶

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ -

اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد پانی سے استنجا کرنا ہے۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ لوگ پانی سے طہارت کیا کرتے تھے۔ [2]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ لوگ یہ پسند کرتے تھے کہ پیشاب اور پاخانہ کرنے کے بعد پانی سے طہارت کریں۔ [3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے قبا والوں سے دریافت کیا تم پاک ہونے کے لیے کیا کرتے ہو؟ کیوں کہ خداوند عالم نے تمھاری تعریف کی ہے۔ انھوں نے جواب دیا ہم پاخانہ کرکے دھوتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تمھارے بارے میں نازل کیا ہے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ [4] اور اللہ پاک رہنے والوں کو ہی پسند فرماتا ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۲، ح ۱۳۷

(۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۵

(۳) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۷۳

(۴) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۷۳

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ یہ بتاؤ کہ جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہے جو گرا چاہتی ہے وہ اسے لے کر دوزخ کی آگ میں جا گری اور اللہ ظالم لوگوں کی راہنمائی نہیں کرتا۔

۱۰۹- اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ- جس نے اپنے دین کی بنیاد

عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ-

خدا کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو

یعنی محکم بنیادوں پر رکھی گئی ہو جو حق ہے وہ اللہ کا تقویٰ ہے اور اطاعت کر کے اس کی مرضی کا حصول ہے۔

خَیْرٌ- وہ بہتر ہے

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ-

یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی پر رکھی ہے

یہ ایسی بنیاد ہے جو کمزور ترین بنیاد ہے اور زیادہ دیر تک باقی رہنے والی نہیں اور وہ باطل اور نفاق ہے اس کی مثال وہ بنیاد ہے جو گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہے۔ شفا کے معنی ہیں کنارہ۔ جرف الوادی کا مفہوم ہے "کھائی" وادی کا وہ حصہ جو پانی کے بہاؤ کی وجہ سے گہرے کنویں کی طرح بن جائے اور سیلاب اسے کھائی میں تبدیل کر دیں۔ اِنْهار وہ عمارت جو منہدم ہوا چاہتی ہو۔

فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ- وہ اسے لے کر آتش جہنم میں جا گری

جرف اور ھار دونوں سے مراد باطل ہے۔ کہا گیا ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ کا مفہوم ہے کہ باطل نے اسے آتش جہنم تک پہنچا دیا۔ گویا کہ باطل پرست نے جہنم کے کناروں پر عمارت کی بنیاد قائم کی ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مسجد ضرار وہ ہے جس کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے بنیاد پر رکھی گئی ہے۔ وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں جا گری۔ [1]

وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ-

اور اللہ ظالم لوگوں کی ہدایت صلاح و فلاح اور نجات کی جانب نہیں کیا کرتا۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَ اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾

ع ۱۱ ۱۳ ۲

۱۱۰۔ انھوں نے جس عمارت کی تعمیر کی تھی وہ ہمیشہ اُن کے دلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی۔ یہاں تک کہ ان کے دل پاش پاش ہوجائیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور صاحبِ حکمت ہے۔

۱۱۰-بُنْيَانُهُمْ- بُنْیان سے مراد مسجد ضرار ہے۔

رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ-

دلوں میں شک کو بڑھانے اور نفاق کو زیادہ کرنے کا سبب بنی جس کے آثار نہیں مٹتے اس کے بعد جب رسول اللہ نے اس مسجد کو منہدم کرادیا تو یہ اُن کے دلوں میں راسخ ہوگئی اور اتنی بڑھی کہ اس کے نشانات زائل نہیں ہوئے۔

إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ-

یہاں تک کہ ان کے دل پاش پاش ہوجائیں اور ان میں ادراک اور اضمار (دل میں بات کو پوشیدہ رکھنا) کی صلاحیت باقی نہ رہے۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ-

اور اللہ ان کی نیتوں سے واقف ہے

حَكِيمٌ-

باحکمت ہے اسی وجہ سے ان کی تعمیر کردہ مسجد کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک بن دخشم خزاعی اور عامر بن عدی بنی عمرو بن عوف کے بھائی کو بھیجا کہ اس مسجد کو منہدم کریں اور جلا دیں۔ مالک نے آکر عامر سے کہا میرا انتظار کرو تاکہ میں اپنے گھر سے آگ لے آؤں۔ تو وہ گھر گیا اور وہاں سے آگ لے کر آیا اور کھجور کی شاخ میں آگ بھڑکا دی پھر مسجد میں آگ لگ گئی اور لوگ منتشر ہوگئے۔ زید بن حارثہ عمارت کے جلنے تک بیٹھے رہے پھر انھوں نے چہار دیواری کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۵ اور اس میں مالک بن دخشم الخزاعی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

۱۱۱۔ بلا شبہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے اور اس کے بدلے میں انھیں جنت دے دی ہے۔ وہ راہِ خدا میں قتال کرتے ہیں، وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کردیے جاتے ہیں۔ یہ سچا وعدہ ہے توریت، انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے؟ تم نے جو سودا کیا ہے اس سے خوش ہو جاؤ اور یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

۱۱۲۔ وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے باز رکھنے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اے نبی ایسے مومنین کو بشارت دے دیجیے۔

---

۱۱۱ – إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ –

بطورِ مثال بتایا گیا ہے کہ جب انھوں نے اپنے اموال اور اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کردیں تو اللہ نے بطورِ ثواب انھیں جنت عطا کردی۔

فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ –

وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کردیے جاتے ہیں

بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے کس وجہ سے ان کی جانوں اور مالوں کو خریدا ہے۔

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ –

اللہ نے خود سے یہ وعدہ کیا ہے جو تینوں کتابوں توریت، انجیل اور قرآن میں تحریری شکل میں موجود ہے۔

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ –

اللہ سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والا کوئی اور نہیں ہوسکتا

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۔

تم نے جو سودا کیا ہے اس سے خوش ہوجاؤ جو خوش ہونے کا حق ہے اس لیے کہ تم نے فانی دے کر باقی کا اور زائل ہوجانے والی شے دے کر دائمی زندگی کا سودا کیا ہے۔

۱۱۲- اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ .... بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' نازل ہوئی تو ایک شخص کھڑا ہوا رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہؐ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو تلوار اٹھا کر قتال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ قتل ہوجاتا ہے مگر اس نے حرام امور بھی انجام دیے ہیں کیا وہ شخص شہید کہلائے گا؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر اس آیت کو نازل فرمایا ''اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ'' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مجاہدین کو جن کا تعلق مومنین سے ہو اور اُن میں یہ صفات وخصوصیات پائی جاتی ہوں انھیں شہادت اور جنت کی بشارت دی ہے اور فرمایا ''اَلتَّآئِبُوْنَ'' گناہوں سے توبہ کرنے والے اور ''الْعٰبِدُوْنَ'' عبادت کرنے والے جو اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہیں دیتے، ''الْحٰمِدُوْنَ'' وہ لوگ جو ہر حال میں خواہ تنگی ہو یا آسانی اللہ کی حمد کرتے ہیں، ''السَّآئِحُوْنَ'' روزہ رکھنے والے، ''الرّٰكِعُوْنَ'' رکوع کرنے والے، ''السّٰجِدُوْنَ'' سجدہ کرنے والے جو پابندی سے نماز پنج گانہ ادا کرتے ہیں، ''الْحٰفِظُوْنَ'' اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی رکوع وسجود کی پابندی کرتے ہوئے خضوع وخشوع کے ساتھ صحیح اوقات میں نمازیں ادا کرتے ہیں، ''الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ'' اس کے بعد نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور ''النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' برائیوں سے روکتے اور خود بھی اس سے رُک جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی جس میں یہ شرائط پائی جاتی ہوں اور وہ قتل کردیا جائے تو آپ ایسے فرد کو شہادت اور جنت کی بشارت دے دیجیے۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ سیاحت کی تفسیر روزے سے اس لیے کی گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سِيَاحَةُ أُمَّتِي الصِّيَامُ میری امت کی سیاحت روزہ ہے۔ [2]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عباد بصری نے حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے مکہ کے راستے میں ملاقات کی اور ان سے کہا اے علی بن الحسین آپ نے جہاد اور اس کی مشقت کو ترک کردیا اور آپ حج

(۱) الکافی ج۵، ص۱۵، ح۱ (۲) انوار التنزیل ج۱، ص ۴۳۴

کے لیے تشریف لے آئے ہیں اور اس کی آسائشوں سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ ارشادِ باری ہے "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" تو امام علی بن الحسینؑ نے اس سے کہا آیت مکمل کرو اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ جب اس نے آیت مکمل کی تو امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ جب ہم ان صفات کے حامل افراد کو دیکھیں گے تو ان کی معیت میں جہاد کرنا حج سے افضل ہوگا۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے زہری نے امام علی بن الحسین علیہما السلام سے ملاقات کی۔ [2]

تفسیر عیاشی میں ہے کہ فرمایا اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ [3]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ائمہ علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو اوصاف بیان کیے ہیں وہ ائمہؑ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں۔ اٰمرون بالمعروف سے مراد وہ حضرات ہیں جو معروف کو مکمل طور پر جانتے ہیں خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی دقیق ہو یا جلی اور النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ سے مراد وہ افراد ہیں جو ہر چھوٹے بڑے منکر سے واقف ہیں اور الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس تمام چھوٹے بڑے حدود سے آشنا ہوں اور اس کے دقیق و جلی کو جانتے ہوں اور یہ صفات ائمہ کے علاوہ کسی اور کے لیے مناسب نہیں۔ [4]

اور نہج البلاغہ میں ہے کہ تمھارے نفوس کی قیمت سوائے جنت کے کچھ نہیں تم اسے جنت کے عوض فروخت کرنا۔ [5]

اور نہج البلاغہ میں ہے کہ اللہ نے جس مقصد کے لیے مال عطا کیا تھا تم نے اُسے وہاں صرف نہیں کیا اور نہ ہی اپنی جانوں کے بارے میں سوچا کہ اللہ نے کس غرض سے اسے خلق فرمایا تھا۔ [6]

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یعنی یہ سودا "میثاق" (جب عالمِ ارواح میں عہد لیا گیا تھا) میں طے پایا تھا۔ [7]

---

(۱) الکافی ج ۵، ص ۲۲، ح ۱
(۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۶
(۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۳، ح ۱۴۲
(۴) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۶
(۵) نہج البلاغہ ص ۵۵۶، کلمات قصار ۴۵۶
(۶) نہج البلاغہ ص ۱۷۴، خطبہ ۱۱۷
(۷) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۲۔ ۱۱۳، ح ۱۴۰

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۳۔ نبیؐ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جب اُن پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ لوگ جہنمی ہیں۔

۱۱۴۔ اور ابراہیمؑ کا اپنے منہ بولے باپ کے لیے استغفار کرنا ایک وعدے کے سبب تھا جو انھوں نے اُس سے کیا تھا بس جب اُن پر واضح ہوگیا کہ یہ دشمنِ خدا ہے تو وہ اس سے بیزار ہوگئے بے شک ابراہیم بڑے رقیق القلب اور بردبار تھے۔

---

۱۱۳ - اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ -

مشرکین کی مغفرت نہ کریں اس لیے کہ ان کی موت شرک پر واقع ہوئی ہے یا اس لیے کہ اللہ کی جانب سے وحی آگئی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے استغفار نہ کیجیے۔

۱۱۴ - تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ -

براءت کا اظہار کیا یعنی ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کو ترک کردیا۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہیں "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ" کہا گیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ؑمنہ بولے باپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ان کے لیے مغفرت طلب کریں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ اسلام لے آئے تو اُن کے لیے مغفرت طلب کریں گے۔ پس جب اُن پر ظاہر ہوگیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو آپ نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور اُن کے لیے استغفار کرنی چھوڑ دی۔ [1]

دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ مرے تو حضرت ابراہیمؑ پر یہ واضح ہوگیا کہ آزر دشمنِ خدا تھے لہٰذا اُن کے لیے مغفرت طلب نہیں کی۔ [2]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۴، ح ۱۴۶

(۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۴، ح ۱۴۸

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ تفسیر، قمی کی بیان کردہ روایت سے کسی قسم کی منافات (اختلاف) نہیں رکھتی اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا تھا کہ اگر آپ بتوں کی پرستش نہیں کریں گے تو میں آپ کے لیے استغفار کروں گا۔ [۱] جب انھوں نے بتوں کو ترک نہیں کیا تو آپ نے ان سے بیزاری کا اعلان کردیا اور یہ دونوں وعدوں کے واقع ہونے کا جواز ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استغفار ان کے اسلام سے مشروط تھا اور اس آیت میں وعدے سے مراد ان کے والد کا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ تھا اور ابراہیم علیہ السلام کے وعدے پر اللہ کا یہ قول رہنمائی کر رہا ہے اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (الممتحنۃ ۶۰ / ۴) (مگر ابراہیم کا قول (وعدہ) اپنے والد سے میں ضرور بالضرور آپ کے لیے استغفار کروں گا۔)

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔

بے شک ابراہیمؑ بڑے رقیق القلب اور بردبار تھے۔

کتابِ کافی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد دعا ہے۔ [۲]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے لَاَوَّاهٌ کے معنی ہیں اپنی نماز میں اللہ سے تضرع و زاری کرنے والا جب کہ وہ کسی چٹیل میدان میں تنہا عبادت کر رہا ہو اور تنہائی کی جگہ کو عبادت کے لیے چن لیا ہو۔ [۳]

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو بکثرت الحاح و زاری کر رہا ہو دعا طلب کرتا ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔ [۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۶ (۲) الکافی ج ۲، ص ۴۶۶، ح ۱ و مجمع البیان ج ۵-۶ ص ۷۷

(۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۶ (۴) طبرسی تفسیر جوامع الجامع ج ۲، ص ۸۹

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہی میں مبتلا کر دے یہاں تک انھیں وہ باتیں نہ بتلا دے جس سے وہ پرہیز کریں بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

۱۱۵ - لِيُضِلَّ -

گمراہی میں مبتلا رہنے دے۔ مدد سے ہاتھ کھینچ لے

بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ -

اسلام کی جانب رہنمائی کرنے کے بعد

مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ -

جن چیزوں سے پرہیز کرنا اور بچنا ضروری ہے

کتابِ کافی، تفسیر عیاشی اور کتابِ توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے

حَتّٰی یعرّفهم مایرضیه وما یُسْخِطه

یہاں تک کہ انھیں معرفت نہ کرا دے کہ کون سی بات رضائے الٰہی کا سبب ہے اور کون سی چیز اللہ کی ناراضی کا موجب ہے۔ [1]

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ -

اللہ دونوں حالتوں میں اُن کے امر سے باخبر ہے۔

(۱) الکافی ج ۲، ص ۱۶۳، ح ۳ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۵، ح ۱۵۰ و التوحید ص ۴۱۱، ح ۴، باب ۶۴

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۶۔ خدا ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی نہ تمھارا حامی ہے اور نہ مددگار۔

۱۱۷۔ بے شک خدا نے مہربانی کی پیغمبرؐ پر اور ان مہاجرین و انصار پر جنھوں نے مشکل گھڑی میں پیغمبر کا ساتھ دیا اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو رہے تھے پھر خدا نے ان پر اپنا کرم کیا ۔بے شک اللہ ان لوگوں پر بے حد مہربان اور نہایت شفیق ہے۔

---

۱۱۶ ۔ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۔

یعنی ولایت اور نصرت اللہ ہی کی جانب سے آتی ہے لہٰذا تم پورے خلوص اور محبت سے اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے علاوہ دوسروں سے بیزاری کا اظہار کرو۔

۱۱۷ ۔ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ۔

جنھوں نے مشکل گھڑی میں پیغمبر کا ساتھ دیا تھا

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کے موقع پر ہوا وہ ابوذرؓ، ابوخیثمہؓ اور عمیرہؓ بن وہب وغیرہ ہیں جنھوں نے تخلف کیا اور بعد میں آ کر رسول اللہؐ سے ملحق ہوگئے اور فرمایا کہ ثابت قدم اور صاحبِ بصیرت لوگوں کی ایک جماعت جو شک وشبہہ سے مبرا ہے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تخلف کیا تھا لیکن انھوں نے کہا ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملحق ہو جائیں گے۔ ان میں سے ابوخیثمہ تھا اور وہ بہت طاقت ور تھا۔ اس کی دو بیویاں اور دو چھولداریاں تھیں اور اس کی دونوں بیویاں اپنے اپنے خیموں میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ انصاف سے بعید ہے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے جن کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت فرما دی ہے وہ تو دھوپ اور گرمی اور شدید ہوا میں نکل کر جائیں، ہتھیار اٹھائیں اور اللہ کی

راہ میں جہاد کریں اور ابوخیثمہ جو طاقت ور ہے اپنے خیمے میں خوب صورت عورتوں کے ساتھ زندگی گزارے۔ نہیں ہرگز نہیں خدا کی قسم یہ انصاف سے بعید ہے۔ پھر اُس نے ناقہ کی مہار تھامی کجاوہ سجایا اور رسولِ اکرمؐ سے جاملا لوگوں نے دیکھا کہ راستے سے کوئی سوار آ رہا ہے۔ لوگوں نے آ کر رسولِ اکرمؐ کو خبر دی تو رسول اللہؐ نے فرمایا یہ ابوخیثمہ ہوگا۔ دیکھا تو وہ ابوخیثمہ تھا۔ وہ آگے بڑھا اور جو کچھ ہوا نبی اکرمؐ کو اس سے آگاہ کیا۔ نبی اکرمؐ نے اسے جزائے خیر دی اور اس کے لیے دعا کی اور ابوذرؓ بھی تین دن بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہوا یہ تھا کہ اُن کا اونٹ کمزور تھا اس لیے وہ رسول اللہؐ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انھوں نے راستے میں اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا اور اپنے کپڑے پیٹھ پر رکھ کر روانہ ہوگئے۔ جب کچھ دن چڑھا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ کوئی شخص چلا آ رہا ہے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذرؓ ہوں گے۔ لوگوں نے کہا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ابوذرؓ ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انھیں پانی پلاؤ وہ پیاسے ہیں۔ انھیں پانی پلایا گیا۔ ابوذر نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تو اس وقت ان کے پاس چھوٹی مشک تھی جس میں پانی تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمھارے پاس پانی تھا اور تم پیاسے رہے۔ انھوں نے کہا ہاں یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میں ایک چٹان کے پاس سے گزرا اور اس پر آسمان کا پانی تھا۔ میں نے چکھا تو وہ میٹھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں نے سوچا میں اس وقت تک یہ پانی نہ پیوں گا جب تک میرے حبیب رسول اللہؐ اس میں سے نہ پی لیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا "اے ابوذرؓ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو تم تنہا زندگی گزارو گے۔ تنہائی کے عالم میں مرو گے۔ تمھیں اکیلا ہی دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور تم تنہا ہی جنت میں داخل ہو گے۔ عراق کے کچھ لوگوں کو یہ سعادت ملے گی کہ وہ تمھارے غسل و کفن اور دفن کا انتظام کریں گے۔ [1]

کتابِ جوامع میں ہے والعسرۃ کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کی حالت غزوۂ تبوک میں یہ تھی کہ ایک اونٹ پر دس آدمی باری باری بیٹھتے تھے اور اُن کا زادِ راہ ایسا "جو" تھا جس میں گھاس پھونس ملی ہوئی تھی اور ایسی کھجور جس میں کیڑا لگ چکا تھا اور بدبودار تھی تنگی کا عالم یہ تھا کہ کبھی ایک کھجور دو افراد تقسیم کرتے تھے اور کبھی ایک جماعت اسے چوس کر دوسرے کو دے دیتی تھی تا کہ اس کے بعد وہ پانی پی لیں شدید گرمی کا موسم تھا اور قحط کا سامنا تھا۔ وہ لوگ سخت تنگی میں مبتلا تھے اور پانی کی بھی کمی تھی۔ [2]

مِنۡۢ بَعۡدِ مَا كَادَ يَزِيۡغُ قُلُوۡبُ فَرِيۡقٍ مِّنۡهُمۡ ۔

اگر چہ ان لوگوں میں سے کچھ کے دل کجی کی طرف مائل ہو رہے تھے

یعنی ایمان پر ثابت قدم رہنے اور اس غزوہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرنے سے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۲۹۴۔۲۹۵ (۲) جوامع الجامع ج۲، ص ۹۰

کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ اپنے جنگ جویوں کے ساتھ رسولِ اکرمؐ کی اجازت کے بغیر واپسی کا قصد کر رہے تھے کہ اللہ نے اُن کی حفاظت کی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ۱

تفسیر قمی میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص تھا جس کا نام مضرب پڑ گیا تھا۔ ان ضربتوں کی کثرت کے باعث جو اسے غزوۂ بدر، غزوۂ احد میں لگی تھیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا مجھے لشکر کی تعداد گن کر بتاؤ۔ اس نے ان کا شمار کیا تو وہ ۲۵ ہزار افراد تھے۔ ان میں غلام اور گھریلو ملازم شامل نہ تھے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومنین کا شمار کرو تو اس نے گن کر بتلایا کہ وہ تو صرف ۲۵ افراد ہیں۔ ۲

ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ -

پھر اللہ نے اُن پر اپنا کرم کیا

اِنَّهٗ بِهِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ -

بے شک اللہ ان لوگوں پر بے حد مہربان اور نہایت شفیق ہے۔

اپنی رحمت و شفقت سے ان کی تلافی کرتا ہے۔

---

(۱) طبرسی تفسیر مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۸۰

(۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۶

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

۱۱۸۔ اور ان تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا اور جب زمین اپنی وسعت کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کی ناراضی سے بچنے کے لیے اس کے دامنِ رحمت کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہیں پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تا کہ وہ توبہ کریں بے شک اللہ توبہ کا قبول کرنے والا بے حد شفیق ہے۔

۱۱۸۔ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تین افراد سے مراد کعب بن مالک، مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ ہیں۔ [1]

کتابِ کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے باجودے کہ وہ پیچھے رہ گئے تھے پھر بھی وہ اطاعت گزار تھے۔ [2]

حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔

اور جب زمین اپنی وسعت کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی تھی۔ اس امر میں ان کی حیرت و استعجاب کو بطور مثال واضح کیا گیا ہے گویا کہ زمین میں ان کے لیے کوئی جائے قرار باقی نہیں رہی۔

وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ۔

اور اُن کی جانیں ان پر دوبھر ہوگئیں

یعنی اُن کے دل وحشت وغم کی زیادتی کے سبب ان کے لیے تنگ ہوگئے۔

وَظَنُّوْۤا۔

اور انھوں نے یہ سمجھ لیا

اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ۔

کہ اللہ کی ناراضی سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی پناہ گاہ نہیں ہے

اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ۔

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۵، ح ۱۵۱ (۲) الکافی ج ۸، ص ۳۷۷، ح ۵۶۸ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۵، ح ۱۵۲

سوائے اللہ کے

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔

پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی

یعنی ان کی توبہ قبول کرکے ان کی جانب توجہ کی۔

کتابِ معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد انھیں لغزشوں سے معاف کرنا ہے۔[1]

لِيَتُوبُوا ۚ۔

تاکہ وہ اپنی پہلی حالت پر واپس آجائیں

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

بے شک اللہ توبہ کا قبول کرنے والا بے حد شفیق ہے اس کے لیے جو توبہ کرے خواہ وہ دن میں سو بار ایسا کرے اور اللہ کی جانب سے توبہ کا مفہوم کیا ہے اور بندے کی جانب سے کیا ہوتی ہے اس فرق کو ہم سورۂ بقرہ میں بیان کر چکے ہیں۔

تفسیر قمی میں غزوۂ تبوک کے قصہ میں یہ بیان کیا ہے کہ منافقین کی ایک جماعت نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تخلف کیا تھا۔ نیز مومنین کا ایک گروہ جو صاحبانِ بصیرت پر مشتمل تھا اور نفاق میں مبتلا نہیں ہوا تھا وہ بھی پیچھے رہ گیا تھا۔ ان میں کعب بن مالک جو شاعر تھے اور مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی تھے۔ جب اللہ نے اُن کی توبہ قبول کرلی تو کعب نے کہا کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو زیادہ قوی محسوس نہیں کیا تھا اور یہی وہ دن تھا جب میرے لیے دو سواریاں مہیا تھیں میں کہا کرتا تھا میں کل روانہ ہوں گا، میں پرسوں روانہ ہوں گا۔ کیوں کہ میں طاقت ور ہوں میں نے سستی کی اور کاہلی سے کام لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کئی روز گزر گئے کہ میں بازار جاتا تھا لیکن میں اپنی ضرورت پوری نہیں کرتا تھا۔ میں نے ہلال بن امیہ سے ملاقات کی اور مرارہ بن ربیع سے بھی ملا۔ وہ دونوں بھی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے۔ ہم نے طے کیا کہ ہم علی الصبح بازار میں جمع ہوں گے اور اپنی ضرورت کو نظر انداز کردیں گے اور ہم یہ کہتے رہے ہم کل روانہ ہوں گے، ہم پرسوں روانہ ہوں یہاں تک کہ ہمیں یہ اطلاع ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لانے والے ہیں۔ ہم بہت شرمندہ ہوئے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا اور انھیں سلامتی کے ساتھ لوٹنے پر مبارک باد پیش کی۔ ہم نے انھیں سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے

(۱) معانی الاخبار ص ۲۱۵، ح ۱

سلام کا جواب نہیں دیا اور ہم سے روگردانی کرلی۔ ہم نے اپنے بھائیوں کو سلام کیا انھوں نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہ خبر ہمارے اہل وعیال تک پہنچی تو انھوں نے ہم سے بول چال بند کردی۔ ہم جب بھی مسجد میں جاتے تو ہمیں نہ کوئی سلام کرتا اور نہ ہی ہم سے کلام کرتا۔ ہماری بیویاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے کہا ہمیں پتا چلا ہے کہ آپ ہمارے شوہروں سے ناراض ہیں۔ کیا ہم ان سے کنارہ کشی اختیار کرلیں؟ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا نہیں ان سے علیحدگی اختیار نہ کرو البتہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ جب کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھیوں نے اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کو دیکھا تو کہا ہم مدینہ میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ نہ رسول اللہؐ ہی ہم سے گفتگو فرماتے ہیں اور نہ ہی ہمارے بھائی بند اور ہمارے اہل وعیال ہم سے بات چیت کرتے ہیں۔ آؤ ہم اس پہاڑ پر چلے جاتے ہیں۔ ہم وہیں پر سکونت اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہماری توبہ قبول کرلے یا ہمیں موت آجائے۔ وہ روانہ ہوکر مدینہ میں پہاڑ کے پچھلے حصے پر چلے گئے۔ وہ لوگ روزہ رکھنے لگے۔ ان کے اہل وعیال ان کے لیے کھانا رکھ کر چلے جاتے تھے اور اُن سے گفتگو نہیں کرتے تھے۔ وہ لوگ کافی دنوں تک اسی حال میں رہے۔ وہ رات دن گریہ کیا کرتے اور اللہ سے دعا طلب کرتے کہ وہ انھیں معاف کردے۔ جب امر نے طول پکڑا تو کعب نے اُن سے کہا اے میرے ساتھیو! اللہ بھی ہم سے ناراض ہے اور اللہ کے رسول بھی ہم سے خفا ہیں اور ہمارے اہل وعیال بھی ہم سے بگڑے ہوئے ہیں تو ہم کیوں نہ ایک دوسرے سے ناراض ہوجائیں۔ تو وہ رات کے وقت جدا ہوگئے اور انھوں نے قسم کھائی کہ ان میں سے کوئی کسی دوسرے سے بات نہیں کرے گا یہاں تک اسے موت آجائے یا اللہ اُس کی توبہ قبول کرلے۔ وہ تین دن تک اسی حالت میں رہے۔ ان میں سے ہر ایک پہاڑ کے ایک گوشے میں تھا۔ ان میں سے کوئی بھی کسی دوسرے کو نہیں دیکھ رہا تھا اور نہ ہی اس سے باتیں کر رہا تھا۔ جب تیسری رات آئی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حضرت ام سلمہ کے گھر پر تشریف رکھتے تھے کہ ان کی توبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ'' اس لیے نہ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے گفتگو فرمارہے تھے اور نہ ان کے بھائی بند اور اہل وعیال میں سے کوئی بھی ان سے ہمکلام ہورہا تھا۔ مدینہ ان کے لیے تنگ ہوگیا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ مدینہ منورہ سے چلے گئے اور خود ان کے نفوس تنگی کا شکار تھے اس لیے کہ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے باتیں نہیں کریں گے۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی نیتوں کی سچائی کو جان لیا تو ان کی توبہ قبول فرمالی۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۲۹۶ - ۲۹۸

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔اے ایمان والو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ساتھ رہو۔

۱۱۹۔کتابِ کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہم لوگ ہیں۔ [۱]

اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ صادقین سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور وہ اپنی اطاعت کی وجہ سے صدیقین ہیں۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد آل محمدؐ ہیں۔ [۳]

تفسیر قمی میں ہے کہ صادقین ائمہ علیہم السلام ہیں۔ [۴]

کتابِ اکمال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں مہاجرین اور انصار کے مجمع میں فرمایا۔ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سلمانؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ آیت عمومی ہے یا خصوصی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں کو حکم دیا گیا ہے وہ عام ہیں۔ وہ تمام مومنین کرام ہیں جنھیں حکم دیا گیا ہے اور جہاں تک صادقین کا تعلق ہے تو یہ میرے بھائی علیؑ اور ان کے بعد قیامت تک آنے والے اوصیاء کے لیے مخصوص ہے۔ تو مہاجرین و انصار نے جواب دیا ہاں بے شک۔ [۵]

(۱) الکافی ج۱، ص ۲۰۸، ح۱

(۲) الکافی ج۱، ص ۲۰۸، ح۲

(۳) مجمع البیان ج۵۔۶، ص ۸۱

(۴) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۰۷

(۵) اکمال الدین و اتمام النعمۃ، ص ۲۷۸، ح ۲۵، باب ۲۴

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۟ۙ (۱۲۰)

۱۲۰۔ مدینے کے باشندوں اور گرد و نواح میں رہنے والے بدووں کے لیے ہرگز یہ مناسب نہ تھا کہ وہ رسول خدا کا ساتھ چھوڑ کر بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اُن کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ یہ حکم اس سبب سے تھا کہ ان جہاد کرنے والوں کو اللہ کی راہ میں جو بھی پیاس اور تھکاوٹ یا بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے یا ایسی راہ پر چلتے ہیں جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث ہو یا کسی دشمن سے انھیں اپنا مقصود مل جاتا ہے تو اس کے بدلے میں ان کے حق میں ایک عملِ صالح لکھ دیا جاتا ہے۔ بے شک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

۱۲۰۔ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ .... بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ۔

مدینے کے باشندوں اور گرد و نواح میں رہنے والے بدووں کے لیے ہرگز یہ مناسب نہ تھا کہ وہ رسول خدا کا ساتھ چھوڑ کر بیٹھ رہیں بلکہ ان کے لیے لازم تھا کہ اس تکلیف اور مصیبت کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیں اور مکمل میلان رکھتے ہوئے اور برضاء و رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدائد اور مشکلات کا سامنا کریں جیسا کہ ابوذر اور ابوخیثمہ نے کیا تھا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ۔

اس لیے کہ اگر انھیں پیاس سے واسطہ پڑے گا

وَّ لَا نَصَبٌ۔

اور انھیں کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس ہوگی

وَّ لَا مَخْمَصَةٌ۔

اور وہ بھوک کی تکلیف برداشت کریں گے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے

وَلَا يَطَـُٔونَ -

اور اپنے قدموں کی چاپ اور اپنے گھوڑوں کے کھروں اور اونٹوں کی ٹاپ سے روندتے ہیں، پامال کرتے ہیں۔

مَوْطِئًا -

کسی بھی مقام کو۔ کسی بھی جگہ

يَغِيظُ الْكُفَّارَ -

ان کا یہ پامال کرنا کفار کے غیظ و غضب کا باعث ہوتا ہے اور اُن کی زمین کی پامالی اور تصرف پر ان کے سینے تنگ ہوتے ہیں۔

وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا -

اور جب بھی کامیابی کی صورت میں وہ دشمنوں کو قتل کرتے ہیں یا قیدی بناتے ہیں یا لوٹ مار کرتے ہیں

إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ -

تو ایسی صورت میں ان کے لیے ایک عملِ صالح لکھ دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝١٢٠

بے شک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا

وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع

۱۲۱۔ اور اسی طرح وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یا کوئی مسافت طے کرتے ہیں تو وہ بھی اُن کے لیے لکھ دی جاتی ہے تا کہ وہ جو عمل کر رہے تھے اللہ اُس سے بہتر بدلا انھیں عطا کر دے۔

۱۲۲۔ تمام مومنین پر یہ لازم نہیں کہ وہ سب کے سب گھروں سے نکل پڑیں ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر بڑے گروہ میں سے ایک جماعت دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے نکل کھڑی ہو اور جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انھیں آ کر ڈرائیں ہوسکتا ہے وہ لوگ بھی پرہیزگار بن جائیں۔

۱۲۱ - وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا -

وہ زمین جس کی مسافت طے کرتے ہیں

--- وادی: وہ نشیبی حصہ جس میں سیلاب آتا ہے۔ وادی کا لفظ زمین کے معنی میں بھی مستعمل ہونے لگا۔

اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ -

ان کے لیے لکھ دیا گیا خرچ کرنا اور مسافت طے کرنا

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ -

تا کہ اللہ انھیں اس کی جزا دے

اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ -

ان کے احسن اعمال کی جزا۔ یا ان کے اعمال کی احسن جزا

۱۲۲ - وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ -

تمام مومنین پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ جنگ کی خاطر، طلبِ علم کے لیے سب کے سب اپنے گھروں سے نکل پڑیں اور یہ بھی نہیں کہ بزدلی کی وجہ سے وہ سب کے سب گھروں میں بیٹھے رہیں۔

فَلَوۡ لَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ -

ہر گروہ اور جماعتِ کثیرہ میں سے اور ہر قبیلہ اور ہر شہر میں سے

طَآئِفَةٌ -

چند افراد، کچھ لوگ۔ قلیل جماعت کیوں نہیں نکلتی

لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِي الدِّيۡنِ -

تا کہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تحصیلِ دین کی مشقت کو برداشت کریں

وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ -

اور جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انھیں آ کر ڈرائیں

اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ تفقہ فی الدین کا مقصد یہ ہو کہ وہ خود سیدھی راہ پر چلے اور دوسروں کو سیدھے راستے پر چلائے نہ یہ کہ لوگوں پر اپنی بڑائی ثابت کرے اور نہ ہی شہروں میں اپنی شہرت کے لیے ایسا کرے۔

لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ -

ہوسکتا ہے انھیں جن باتوں سے ڈرایا گیا ہے اس کے بعد وہ لوگ بھی پرہیزگار بن جائیں۔

کتابِ علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک جماعت روایت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "اختلاف امتی رحمة" میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا انھوں نے سچ کہا۔ تو پھر سوال کیا کہ اگر اختلاف رحمت ہے تو ان کا مجتمع ہونا عذاب ہوگا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ جس طرف تم جا رہے ہو اور وہ لوگ گئے ہیں انھوں نے اللہ کا قول مراد لیا ہے فَلَوۡ لَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے جائیں اور ان کے پاس آمد و رفت رکھیں اور ان سے علم حاصل کریں پھر وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئیں اور آ کر انھیں علم سکھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختلاف سے مختلف شہروں سے آنا مراد لیا ہے نہ کہ یہ دینِ خدا میں اختلاف کرنا۔ بلاشبہ دین تو واحد ہے۔ [1]

کتابِ کافی میں ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر امام کے ساتھ کوئی واقعہ ہو جائے تو لوگ کیا کریں گے۔ تو فرمایا کہ فَلَوۡ لَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ قولِ خدا کہاں جائے گا؟ فرمایا میں نے دریافت کیا ان کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا جب تک وہ طلب کرتے ہیں ان کا عذر قبول کیا جائے گا اور یہی وہ لوگ ہیں جو عذر خواہی کرتے ہوئے ان کا انتظار کریں گے تا کہ ان کے ساتھی ان کی طرف واپس آ جائیں۔ [2]

---

(۱) علل الشرائع ص ۸۵، ح ۴ (۲) الکافی ج ۱، ص ۳۷۸، ح ۱

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ اس وقت ہوا جب لوگ بڑھ گئے تو اللہ نے انھیں حکم دیا کہ ان میں سے کچھ لوگ روانہ ہو جائیں اور کچھ لوگ تفقہ کے لیے مقیم ہو جائیں اور یہ کہ جنگ اس کی باری آنے پر کی جائے۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ایک گروہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تفقہ کے لیے رہنا چاہیے اور جنگ میں جانے والوں کو ڈرایا جائے، لہٰذا روانگی جنگ کے لیے ہو اور بیٹھ رہنا تفقہ کے لیے۔

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اور عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے "تم دین میں تفقہ حاصل کرو اس لیے کہ تم میں سے جس نے تفقہ حاصل نہ کی وہ اعرابی (بدو، دیہات کا باشندہ) ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْهِمْ۔" [۳]

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۷، ح ۱۵۹
(۲) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۸۳
(۳) الکافی ج ۱، ص ۳۱، ح ۶ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۸، ح ۱۶۲

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۗ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

۱۲۳۔ اے ایمان والو، ان منکرینِ حق سے قتال کرو جو تم سے قریب ہیں تا کہ وہ تمھارے اندر سختی کو محسوس کریں اور جان رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

۱۲۴۔ جب بھی کوئی نئی سورت نازل ہوتی ہے تو اُن میں سے بعض منافق پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کس کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوا؟ اس کے نازل ہونے سے مومنین کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اس کے سبب مسرور ہیں۔

---

۱۲۳ ۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ۔

ان منکرینِ حق سے قتال کرو جو تمھارے نزدیک ہیں

قریب ترین افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی نظیر وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء ۲۶/ ۲۱۴) (اور تم اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ) اس لیے کہ اقرب ہی مہربانی اور درست قرار دیے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

کتابِ کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد "دیلم" ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ ہر قوم پر واجب ہے کہ جو اُن سے قریب ہوں (منکرینِ حق) ان سے جنگ کرے۔ اور وہ لوگ امام سے زیادہ قریب ہوں اور اس مقام سے تجاوز نہ کریں۔ [۲]

وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۗ ۔

تا کہ وہ تمھارے اندر سختی اور قتال پر صبر کرنے کو محسوس کریں

تفسیر قمی میں ہے کہ تم اُن سے سختی سے گفتگو کرو اور قتل میں بھی شدت اختیار کرو۔ [۳]

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۔

اور جان رکھو کہ اللہ حفاظت اور اعانت کے ذریعے متقین کے ساتھ ہے۔

---

(۱) یہ روایت کافی میں نہیں بلکہ تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۱۷۴، ح ۳۴۵ میں ہے و عیاشی ج ۲، ص ۱۱۸، ح ۱۶۳

(۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۷ (۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۷

۱۲۴- وَإِذَا مَآ أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ -

اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض منافقین

مَّنْ يَّقُوْلُ -

بطورِ انکار اور استہزا (ہنسی اڑانا، مذاق کرنا) پوچھتے ہیں

أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ إِيْمَانًا -

کہ اس سورت سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟

فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا -

جو لوگ ایمان لائے ہیں اس سورت کے نازل ہونے کے بعد تدبر کرنے سے اُن کے علم میں اضافہ ہوا ہے اور اسی میں ایمان اور اس کے متعلقات کو شامل کر دیا ہے۔

وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ -

اور اس کے نزول کے سبب نہایت خوش و خرم ہیں۔

اس لیے کہ یہ ان کے کمال کی زیادتی اور درجات کی بلندی کا سبب ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ رد ہے ان لوگوں کے لیے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی۔ [۱]

کتاب کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدمؑ کے اعضاء و جوارح پر ایمان کو فرض قرار دیا ہے اور ان پر اسے تقسیم کر دیا ہے اور اس میں تفریق قائم کر دی ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس امر کی وضاحت فرمائی۔ سائل نے امام علیہ السلام سے کہا کہ میں نے ایمان کی کمی اور کمال کو سمجھ لیا آپ یہ فرمایئے کہ اس میں اضافہ کہاں سے آیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ بات قولِ خدا سے ثابت ہے "وَإِذَا مَآ أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ" اور فرمایا وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (الکہف/ ۱۳) ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا۔ اگر سب کا سب ایک ہوتا نہ اس میں کسی قسم کی زیادتی ہوتی اور نہ اُس میں کمی ہوتی تو پھر کسی کو کسی دوسرے پر فضیلت نہ ہوتی اور نہ ہی نعمتوں میں مساوات ہوتی اور نہ ہی لوگوں میں مساوات ہوتی اور اس طرح کی تفضیل باطل ہو جاتی لیکن ایمان کی تکمیل پر مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور ایمان میں زیادتی کی بنیاد پر مومنین کے درجات اللہ کے نزدیک بلند ہوں گے۔ اور ایمان میں کمی کی وجہ سے تفریط (گھٹانے والے) کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ [۲] اور اس مفہوم سے متعلق مزید تذکرہ ہم سورۂ انفال میں کر چکے ہیں۔ [۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۸ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۳۲۴، ح ۱۲۲ (۳) انفال کی آیت ۴ کے تحت۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۵۔ لیکن جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے تو ان کے سابقہ رجس نے ایک اور رجس کا اضافہ کردیا ہے اور وہ مرتے دم تک حالتِ کفر ہی میں مبتلا رہے۔

۱۲۶۔ کیا انھیں دکھائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی سبق لیتے ہیں۔

۱۲۷۔ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ کہیں تمھیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا؟ پھر وہاں سے کھسک جاتے ہیں اللہ نے ان کے دلوں کو پلٹا دیا ہے کیوں کہ یہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

۱۲۵- رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ-

تفسیر قمی میں اور عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کے شکوک میں مزید شک کا اضافہ ہوگیا۔ [1]

وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ-

اور یہ بیماری ان میں مستحکم ہوگئی یہاں تک کہ حالتِ کفر میں ان کی موت واقع ہوئی۔

۱۲۶- اَوَ لَا یَرَوْنَ-

یعنی کیا یہ منافقین نہیں دیکھتے

اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ-

کہ انھیں طرح طرح کے آزمائشوں سے گزارا جائے گا اور وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے یا رسول اللہ کے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۸ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۸، ح ۱۶۴

ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوں گے اور جو نشانیاں ان پر ظاہر ہوں گی انھیں وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔
تفسیر قمی میں ہے کہ وہ بیمار ہو جائیں گے۔ [1]

فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ -
ہر سال ایک یا دو مرتبہ

ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ -
پھر اس کے باوجود بھی وہ اپنے نفاق سے توبہ نہیں کرتے

وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ -
اور نہ ہی اس سے کوئی سبق لیتے ہیں۔

۱۲۷ - وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ -
اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے اس بات کا انکار کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں یا غصے میں آ جاتے ہیں اس لیے کہ اس سورت میں ان کے عیوب بیان کیے گئے ہیں۔ [2]

هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ -
کہیں تمھیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ کیا مسلمانوں میں سے کوئی تمھیں دیکھ تو نہیں رہا جب تم کھڑے ہوتے ہو یا وہاں سے روانہ ہو جاتے ہو۔ اس لیے کہ ہم اسے سُن کر صبر نہیں کر سکتے۔ تمھیں چاہیے کہ تم ان پر نظر رکھو وہ وہاں سے نکلنے اور چلے جانے کے لیے باہمی مشورے کر رہے ہیں۔ اگر انھیں کوئی نہیں دیکھتا تو وہ کھڑے رہتے ہیں اور اگر انھیں کوئی دیکھ رہا ہوتا ہے تو اسے وہاں سے اٹھا دیتے ہیں۔

ثُمَّ انْصَرَفُوْا -
پھر وہاں سے کھسک جاتے ہیں کہ رسوائی اور ذلت کا سامنا نہ ہو

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ -
اللہ نے ایمان اور اس کی وضاحت نہ کر کے ان کے دلوں کو تنہا چھوڑ دیا ہے
تفسیر قمی میں ہے اللہ نے ان کے دلوں کو حق سے باطل کی طرف اور حق کے مقابل میں باطل کو اختیار کرنے کی طرف پلٹا دیا ہے۔
اور کہا گیا ہے کہ دعا کا بھی احتمال ہے۔

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ - سبب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی سوئے فہم اور عدم تدبر کی بنیاد پر سمجھنے سے قاصر ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۸ (۲) اقتباس انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۳۷

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ لوگو! تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں جو تمھیں ناگوار ہے وہ اُن پر بھی بہت شاق ہے وہ تمھاری بھلائی کے خواہش مند ہیں اور مومنین پر مہربان اور بے حد شفیق ہیں۔

۱۲۸ - مِنْ اَنْفُسِكُمْ -

تمھاری ہی جنس سے یعنی ان کا تعلق عرب سے ہے

تفسیر قمی میں ہے وہ تخلیق میں تمھارے مانند ہیں۔ [۱]

کہا گیا ہے کہ وہ اسے مِنْ اَنْفَسِكُمْ پڑھتے تھے یعنی وہ تمھارے اشرف لوگوں میں سے ہیں۔

کتاب جوامع میں ہے کہا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہؑ کی قرأت ہے۔ [۲]

عَزِيزٌ عَلَيْهِ -

ان پر بے حد شاق ہے

مَا عَنِتُّمْ -

جسے تم ناپسند کرتے ہو، جو تمھیں ناگوار ہے

تفسیر قمی میں ہے کہ تم نے جس چیز کا انکار کیا ہے اور اسے تسلیم نہیں کیا۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ -

وہ تمھاری بھلائی یعنی ایمان کے اور تمھاری حالت کی درستی کے خواہش مند ہیں تاکہ جس دین کی برکت سے وہ فیض یاب ہوا ہے اس دین سے تم میں سے کوئی بھی نکلنے نہ پائے۔

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ -

اور وہ مومنین پر بے حد مہربان اور مشفق ہیں خواہ اُن مومنین کا تعلق تم سے ہو یا تمھارے علاوہ کسی اور سے۔

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۸ (۲) جوامع الجامع ج ۲، ص ۹۴

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

ع ۱۶ / ۵

۱۲۹۔ اب اگر یہ لوگ روگردانی کرتے ہیں تو اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے" میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہی مالکِ عرشِ عظیم ہے۔

۱۲۹۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا۔

اب اگر یہ لوگ آپ پر ایمان لانے سے روگردانی کریں

فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ۔

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے آپ اللہ سے مدد طلب کریں کیوں کہ وہ ان کے امور کے لیے کافی ہے اور ان کے خلاف آپ کا مددگار ہوگا۔

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ۔

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے میں نے اسی پر توکل کیا ہے میں اس کے علاوہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا اور سوائے اُس کے کسی اور سے نہیں ڈرتا۔

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔

اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

کتابِ توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عرشِ عظیم سے مراد ملکِ عظیم ہے۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ، فرمایا کہ ہم میں سے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ، فرمایا ہم میں سے حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ، فرمایا ہم میں سے بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ کے ذیل میں امام نے فرمایا اس چوتھی صفت میں مومنین ہمارے ساتھ شریک ہیں اور تین صفات صرف ہمارے لیے ہیں۔[۲]

اور دوسری روایت میں ہے ایک تہائی ہمارے لیے ہے اور اس کا چوتھائی حصہ ہمارے شیعوں کے لیے ہے۔[۳]

کتابِ ثواب الاعمال میں اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ انفال اور سورۂ براءت ہر مہینہ میں ایک بار پڑھے گا تو کبھی بھی نفاق اس کے دل میں داخل نہ ہوگا اور اس کا شمار امیرالمومنین علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہوگا اور عیاشی میں یہ اضافہ ہے کہ وہ قیامت میں جنت کے دسترخوانوں میں ان کے شیعوں کے ساتھ کھا رہے ہوں گے یہاں تک لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں۔[۴]

(۱) التوحید ص ۳۲۱، ح ۱، باب ۵۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۸، ح ۱۶۵

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۸، ح ۱۶۶ (۴) ثواب الاعمال ص ۱۰۶ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۷۳

سورۂ یونس

اکثر مفسرین کے قول کے مطابق سورۂ یونس مکی سورہ ہے۔ یعنی مکۂ مکرمہ میں نازل ہوا ہے۔ ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے کہ سورہ مکیہ ہے سوائے تین آیتوں فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ آیت ۹۴ سے آیت ۹۶ تک مدینۂ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡہُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَہُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ اِنَّ ہٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت مشفق ہے۔

۱۔ الف۔ لام۔ را۔ یہ حکمت سے لبریز کتاب کی آیتیں ہیں۔

۲۔ کیا لوگوں کے لیے یہ حیرانی کا سبب ہے کہ ہم نے انھیں میں سے ایک شخص پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور مومنین کو خوش خبری سناؤ کہ اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس بہترین شرف وفضیلت ہے کافروں نے کہا یہ تو یقیناً صریحی جادوگر ہے۔

۱۔ الٓرٰ ۟۔ تفسیر قمی میں ہے الر اسم اعظم کے حروف میں سے ہے جنھیں قرآن کریم میں الگ الگ نازل کیا گیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام جب انھیں یکجا کر کے دعا طلب کرتے ہیں تو وہ دعا مستجاب ہوتی ہے۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں الٓمّٓ کی تاویل کے ذیل میں اس قسم کے حروف سے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں۔ کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ الٓرٰ کا مفہوم ہے "اَنَا اللّٰہُ الرَّؤُفُ" میں مہربان اور شفیق اللہ ہوں۔ [۲]

۲۔ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَہُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ۔

کہ لوگوں کو ڈراؤ اور مومنین کو خوش خبری سناؤ کہ اُن کے لیے ان کے رب کے پاس بہترین شرف وفضیلت ہے۔

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۰۸ (۲) معانی الاخبار ص ۲۲، ح ۱

قَدَمَ صِدْقٍ کا مفہوم ہے کہ مسابقت اور فضیلت ہے۔ قَدَم کا لفظ اس لیے لایا گیا کہ انسان اسی سے آگے بڑھتا ہے جس طرح نعمت کو "ید" یعنی ہاتھ سے تعبیر کیا جاتا ہے کیوں کہ اسے ہاتھ سے عطا کیا جاتا ہے اور قدم کو صدق کی طرف اضافت دی گئی اس لیے کہ سچائی مُتَحَقَّق ہے اور اس بات کی جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ یہ شرف و فضیلت اسی وقت مل سکتی ہے جب قول میں صداقت اور نیت میں سچائی ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "قَدَمَ صِدْقٍ" سے مراد حضور سرورِ کائنات کی شفاعت ہے۔[1]

کتاب کافی، عیاشی اور قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔[2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ روایت بھی سابقہ روایت کی جانب رجوع کرتی ہے یعنی جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مل جائیں اسے شفاعتِ محمدیہ بھی نصیب ہوگی۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہے۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ولایت شفاعت کی شرطوں میں سے ایک ہے اور ولایت و شفاعت باہمی لازم و ملزوم ہیں۔

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا -

کافر لوگ اِنَّ هٰذَا سے کتاب اور جو کچھ رسولؐ لے کر آئے ہیں مراد لیتے ہیں

لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ -

یہ تو یقیناً صریحی جادوگر ہے (ایک قرأت سحر بھی ہے)۔[4]

اور ساحر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور گویا کہ اس میں اعتراف کر رہے ہیں کہ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے امور کا مشاہدہ کیا ہے جو خارق العادۃ ہیں یعنی عام طور سے نظر نہیں آتے وہ لوگ ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۸۹ (۲) الکافی ج ۸، ص ۳۶۴، ح ۵۵۴ وتفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۳۰، ح ۵

(۳) الکافی ج ۱، ص ۴۲۲، ح ۵، وتفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۱۹، ح ۴ (۴) ابن کثیر اور اہلِ کوفہ سِحرٌ کو سَاحِرٌ پڑھا کرتے تھے اور اُن کا استدلال اللہ تعالیٰ کا یہ قول تھا وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (ص ۳۸/ ۴) (اور کافروں نے کہا یہ تو ایک جادوگر اور جھوٹا ہے) اور باقی قاریوں نے سِحرٌ پڑھا ہے اور انھوں نے اللہ کے اس قول کو دلیل قرار دیا ہے قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ (زخرف ۴۳/ ۳۰) (تو انھوں نے کہا یہ تو جادو ہے اور بلاشبہ ہم اس کے منکر ہیں) جس نے سحر پڑھا اس نے وحی مراد لی اور جس نے ساحر پڑھا اس نے صاحبِ وحی کا مفہوم لیا ہے۔ مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۸۷

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾

۳۔ بے شک تمھارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا وہ ہر امر کی تدبیر کرتا ہے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے الّا یہ کہ اس کی اجازت سے شفاعت کرے وہی اللہ تمھارا رب ہے تم سب اسی کی عبادت کرو بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔

۴۔ تم سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اسی نے تخلیق کا آغاز کیا پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ ایمان لانے والوں اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کو عادلانہ جزا دے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے پینے کو گرم پانی اور دردناک عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ خدا کا انکار کیا کرتے تھے۔

۳۔ إِنَّ رَبَّكُمُ .... عَلَى الْعَرْشِ۔

اس آیت کی تفسیر سورۂ اعراف آیت ۵۴ آیت سخرہ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ ۔ وہ ہر امر کی تدبیر کرتا ہے

یعنی امر کو متعین کرتا ہے اس کا فیصلہ کرتا ہے اور اسے انجام کے مراتب کے اعتبار سے مرتب کرتا ہے۔

تدبر کے معنی ہیں امور کے انجام پر نظر کرنا تا کہ انجام پسندیدہ ہو جائے اور امر سے تخلیق کا ہر کام مراد ہے۔

مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ۔

کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے الّا یہ کہ اس کی اجازت سے شفاعت کرے۔

یہ اللہ کی عظمت وجلالت کا بیان ہے اور جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے معبود اللہ کے نزدیک اُن کی شفاعت کریں گے اس بات کو رد کرنا مقصود ہے۔

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۔

وہی اللہ تمھارا رب ہے

یعنی وہ اُن اوصاف سے متصف ہے جو الوہیت اور ربوبیت کے لیے مطلوب ہیں۔ اور صرف وہی تمھارا رب ہے اس امر میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔

فَاعْبُدُوْهُ ؕ - تم صرف اس کی عبادت کرو اور اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ بناؤ

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ -

بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے اگر تم ذرا سا بھی غور کرو گے تو یہ تمھاری غلطیوں کی جانب تمھیں متوجہ کردے گا جس پر تم جمے ہوئے ہو اور یہ کہ صرف اللہ ہی مستحق عبادت ہے نہ وہ تم جن کی عبادت کیا کرتے ہو۔

۴- اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ؕ -

تم سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے

آخرت میں تم سب کو اللہ کی طرف واپس جانا ہے لہٰذا اس سے ملاقات کے لیے تیار ہو جاؤ۔

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ -

یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو اس نے کیا ہے۔

اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ .... بِالْقِسْطِ ؕ -

اسی نے تخلیق کا آغاز کیا پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ایمان لانے والوں اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کو عادلانہ جزا دے۔

قسط کا مفہوم ہے اللہ اپنے عدل کے مطابق جزا دے یا یہ کہ ان کے امور میں اُن کی عدالت کے مطابق فیصلہ کرے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا .... كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ -

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے پینے کو گرم پانی اور دردناک عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ خدا کا انکار کیا کرتے تھے۔

کہا گیا ہے کہ نظمِ کائنات میں تبدیلی اس لیے رونما ہوئی تاکہ اُن پر واضح کردیا جائے کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں اور آگاہ کرنا ہے کہ آغازِ تخلیق اور اس کے اعادے سے مقصود بالذات ثواب پہنچانا ہے جہاں تک عذاب کا تعلق ہے تو وہ عَرَض (غیر دائمی) کے طور پر واقع ہے اور خداوند عالم نے مومنین کو ثواب پہنچانا اپنے ذمے لے رکھا ہے جو اس کے لطف و کرم کے لیے مناسب ہے اور اسی لیے اس کو متعین نہیں رکھا ہے۔ جہاں تک کافروں پر عذاب کا تعلق ہے تو وہ بیماری کی طرح ہے ان کے اعتقاد کی برائی اور ان کے اعمال کی بدبختی جس جانب انھیں کھینچ کر لے گئی ہے۔[1]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۳۹۔ ۴۴۰

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾

۵۔ وہی تو ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں متعین کردیں تا کہ تم لوگ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو، اللہ نے یہ سب کچھ برحق بنایا ہے وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

۵-وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ-

اور چاند کو منزلوں والا بنایا، یا اس کے چلنے کے لیے منزلیں متعین کی ہیں اور یہ آیت، اللہ تعالٰی کے اس قول کی مانند ہے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (یٰس ۳۶/ ۳۹) (اور ہم نے چاند کی منزلیں متعین کردی ہیں)۔

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ-

تا کہ تم لوگ برسوں کی گنتی اور مہینوں، دنوں اور راتوں کا حساب معلوم کرو

مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ-

اور اللہ نے یہ سب کچھ برحق بنایا ہے جو اُس کی حکمت بالغہ کا تقاضا ہے

یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ-

وہ اپنی نشانیوں کو صاحبانِ علم کے لیے واضح اور مفصل طور سے بیان کرتا ہے تا کہ وہ لوگ ان میں غور وخوض کر کے ان سے فائدے حاصل کریں۔

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾

إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

أُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۹﴾

۶۔ یقیناً رات دن کے آنے جانے میں اور اللہ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔

۷۔ جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیاوی زندگی پر راضی اور مطمئن ہیں اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے غفلت برت رہے ہیں۔

۸۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے کرتوت کی بنا پر ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

۹۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے ان کا رب انھیں ان کے ایمان کی وجہ سے نعمتوں سے بھرپور جنتوں کی راہ دکھائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

۶- اِنَّ فِي اخْتِلَافِ .... لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ-

اللہ تعالیٰ نے شب و روز اور آسمان و زمین میں اس قوم کے لیے نشانیاں رکھی ہیں جو انجام سے ڈرتے ہیں یعنی متقین ہیں۔

۷- اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا-

جو لوگ ہماری ملاقات کی توقع نہیں رکھتے کیوں کہ وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہیں اور محسوسات میں غافل ہو کر آنے والی زندگی کے منکر ہیں۔

وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-

اور آخرت کے مقابل میں آخرت سے غفلت کے سبب وہ دنیاوی زندگی پر راضی ہیں

وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا-

اور اسی زندگی پر مطمئن ہیں اور اس دنیا میں اس شخص کی طرح ٹھہرے ہوئے ہیں کہ جسے یہاں سے جانے کی بے چینی نہ ہو۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ-

اور جو لوگ ہماری نشانیوں میں غور وخوض نہیں کر رہے ہیں اور ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے گزر رہے ہیں۔

۸- اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ-

یہی وہ لوگ ہیں جو مسلسل گناہ کرتے رہے اور ان کے عادی بن چکے ہیں اس لیے ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

۹- اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.............................. بِاِيْمَانِهِمْ-

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے ان کا رب اُن کے ایمان کی وجہ سے اور راہِ حق پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے انھیں جنت کی راہ دکھائے گا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ-

ایسی جنتیں جو نعمتوں سے بھرپور ہوں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ سعادت وخوش بختی کے سبب اُن سے مُتمسک ہونا گویا وہاں تک رسائی حاصل کرلینا ہے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝١١

۱۰۔ وہاں پر ان کی دعا یہ ہوگی ''اے اللہ تو پاک و پاکیزہ ہے'' اور ان کا تحفہ یہ ہوگا کہ ''سلامتی ہو'' اور ان کی دعا کا خاتمہ الحمد للہ رب العالمین پر ہوگا۔

۱۱۔ اگر اللہ انسانوں کو نقصان پہچانے میں اسی طرح عجلت سے کام لیتا جس طرح وہ لوگ بھلائی میں چاہتے ہیں تو اُن کی مدت کبھی کی پوری ہوجاتی، ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے مہلت دے دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی گمراہیوں میں بھٹکتے پھریں۔

۱۰- دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ -

جنت میں ان کی دعا یہ ہوگی اَللّٰهُمَّ انا نُسَبِّحُكَ تَسْبِيْحًا پروردگارا ہم تو صرف تیری تسبیح کر رہے ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے تسبیح کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام کا لینا اور اہلِ جنت کی دعا۔[۱]

وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ-

اور وہ جنت میں ایک دوسرے کو سلام کا تحفہ دے رہے ہوں گے

وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

اور اُن کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ ''تمام تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

۱۱- وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ-

'اگر اللہ انسانوں کو نقصان پہنچانے میں عجلت سے کام لیتا

یہ لوگ ستاتے وقت یا اتراتے ہوئے جس کا مطالبہ کرتے تھے جیسے ان کا یہ قول کہ ''اللہ تمھارے درمیان سے مجھے اٹھالے'' اور ان کا قول ''ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا وہ نقصان جس کے یہ مستحق ہیں۔''

اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ -

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۰، ح ۹

جس طرح وہ لوگ بھلائی میں عجلت چاہتے ہیں

جس طرح اللہ بھلائی میں ان کے لیے عجلت سے کام لیتا ہے اور جب وہ جلدی کرتے ہیں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔

کہا گیا ہے تعجیله لهم بالخیر کی جگہ "استعجالهم بالخیر" لایا گیا اس امر کی جانب متوجہ کرنے کے لیے کہ اللہ خیر اور بھلائی میں ان کی دعا بہت جلد قبول کرتا ہے۔ گویا عجلت کی طلب ان کے لیے عجلت میں تبدیل ہوگئی۔ [1]

لَقُضِيَ اِلَيۡهِمۡ اَجَلُهُمۡ -

تو اُن کی مدت پوری ہو جاتی انھیں مار دیا جاتا یا وہ ہلاک کر دیے جاتے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ فرمایا کہ اگر اللہ ان کو نقصان پہنچانے میں اسی عجلت سے کام لیتا جیسا کہ وہ بھلائی اور خیر میں چاہتے ہیں تو ان کی مدت حیات کبھی کی پوری ہو جاتی یعنی اللہ اُن کی مدت سے فارغ ہو جاتا۔ [2]

فَنَذَرُ الَّذِيۡنَ ...... فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ -

جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انھیں مہلت دیتے ہیں یعنی نہ تو انھیں جلد نقصان پہنچتا ہے اور نہ ہی وہ موت سے ہم کنار ہوتے ہیں بلکہ وہ گمراہیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۴۱ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۰۹

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور جس وقت کسی انسان کو کوئی تکلیف پہنچی تو اس نے اپنے پہلو پر لیٹے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ہمیں پکارا اور جب ہم نے اس کی مصیبت دور کر دی تو ایسے گزر جاتا ہے جیسے اس نے مصیبت کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے ان کے اعمال آراستہ کر دیے جائیں گے۔

۱۲- وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا -

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچی اور اس نے اسے دور کرنے کے لیے ہمیں اخلاص کے ساتھ آواز دی

لِجَنْۢبِهٖٓ -

اپنے پہلو پر لیٹے ہوئے

اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ -

یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر

یعنی وہ ہر حال میں ہمیں پکارتا رہا اور تکلیف کے ختم نہ ہونے تک اس نے آواز دینے اور پکارنے میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ -

پس جب ہم نے اس کی مصیبت دور کر دی تو وہ پہلے طریقے پر چلا گیا جو تکلیف کے آنے سے پہلے تھا یا اس نے دعا اور تضرع وزاری کے موقف سے بھی انکار کر دیا گویا کہ اس طرف پلٹ کر نہیں آئے گا۔

كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ -

گویا کہ اس نے مصیبت کے وقت اپنی مصیبت کو دور کرنے کے لیے ہمیں پکارا ہی نہ تھا

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ -

اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والوں کے لے ان کے اعمال آراستہ کر دیے جائیں گے جیسے خواہشات میں منہمک ہو جانا یا مشکلات اور دشواریوں کے وقت عبادات سے روگردانی کرنا۔

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾

۱۳۔ اور بلاشبہ ہم نے تم سے پہلے کی قوموں کو ان کی ظالمانہ روش کے سبب ہلاک کر ڈالا، ان کے مرسلین ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے اور وہ ایسے نہ ہوئے کہ ایمان لے آتے ہم مجرمین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

۱۴۔ پھر ان کے چلے جانے کے بعد ہم زمین میں تمھیں ان کی جگہ پر لے آئے تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

۱۵۔ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جنھیں ہماری ملاقات کا یقین نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسے تبدیل کر دو اے پیغمبر آپ فرما دیجیے کہ مجھے یہ حق نہیں ہے کہ میں اس قرآن میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کر دوں بس میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے ہول ناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

۱۳ - وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا .... لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ۔

اور بلاشبہ ہم نے تم سے پہلے کی قوموں کو ان کی ظالمانہ روش یعنی جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کر ڈالا

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ۔

ان کے مرسلین ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے جو ان کی سچائی کا ثبوت تھے

وَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا ؕ۔

اور وہ ایسے نہ ہوئے کہ ایمان لے آتے

اس لیے ان کی صلاحیتیں فاسد ہو گئی تھیں اور اللہ نے انھیں چھوڑ دیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ اپنے کفر پر مُصر رہیں گے اور جب اللہ نے مرسلین کو بھیج کر اپنی حجت تمام کر دی تو اس کے بعد انھیں مہلت دینے کا

کوئی فائدہ نہیں تھا۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ -

ہم تمام مجرمین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

۱۴- ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ -

ہم نے جس نسل کو ہلاک کر ڈالا اس کے بعد ہم زمین میں تمھیں اُن کی جگہ پر لے آئے

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ -

تاکہ ہم دیکھیں کہ تم خیر یا شر کے اعتبار سے کس عمل کو اپناتے ہو۔

۱۵- وَ اِذَا تُتْلٰى .... غَيْرِ هٰذَآ -

اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جنھیں ہماری ملاقات کا یقین نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ جس میں وہ کچھ نہ ہو جسے ہم ناپسند کرتے ہیں جیسے بتوں کو پوجنے کی مذمت اور اُن کی پرستش کرنے والوں کو وعید (ڈراوا)

اَوْ بَدِّلْهُ - یا اسے تبدیل کر دو

یعنی آیتِ عذاب کی جگہ رحمت کی آیت رکھ دو اور خداؤں کے ذکر اور اُن کی عبادت کی مذمت کے ذکر کو اس میں سے حذف کر دو۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ -

اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ میرے لیے درست نہیں ہے

اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ -

کہ میں اس قرآن میں اپنی جانب سے اپنے رب کے حکم کے بغیر کوئی تبدیلی کر دوں

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ -

بس میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے مجھے تبدیلی یا منسوخ کرنے کے بارے میں کوئی وحی نہیں کی گئی

اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ -

اگر میں اپنی جانب سے قرآن میں کوئی تبدیلی یا آیت کو منسوخ کر کے اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تمھارے سامنے قرآن کی تلاوت نہ کرتا، اور نہ ہی وہ تمھیں اس کی اطلاع دیتا، آخر میں اس سے پہلے عمر کا ایک حصہ تمھارے درمیان گزار چکا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

۱۶-قُلْ لَّوْ شَآءَ .... وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ-

وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ کا مفہوم ہے کہ اللہ میری زبانی تمھیں اس بات سے آگاہ نہ کرتا اور لَا دراکم لا تاکید سے پڑھا گیا ہے یعنی اللہ میرے علاوہ کسی اور کی زبانی اس سے باخبر کر دیتا۔ یعنی قرآن کی تلاوت مشیت خداوندی کی وجہ سے ہے اور اس کا وجود میں آنا ایک ایسا امر عجیب ہے جو خارق عادت ہے یعنی عام طور سے ایسا نہیں ہوتا اور وہ یہ کہ ایک اُمّی شخص اشخاص کے درمیان سے نکل کر آئے جس نے اپنی عمر کا کوئی لمحہ سیکھنے اور علم حاصل کرنے میں صرف نہیں کیا اور نہ ہی ایسے شہر میں نشو ونما پائی جہاں علماء رہتے ہوں اس کے باوجود وہ تمھارے سامنے ایسی کتاب کی تلاوت کرے جو اپنی فصاحت و بلاغت میں دیگر تمام فصیح کلاموں سے روشن اور نمایاں ہو جو تمام ان واقعات پر مشتمل ہو جو ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ-

میں تمھارے درمیان رہا ہوں اور پلا بڑھا ہوں میری جوانی اور اس کے بعد کا زمانہ چالیس سال کی عمر تک تمھارے ساتھ گزارا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اس سے پہلے تمھیں کوئی ایسی چیز دی ہو کہ تم اس کے ایجاد کرنے پر مجھے متہم ٹھہراؤ اور مجھ پر الزام لگاؤ۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ-

تم اپنی عقلوں سے تدبر اور تفکر کیوں نہیں کرتے تاکہ جان لو کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۷۔ پھر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی طرف جھوٹی بات گھڑ کر منسوب کردے یا اس کی آیتوں کو جھٹلا دے مجرمین یقیناً فلاح نہیں پا سکتے۔

۱۸۔ یہ لوگ اللہ کے علاوہ ان کی پرستش کر رہے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ دے سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ کیا تم اللہ کو ان باتوں سے مطلع کر رہے ہو جنھیں وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ ہی زمین میں، اللہ اس سے پاک اور برتر ہے یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں۔

۱۹۔ شروع میں تمام لوگ بس ایک امت تھے، پھر ان میں اختلاف رونما ہوا، اے نبی آپ کے رب کی جانب سے اگر پہلے سے بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو یہ جس بارے میں اختلاف کر رہے ان کے مابین فیصلہ کر دیا جاتا۔

۱۸- وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا-

وہ کہتے ہیں کہ یہی دنیا اور آخرت کے اہم ترین امور میں ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔

قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ.......... وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ-

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ کیا تم اللہ کو وہ تمام معلومات فراہم کرو گے جو کسی کو نہیں معلوم یعنی جن کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ-

اللہ اس سے پاک اور برتر ہے یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں۔

یشرکون کو تشکرون "تا" کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ قریش کے لوگ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم ان بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کی بارگاہ میں مقرب بنا دیں اور اس کی نزدیکی کا سبب بن جائیں ہم تو اللہ کی عبادت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو رد کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ اے محمد آپ ان سے فرما دیجیے کیا تم اللہ کو بتلاؤ گے جو وہ نہیں جانتا۔ [1]

۱۹- وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً-

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے قبل تمام لوگ فطرت پر قائم تھے نہ ہدایت یافتہ تھے اور نہ ہی گمراہ اس کا بیان سورہ بقرہ آیت ۲۱۳ کے ذیل میں اس کلمہ کی تفسیر کے دوران گزر چکا ہے۔

فَاخْتَلَفُوْا-

انھوں نے خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے اختلاف کیا یا رسولؐ کی بعثت کے بعد اختلافات کرنے لگے ایک گروہ نے انبیاء و مرسلین کا اتباع کیا اور دوسرے نے اس سے گریز اختیار کیا۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ-

اور اگر پہلے سے بات طے نہ ہو چکی ہوتی کہ روزِ قیامت تک فیصلے کو مؤخر رکھا جائے گا

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ-

تو ان کے مابین جلد ہی فیصلہ کر دیا جاتا

فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ-

یہ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں تاکہ حق والوں کو باطل والوں سے متمیز کیا جا سکے لیکن حکمت اس امر کی متقاضی تھی کہ دنیا دار التکلیف اور اختیار رہے اور آخرت کو ثواب و عذاب کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾

وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِىْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۰۔ اور وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ پر ان کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی تو اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ غیب کا مالک اللہ ہے اچھا تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۲۱۔ لوگوں کا عالم یہ ہے کہ جب انھیں مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد ہم رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو وہ ہماری آیتوں کے بارے میں حیلہ بازیاں کرنے لگتے ہیں اے نبی آپ فرما دیجیے کہ خدا تم سے تیز تر تدبیریں کرنے والا ہے بے شک ہمارے فرشتے تمھاری مکاریاں لکھ رہے ہیں۔

۲۰ - وَيَقُوْلُوْنَ .... اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ -

اور وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ پر ان کے رب کی جانب سے کوئی آیت ان آیات میں سے کیوں نہیں نازل ہوتی جسے انھوں نے اپنی طرف سے ایجاد کرلیا ہو۔

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ -

تو اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ غیب کا مالک اللہ ہے۔ غیب کا علم اللہ کے لیے مختص ہے اور ہر کام کے لیے وقت متعین ہے۔

فَانْتَظِرُوْا ۚ -

لہٰذا تم نے جو کچھ اپنی طرف سے ایجاد کرلیا ہے اس کے نازل ہونے کا انتظار کرو

اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ -

میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں کہ اللہ تمھارے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔

۲۱ - وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً -

اور جب ہم انسانوں کو رحمت یعنی صحت اور کشادگی کا مزا چکھاتے ہیں

مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ -

مصیبت یعنی مرض اور قحط سالی میں مبتلا ہونے کے بعد

اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِىْٓ اٰيَاتِنَا ۭ -

تو وہ ہماری آیتوں کے بارے میں حیلہ بازیاں کرنے لگتے ہیں طعن و تشنیع کے ذریعے اور اس کے انکار کے لیے حیلے بہانے ڈھونڈ کر۔

کہا گیا ہے کہ اہلِ مکہ سات سال تک قحط میں مبتلا رہے بلکہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ پھر جب اللہ نے اُن پر بارش کے ذریعے رحم کھایا تو وہ آیاتِ خداوندی میں طعنہ زنی کرنے لگے اور اللہ کے رسولؐ سے مکر و فریب کرنے کی کوشش کی۔ [۱]

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا۔

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ اللہ تمھارے مقابلے میں تدبیر کرنے میں زیادہ تیز ہے اس سے پہلے کہ تم مکر کی تدبیر کرو وہ تم پر عذاب نازل کرنے کی تدبیر کر لیتا ہے۔ مکر کے معنی ہیں فریب کا چھپانا اور اگر مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہو تو اس کا مفہوم ہوگا کسی کو ڈھیل دینا ہے اور مکر کے خلاف جزا دینا۔

اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ۔

بے شک ہمارے فرشتے تمھاری مکاریاں لکھ رہے ہیں۔ آگاہ کرنا مقصود ہے کہ وہ جس بات کو مخفی سمجھ رہے ہیں وہ اللہ کے لیے مخفی نہیں ہے نیز انتقام کو محقق کرنا ہے۔

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف ج ۲، ص ۳۳۸

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ وہی تو ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں سیر کراتا ہے چناں چہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوکر بادِ موافق پر شاداں و فرحاں مصروفِ سفر تھے کہ یکا یک بادِ مخالف کا جھکڑ آیا اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے آنے لگے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ وہ چاروں طرف سے گھر گئے ہیں تو اس وقت سب کے سب اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا طلب کرنے لگے کہ اے اللہ اگر تو نے ہمیں اس بھنور سے بچا لیا تو ہم شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔

۲۲- هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ-

وہی تو ہے جو تمھیں سیر کے لیے آمادہ کرتا ہے اور اسباب مہیا کر کے تمھیں سیر کرنے پر قدرت عطا کرتا ہے۔

فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ -

خشکی اور سمندر میں

حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ -

چناں چہ جب تم کشتیوں میں بیٹھے تھے

وَ جَرَيْنَ بِهِمْ-

اور کشتیاں مسافروں کو لے کر روانہ ہوئیں

حاضر سے غائب کی طرف ضمیر کو پلٹا کر ان کے غیر کو یاد دلا رہا ہے کہ ان کی حالت پر وہ تعجب کریں۔

بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ-

بادِ موافق کے ساتھ جو سبک رفتار تھیں

وَّ فَرِحُوْا بِهَا-

اور وہ شادان و فرحاں تھے کہ ہوا موافق ہے

جَآءَتْهَا-

کہ اتنے میں کشتیوں کے پاس آ گیا

رِيۡحٌ عَاصِفٌ–

بادِ مخالف کا جھکڑ تیز و تند ہوا

وَّجَآءَهُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ–

اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے آنے لگے

وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ–

اور انھوں نے سمجھ لیا کہ وہ چاروں طرف سے گھر گئے ہیں

یعنی اب ہلاک ہوجائیں گے نجات اور چھٹکارے کے سارے راستے اُن پر مسدود ہو گئے ہیں جیسے کسی کو دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہو اور یہ مثال ہلاکت کے لیے بیان کی جاتی ہے۔

دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ–

تو اس وقت سب کے سب اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے یعنی سوائے اللہ کے کسی اور کو نہ پکار کے صرف اللہ سے دعا طلب کرنے لگے۔

لَئِنۡ اَنۡجَيۡتَنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ–

اے اللہ اگر تو نے ہمیں اس بھنور سے بچا لیا تو ہم شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے جیسا کہ ارادہ کیا ہے۔

فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اللہ جب انھیں نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! یہ سرکشی تو خود تمھارے خلاف ہے، دنیاوی زندگی کے مزے لوٹ لو پھر تمھیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم بتائیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔

۲۳- فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ -

جب دعا قبول کر کے اللہ نے انھیں نجات دی

اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ -

تو وہ زمین میں فساد شروع کر دیتے ہیں اور جس حالت پر پہلے تھے جلد ہی اس پر واپس چلے جاتے ہیں۔

بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ - وہ ناحق ایسا کرتے ہیں

اور وہ بچانا مقصود ہے کہ مسلمان کفار کے شہروں میں تخریب کاری نہ کریں اس لیے کہ ایسا کرنا ناحق فساد پھیلانا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ -

اے لوگو یہ سرکشی خود تمھارے خلاف ہے

اس لیے کہ اس کا وبال تم پر آئے گا یا تم جیسے لوگوں پر آئے گا اور تمھارے ابنائے جنس پر اس کا وبال ہوگا۔

مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ - دنیاوی زندگی کی کے مزے لوٹ لو

دنیاوی زندگی کی منفعت باقی نہیں رہتی البتہ اس کا عذاب باقی رہے گا اور یہ جملہ بغیکم کی خبر ہے یا اس کی خبر محذوف ہے اور ایک قرأت کے مطابق یہ الحیٰوۃ الدنیا پڑھا گیا ہے یعنی تم دنیاوی زندگی کے سرمائے سے فائدہ حاصل کرو گے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں جو انجام دینے والے کی طرف پلٹتی ہیں "معاہدہ کو توڑنا، ظلم و زیادتی کرنا اور مکر و فریب" اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1]

ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ -

پھر تمھیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم بتائیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۱، ح ۱۳

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ دنیاوی زندگی کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا اس سے مل کر زمین کے نباتات برآماد ہوئے جس میں سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین اپنی بہار اور نکھار پر آ گئی اور ان کے مالک یہ سمجھنے لگے کہ اب وہ ان سے فائدہ اٹھانے پر پوری قدرت رکھتے ہیں تو اچانک ہمارا حکم رات کو یا دن کے وقت آ گیا اور ہم نے اسے کاٹ کر ایسا کر ڈالا کہ جیسے کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ ہم غور وفکر کرنے والوں کو اپنی نشانیاں اسی طرح مفصل انداز میں پیش کرتے ہیں۔

۲۴ - اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا -

دنیاوی زندگی کی مثال اس کی عجیب وغریب حالت جلدی سے گزر جانے میں اور نعمتوں کے آنے کے بعد ان کے زائل ہو جانے میں اور لوگوں کا ان نعمتوں پر فریفتہ ہو جانے میں۔

كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ.............وَالْاَنْعَامُ ؕ -

اس کی مثال اس پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا اس سے مل کر زمین کے نباتات برآمد ہوئے جس میں سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں غلہ، سبزیاں اور گھاس

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا -

یہاں تک کہ جب زمین اپنی بہار پر آ گئی اور وہ آراستہ ہوگئی

وَازَّيَّنَتْ -

اور وہ نوع بنوع نباتات سے مزین ہوگئی جن کی شکلیں مختلف اور رنگت جدا جدا تھی اس دلہن کی طرح جو رنگ برنگے کپڑے پہنتی ہے اور بناؤ سنگھار کرتی ہے۔

وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ -

تو ان کے مالک یہ سمجھنے لگے کہ اب وہ ان سے فائدہ اٹھانے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ وہ قدرت رکھتے

ہیں کہ فصل کاٹیں اور غلہ اٹھا کر لے جائیں۔

اَتٰھَآ اَمْرُنَا-

تو اچانک ہمارا حکم آ گیا اور انھیں مصیبت اور آفت نے آلیا اس اطمینان اور یقین کے بعد کہ اب فصل ہر طرح سے محفوظ ہے۔

لَيْلًا اَوْنَهَارًا-

رات کے وقت اور دن کے اوقات میں

فَجَعَلْنٰهَا-

تو ہم نے اس فصل کو بنا دیا

حَصِيْدًا-

کٹا ہوا جس طرح فصل کاٹنے کے بعد ہوجاتی ہے

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ-

گویا کہ کل وہاں پر کچھ تھا ہی نہیں

یعنی اس سے پہلے کسی قسم کی کاشت نہیں ہوئی تھی اور لفظ ''اَمس'' وقتِ قریب کی مثال کے لیے لایا گیا ہے اور آیت میں جس مضمون کی حکایت بطورِ مثال بیان کی گئی ہے وہ ہے اچانک نباتات کی ہریالی کا زائل ہوجانا اور تروتازہ ہونے کے بعد اُن کا خشک ہوجانا، نباتات نے زمین کو آراستہ و پیراستہ کر دیا یہاں تک کہ ان کے مالک یہ سمجھنے لگے کہ یہ زراعت آفات سے محفوظ ہوگئی ہے۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ-

ہم غور وفکر کرنے والوں کے لیے اپنی نشانیاں اسی طرح تفصیل سے پیش کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَ لَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۶

۲۵۔ اور اللہ دارالسلام (جنت) کی جانب دعوت دے رہا ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت کر دیتا ہے۔

۲۶۔ جن لوگوں نے بھلائی اختیار کی ہے ان کے لیے بھلائی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ ہی رسوائی۔ یہی لوگ صاحبانِ جنت ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

۲۵ - وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ -

اور اللہ تمھیں دارالسلام کی جانب دعوت دے رہا ہے۔ دارالسلام سے مراد ہے دار اللہ ''اللہ کا گھر''۔

کتاب معانی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا اِنَّ السَّلَامَ هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سلام سے مراد ذاتِ خداوندِ عالم ہے اور اس کا گھر جسے اس نے اپنے بندوں اور اولیاء کے لیے خلق فرمایا ہے وہ جنت ہے۔ [1]

وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ -

اور وہ جسے چاہتا ہے توفیق کرامت کرتا ہے

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ -

صراطِ مستقیم پر چلنے کی جو اس کا راستہ ہے۔

۲۶ - لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى -

جن لوگوں نے بھلائی اختیار کی ہے ہم انھیں اچھی جزا بصورت ثواب عطا کریں گے

وَ زِيَادَةٌ ؕ -

بلکہ ثواب سے بھی زیادہ از روئے فضل دیں گے

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد رحمتِ خداوندی کو دیکھنا ہے۔ [2]

(۱) معانی الاخبار ص ۱۷۶۔ ۱۷۷، ح ۲ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۱

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے "حسنیٰ" سے مراد جنت ہے اور "زیادۃ" سے مراد دنیا ہے۔ اللہ نے انھیں دنیا میں جو کچھ عطا کیا ہے آخرت میں وہ اُن کا حساب نہیں لے گا اور ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کے ثواب کو یکجا کر دے گا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ "زیادۃ" سے مراد موتی کا ایک کمرہ ہے جس کے چار دروازے ہوں گے۔[2]

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ-

اور ان کے چہروں کو نہیں ڈھانپے گی

قَتَرٌ-

غبار آلود سیاہی

وَّلَا ذِلَّةٌ-

اور نہ ہی رسوائی کے آثار

۲۶-اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ-

یہی لوگ صاحبانِ جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ جہاں کسی قسم کا زوال نہیں ہوگا اور نہ ہی وہاں کی نعمتیں ختم ہوں گی۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۱

(۲) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۱۰۴

وَ الَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۷۔ اور جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے وہ اپنی برائیوں کے مطابق بدلہ پائیں گے اور ذلت ان کا پیچھا کرے گی اور انھیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا ان کے چہروں پر ایسی کالکھ ہوگی جیسے رات کے سیاہ پردے ان پر پڑے ہوئے ہوں یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲۸۔ جس روز ہم سب لوگوں کو اکٹھا محشور کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمھارے شرکاء اپنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے تو ان کے شرکاء کہیں گے کہ ''تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔''

۲۷- جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ -

وہ اپنی برائیوں کے مطابق بدلہ پائیں گے اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوگا اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے سابقہ آیت میں جو لفظ ''زیادہ'' آیا ہے اس سے مراد فضلِ خداوندی ہے۔

وَتَرْهَقُهُمْ .... مِنْ عَاصِمٍ ۚ -

اور ذلت ان کا پیچھا کرے گی اور انھیں اللہ کے عذاب اور ناراضی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا یا یہ کہ ان کے لیے اللہ کی جانب سے کوئی نہ ہوگا جو انھیں بچائے جس طرح مومنین کے لیے بچانے والے تھے۔

كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ .... مُظْلِمًا ؕ -

ان کے چہروں پر ایسی کالکھ ہوگی جیسے رات کے سیاہ پردے ان پر پڑے ہوں

قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اس لیے کہا گیا کہ بہت زیادہ سیاہی اور ظلمت ہوگی اور ایک قرأت کے مطابق قِطَعًا کو قِطْعًا پڑھا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ -

یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یہ لوگ صاحبانِ بدعت اور شبہے کرنے والے اور خواہشات کے پیروکار تھے۔ اللہ ان کے چہروں کو کالا کر دے گا اس کے بعد وہ اللہ کی بارگاہ میں لائے جائیں گے۔ وہ ذلت اور پستی کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے۔ (۱)

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب رات آجاتی ہے تو گھر بہت زیادہ تاریک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی سیاہی میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ (۲)

۲۸- وَیَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا-

اور جس روز ہم دونوں فریق کو اکٹھا محشور کریں گے

ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَ شُرَكَآؤُكُمۡ-

پھر ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمھارے شرکاء اپنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ۔ تم انتظار کرو تاکہ تمھیں پتا چل جائے کہ تمھارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

فَزَیَّلۡنَا بَیۡنَهُمۡ-

ہم نے ان میں تفرقہ ڈال دیا اور ان کے باہمی تعلقات کو منقطع کر دیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آگ کو بھیجے گا جو مومنین اور کفار کے مابین تفرقہ ڈال دے گی انھیں جدا جدا کر دے گی۔ (۳)

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ اِیَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ-

تو ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ درحقیقت انھوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کیا تھا جو انھیں شرک کی طرف لے گئی تھیں ورنہ انھوں نے کسی کو شریک نہیں بنایا تھا یا یہ کہ شیاطین نے انھیں حکم دیا تھا کہ اللہ کے شرکاء بنالو اور انھوں نے شیاطین کی اطاعت کی تھی۔

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۱۱

(۲) الکافی ج۸، ص ۲۵۲ - ۲۵۳ و تفسیر عیاشی ج۲، ص ۱۲۲، ح ۱۷

(۳) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۱۲

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ع ۸ النصف

۲۹۔ اب خدا ہمارے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے کافی ہے کہ ہم تمھاری عبادت سے بالکل غافل تھے۔

۳۰۔ اس وقت ہر شخص اپنی پچھلی کارکردگی کا نتیجہ دیکھ لے گا اور پھر وہ سب اپنے مالکِ حقیقی اللہ کی جانب لوٹا دیے جائیں گے اور وہ دنیا میں جو افترا پردازیاں کر رہے تھے سب گم ہو کر رہ جائیں گی۔

۲۹- فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا-

اللہ کو گواہ قرار دیا کیوں کہ وہ حقیقت امر سے واقف ہے۔

۳۰- هُنَالِكَ-

اس جگہ پر وہاں پر

تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ-

ہر شخص اپنی پچھلی کارکردگی کا نتیجہ دیکھ لے گا۔ اس نے پہلے جو کام کیے تھے ان کا امتحان لیا جائے گا پھر وہ اپنی آنکھوں سے ان کا فائدہ اور نقصان دیکھ لے گا۔

وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ-

اور پھر وہ سب اپنے مالکِ حقیقی اللہ کی جانب لوٹائے جائیں گے۔ وہ مولیٰ جس کی ربوبیت سچی ہے جو درحقیقت ان کے امور کا متولی ہے۔ نہ وہ جسے ان لوگوں نے مولیٰ بنا لیا ہے۔

وَ ضَلَّ عَنْهُمْ-

اور ان سے گم ہو جائیں گے۔ برباد ہو جائیں گے

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ-

وہ جو افترا پردازی کیا کرتے تھے کہ وہ اللہ کے شرکاء ہیں اور یہ کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۱۔ اے پیغمبرؐ آپ ان سے دریافت کیجیے کہ آسمان و زمین میں تمھیں کون رزق دیتا ہے؟ سماعت اور بصارت کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ اور وہ کون ہے جو مردہ سے زندہ برآمد کرتا ہے اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو کائنات کا انتظام کرتا ہے؟ اس پر وہ کہیں گے کہ "اللہ" فرما دیجیے کہ تم (عذاب الٰہی سے) ڈرتے کیوں نہیں۔

۳۲۔ تب تو یہی تمھارا حقیقی رب ہے، حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ تم کن چکروں میں پڑے ہو۔

۳۳۔ اسی طرح نافرمانی اختیار کرنے والوں کے بارے میں تمھارے رب کی بات صادق آگئی کہ وہ تسلیم کرنے والے نہیں ہیں۔

۳۱- قُلْ مَنْ .... وَالْاَرْضِ-

اے پیغمبرؐ آپ ان سے دریافت کیجیے کہ تمام اسباب سماوی اور ارضی کے ذریعے سے کون تمھیں رزق فراہم کرتا ہے؟

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ-

وہ کون ہے جو سماعت و بصارت کی تخلیق، ان کے تسویہ اور حفاظت پر قدرت رکھتا ہے باوجودے کہ آفات بہت زیادہ ہیں اور سماعت و بصارت دونوں معمولی چیزوں سے بھی متاثر ہوسکتی ہے۔

وَمَنْ يُّخْرِجُ .... مِنَ الْحَيِّ-

اور وہ کون ہے جو مردہ سے زندہ برآمد کرلیتا ہے اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے یعنی جو زندہ کرتا اور موت سے ہم کنار کرتا ہے۔

وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ-

اور وہ کون ہے جو امرِ عالم کی تدبیر کا ذمہ دار ہے

فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ -

اس پر وہ کہیں گے "اللّٰہ"

یہ امور اتنے واضح ہیں کہ وہ لوگ ازراہِ تکبر اور دشمنی بھی یہ کہنے پر قدرت نہیں رکھتے کہ یہ سب کچھ اللّٰہ کے علاوہ کسی اور نے بنائے ہیں۔

فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ -

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ تم اللّٰہ کے غیر کی عبادت کرتے وقت عذابِ الٰہی سے کیوں نہیں ڈرتے۔

۳۲- فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ -

تب تو یہی تمھارا حقیقی رب ہے۔ جو ان تمام امور کا متولّی ہے وہی عبادت کا حق دار ہے وہ تمھارا رب ہے اس کی ربوبیت ثابت ہے اس لیے کہ اسی نے تمھیں ایجاد کیا، تمھیں زندگی بخشی، تمھیں رزق دیا اور تمھارے امور کی تدبیر کی۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ -

حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے

یعنی ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے جس نے حق سے خطا کی وہ گمراہی میں داخل ہوگیا۔

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ -

تم حق سے روگردانی کر کے کن چکروں میں پڑے ہو۔

۳۳- كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ -

اسی طرح تمھارے رب کی بات اور اس کا حکم ثابت ہوگیا

عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا -

ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے نافرمانی کی۔ اپنے کفر میں ڈٹے رہے اور ہدایت سے باہر نکل گئے۔

اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ -

کہ وہ تسلیم کرنے والے نہیں ہیں۔

یعنی ان پر رب کی بات صادق آگئی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

یا لفظ کلمہ سے عذاب کی تیاری مراد ہے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۴۔ اے نبیؐ آپ ان سے پوچھیے تو سہی کیا تمھارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جو تخلیق کی ابتدا بھی کرتا ہو اور اس کا اعادہ بھی کرے؟ کہو وہ "صرف اللہ ہے" جو تخلیق کی ابتدا بھی کرتا ہے اور اس کا اعادہ بھی کرے گا تم کس طرح منحرف ہوتے ہو۔

۳۵۔ ان سے دریافت کیجیے کیا تمھارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو حق کی جانب رہنمائی کرے؟ کہو اللہ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے پس جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود راستہ نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے تمھیں کیا ہوگیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو؟

۳۴- قُلْ هَلْ.................. فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ-

خداوند عالم نے دوبارہ پیدا کرنے کو ابتدائی تخلیق کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے تاکہ برہان و دلیل کو ظاہر کیا جائے اس عمل میں اُن کی کوئی مدد نہیں لی گئی۔ اسی لیے رسول کو حکم دیا کہ ان کی نیابت میں جواب دیں کہ صرف اللہ ہے جو تخلیق کی ابتدا بھی کرتا ہے اور اس کا اعادہ بھی کرے گا۔

۳۵- قُلْ هَلْ.................. يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ-

اے نبی ان سے دریافت کیجیے کیا تمھارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو حق کی جانب رہنمائی کرے۔ حجتیں قائم کرکے، مرسلین کو بھیج کر اور غور و فکر کے اسباب فراہم کرکے۔

قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ.................. اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْ-

کہو، اللہ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے پس جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود راستہ نہیں پاتا۔

لَا يَهِدِّيْ دراصل لا يهتدي تھا۔

اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى‌ؕ -

مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے کوئی اور اسے راستہ دکھائے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے جو حضرات حق کی جانب راہنمائی کرتے ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے بعد آلِ محمد علیہم السلام ہیں۔ [1]

لیکن وہ جو خود راستہ نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے۔ وہ قریش اور غیر قریش کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے اہلِ بیت علیہم السلام کی مخالفت کی تھی۔

فَمَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ -

تمھیں کیا ہوگیا ہے تم کیوں غلط فیصلے کرتے ہو۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۲

وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

۳۶۔ اور ان میں سے اکثریت محض وہم وگمان کی پیروی کرتی ہے حال آں کہ گمان، حق سے ذرہ برابر بے نیاز نہیں کرتا، یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۳۷۔ اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا اسے کوئی اور گھڑ کر بنا لے بلکہ یہ اپنی ماسبق کتابوں کی تصدیق اور تفصیل ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے یہ عالمین کے پروردگار کی جانب سے ہے۔

۳۸۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اسے خود گھڑ کر بنا لیا ہے تو آپ فرما دیجیے کہ تم بھی اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو بلا لو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

۳۶۔ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ۔

ان کی اکثریت اپنے اعتقاد کے مطابق عمل نہیں کرتی

اِلَّا ظَنًّا ؕ۔

بس وہ تو فاسد خیالات پر تکیہ کرتے ہیں

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ۔

جب کہ گمان حق پر اعتقاد رکھنے سے ذرہ برابر بے نیاز نہیں کرتا

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ۔

یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

یہ ایک طرح کی تنبیہ ہے اس بات پر کہ وہ گمان کا اتباع کر رہے ہیں اور برہان وثبوت سے روگرداں ہیں۔

۳۷- وَمَا كَانَ-

یہ بات درست نہیں اور نہ ہی صحیح ہے

هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ-

کہ یہ قرآن مخلوقات کا گھڑا ہوا ہے اور یہ اللہ کا کلام نہیں ہے

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ-

بلکہ یہ اپنی ماسبق کتب کی تصدیق کرتا ہے۔ جو نازل کی گئی ہیں اس لیے کہ یہ کتاب اُن کے مقابل میں معجزہ ہے اور ان کے پرکھنے کے لیے ایک معیار ہے اور ان کی درستی پر گواہ ہے۔

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ-

اور جتنے احکام فرض ہیں اور شریعت سے ان کا تعلق ہے ان سب کی وضاحت ہے اللہ کے قول کتابُ اللہ علیکم کی تفصیل ہے۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے یہ عالمین کے پروردگار کی جانب سے ہے۔

۳۸- اَمْ يَقُوْلُوْنَ-

بلکہ کیا یہ لوگ ایسا کہتے ہیں؟

افْتَرٰىهُ- نبیؐ نے اس قرآن کو خود ہی گھڑ لیا ہے

قُلْ- اے نبیؐ آپ فرما دیجیے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے اگر اسے میں نے گھڑ لیا ہے

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ-

تو پھر تم بھی گھڑ کر اس جیسا کوئی سورہ لے آؤ۔ جو بلاغت میں حسنِ نظم میں اس کی مثال ہو کیوں کہ تم بھی میری طرح عرب کے باشندہ ہو اور فصاحت کے مالک ہو۔

وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ-

تم اس جیسا قرآن لانے کے لیے جس کو چاہو اپنی مدد کے لیے بلالو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ-

سوائے خدا کے اس لیے کہ صرف وہی اس بات پر قدرت رکھتا ہے نہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ-

اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ یہ قرآن گھڑا ہوا ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلایا ہے جس کے علم کا وہ احاطہ نہیں کر سکتے اور اس کی تاویل بھی اُن کے سامنے نہیں آئی اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، پھر دیکھ لو کہ ظلم کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔

۳۹-بَلْ كَذَّبُوْا.......... تَاْوِيْلُهٗ ؕ-

بلکہ انھوں نے حقیقت امر کو جاننے اور قرآن کی تاویل اور معانی سے واقفیت حاصل کیے جانے سے قبل ہی قرآن کو جھٹلا دیا اس لیے کہ اپنے آباؤ اجداد کے جن طریقوں سے وہ مانوس تھے جب قرآن میں اس کے برعکس چیزوں کو دیکھا تو وہ قرآن سے متنفر ہوگئے اور پھر ان تک وہ تاویل بھی نہیں پہنچی تھی جس میں غیب کی باتوں کو بیان کیا گیا تھا یعنی ان کے انجام سے آگاہ کیا گیا تھا کہ ان لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ سچ ہے یا مبنی پر کذب ہے یعنی یہ کتاب دو اعتبار سے معجزہ ہے پہلی بات قرآن کے نظم و ترتیب کی ہے اور دوسری بات اس میں بیان کردہ غیب کی خبریں ہیں۔ انھوں نے اس کی معجزانہ حیثیت کے بارے میں غور کرنے اور غیب کی خبروں کو جانچنے اور پرکھنے سے پہلے ہی اس کتاب کا انکار کر دیا۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ رجعت وغیرہ میں جو بڑے بڑے امور انجام دیے جائیں گے وہ کون سے ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے جس امر سے متعلق سوال کیا ہے ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا وہ احاطہ نہیں کر سکتے اور اس کی تاویل بھی ان کے سامنے نہیں آئی۔ [۱]

اور ایسی ہی روایت امام صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ [۲]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ آیت رجعت کے بارے میں نازل ہوئی تو لوگوں نے جھٹلا دیا کہ رجعت نہیں ہوگی۔ [۳]

کتاب کافی، مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنی کتاب کی دو آیتوں میں مخصوص کیا ہے کہ الّا یقولوا ما لا یعلمون" کہ وہ بات نہ کہیں جسے وہ جانتے نہیں" وان لا یردّوا مالا یعلمون "اور جس بات کا علم نہیں ہے اسے سنتے ہی رد نہ کریں" اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (اعراف ۷ / ۱۶۹) تو پھر کیا اُن سے کتاب کا عہد نہیں لیا گیا تھا کہ خبردار خدا کے بارے میں حق کے علاوہ کچھ نہ کہیں۔

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۲، ح ۲۰ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۲، ح ۱۹ (۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۲

اور اللہ کا قول بَلۡ كَذَّبُوۡا بِمَا لَمۡ يُحِيۡطُوۡا بِعِلۡمِهٖ وَلَمَّا يَاۡتِهِمۡ تَاۡوِيۡلُهٗ ؕ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلایا ہے جس کے علم کا وہ احاطہ نہ کرسکے اور اس کی تاویل بھی ان کے سامنے نہیں آئی۔ [1]

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ –

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا

فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ –

پھر دیکھ لو کہ ظلم کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔

ان سے پہلے لوگوں کو جو سزا دی گئی تھی اس بارے میں انھیں انتباہ کیا جا رہا ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۱، ص ۴۳، ح ۸ و مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۱۱۰ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۲، ح ۲۲

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ؑ﴿۴۰﴾

وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۰۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب فسادیوں کو اچھی طرح جانتا ہے

۴۱۔ اب اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو فرما دیجیے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل ہے میں جو کچھ کرتا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر عائد نہیں ہوتی اور تم جو کچھ کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

---

۴۰ - وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ -

اور ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو فی نفسہ کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حق ہے لیکن دشمنی پر تُلے ہوئے ہیں یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اس کتاب پر مستقبل میں ایمان لے آئیں گے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ -

اور بعض ایسے بھی ہیں جو ایمان نہیں لاتے کیوں کہ وہ کند ذہن اور غبی ہیں اور وہ معمولی سا تدبر بھی نہیں کرتے یا اس کا مفہوم یہ ہوگا وہ مستقبل پر نظر نہیں رکھے ہوئے ہیں اور کفر پر مُصر ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آلِ محمد کے دشمن ہیں۔ [1]

وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ -

اور آپ کا رب جانتا ہے کہ فسادی یعنی دشمنی رکھنے والے یا اس پر اصرار کرنے والے کون ہیں۔

۴۱ - وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ -

اور اے نبیؐ اگر آپ ان کے جواب سے مایوس ہوگئے اور وہ آپ کو جھٹلانے پر مُصر ہیں

فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ .... مِمَّا تَعْمَلُوْنَ -

تو آپ فرما دیجیے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل ہے اور میں جو کچھ کرتا ہوں اس کی

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۲

ذمہ داری تم پر عائد نہیں ہوتی اور تم جو کچھ کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ نہ تو تم میرے عمل کا مواخذہ کرو اور نہ ہی میں تمھارے عمل کا مواخذہ کروں۔ یعنی اے نبی آپ ان سے بیزاری کا اظہار کریں اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں میں نے ان کے عذر کو ظاہر کر دیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت آیتِ قتال سے منسوخ ہوگئی ہے۔[1]

(۱) طبرسی تفسیر جوامع الجامع ج ۲، ص ۱۱۳

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۲۔ اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو آپ کی باتیں غور سے سنتے ہیں اے نبی کیا آپ بہروں کو بھی سنا سکتے ہیں؟ خواہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں۔

۴۳۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اے نبی کیا آپ اندھوں کی رہنمائی کریں گے؟ خواہ وہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں۔

۴۲- وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ -

اے نبیؐ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں اور شریعت کی باتیں بتاتے ہیں تو ان میں سے بعض افراد بڑے غور سے آپ کی باتیں سنتے ہیں لیکن قبول نہیں کرتے اس بہرے شخص کی طرح جو کچھ سنتا ہی نہیں۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ-

اے نبی کیا آپ بہرے کو سنانے پر قادر ہیں؟

وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ-

جب کہ ان کے بہرے پن کے ساتھ ساتھ عدمِ تعقل بھی شامل ہو جائے اور اس میں انتباہ ہے کہ کلام کو غور سے سننے کی حقیقت یہ ہے کہ معنیٰ مقصود کو سمجھا جائے اور اسی لیے چوپایوں کو اس صفت سے متصف نہیں کیا گیا اور یہ ممکن نہیں جب تک عقل سلیم کو اس میں غور وفکر کرنے کے لیے استعمال نہ کیا جائے چوں کہ ان کی عقلیں وہم و گمان اور مانوس امور کے اتباع اور تقلید کی وجہ سے ماؤف ہو چکی تھیں تو ان کی فہم و فراست دقیق معانی کو سمجھنے سے معذور تھی لہٰذا محض الفاظ کو سننے کے بعد انھوں نے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا سوائے اس کے جتنا چوپائے پکارنے والے کی آواز کو سن کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۴۳- وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ-

اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور آپ کی نبوت کے دلائل کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں لیکن وہ آپ کی تصدیق نہیں کرتے۔

اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ-

اے نبی کیا آپ اندھے شخص کی ہدایت کرنے پر قدرت رکھتے ہیں؟

وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ-

خواہ وہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں۔

یعنی نہ ان میں بصارت ہے اور نہ ہی بصیرت۔ اس آیت میں ''اِبصار'' سے مراد اعتبار اور غور وفکر کرنا ہے اور اس میں بہترین چیز بصیرت ہے۔ اسی لیے وہ اندھا جو بصیرت رکھتا ہو وہ ایسی باتیں سمجھ لیتا ہے جسے احمق آنکھوں والا نہیں سمجھ سکتا اور آیت میں اس امر کی جانب تاکید کی گئی ہے کہ ایسے افراد سے علیحدہ رہیں اور ان سے روگردانی اختیار کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۴۔ اللہ انسانوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا بلکہ درحقیقت انسان خود اپنے اوپر ظلم کرتا رہتا ہے۔

۴۵۔ اور جس دن خدا ان لوگوں کو محشور کرے گا تو یوں محسوس ہوگا جیسے وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے اور جن لوگوں نے رب کی ملاقات کو جھٹلایا وہ سخت خسارے میں رہے اور وہ راہِ راست پر نہ تھے۔

۴۶۔ اے نبیؐ ہم جن باتوں سے انھیں ڈرا رہے ہیں اس کا کچھ حصہ آپ کو جیتے جی دکھا دیں یا ہم آپ کو پہلے ہی دنیا سے اٹھالیں بہرحال ان سب کو ہماری طرف آنا ہے پھر وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس پر شاہدِ امین ہے۔

۴۴ - اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا -

اللہ انسانوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا یعنی جن چیزوں کا تعلق انسان کی صلاح وفلاح سے ہے جیسے حواس اور عقول ان میں کسی قسم کی کمی اور نقص نہیں ہونے دیتا۔

وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ -

بلکہ درحقیقت انسان خود اپنے اوپر ظلم کرتا رہتا ہے، اپنے نفس کو خراب کر کے اور جو چیزیں نفس کے لیے منفعت بخش ہیں انھیں حاصل نہ کر کے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے بے شک اللہ حلیم اور علیم ہے۔ وہ اسی پر غضب ناک ہوتا ہے جو اس کی رضامندی کو قبول نہیں کرتا اور جو عطائے خداوندی کو قبول نہیں کرتا وہ اس سے اپنی عطا وسخا کو روک لیتا ہے اور جو اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا اللہ اُسے گمراہی میں رہنے دیتا ہے۔ [1]

(۱) الکافی ج ۸، ص ۵۲ ۔ ۵۳

۴۵- وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ-

اور جس دن خدا اُن لوگوں کو محشور کرے گا

كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ-

وہ لوگ دنیا میں اپنے قیام کی مدت یا قبروں میں جتنا عرصہ رہے ہیں اسے کم سمجھ رہے ہیں اور یوں محسوس کر رہے ہیں جیسے وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔

يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ-

وہ ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے گویا کہ وہ بہت کم عرصے کے لیے جدا ہوئے تھے۔ کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت کی کیفیت ہے جب وہ قبروں سے باہر آئے تھے اس کے بعد جب قیامت کی شدت نے آلیا تو تعارف منقطع ہوگیا۔[1]

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ...............مُهْتَدِيْنَ-

اور جن لوگوں نے رب کی ملاقات کو جھٹلایا وہ سخت خسارے میں رہے اور وہ راہِ راست پر نہ تھے۔

۴۶- وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ-

اے نبیؐ ہم جن باتوں سے انھیں ڈرا رہے ہیں اس کا کچھ حصہ آپ کو جیتے جی دکھا دیں گے

یعنی وہ لوگ عذاب کو آپ کی زندگی میں دیکھ لیں گے، جیسے اللہ نے غزوۂ بدر کے موقع پر آپ کو دکھا دیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد رجعت اور قیام قائم ہے۔[2]

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ-

یا ہم آپ کو دکھانے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالیں گے

فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ-

ان سب کو ہماری طرف پلٹ کے آنا ہے۔ ہم اُسے آپ کو آخرت میں دکھا دیں گے۔

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ-

پھر وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس پر شاہد امین ہے۔

وہ انھیں ان کی کارکردگی کی جزا دے گا۔ اللہ نے شہادت (گواہی) کا ذکر کیا اور جو گواہی کا تقاضا ہے اسے مراد لیا ہے اسی لیے لفظ ''مرجعهم'' کے بعد لفظ ''ثُمَّ'' بیان کیا ہے یا ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ مقصود ہو کہ اللہ روزِ قیامت ان کے اعمال کی گواہی دے گا۔

---

(۱) طبرسی تفسیر جوامع الجامع ج ۲، ص ۱۱۳ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۲

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾

۴۷۔ ہر امت کی جانب ایک رسول ہے۔ جب ان کا رسول آجائے گا تو ان کے درمیان عادلانہ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۴۸۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

۴۷- وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ-

ہر امت کی جانب ایک رسول بھیجا گیا اور جب ان کا رسول دلائل و براہین کے ساتھ آیا تو لوگوں نے اسے جھٹلا دیا یا وہ روزِ قیامت ان کے خلاف گواہی دے گا۔

قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ-

رسول اور ان کے جھٹلانے والوں کے درمیان عدل کے مطابق فیصلہ ہوگا مرسلین نجات پائیں گے اور جھٹلانے والے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ-

اور ان پر ظلم بالکل نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کی باطنی تفسیر میں آیا ہے کہ اس امّت کی ہر صدی میں آلِ محمد میں سے ایک پیغام رساں آئے گا اور ہر اس نسل تک جائے گا حضرت محمد جس کے رسول ہیں۔ وہ اولیاء بھی ہوں گے اور پیغام رساں بھی اور اللہ کے قول فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے نمائندے عدل پر مبنی فیصلہ کریں گے۔ درآں حالے کہ کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۱]

۴۸- وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ-

وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا

عذاب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس کے لیے عجلت کا تقاضا کر رہے ہیں یا یہ چاہتے ہیں کہ عذاب کچھ عرصے کے لیے مؤخر ہو جائے۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ-

اگر تم سچے ہو۔

انھوں نے خطاب میں مومنین اور نبی دونوں کو شریک قرار دیا ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

۴۹۔ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میں اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں مگر وہ جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لیے مہلت کی ایک مدت ہے جب مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھڑی بھر کی نہ تقدیم ہوتی ہے نہ ہی تاخیر۔
۵۰۔ اے نبیؐ آپ ان سے دریافت کریں کہ اگر تم پر عذاب رات کے وقت آ جائے یا دن کے وقت تو تم کیا کرو گے، آخر یہ مجرم لوگ کس بات کی جلدی مچا رہے ہیں؟

---

۴۹ - قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا -

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میں اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں تو میں تمہارے نقصان کا مالک کیسے ہو سکتا ہوں۔

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ -

مگر وہ جو اللہ چاہے کہ میں مالک ہو جاؤں یا اللہ چاہے کہ وہ واقع ہو جائے تو وہ واقع ہو جائے گا۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ .... وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ -

ہر امت کے لیے مہلت کی ایک مدت ہے جب مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھڑی بھر کی نہ تقدیم ہوتی ہے نہ ہی تاخیر۔ جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو اللہ تم سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر دے گا۔

۵۰ - قُلْ اَرَءَيْتُمْ -

اے نبیؐ آپ ان سے دریافت کریں کہ مجھے بتاؤ

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ -

اگر تم تک اس کا عذاب آ جائے جس کی تم جلدی کر رہے ہو

بَيَاتًا -

رات کے وقت جب تم سو رہے ہو

اَوْ نَهَارًا -

یا دن کے وقت جب تم معاش کی طلب میں مصروف ہوتے ہو

مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ -

آخر یہ مجرمین کس بات کی جلدی کر رہے ہیں۔ یعنی وہ عذاب کے آنے کے لیے جلدی کیوں کر رہے ہیں۔ آیت میں ضمیر کی جگہ لفظ مجرمین کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ان کے جرم کا تقاضا تھا کہ وہ عذاب سے خوف زدہ ہوتے نہ کہ عذاب کے لیے جلدی کرتے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ وہ عذاب ہے جو آخری زمانے میں اہلِ قبلہ کے فاسق لوگوں پر نازل ہوگا درآں حالے کہ وہ عذاب نازل ہونے کے منکر ہوں گے۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔ [۲]

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۱۲ (۲) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۱۱۵

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾
ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَ رَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۱۔ کیا پھر جب وہ عذاب آجائے گا تو اس وقت تم اسے تسلیم کرو گے، اب بچنا چاہتے ہو حال آں کہ تم خود اس کے جلدی آنے کا تقاضا کر رہے تھے۔
۵۲۔ پھر ظلم کرنے والوں سے کہا جائے گا۔ اب تم دائمی عذاب کا مزا چکھو، تمھارے کرتوتوں کے مطابق ہی تمھیں بدلہ دیا گیا ہے۔
۵۳۔ اے رسول وہ لوگ آپ سے استفسار کرتے ہیں کہ آپ جو فرما رہے ہیں کیا وہ سچ ہے؟ تو آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب کی قسم وہ بالکل سچ ہے تم اسے رد نہیں کر سکتے۔

۵۱- اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ -

عذاب کے واقع ہونے کے بعد تمھارا ایمان لانا تمھارے لیے منفعت بخش نہیں ہے

آٰلْئٰنَ -

ان کے قول کے ارادے کی بنیاد پر کہا جا رہا ہے یعنی عذاب کے واقع ہونے کے بعد جب وہ ایمان لائے تو ان سے کہا گیا اب تم ایمان لائے ہو۔

وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ -

حال آں کہ تم خود ہی عذاب کی جلدی کر رہے تھے تاکہ تم نبی کو جھٹلاؤ اور اُن کا مذاق اڑاؤ۔

۵۲ - بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ -

تم اپنے کفر اور نافرمانی کی بنیاد پر عذاب کا مزا چکھو۔

۵۳ - وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ -

اور اے رسولؐ یہ لوگ آپ سے استفسار کرتے ہیں

اَحَقٌّ هُوَ ؕ -

کہ آپ جو وعدہ یا وعید (تنبیہ) وغیرہ کر رہے ہیں کیا وہ درست ہے؟

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ جو علیؑ کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ وہ حق ہے؟ [1]

کتاب مجالس اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اے نبی اہلِ مکہ علیؑ کے بارے میں آپ سے استفسار کررہے ہیں کہ کیا وہ امام ہیں؟ [2]

اور تفسیر قمی میں بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔ [3]

قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ۔

اے نبیؐ آپ فرمادیجیے کہ میرے رب کی قسم

اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۔

وہ بالکل سچ ہے تم اسے رد نہیں کرسکتے وہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔

---

(۱) الکافی ج ۱، ص ۴۳۰ ح ۸۷ (۲) امالی شیخ صدوق ص ۵۳۵، ح ۷، و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۳، ح ۲۵
(۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۳

وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۴۔ اگر ہر اس شخص کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی تمام دولت مل جائے تو وہ اسے فدیہ دینے پر آمادہ ہوگا اور جس وقت وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے اور ان کے درمیان عدل کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ذرّہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔

۵۵۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور یہ جان لو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔

۵۶۔ وہی زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے۔

۵۴- وَلَوْ.................. مَا فِي الْاَرْضِ-

اگر اس شخص کے پاس جس نے ظلم کیا ہے زمین کے تمام خزانے اور اموال ہوتے

لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ-

تو وہ اسے عذاب سے بچنے کے لیے بطور فدیہ دے دیتا

وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ-

اور جس وقت وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے جن دشوار گزار اور ہول ناک امور کا مشاہدہ کیا ہے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اسے دیکھ کر وہ مبہوت ہو گئے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان، قمی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا جب ان لوگوں پر عذاب ہو رہا ہوگا تو اس وقت ندامت کو چھپانے کا انھیں کیا فائدہ ہوگا تو امام علیہ السلام نے فرمایا وہ دشمنوں کی شماتت (یعنی دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا) کو ناپسند کر رہے تھے۔ [1]

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ-

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۱۱۶ و تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۳ و تفسیر عیاشی ج ۱، ص ۱۲۳، ح ۲۶۷

ظالمین اور مظلومین کے درمیان عدل کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا

وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ-

اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔

۵۵-اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ-

آگاہ ہو جاؤ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہے۔ثواب اور عذاب کے لیے اللہ کی قدرت کا بیان ہے۔

۵۵-اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ-

اور یہ جان لو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا

وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ-

لیکن اکثریت اس بات سے انجان ہے۔

اس لیے کہ ان کا علم دنیاوی زندگی کے ظاہر سے تجاوز نہیں کرتا۔

۵۶-هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ-

وہی زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۷۔ اے لوگو! تمھارے پروردگار کی جانب سے تم تک نصیحت آ چکی ہے، سینوں کے امراض کے لیے شفا اور مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۵۸۔ اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ اللہ کے فضل و رحمت سے انھیں قرآن ملا ہے لٰہذا انسانوں کو اس پر خوش ہونا چاہیے اور یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔

۵۷- يَاَيُّهَا النَّاسُ .... وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ-

یعنی تمھارے پاس ایک جامع کتاب آ چکی ہے جس میں یہ سب فائدے ہیں۔ کتاب اھلیلجہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور اس میں جملہ مشتبہ امور کا علاج ہے۔ [1]

کتاب کافی میں ہے کہ حدیثِ قدسی میں یہ ہے کہ قرآن میں شیطان کے پھونک کا علاج ہے۔ [2]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے سینے میں درد کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سے شفا حاصل کرو اس لیے کہ ارشادِ باری ہے: وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔ [3]

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کو بیان کرنے کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن ہے۔ [4]

۵۸- قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ-

اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ اللہ کے فضل و رحمت سے قرآن ملا ہے اگر یہ لوگ کسی بات سے خوش ہوتے ہیں تو انھیں فضل و رحمت کی بنیاد پر خوش ہونا چاہیے۔

(۱) بحار الانوار ج ۳، ص ۱۵۲، ح ۱ (۲) الکافی ج ۲، ص ۶۰۰، ح ۷

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۴، ح ۲۷ (۴) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۳

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ-

اور یہ ان تمام دنیاوی ساز و سامان سے بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔

کتاب مجمع اور جوامع میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فضل اللہ سے مراد رسول اللہؐ اور رحمتِ خدا سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ [۱]

اور قمی نے اضافہ کیا ہے کہ ہمارے شیعوں کو جو کچھ ملا ہے اس پر انھیں خوش ہونا چاہیے وہ اس چاندی اور سونے سے بہتر ہے جو ہمارے دشمنوں کو دیا گیا ہے۔ [۲]

تفسیر عیاشی میں حضرت علیہ السلام سے اسی مفہوم کی روایت بیان کی گئی ہے۔ [۳]

کتاب مجالس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ فَضْلُ اللہ سے مراد تمھارے نبیؐ کی نبوت ہے اور اس کی رحمت علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ تم نبوت اور ولایت کے ملنے پر خوشی مناؤ یعنی اے میرے شیعو! هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ یعنی ان کے مخالف جو اہل مال اور اولاد کی صورت میں دنیاوی زندگی میں جمع کرتے ہیں یہ فضل و رحمت تمھارے لیے ان سب سے بہتر ہے۔ [۴]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۱۱۷ و جوامع الجامع ج ۲، ص ۱۱۷ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۳

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۴ (۴) الامالی شیخ صدوق ص ۳۹۹۔۴۰۰، ح ۱۳

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ آپ فرما دیجیے کہ کیا کبھی تم نے غور کیا ہے؟ کہ اللہ نے جو رزق تمھارے لیے اتارا تھا تم نے اس میں کچھ حرام اور کچھ حلال ٹھہرایا۔ آپ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تمھیں اس امر کی اجازت دی تھی؟ یا یہ کہ تم اللہ پر بہتان لگا رہے ہو۔

۵۹ - قُلْ اَرَءَيْتُمْ -

مجھے بتاؤ کیا تم نے کبھی غور کیا ہے؟

مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ -

اللہ نے جو رزق تمھارے لیے اتارا ہے وہ سب کا سب حلال تھا

فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ -

تم نے اس میں کچھ حرام اور کچھ حلال ٹھہرا لیا

جیسے هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ (انعام ۶ / ۱۳۸) ''ان کے خیال میں یہ جانور اور کھیتی اچھوتی ہے۔'' ان کے خیالات کے مطابق وہی کھا سکتے ہیں جن کے بارے میں وہ چاہیں گے۔ اور مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ (انعام ۶ / ۱۳۹) ''اور کہتے ہیں ان چوپاؤں کے پیٹ میں جو بچے ہیں وہ صرف ہمارے مردوں کے لیے ہیں اور عورتوں پر حرام ہیں۔''

قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ -

آپ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تمھیں اس امر کی اجازت دی ہے کہ تم اپنی مرضی سے حلال و حرام بنا لو اور پھر کہتے ہو یہ اس کے حکم کے مطابق ہے۔

اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ -

یا تم اس بات کی نسبت اللہ سے دے کر اللہ پر بہتان لگا رہے ہو۔

وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۠﴿۶۰﴾

ع ۱۱

وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾

۶۰۔ اور ان لوگوں کا کیا گمان ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں روز قیامت کے بارے میں یقیناً اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت شکر گزار نہیں ہے۔

۶۱۔ اے محمدؐ آپ جس حال میں ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ قرآن میں سے جو بھی تلاوت کرتے ہیں اور تم لوگ جو کام بھی انجام دیتے ہو ہم ان سب کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جب تم اس میں منہمک ہوتے ہو تو آپ کے رب سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہوتی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں اور نہ ہی اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر وہ واضح کتاب میں مندرج ہے۔

۶۰۔ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

ان لوگوں کا کیا خیال ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

روزِ قیامت کے بارے میں کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انھیں اس عمل کی جزا نہیں دی جائے گی امر کو مبہم کرنے کی وجہ سے یہ ان کے لیے ایک طرح کی تہدید ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

یقیناً اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے کہ اس نے لوگوں کے لیے مختلف قسم کے چوپایوں کو پیدا کیا ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ -

لیکن اکثر لوگ اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔

۶۱ - وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ -

اور اے محمدؐ آپ جس حال میں ہوتے ہیں

وَ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ -

اور قرآن میں سے جو کچھ آپ تلاوت کرتے ہیں

وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ -

اور اے لوگو! تم سب کے سب جو بھی عمل کرتے ہو

اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ -

تم اُس عمل میں اچھی طرح منہمک ہوتے ہو اور مشغول ہو جاتے ہو تو ہم اس وقت تمھارے اوپر گواہ ہوتے ہیں

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے اور تفسیر قمی میں روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی اس آیت کی تلاوت کرتے تھے شدید گریہ فرماتے تھے۔ [1]

وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ -

اور تمھارے رب سے پوشیدہ اور اس کے علم سے دور اور غائب نہیں ہوتی

مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ -

ذرہ برابر بھی کوئی چیز۔ جو چھوٹی چیونٹی کے ہم وزن ہو یا ذرہ جتنا ہو۔

فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۱﴾

زمین میں اور نہ ہی آسمان میں اور نہ ہی اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر وہ واضح کتاب میں مندرج ہے

جو کچھ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اسے ازسرِ نو دوبارہ بیان کیا جا رہا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۱۱۹ و تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۳۔۳۱۴

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

۶۲۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو اللہ کے ولی ہیں ان کے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی حزن و ملال۔

۶۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کو اپنا شعار بنایا۔

۶۲ - اَلَآ اِنَّ..........عَلَيْهِمْ-

اللہ کے ولیوں کو اس بات کا خوف نہیں ہوتا کہ کوئی ناپسندیدہ چیز ان کے قریب آ جائے گی۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ-

اور نہ ہی تمناؤں اور آرزوؤں کے پورا نہ ہونے کا انھیں کوئی غم ہوتا ہے۔

۶۳ - الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ-

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے تقویٰ کو اپنا شعار بنایا۔

یہ اولیاء اللہ کے اوصاف کا بیان ہے یا بعد میں آنے والی خبر کے لیے جملۂ مستانفہ (از سرِ نو، دوبارہ) ہے۔

تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد "ہم" اور ہمارے پیروکار ہیں اور وہ جنھوں نے ہمارے بعد ہماری پیروی کی ہمارے لیے بھی سعادت ہے اور اُن کے لیے بھی سعادت ہے اور ان کی سعادت و خوشی ہماری خوشی سے افضل ہے۔ سوال کیا گیا ان کی سعادت میں کون سی ایسی بات ہے جو ہماری سعادت سے افضل ہے۔ کیا ہم اور وہ ایک امر پر نہیں ہیں؟ تو فرمایا نہیں اس لیے کہ وہ جو بوجھ اٹھائیں گے وہ تم نہ اٹھا سکو گے۔ وہ جن تکلیفوں کو برداشت کریں گے ان کے برداشت کرنے کی تم میں طاقت نہیں۔[۱]

کتابِ اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خوش بختی و سعادت ہے ہمارے قائم کے شیعوں کے لیے جو ان کی غیبت میں ان کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں اور جب وہ ظاہر ہو جائیں گے تو ان کی اطاعت کریں گے۔ یہی ہیں اللہ کے وہ اولیاء جنھیں نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی حُزن۔[۲]

کتابِ جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے اولیاء اللہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں دیکھ کر اللہ کو یاد کیا جائے یعنی ان کا اطمینان، وقار اور حسنِ سیرت اور ہیئت دیکھ کر لوگ اللہ کو یاد کریں۔[۳]

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۴، ح ۳۰ (۲) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۳۵۷، ح ۵۴ (۳) جوامع الجامع ج ۳، ص ۱۱۹

ہیں انھوں نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اور اس کی عظمت کو پہچان لیا تو اس کی زبان بات کرنے سے رُک جاتی ہے (یعنی وہ خاموش رہتا ہے) اور اس کا شکم کھانے سے رُک جاتا ہے یعنی زیادہ نہیں کھاتا اور وہ اپنے نفس کو صیام (روزہ رکھنا) اور قیام (عبادت کے لیے کھڑے رہنا) پر لگا دیتا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے اولیاء جب خاموش رہتے ہیں تو ان کی خاموشی ذکر ہے اور جب وہ دیکھتے ہیں تو ان کی نظر عبرت ہوتی ہے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کی گفتگو حکمت ہوتی ہے اور جب وہ لوگوں کے درمیان چلتے ہیں تو اُن کا چلنا باعثِ برکت ہوتا ہے۔ اللہ نے ان کی جو مدت حیات مقرر کردی ہے اگر وہ نہ ہوتی تو عذاب کے خوف اور ثواب کے شوق میں ان کی روح ان کے جسم میں مُستقر نہ رہتی۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم نے کتاب علی بن الحسین علیہما السلام میں پایا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے واجبات ادا کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں (طریقوں) پر عمل کرتے ہیں اور اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان سے اجتناب کرتے ہیں اور دنیاویٰ ساز و سامان ترک کر دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور رزق خداوند عالم میں سے پاک رزق کے حصول کی سعی کرتے ہیں وہ ایک دوسرے پر نہ فخر کرتے ہیں اور نہ کثرت کی بات کرتے ہیں۔ ان کے ذمے جو واجب حقوق ہیں انھیں ادا کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں انھوں نے جو کچھ کمایا ہے اللہ نے اس میں ان کے لیے برکت عطا کر دی ہے اور انھوں نے اپنی آخرت کے لیے جو اعمال کا ذخیرہ بھیج دیا ہے انھیں اس کا ثواب ملے گا۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں امام سجاد سے ایسی ہی روایت بیان کی گئی ہے۔[3]

---

(۱) الکافی ج ۲، ص ۲۳۷، ح ۲۵

(۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۴، ح ۳۱

(۳) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۱۲۰

لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ ان کے لیے دنیوی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے۔ یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

۶۴ - لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ .... ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

کتابِ کافی اور فقیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اور تفسیر قمی میں ہے کہ بشریٰ سے مراد دنیاوی زندگی میں وہ حسین خواب ہیں جو مومن دیکھتا ہے گویا کہ اس کی دنیا میں اسے بشارت دی جا رہی ہے۔ [۱]

کتابِ فقیہ میں فی الآخرۃ کے ذیل میں یہ اضافہ ہے کہ یہ درحقیقت بشارت ہے جو مومن کو مرتے وقت دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری مغفرت فرما دی ہے اور اس کی بھی مغفرت ہو چکی ہے جو تمھیں قبر تک اٹھا کر لے جائے گا۔ [۲]

تفسیر قمی میں فی الآخرۃ کی تفسیر میں ہے کہ موت کے وقت اور یہ مستفاد ہے اللہ تعالیٰ کے قول: الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿ (النحل ۱۶/ ۳۲) "جنھیں ملائکہ اس عالم میں اٹھاتے ہیں کہ وہ پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں اور اُن سے ملائکہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام سو اب تم اپنے نیک اعمال کی بنا پر جنت میں داخل ہو جاؤ۔" [۳]

کتابِ جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سے مراد دنیا میں بہترین خواب ہیں جنھیں مومن اپنی ذات کے لیے دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے اور آخرت میں اس کے لیے جنت ہے۔ [۴]

کتابِ کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں مومنین کو قیام قائم اور اُن کے ظہور کی بشارت دی جا رہی ہے اور وہ ان کے دشمنوں کو قتل کریں گے اور آخرت مین نجات ملے گی اور محمد و آل محمد جو صادقین ہیں ان کے پاس حوض (کوثر) پر ورود ہوگا۔ [۵]

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب انسان کی سانس سینے تک پہنچ جائے گی تو وہ رسول اللہؐ کو دیکھے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص سے فرمائیں گے میں رسولِ خدا ہوں۔ پھر وہ علی بن ابی طالبؑ کو دیکھے گا وہ اس شخص سے کہیں گے کہ میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں جس سے تو محبت کیا کرتا تھا آج میں تجھے

(۱) الکافی ج۸، ص۹۰، ح۶۰ و من لا یحضرہ الفقیہ ج۱، ص۷۹۔۸۰، ح۳۵۶ و قمی ج۱ ص۳۱۴

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ج۱، ص۷۹۔۸۰، ح۳۵۶ (۳) تفسیر قمی ج۱، ص۳۱۴

(۴) جوامع الجامع ج۲، ص۱۱۹ (۵) الکافی ج۱، ص۴۲۹، ح۴۳۰

فائدہ پہنچاؤں گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قرآن میں ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۔ [1]

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں اسی مفہوم کی دیگر روایات موجود ہیں۔ [2]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم میں سے جب کسی شخص کی سانس یہاں تک پہنچ جائے گی تو اس پر ملک الموت کا نزول ہوگا اور وہ اس سے کہے گا تمھیں جس بات کی توقع تھی وہ تمھیں دی جا چکی ہے اور تمھیں جس بات کا خوف تھا اس سے تمھیں نجات مل چکی ہے اور جنت میں اس کے گھر کی جانب ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تم جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لو اور دیکھو یہ رسول اللہ، امیر المومنین اور حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین تمھارے رفقاء ہیں اور یہ اللہ کا قول ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔ [3]

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۔

نہ تو اللہ کے فرمان میں کوئی تبدیلی ہوگی اور نہ ہی وہ وعدہ خلافی کیا کرتا ہے۔ (یہ جملۂ معترضہ ہے)

ذٰلِكَ ۔

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں جہانوں میں سرخرو رہیں گے اور انھیں ان کی بشارت دی جا چکی ہے۔

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۲، ص ۱۳۳، ح ۸ (۲) الکافی ج ۳، ص ۱۳۲، ح ۵، ۷ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۵، ح ۳۳

(۳) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۴۔۱۲۵، ح ۳۲

وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾

وقف لازم

۶۵۔ اور اے نبیؐ ان لوگوں کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں عزت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور ہر بات جاننے والا ہے۔

۶۶۔ آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان کے باشندے ہوں یا زمین کے ساکنین سب اللہ کے لیے ہیں اور جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارتے ہیں وہ بھی ان کی پیروی نہیں کرتے وہ تو صرف ظن و گمان کا اتباع کرتے ہیں درحقیقت یہ لوگ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

---

۶۵ - وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ ۔

اور اے نبیؐ ان لوگوں کا آپ کو جھٹلانا اور آپ کے امر کو باطل قرار دینے کے تدبیریں کرنا اور آپ کے بارے میں جو یہ باتیں بناتے ہیں وہ سب آپ کو رنجیدہ نہ کرے۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ ۔

بے شک چھا جانا اور ہر شے پر غالب آنا صرف اللہ کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی ان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ بے شک وہ ان سب پر غالب آئے گا اور ان کے خلاف آپ کی مدد و نصرت کرے گا۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا (غافر ۴۰/۵۱) "بے شک ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔"

هُوَ السَّمِيْعُ ۔

وہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اسے سُن رہا ہے

الْعَلِيْمُ ۔

اور وہ لوگ جو ارادہ کر رہے ہیں اس سے اچھی طرح باخبر ہے اللہ انھیں اس کا بدلہ دے گا۔

۶۶ - اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ ۔

آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان کے باشندے ہوں یا زمین کے ساکنین سب اللہ کے لیے ہیں۔ خواہ اُن کا تعلق ملائکہ سے ہو یا انسان اور جنات سے۔ جب یہ سب کے سب اللہ کے بندے ہیں اور وہ سب اس کی مملکت میں رہ رہے ہیں ان میں سے کوئی بھی معبود بننے کے لائق نہیں ہے باجودے کہ وہ عاقل ہیں۔ اچھے برے کی تمیز رکھتے ہیں۔ پھر

بھلا وہ جو نہ تمیز رکھتا ہو اور نہ ہی عقل وہ بدرجۂ اولیٰ یہ حق رکھتا ہے کہ اللہ کی ذات میں شریک نہ ہو۔

وَمَا يَتَّبِعُ..............شُرَكَآءَ –

اور جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارتے ہیں وہ بھی ان کی پیروی نہیں کرتے ان میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کیا گیا جنھیں یہ لوگ درحقیقت اللہ کا شریک سمجھتے ہیں ان کی بھی پیروی نہیں کرتے۔ اگرچہ انھوں نے سب کو شرکاء کے نام سے موسوم کر رکھا ہے یا مفہوم یہ ہوگا یقینی طور سے یہ لوگ اُن کا اتباع نہیں کرتے لفظ یقین کو اس لیے حذف کر دیا کہ بعد والی آیت اس جانب رہنمائی کر رہی ہے۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ –

وہ تو محض ظن و گمان کا اتباع کر رہے ہیں اس لیے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ جن کی پوجا کرتے ہیں وہ اللہ کے شریک ہیں۔

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ –

یہ لوگ محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔ ان کا اندازہ باطل پر مبنی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ لفظ ''ما'' استفہامی (سوالیہ) ہو وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں؟ یا لفظ ''ما'' موصولہ ہو اور اس کا عطف ''من'' پر ہو اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ وہ جس کا اتباع کر رہے ہیں وہ اللہ کی ملکیت ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ لِتَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَالنَّہَارَ مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ ﴿۶۷﴾

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبۡحٰنَہٗ ؕ ہُوَ الۡغَنِیُّ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ عِنۡدَکُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍۭ بِہٰذَا ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۸﴾

۶۷۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے رات کو بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور روز روشن بنایا (تا کہ اس میں کام کرو) یقیناً اس میں سننے والی قوم کے لیے بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔

۶۸۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے، سبحان اللہ وہ تو بے نیاز ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے، تمھارے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے؟ کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کی تمھیں کچھ خبر نہیں۔

---

۶۷ - هُوَ الَّذِیۡ .... وَالنَّہَارَ مُبۡصِرًا -

اس آیت کے ذریعے اللہ متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ اس کی قدرت کامل ہے، اس کی نعمت عظیم ہے تا کہ لوگوں کی رہنمائی کرے کہ وہ اس انفرادیت کی وجہ سے عبادت کا حق دار ہے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ -

یقیناً رات اور دن کی تخلیق میں اس قوم کے لیے نشانیاں ہیں جو بڑے فہم و فراست کے ساتھ سنتے اور غور کرتے ہیں۔

۶۸ - قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا -

وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے

سُبۡحٰنَہٗ -

اللہ اس بات سے منزہ ہے اور یہ کلمہ ان کی حماقت آمیز بات پر بطور تعجب آیا ہے۔

ہُوَ الۡغَنِیُّ -

اللہ بے نیاز ہے اسے کسی کو بیٹا بنانے کی ضرورت نہیں

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے یہ اس کی بے نیازی کا بیان ہے

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ۔

تمھارے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔

تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کی تمھیں کچھ خبر نہیں۔

ان کے اختلاف اور جہالت کی بنیاد پر جس نے انھیں دلیل و برہان پیش کرنے سے روک دیا ہے۔ انھیں سرزنش کرنا اور جھنجھوڑنا مقصود ہے۔ حجت پیش نہ کرنے کی وجہ سے انھیں غیر عالم یعنی جاہل قرار دیا گیا ہے۔ اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہر وہ قول جو بغیر کسی دلیل کے پیش کیا جائے وہ جہالت ہے اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں۔

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾
مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکُمْ مَّقَامِیْ وَتَذْکِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَعَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾

ع ۷/۱۲ وقف لازم

۶۹۔ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ موٹ بہتان لگاتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔
۷۰۔ دنیا کے چند روزہ فائدے ہیں پھر ان سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اس کفر کے بدلے جس کا ارتکاب وہ کر رہے ہیں ہم انھیں سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے۔
۷۱۔ اے نبیؐ آپ، ان لوگوں کو نوح کا واقعہ بیان کر دیں جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! میرا تمھارے درمیان رہنا اور اللہ کی آیات سنا سنا کر تمھیں غفلت سے جگانا اگر تمھارے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے، تو (سن لو) میرا اللہ پر بھروسا ہے تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر متفقہ فیصلہ کر لو پھر تمھارا یہ امر تم میں کسی فرد سے پوشیدہ نہ رہے پھر میرے خلاف جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔

۶۹- قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ .... الْکَذِبَ-

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ موٹ بہتان لگاتے ہیں کبھی کسی کو اس کا بیٹا بنا کر اور کبھی اس کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرا کر۔

لَا یُفْلِحُوْنَ-

وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے نہ وہ جہنم سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ جنت میں جا سکتے ہیں۔

۷۰- مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا-

وہ معمولی سے دنیاوی فائدے کے لیے یہ افترا پردازی کر رہے ہیں وہ اس کے ذریعے کفر میں اپنی ریاست و امارت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ-

پھر وہ مرنے کے بعد ہماری طرف پلٹ کر آئیں گے انھیں دائمی بدبختی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ثُمَّ نُذِيقُهُمُ ...... بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ -

پھر اس کفر کے بدلے جس کا ارتکاب وہ کر رہے ہیں ہم انھیں سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے۔

۷۱- وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ ...... إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ -

اے نبیؐ آپ ان لوگوں کو نوح کا واقعہ بیان کر دیں جب انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! اگر تمھارے نزدیک ناقابلِ برداشت اور عظیم ہے۔

مَّقَامِي -

میرا تمھارے درمیان رہنا یا طویل عرصے تک تمھارے درمیان قیام کرنا یا دعوت کے لیے میرا قیام کرنا۔

وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ -

اور آیاتِ خداوندی کو سنا سنا کر تمھیں غفلت سے جگانا

فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ -

تو میں نے اللہ پر توکل کیا ہے میرا اسی پر بھروسا ہے

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ -

تم متفقہ فیصلہ کرلو اور جو تمھارا ارادہ ہے اسے پورا کرو۔

وَشُرَكَاءَكُمْ -

اور تم اپنے شرکاء کو بھی اپنے ساتھ ملا لو اور سب مل کر مجھے ہلاک کرنے کی سعی کرو۔

ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً -

پھر تمھارا یہ امر تم میں سے کسی سے پوشیدہ نہ رہے اسے ظاہری طور سے علانیہ انجام دو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ غُمَّةً کا مفہوم ہے لَا تَغْتَمُّوا غمگین مت ہو۔ [۱]

ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ -

پھر میرے پاس وہ امر لے کر آؤ جو تم میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو۔

تفسیر قمی میں ہے ثم ادعوا علی پھر تم میرے لیے بددعا کرو۔ [۲]

وَلَا تُنْظِرُونِ -

اور مجھے بالکل ذرا سی بھی مہلت نہ دینا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۴

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

۷۲۔ تم اگر میری نصیحت سے روگردانی کرتے ہو تو میں نے تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کیا میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلم بن کر رہوں۔

۷۳۔ ان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں اور ان کے ساتھ سفینے میں جو لوگ تھے سب کو بچالیا اور ان لوگوں کو زمین میں جانشین بنایا اور اُن لوگوں کو غرق کردیا جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔ پس دیکھ لو جنھیں ڈرایا گیا اور وہ نہ مانے تو ان کا انجام کیا ہوا۔

۷۲- فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ-

پس تم اگر میری نصیحت سے روگردانی کرتے ہو

فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ-

تو میں نے تم سے کسی اجر کا مطالبہ تو نہیں کیا ہے جس کے بوجھ کی وجہ سے تم روگردانی اختیار کرو اور مجھ پر یہ اتہام لگا دو۔

اِنْ اَجْرِىَ-

میری اس دعوت و یاددہانی کا اجر اور ثواب

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ-

صرف اللہ پر ہے اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں وہی مجھے ثواب عطا کرے گا خواہ تم اللہ پر ایمان لاؤ یا روگردانی کرو۔

وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ-

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردوں اور اس کے کسی حکم کی مخالفت نہ کروں اور اس کے سوا کسی اور سے امید نہ رکھوں۔

۷۳ - فَكَذَّبُوْهُ -

جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی حجت تمام کردی تو انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور جس طرح انھوں نے آغاز کار میں جھٹلایا تھا اسی طرح آخری طولانی مدت میں بھی اُن کی تکذیب کی۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ -

تو ہم نے انھیں اور ان کے ساتھ جو لوگ سفینے میں تھے غرق ہونے سے بچا لیا

وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ -

اور جو لوگ غرق ہوگئے ان کی جگہ ہم نے انھیں اُن کا جانشین بنا دیا

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا -

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ہم نے انھیں طوفان میں غرق کر ڈالا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ -

پس دیکھ لو جنھیں ڈرایا گیا تھا وہ نہ مانے تو اُن کا انجام کیا ہوا۔

جو کچھ گزرا اس واقعے کی عظمت کا بیان ہے اور جو اسی طرح رسول کو جھٹلائے اسے ڈرایا گیا ہے اور نبی کو تسلی دی گئی ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

۷۴۔ پھر ہم نے نوحؑ کے بعد مختلف پیغمبروں کو ان کی قوموں کی جانب مبعوث کیا وہ سب کے سب ان کے لیے واضح دلائل لے کر آئے مگر پہلے وہ جس چیز کو جھٹلا چکے تھے انھوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا ہم حد سے گزر جانے والوں پر اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں۔

۷۵۔ پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو انھوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا اور وہ تو تھے ہی مجرم۔

۷۴ - ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ -

پھر ہم نے نوحؑ کے بعد بھیجا

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ -

رسولوں کو ان کی قوم کے جانب

یعنی حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ سب کے سب اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ -

وہ انبیاء ومرسلین ان کے پاس واضح معجزات کے ساتھ آئے جو ان کے دعوے کا ثبوت فراہم کررہے تھے۔

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا -

مگر انھوں نے ماننے سے انکار کردیا چوں کہ وہ کفر پر سختی کے ساتھ ڈٹے ہوئے تھے تو اس لیے وہ ایمان لانے کے لیے سیدھی راہ پر نہیں آئے۔

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ -

جس چیز کو وہ پہلے یعنی عالمِ ذر میں جھٹلا چکے تھے

ہم سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲۔ ۱۷۳ کے ذیل میں اس مفہوم سے متعلق احادیث پیش کر چکے ہیں۔

كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ -

ہم حد سے گزر جانے والوں پر اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں۔ ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ کر تنہا چھوڑ دیتے ہیں اس لیے کہ وہ گمراہی میں منہمک ہیں اور جن سے مانوس ہیں ان کا اتباع کرتے ہیں۔

۷۵ - ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ -

ان مرسلین کے بعد ہم نے بھیجا

مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ -

موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے گروہ کی جانب

بِاٰيٰتِنَا -

اپنی نو نشانیوں کے ساتھ

فَاسْتَكْبَرُوْا -

انھوں نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کی پیروی کرنے کو اپنے لیے کسرِ شان سمجھا اور تکبر کا مظاہرہ کیا۔

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ -

اور وہ تو تھے ہی عادی مجرم اسی لیے انھوں نے اپنے رب کی رسالت کو نظر انداز کر دیا اور اسے حقیر جانا اور اسے مسترد کرنے کی جسارت کی۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

۷۶۔ اس کے بعد جب ہماری جانب سے حق ان کے سامنے آیا تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔

۷۷۔ موسیٰؑ نے کہا: جب حق تمھارے سامنے آ گیا تو تم اس کے بارے میں یہ کہتے ہو بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ جادوگر تو فلاح نہیں پاتے۔

۷۸۔ انھوں نے کہا کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمیں باپ دادا کے راستے سے منحرف کر دو؟ اور زمین میں تم دونوں کا اقتدار قائم ہو جائے۔ ہم، تم دونوں کی بات ماننے والے نہیں ہیں۔

---

۷۶ - فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا -

اس کے بعد جب ہماری جانب سے حق آ گیا اور زبردست معجزات کے مظاہرے سے جو شک کو دور کرنے والے تھے انھوں نے پہچان لیا۔

قَالُوْٓا -

تو وہ نہایت سرکشی کے ساتھ یہ کہنے لگے

اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ -

یہ تو کھلا جادو ہے۔

۷۷ - قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ -

تو موسیٰؑ نے کہا جب حق تمھارے سامنے آ گیا تو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ جادو ہے

جس بارے میں گفتگو کی جا رہی ہے ماقبل اور مابعد جملہ اس پر دلالت کرتا ہے اس لیے اسے حذف کر دیا گیا۔ اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ کیا تم حق پر عیب لگاتے ہو اور حق کے بارے میں طعنہ زنی کرتے ہو۔

اَسِحۡرٌ هٰذَا ؕ -

بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟

جو کچھ انھوں نے کہا تھا یہ استفہام انکاری ہے یہ ان کے قول کی حکایت نہیں ہے اس لیے کہ انھوں نے قول کو نافذ کیا تھا۔

وَلَا يُفۡلِحُ السّٰحِرُوۡنَ -

اور جادوگر تو فلاح نہیں پاتے

یہ موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے۔

۷۸ - قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِتَلۡفِتَنَا -

انھوں نے کہا کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمیں منصرف اور برگشتہ کرو؟

عَمَّا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا -

ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو جس پر عمل کرتے ہوئے پایا ہے

یعنی وہ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

وَتَكُوۡنَ لَكُمَا الۡكِبۡرِيَآءُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ -

اور تا کہ زمین میں تم دونوں کا اقتدار قائم ہو جائے

اس لیے کہ بادشاہ تکبر اور غرور سے متصف ہوا کرتے ہیں۔

وَمَا نَحۡنُ لَكُمَا بِمُؤۡمِنِيۡنَ -

ہم تم دونوں کی بات ماننے والے نہیں، تم جو کچھ لے کر آئے ہو ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۷۹﴾

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾

فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾

وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىِٕهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۸۳﴾

ع ۸ ۱۲ ۱۳

۷۹۔ اور فرعون نے حکم دیا کہ ہرِ ماہرِ فن جادوگر کو میرے پاس حاضر کرو۔

۸۰۔ جب جادوگر آ گئے تو موسیٰؑ نے اُن سے کہا تم جو کچھ پھینکنا چاہتے ہو پھینکو۔

۸۱۔ جب وہ ڈال چکے تو موسیٰؑ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو وہ تو جادو ہے۔ اللہ عن قریب اسے باطل کر دے گا اللہ فسادیوں کے کام کو درست نہیں ہونے دے گا۔

۸۲۔ اور اللہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کر دے گا خواہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار گزرے

۸۳۔ پس فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف سے کہ وہ انھیں تکلیف نہ پہنچائیں موسیٰ کی قوم کے چند افراد کے سوا اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اس لیے کہ زمین میں فرعون کا غلبہ تھا اور یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا۔

۷۹– وَقَالَ فِرْعَوْنُ.................. سٰحِرٍ عَلِیْمٍ-

اور فرعون نے کہا ہر ماہر اور فن میں کامل جادوگر کو میرے پاس لے کر آؤ

۸۱– فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا.................. بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ-

جب وہ ڈال چکے تو موسیٰ نے کہا جو کچھ تم لائے ہو وہ تو جادو ہے

یعنی تم جو لے کر آئے ہو وہ جادو ہے نہ کہ وہ تم نے جس کا نام جادو رکھ لیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ -

اللہ عن قریب اسے باطل کردے گا

اسے مٹا دے گا اور اس کے باطل ہونے کو ظاہر کردے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ -

اللہ فسادیوں کے کام کو درست نہیں ہونے دے گا۔ نہ اسے مضبوط کرے گا اور نہ ہی اسے تقویت پہنچائے گا۔

۸۲- وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ -

اور اللہ حق کو ثابت کردے گا

بِكَلِمٰتِهٖ -

اپنے حکم اور اپنے فیصلوں سے

وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ -

خواہ وہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار گزرے

۸۳- فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى -

آغاز کار میں موسیٰؑ پر ایمان نہیں لائے

اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ -

سوائے ان چند افراد کے جن کا تعلق موسیٰ کی قوم کی ذریت سے تھا

یعنی بنی اسرائیل یا فرعون کی قوم کے افراد۔

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں دین کی دعوت دی مگر سوائے جوانوں کی ایک جماعت کے فرعون کے خوف سے کسی نے موسیٰ کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔ [1]

عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ -

انھیں فرعون اور فرعون کی جماعت کا خوف تھا

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ -

کہ فرعون انھیں سزا دے گا

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج۱، ص ۴۵۵

وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ -

اس لیے کہ زمین میں فرعون کا غلبہ تھا

وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ -

یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا۔

یعنی وہ متکبر، سرکش، ظالم اور فسادی تھا یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اولادِ انبیاء کو غلام بنا رکھا تھا۔

وَقَالَ مُوۡسٰی یٰقَوۡمِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ فَعَلَیۡہِ تَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَ ﴿۸۴﴾

فَقَالُوۡا عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلۡنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَۃً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۵﴾

۸۴۔ اور موسیٰؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو اور واقعی فرماں بردار ہو تو اسی پر توکل کرو۔

۸۵۔ انھوں نے جواب دیا ہم نے اللہ پر توکل کرلیا ہے اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔

---

۸۴ - وَقَالَ مُوۡسٰی -

جب موسیٰ علیہ السلام نے مومنین کو فرعون سے ڈرتے ہوئے دیکھا تو کہا

یٰقَوۡمِ اِنۡ............ تَوَکَّلُوۡۤا -

اے میرے قوم کے لوگو! اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو اس پر توکل کرو اسی پر بھروسا کرو اپنے امر کو اللہ کے سپرد کردو اور اس پر اعتماد رکھو۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَ -

واقعی اگر تم فرماں بردار ہو اللہ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہو اور اس کے مخلص ہو اور یہ حکم کو دو شرطوں سے معلق کرنا نہیں ہے اس لیے کہ توکل کا واجب ہونا ایمان سے معلق ہے جو ایمان کا تقاضا ہے اور اس کا حصول اسلام سے مشروط ہے لیکن وہ کسی سے مخلوط ہو کر نہیں پایا جاتا اور اس کی مثال یہ ہے کہ اِنۡ دَعَاکَ زَیۡدٌ فَاَجِبۡتَہٗ اِنۡ قَدَرۡتَ اگر زید تمھیں پکارے تو اگر تم قدرت رکھتے ہو گے تو اسے جواب دو گے۔

۸۵ - فَقَالُوۡا عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلۡنَا ۚ -

انھوں نے جواب دیا ہم نے اللہ پر توکل کیا چوں کہ وہ مومنین مخلصین تھے اس لیے ان کی دعا قبول کرلی گئی۔

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَۃً -

پروردگارا! تو ہمیں آزمائش نہ بنا

لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ -

ظالم لوگوں کے لیے

یعنی تو انھیں ہم پر مسلط نہ کرنا وہ ہمارے دین کے بارے میں ہمیں آزمائش میں ڈالیں گے یا وہ ہمیں ستائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان اور عیاشی میں صادقین علیہما السلام سے روایت مقطوع میں ہے

لَا تسلطهم علینا فَتَفْتِنَهُمْ بنا [1]

تو انھیں ہم پر مسلط نہ کرنا اور ہمارے ذریعے انھیں آزمائش میں نہ ڈالنا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آلِ فرعون نے قومِ موسیٰ کو غلام بنالیا تھا اور انھوں نے کہا اگر ان لوگوں کے پاس کوئی خوبی ہوتی جیسا کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں تو ہم ان پر مسلط نہ ہوتے اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ الخ [2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ روایت پہلی روایت کی تفسیر ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۵۔۶، ص ۱۲۸ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۷، ح ۳۸

(۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۴

وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾
وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۶۔ اور تو ہمیں اپنی رحمت کے طفیل کافر لوگوں سے نجات دے۔
۸۷۔ اور ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی کی جانب وحی کی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے چند مکانات مہیا کرو اور اپنے مکانوں کو قبلہ بنالو اور نماز قائم کرو اور صاحبانِ ایمان کو خوش خبری سنا دو۔

---

۸۶ - وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ -
اور تُو اپنی رحمت کے طفیل کافر لوگوں کے مکر سے اور ان کی بندگی سے ہمیں نجات عطا کردے۔

۸۷ - وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ -
اور ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی پر وحی کی کہ لوٹ کر آنے کی جگہ بنالو

لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا -
مصر میں اپنی قوم کے لیے چند مکانات مہیا کرو جہاں پر وہ عبادت کے لیے واپس آئیں۔

وَّ اجْعَلُوْا -
تم دونوں اور تمھاری قوم بنالو

بُيُوْتَكُمْ -
اپنے ان گھروں کو

قِبْلَةً -
مصلی جائے نماز

وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ -
اور ان مکانات میں نماز قائم کرو

تفسیر قمی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے جب بنی اسرائیل مصر کے جابر لوگوں سے خوف زدہ ہوئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی طرف وحی کی اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ

قبلہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔ [1]

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ -

اور مومنین کو خوش خبری سنا دیں۔ دنیا میں ان کی مدد کر کے اور آخرت میں جنت عطا کر کے۔

علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کیا اور اپنے خطبے میں فرمایا اے لوگو! خداوند عالم نے موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا تھا کہ وہ مصر میں اپنی قوم کے لیے گھر تعمیر کریں اور انھیں حکم دیا کہ ان کی مسجد میں کوئی مُجنب شخص نہ سوئے اور نہ ہی مسجد میں اپنی بیویوں کی قربت حاصل کرے سوائے ہارون اور اُن کی اولاد کے اور یہ کہ علی کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ لہٰذا کسی کے لیے روا نہیں ہے کہ میری مسجد میں بیویوں کی قربت حاصل کرے اور اس میں حالتِ جُنب میں سوئے سوائے علی اور اُن کی اولاد کے۔ اگر کسی کو یہ بات ناپسند ہو تو وہاں چلا جائے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔ [2]

کتاب عیون میں اسی جیسی روایت ہے۔ [3]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۵

(۲) علل الشرائع ص ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۷، ح ۳۹

(۳) عیون اخبار الرضا ج ۱، ص ۲۳۲، ح ۱

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور موسیٰؑ نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اُن کے سرداروں کو دنیاوی زندگانی میں زینت اور اموال سے نوازا ہے اے رب یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں، اے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

۸۸-زِيْنَةً -

جس کے ذریعہ زینت دی جائے خواہ وہ لباس ہو، بستر ہو یا سواریاں وغیرہ ہوں۔

وَّ اَمْوَالًا-

طرح طرح کے مال ومتاع

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ -

دنیاوی زندگی میں اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں

تفسیر قمی میں ہے کہ لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ کا یہ مفہوم ہے کہ وہ لوگوں کو اموال کے ذریعے فریفتہ کرے تاکہ وہ لوگ اس کی عبادت کرنے لگیں اور تیری عبادت نہ کریں۔ ''لیضلوا'' میں ''لام'' انجام کو واضح کرتا ہے۔ [1]

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ-

اے ہمارے پروردگار تو ان کے اموال کو ختم کردے اور اس کا نام ونشان مٹا دے

وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ-

اور ان کے دلوں کو سخت کردے اور اس پر مہر لگا دے تاکہ وہ ایمان کے لیے آمادہ نہ ہوں ان کا شرح صدر نہ ہو۔

فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ-

وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۱۵

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ایمان لانے کی توقع باقی نہ رہی تو وہ ان کے خلاف بہت زیادہ غضب ناک ہوگئے اور اُن کے لیے بددعا کی اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور اس بات کی گواہی نہیں دے سکتا کہ وہ لوگ نظر انداز کیے جانے اور تنہا چھوڑ دیے جانے کے حق دار ہیں اور یہ کہ انھیں ان کی گمراہیوں کے درمیان تنہا چھوڑ دینا چاہیے اور اموال کے لیے جو قرآن میں لفظِ ''طمس'' آیا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسے ایک حیثیت سے دوسری حیثیت میں اس طرح تبدیل کردیا جائے کہ اس سے فائدہ نہ اُٹھایا جاسکے۔

کہا گیا ہے کہ ان کا تمام سرمایہ اور پونجی پتھر میں تبدیل ہوگئی۔ [1]

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۲۶

قَالَ قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا فَاسۡتَقِيۡمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيۡلَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، ثابت قدم رہو اور نادانوں کے راستے کا اتباع نہ کرو۔

۸۹۔ دَّعۡوَتُكُمَا - اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ سے کہا تم دونوں کی دعا قبول ہوگئی۔

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ دعا طلب کر رہے تھے اور ہارونؑ نے ان کی دعا پر آمین کہی تھی اسی لیے اللہ نے دونوں کو دعا طلب کرنے والا قرار دیا ہے۔ [۱]

کتابِ کافی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا طلب کی، ہارون علیہ السلام اور فرشتوں نے آمین کہی اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا اور جو بھی اللہ کی راہ میں جنگ کرے گا تو روزِ قیامت اس کی دعا اسی طرح منظور کرلی جائے گی جس طرح تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔ [۲]

فَاسۡتَقِيۡمَا -

اے موسیٰؑ اور ہارونؑ تم دونوں دعوتِ حق پر ثابت قدم رہو اور دلائل پیش کرتے رہو اور جلدی نہ کرو تم نے جو کچھ مانگا ہے وہ اپنے وقت پر پورا ہوکر رہے گا۔

کتابِ کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا (تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی) اور فرعون سے مؤاخذہ کرنے میں چالیس سال کا فاصلہ تھا۔

کتابِ خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ دو کلموں (جملوں) کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فرعون کو چالیس سال کی مہلت دی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے پچھلی اور اگلی عبرت ناک سزا دینے کے لیے اسے اپنی گرفت میں لے لیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰؑ اور ہارونؑ سے جو کہا تھا "قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا" اور جب قبولیت سے متعارف کرایا تو اس میں چالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے فرعون کے بارے میں اپنے رب سے کافی ردّ وکد کی اور کہا اے میرے رب تو نے اسے چھوڑ رکھا ہے جب کہ وہ یہ کہتا ہے اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى ﴿۲۴﴾ (النازعات ۷۹/ ۲۴) (میں تمھارا بڑا رب ہوں) تو اللہ نے فرمایا اس جیسی بات تو تم جیسا بندہ بھی کہتا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيۡلَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ - [۳]

اور تم دونوں نادانوں کے راستے کا اتباع نہ کرو، جلد عذاب کا مطالبہ کرکے اور اللہ کے وعدے پر اعتماد اور اطمینان نہ کرکے جہالت کے طریقے کو نہ اپناؤ۔

---

(۱) طبرسی جوامع الجامع ج ۲، ص ۱۲۶ (۲) الکافی ج ۲، ص ۵۱۰، ح ۸ وتفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۲۷ ح ۴۰

(۳) الخصال ص ۵۳۹ ح ۵۴

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزارا پھر فرعون اور اس کے لشکر والے ظلم و زیادتی کی غرض سے ان کے پیچھے چلے، جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس وقت بول اٹھا میں ایمان لایا کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس خدا کے جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔

۹۰- وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ -

ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزارا یہاں تک کہ وہ صحیح سالم اسے عبور کر گئے۔

فَاَتْبَعَهُمْ- پھر ان سے ملحق ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلے

فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّ عَدْوًا ؕ- فرعون اور اس کے لشکر والے ظلم و زیادتی کی غرض سے

تفسیر عیاشی میں روایت مرفوع میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں چلے گئے تو فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا اتباع کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا فرعون کا گھوڑا سمندر میں داخل ہونے سے ڈرا تو جبرئیل نے اس کے لیے ایک مونث ٹٹو کو لا کر کھڑا کر دیا جب فرعون کے گھوڑے نے اس ٹٹو کو دیکھا تو اس کے پیچھے چل پڑا تو اس طرح فرعون اور اس کے ساتھی سمندر میں داخل ہو گئے اور ڈوب گئے۔ [1]

حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ -

جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ .... مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ -

کہ نہیں ہے کہ کوئی معبود سوائے اس خدا کے جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔

ایک ہی مفہوم کو تین مرتبہ تین عبارتوں میں کہا ہے یعنی فرعون نے تین بار ایمان کا اقرار کیا تاکہ اس کا ایمان قبول ہو جائے لیکن اس کا ایمان لانا بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوا اس لیے کہ اس نے غلط وقت میں ایمان قبول کیا۔ اس نے یہ اقرار اس وقت کیا تھا جب وہ مجبور ہو گیا تھا۔ اگر حالتِ اختیار میں مکلف ہونے کے بعد ایک مرتبہ بھی اقرار کر لیتا تو اس کے ایمان کے لیے کافی تھا۔

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۷۔ ۱۲۸، ح ۴۱۲

آٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾
فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع

۹۱۔ (جواباً کہا گیا) اب ایمان لاتا ہے جب کہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور تو فسادیوں میں سے تھا۔
۹۲۔ آج کے دن ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے نشانی بنا رہے اور لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غافل ہے۔

۹۱- آٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ-

تم اپنی پوری زندگی نافرمانی کرتے رہے اب ایمان لا رہے ہو جب کہ تم اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے ہو اور تمھارے پاس کوئی اختیار نہیں رہا۔

وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ-

اور تم تو فسادیوں میں سے تھے خود بھی گم راہ تھے اور دوسروں کو بھی ایمان سے گمراہ کر رہے تھے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اللہ نے جب سے فرعون کو ہلاک کیا تھا جبرئیل امینؑ اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لاتے تو ان پر حزن و ملال طاری رہتا اور جب اللہ نے اس آیت کو نازل کرنے کا حکم دیا وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ تو وہ اس آیت کو مسکراتے ہوئے خوشی خوشی کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسولِ اکرمؐ نے ان سے سوال کیا کہ اے جبرئیلؑ اس سے پہلے تو تمھارے چہرے پر حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اب کیا ہوا تو انھوں نے جواب دیا بے شک یا رسول اللہؐ جب اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور اس نے کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ تو میں نے سیاہ کیچڑ اٹھا کر اس کے منہ میں ڈال دی پھر میں نے اس سے کہا آٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ اور میں نے یہ کام خدا کے حکم کے بغیر انجام دیا تھا پھر مجھے خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ کی رحمت اُس کے ساتھ ملحق ہوجائے اور میرے اس عمل پر اللہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں یہ آیت آپ تک پہنچا دوں تو پھر میں نے فرعون سے جو کچھ کہا تھا اس پر میں نے اپنے آپ کو محفوظ جانا اور یہ سمجھ لیا کہ میرے اس عمل میں خدا کی مرضی شامل تھی۔ [1]

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۱۶

۹۲ - فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ -

تمھاری قوم تو سمندر میں ڈوب گئی ہے لیکن آج ہم تمھارے بدن کو نجات دیں گے جو روح سے عاری ہوگا اور بلند زمین پر تمھیں ڈال دیں گے تاکہ بنی اسرائیل تمھیں دیکھ لیں۔

لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ -

تاکہ اپنے بعد آنے والے بنی اسرائیل کے لیے

اٰيَةً ؕ -

تم نشانی بن جاؤ ان پر تمھاری بندگی اور بے وقعتی ظاہر ہوجائے کہ تم جس ربوبیت کا دعویٰ کر رہے تھے وہ محال ہے اس لیے وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ ڈوب جانا فرعون کی شان کے منافی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ اطلاع دی کہ اللہ نے فرعون کو غرق کردیا ہے۔ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو تسلیم نہیں کیا تو خداوند عالم نے سمندر کو حکم دیا جس نے فرعون کو ساحلِ سمندر پر اگل دیا یہاں تک کہ انھوں نے فرعون کو مردہ حالت میں دیکھ لیا۔ [1]

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ -

اور لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں میں غور وفکر نہیں کرتی اور ان سے عبرت حاصل نہیں کرتی۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو کیوں غرق کردیا جب کہ وہ اللہ پر ایمان لے آیا تھا اور اس کی توحید کا اقرار کرلیا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس لیے کہ اس نے مصیبت کو دیکھ کر ایمان قبول کیا اور مصیبت پڑنے کے بعد ایمان لانا قبول نہیں کیا جاتا اور یہ حکمِ خدا ہے جسے اللہ نے گزشتگان اور آئندگان کے لیے بیان فرمایا ہے: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ (غافر ۴۰/ ۸۴-۸۵) "چنانچہ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ہم ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے، پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ (انعام ۶/ ۱۵۸) "جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اسے فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔" اور اسی طرح جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ میں ایمان لایا کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس خدا کے جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۶

فرماں برداروں میں سے ہوں۔

تو جواباً اس سے کہا گیا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۔ اور فرعون نے سر سے پیر تک لوہے سے بنا ہوا لباس پہن رکھا تھا جب وہ ڈوب گیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اونچے خطے پر اس کے بدن کو لا کر ڈال دیا تاکہ وہ بعد میں آنے والوں کے لیے نشانی بن جائے باوجود اس وزن کے جب وہ اسے زمین کی بلندی پر پائیں گے تو وہ ان کے لیے علامت اور نشانی بن جائے گا کیوں کہ وزن کا تقاضا تھا کہ وہ نیچے جائے اور بلند نہ ہو اور اس کو غرق کرنے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے موسیٰؑ سے فریاد کی اور اللہ کو مدد کے لیے نہیں پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی کی اے موسیٰ تم نے فرعون کی مدد نہیں کی اس لیے کہ تم نے اسے پیدا نہیں کیا تھا اگر وہ مجھے مدد کے لیے آواز دیتا تو میں ضرور اس کی مدد کرتا۔ [1]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ ہم جس پریشانی میں مبتلا ہیں ہمیں اُس سے نجات دے۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا طلب کی تو اللہ نے اُن پر وحی کی کہ انھیں لے کر روانہ ہو جاؤ۔ موسیٰؑ نے فرمایا اے میرے پروردگار سمندر ان کے آگے ہے۔ اللہ نے کہا اے موسیٰؑ میں سمندر کو حکم دوں گا کہ وہ تمھاری اطاعت کرے اور تمھیں راستہ دے دے تو موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے اور فرعون نے ان کا پیچھا کیا بلکہ قریب تھا کہ وہ بنی اسرائیل تک پہنچ جائے اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ قریب آ گیا ہے تو حضرت موسیٰؑ نے سمندر سے کہا مجھے راستہ دے دے۔ سمندر نے کہا میں اس کے لیے تیار ہوں۔

اس وقت بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمیں ہلاکت میں مبتلا کر دیا اے کاش ہمیں چھوڑ دیا ہوتا ہم آلِ فرعون کی غلامی کرتے رہتے اور ہم ابھی نکل کر نہ آتے ہم تو یک بارگی قتل کر دیے جائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ (الشعراء ۲۶ / ۶۲) ''میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔'' ان کی قوم کے عام لوگوں کا سلوک موسیٰ کے لیے بڑا دشوار تھا اور انھوں نے کہا اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ (الشعراء ۲۶ / ۶۱) ''ہم تو پکڑے گئے۔'' آپ نے سمجھ رکھا تھا کہ سمندر پھٹ جائے گا اور ہمیں راستہ دے دے گا اور ہم اس میں سے گزر کر چلے جائیں گے۔

فرعون اور اس کی قوم تو ہمارے بہت قریب پہنچ گئے ہیں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے رب سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے موسیٰؑ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۔ (الشعراء ۲۶ / ۶۳) ''تم سمندر پر اپنا عصا مارو'' حضرت موسیٰؑ نے عصا مارا تو سمندر شگافتہ ہو گیا اور موسیٰؑ اور ان کے ساتھی روانہ ہو گئے یہاں تک کہ انھوں نے سمندر کو عبور کر لیا اور اتنے میں آلِ فرعون نے انھیں آ لیا۔ جب انھوں نے سمندر پر نظر کی تو انھوں نے

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۷۷ ح ۷

فرعون سے کہا کہ تم جو کچھ دیکھ رہے ہو کیا تمھیں اس پر حیرانی نہیں ہے؟ فرعون نے جواب دیا میں نے ہی تو یہ کیا ہے تم گزرو اور روانہ ہو جاؤ۔ جب فرعون اور اس کے ساتھی سمندر کے درمیان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس نے انھیں ڈھانپ لیا اور سب کو غرق کر دیا۔

جب فرعون ڈوبنے لگا تو پکارا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ یہ سن کر وہ کہے گا کہ ''میں نافرمان تھا'' تو اللہ نے فرمایا: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم فرعون کے تمام افراد سمندر میں داخل ہو گئے اور اُن میں سے کوئی نظر نہیں آیا وہ سمندر سے آگ تک پہنچ گئے لیکن صرف فرعون کو اللہ تعالیٰ نے ساحل سمندر پر لا کر ڈال دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور اسے پہچان لیں تاکہ وہ بعد میں آنے والوں کے لیے نشانی بن جائے تاکہ کسی کو اس کی ہلاکت کے بارے میں کوئی شک نہ رہے۔ آلِ فرعون نے فرعون کو رب بنا رکھا تھا تو اللہ نے یہ دکھایا کہ وہ ساحل پر مردہ پڑا ہوا ہے تاکہ وہ بعد میں آنے والوں کے لیے درسِ عبرت اور اصلاح کا ذریعہ بن جائے اور ارشاد رب العزت ہے: وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۔ [1]
اور لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غافل ہے۔

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص۳۱۵-۳۱۶

وَ لَقَدۡ بَوَّاۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مُبَوَّاَ صِدۡقٍ وَّ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡا حَتّٰی جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾

فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ فَسۡـَٔلِ الَّذِیۡنَ یَقۡرَءُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَقَدۡ جَآءَکَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۹۴﴾

۹۳۔ اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھی جگہ پر بسایا اور انھیں پاک و پاکیزہ رزق مہیا کیا پس جب تک اُن کے پاس علم نہ آ گیا انھوں نے اختلاف نہیں کیا بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

۹۴۔ اے نبیؐ ہم نے آپ کی طرف جو نازل کیا ہے اگر آپ کو اس کے بارے میں کسی قسم کا شک ہو تو آپ اُن سے دریافت کرلیں جو پہلے سے کتاب پڑھ رہے ہیں۔ یقیناً حق آپ کے رب کی جانب سے آپ کے پاس آیا ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔

۹۳ - مُبَوَّاَ صِدۡقٍ - اچھی اور پسندیدہ جگہ یعنی شام اور مصر

تفسیر قمی میں ہے اللہ نے انھیں مصر کی طرف پلٹایا اور فرعون کو غرق کر دیا۔ [1]

وَّ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ - اور انھیں لذتوں سے بھرا ہوا پاک رزق مہیا کیا

فَمَا اخۡتَلَفُوۡا -

انھوں نے نہ تو دینی امر میں اختلاف کیا اور نہ ہی مختلف طبقات میں تقسیم ہوئے۔

حَتّٰی جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ ؕ -

جب تک دینِ حق کا علم نہ آ گیا اور انھوں نے توریت پڑھ کر اس کے احکام سے واقفیت حاصل نہ کرلی، یا انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر میں اختلاف کیا جب انھیں ان کے اوصاف کی سچائی اور معجزات کی کامیابی کا علم ہو گیا۔

اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ -

بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان سچے کو جھوٹے سے الگ کر کے ایک کو نجات دے کر اور دوسرے کو ہلاک کر کے ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

(۱) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۶

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٥﴾

۹۵۔ اور نہ ہی ان لوگوں میں شامل ہوں جنھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ہے ورنہ آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

۹۵- کتاب علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام علی النقی الھادی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان کے بھائی موسیٰ نے اُن سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تھا جب یحییٰ بن اکثم نے ان سے مختلف مسائل دریافت کیے تھے ان میں سے یہ بھی تھا کہ اس آیت کا مخاطَب کون ہے۔ اگر اس آیت کے مخاطب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اللہ نے اُن پر جو کچھ نازل کیا انھیں اس کے متعلق کبھی شک نہیں ہوا اور اگر اس کا خطاب غیر نبی سے ہے تو اس صورت میں یہ جاننا پڑے گا کہ ان کے غیر پر کتاب نازل ہوئی تھی۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بھائی علی بن محمد علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس آیت میں آنحضرت سے خطاب کیا گیا ہے۔ اللہ نے ان پر جو کچھ نازل کیا تھا اس بارے میں انھیں کسی قسم کا شک نہیں تھا البتہ جاہلوں نے یہ کہا کہ ہماری طرف فرشتوں میں سے کسی کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا تاکہ اس میں اور دوسروں میں فرق ہو جاتا اسے نہ کھانے پینے کی ضرورت ہوتی اور نہ ہی وہ بازاروں میں چلتا پھرتا نظر آتا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر وحی کی فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ اے نبیؐ ان جاہلوں کے سامنے آپ ان لوگوں سے دریافت کرلیں جو آپ کے پہلے سے کتاب پڑھ رہے ہیں کہ آپ سے پہلے اللہ نے جن رسولوں کو مبعوث فرمایا تھا کیا وہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں جایا کرتے تھے یا نہیں اور آپ بھی انھیں کے طریقے پر گامزن ہیں اور فرمایا فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ اگر آپ کو اس بارے میں کسی قسم کا شک ہو۔

اگرچہ نبی اکرم کو کسی طرح کا شک نہیں تھا لیکن ان لوگوں کے ذیل میں ذکر کیا گیا جیسا کہ ارشاد باری ہے: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ (آل عمران ۳ / ۶۱) ہم جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں اور اگر یہ فرماتے تعالوا نبتهل فنجعل لعنة الله علیکم آؤ ہم مباہلہ کریں اور تم پر لعنت بھیجیں تو وہ لوگ مباہلے کے لیے تیار نہ ہوتے اور اللہ جانتا تھا کہ پیغمبر اکرم اس کی طرف سے پیغام رسالت پہنچا رہے ہیں اور وہ جھوٹوں میں سے نہیں ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم کو علم تھا کہ وہ اپنے قول میں صادق ہیں لیکن وہ اپنے آپ سے انصاف کرنا چاہتے تھے۔ [1]

کتاب علل الشرائع میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ ہی میں کسی سے سوال کرتا ہوں۔ [2]

(۱) علل الشرائع ص ۱۲۹، ح ۱ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۸، ح ۴۲ (۲) علل الشرائع ص ۱۳۰، ح ۲

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کے وقت آسمان کی سیر کرائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف علیؑ کے بارے میں جو وحی کرنی تھی وہ وحی کی کہ اللہ کے نزدیک ان کا شرف اور ان کی عظمت کیا ہے۔ آنحضرتؐ کو بیت المعمور میں طلب کیا اور ان کی خاطر تمام انبیاءؑ کو جمع کیا اور انھوں نے آنحضرتؐ کی قیادت میں نماز ادا کی تو اس وقت رسولِ اکرمؐ کے دل میں عظمت علیؑ کا خیال آیا جو اللہ نے وحی کے ذریعے انھیں بتلائی تھی تو اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ یعنی اے نبیؐ آپ اپنے پیش رو انبیاء سے دریافت کرلیں کہ ہم نے ان کی کتابوں میں علیؑ کے فضائل کے متعلق آیتیں نازل کی تھیں جس طرح آپ کی کتاب میں آیتیں نازل کی گئیں۔ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم نہ تو نبیؐ نے کبھی شک کیا اور نہ ہی کسی سے سوال کیا۔ [1]

اور تفسیر عیاشی میں اس سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ [2]

اور اس مفہوم سے متعلق دیگر احادیث بھی ہیں اور ان شاء اللہ اس کی نظیر سورہَ زخرف آیت ۴۵ کے ذیل میں پیش کی جائے گی اور ان دونوں روایتوں کی بنیاد پر آنحضرتؐ سے جو خطاب کیا گیا ہے اس کی مثال ایاك اعنی واسمعی یاجارہ کی مانند ہے یہ عربی زبان کی ضرب المثل ہے کہ سنانا کسی کو ہوتا ہے اور خطاب کسی اور سے کیا جاتا ہے۔

---

(۱) علل الشرائع ص ۱۲۹ ج ۱ و تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۶۔۳۱۷ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۸، ح ۴۳

اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡہِمۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۶﴾
وَ لَوۡ جَآءَتۡہُمۡ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ﴿۹۷﴾

۹۶۔ بہ تحقیق جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
۹۷۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

۹۶ - کَلِمَتُ رَبِّکَ -

رب کی بات یعنی وہ لوگ حالتِ کفر میں مریں گے۔

لَا یُؤۡمِنُوۡنَ -

وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے کہ کلام خدا جھوٹا نہیں ہوگا اور اس کے فیصلے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

۹۷ - وَ لَوۡ جَآءَتۡہُمۡ کُلُّ اٰیَۃٍ .... الۡاَلِیۡمَ -

خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں اگر وہ اس وقت ایمان لائے تو اُن کا ایمان اُن کے لیے سودمند نہیں ہوگا جس طرح فرعون کا ایمان لانا اس کے لیے مفید ثابت نہیں ہوا۔

تفسیر قمی میں ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے امیر المومنین کا انکار کیا ہے اس کے سامنے ولایت کو پیش کیا گیا اور اللہ نے اس پر ایمان لانا فرض قرار دیا مگر انھوں نے ولایت کو تسلیم نہیں کیا۔ [1]

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص۳۱۷

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ پس ایسی کوئی بستی نہیں ہوئی جو عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کے ایمان نے کوئی فائدہ دیا ہو سوائے قومِ یونس کے جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے اُن سے دنیاوی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انھیں ایک عرصہ تک زندگی سے بہرہ یاب ہونے کا موقع فراہم کیا۔

۹۸ – فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ –

ان بستیوں میں سے ہم نے جنھیں ہلاک کر ڈالا اگر ان میں سے کسی قریہ والے عذاب دیکھنے سے پہلے ایمان لے آتے اور اس میں تاخیر سے کام نہ لیتے جس طرح فرعون نے تاخیر کی یہاں تک کہ وہ ڈوب گیا۔

فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ –

ان کا ایمان لانا ان کے لیے منفعت بخش ہوتا کہ اللہ اس ایمان لانے کو قبول کر لیتا اور ان سے عذاب کو دور کر دیتا۔

اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ –

لیکن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم

لَمَّآ اٰمَنُوْا –

جب وہ لوگ ایمان لے آئے

یعنی جب انھوں نے عذاب کی علامات دیکھیں تو اسی وقت ایمان لے آئے اور عذاب کے نازل ہونے کا انتظار نہیں کیا۔

كَشَفْنَا عَنْهُمْ .... اِلٰى حِيْنٍ –

تو ہم نے ان سے دنیاوی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انھیں ایک عرصے تک زندگی سے بہرہ یاب ہونے کا موقع فراہم کیا۔

یہ بھی جائز ہے کہ یہ جملہ منفی معنی دے رہا ہو گویا کہ کہا جا رہا ہے کہ جن بستیوں کو ہلاک کر ڈالا گیا ان میں سے کسی بستی کے لوگوں نے ایمان قبول نہیں کیا سوائے قومِ یونس کے۔

کتابِ جوامع میں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو موصل کی سرزمین میں سے نینوی کی طرف بھیجا گیا تھا وہ وہاں سے غضب ناک ہو کر چلے گئے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ وہ موجود نہیں ہیں تو عذاب کے نازل ہونے کے ڈر سے انھوں نے موٹا اونی کمبل اوڑھا وہ گڑگڑائے اور روئے تو اللہ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا جب کہ

وہ بہت قریب آچکا تھا اور نازل ہونے والا تھا۔ [1]

تفسیر عیاشی میں ابی عُبیدہ الحذاء نے امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے انھوں نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے انھیں بتا دیا کہ یونس بن متی کو اللہ تعالیٰ نے جب ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا تو وہ تیس سال کے تھے۔ ان کے مزاج میں گرمی تھی ان کے پاس قوم کے لیے صبر کی کمی تھی اور وہ ان کی دلجوئی کرنا نہیں جانتے تھے۔ نبوت کا بوجھ اور اس کی ذمہ داری جو انھیں سونپ دی گئی تھی اس کا اٹھانا ان پر دشوار محسوس ہو رہا تھا اور جس طرح درخت کا تنا بوجھ کے نیچے پھٹ جاتا ہے اسی طرح وہ نبوت کے بوجھ تلے دب گئے تھے اور دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ وہ اپنی قوم کے درمیان رہے اور انھیں اللہ پر ایمان لانے، اس کی تصدیق کرنے اور پیروی کرنے کی ۳۳ سال تک دعوت دیتے رہے مگر قوم کے صرف دو افراد ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کرنے لگے۔ ان میں سے ایک کا نام ''روبیل'' تھا اور دوسرا ''تنوخا'' تھا۔ روبیل خانوادہ علم، نبوت اور حکمت سے تعلق رکھتا تھا اور یونس علیہ السلام کے ساتھ اس وقت سے تھا جب کہ اللہ نے یونس کو نبوت کے لیے مبعوث بھی نہیں کیا تھا اور تنوخا ایک کمزور شخص تھا۔ عابد و زاہد تھا اور ہر وقت عبادت میں منہمک رہتا تھا اور اس کے پاس نہ علم تھا اور نہ دانائی۔ روبیل بھیڑ بکریاں چرا کر اس سے اپنی روزی حاصل کرتا تھا اور تنوخا لکڑہارا تھا۔ لکڑیاں جمع کرتا اور اس کی کمائی سے رزق مہیا کرتا۔

حضرت یونسؑ کے نزدیک روبیل اپنے علم وحکمت اور قدیمی رفاقت کی بنیاد پر صاحبِ منزلت و وقعت تھا۔ جب یونسؑ نے یہ دیکھا کہ ان کی قوم ان کی دعوت پر لبیک نہیں کہہ رہی ہے اور ایمان نہیں لا رہی ہے تو وہ تنگ دل ہوئے اور انھوں نے خود میں صبر کی کمی محسوس کی تو انھوں نے اپنے رب سے جو شکایت کرنی تھی وہ شکایت کی اور کہا اے میرے پروردگار تو نے مجھے میری قوم کی طرف مبعوث کیا جب کہ میں تیس سال کا تھا میں ان کے درمیان ۳۳ سال رہا اور انھیں تجھ پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے کی دعوت دیتا رہا۔ میں نے انھیں تیرے عذاب اور سزا سے بھی ڈرایا۔ انھوں نے مجھے جھٹلایا اور مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ انھوں نے میری نبوت کا انکار کیا اور میری رسالت کا مذاق اڑایا۔ انھوں نے مجھے ڈرایا دھمکایا نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مجھے خوف محسوس ہوا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ اے اللہ تو ان پر اپنا عذاب نازل کر دے کیوں کہ یہ ایسی قوم ہے جو ایمان لانے والی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یونسؑ پر وحی کی اے یونسؑ ان لوگوں میں حاملہ عورتیں، شکم مادر میں بچے اور لڑکے بالے اور بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں اور کمزور و ناتواں افراد بھی ہیں اور میں

---

(۱) جوامع الجامع ج ۲ ص ۱۲۹

عادل حکمران ہوں میری رحمت میرے غضب سے آگے بڑھ گئی ہے۔ میں تمھاری قوم کے بڑی عمر کے لوگوں کے گناہ کی وجہ سے چھوٹوں پر عذاب نازل نہیں کروں گا۔ اور اے یونسؑ وہ میرے بندے میری تخلیق اور میرے شہروں میں بسنے والی میری مخلوق ہے اور وہ میری عیال ہے، میں چاہتا ہوں کہ انھیں مہلت دوں ان پر مہربانی کروں اور اُن کی توبہ کا انتظار کروں۔ میں نے تمھیں تمھاری قوم کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ تم ان پر اس طرح مہربانی کرو کہ وہ تمھاری مہربانی کو محسوس کریں اور نبوت کے کرم کی بنیاد پر انھیں مہلت دو، ان کا انتظار کرو اور رسالت کے حکم کی بنا پر اُن کے ساتھ صبر سے کام لو اور تم ان کے لیے ایک طبیب بن جاؤ جو دوا علاج سے واقفیت رکھتا ہے۔تم نے انھیں باہر تو نکالا لیکن ان کے دلوں کو مہربانی اور شفقت کے ساتھ استعمال نہیں کیا اور مرسلین کی سیاست ان کے ساتھ روا نہیں رکھی پھر تم نے ان سے بدگمانی کی وجہ سے مجھ سے عذاب کا مطالبہ کیا چوں کہ تم میں صبر کی کمی تھی۔ میرے بندے نوحؑ تمھاری بہ نسبت اپنی قوم کے ساتھ زیادہ صابر تھے وہ اچھی طرح رہے اور میرے نزدیک صبر میں باوقار تھے اور معذرت خواہی میں درست تھے۔ جب وہ میری خاطر غضب ناک ہوئے تو میں ان کی وجہ سے غضب ناک ہوا اور جب انھوں نے مجھ سے دعا کی تو میں نے ان کی دعا کو قبول کیا۔

تو یونسؑ نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار میں اپنی قوم سے تیری خاطر غضب ناک ہوا ہوں اور میں نے اُن کے لیے اُس وقت بددعا کی جب انھوں نے تیری نافرمانی کی، تیرے عزت وجلال کی قسم میں ہرگز ان سے مہربانی اور شفقت سے پیش نہیں آؤں گا اور چوں کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا ہے اور میری نبوت کا انکار کیا ہے تو ان کے انکار اور جھٹلانے کے بعد میں ان کی طرف نظرِ شفقت سے نہیں دیکھوں گا تُو ان پر اپنا عذاب نازل کردے یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یونسؑ ان کی تعداد ایک لاکھ بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔ یہ سب کے سب میری مخلوق ہیں انھوں نے میرے شہروں کو بسایا ہے اور انھوں نے میرے بندوں اور پسندیدہ افراد کو جنم دیا ہے۔ اگر تم انھیں مہلت دے دو میرے اس علم کی بنیاد پر جو پہلے سے ان کے اور تمھارے بارے میں ہے اور جو میرا فیصلہ اور تدبیر ہے وہ تمھارے علم اور اندازے سے مختلف ہے۔تم رسول ہو اور میں ربِّ حکیم ہوں اور اے یونسؑ ان کے بارے میں میرا علم میرے پاس غیب میں پوشیدہ ہے اس کی انتہا سے کوئی واقف نہیں اور تمھارا علم ان کے بارے میں ظاہری بنیاد پر ہے جس میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اے یونسؑ تم نے جو ان کے لیے عذاب کی بددعا کی ہے اسے میں نے قبول کرلیا ہے۔ اے یونسؑ یہ عذاب اس سے بڑھ کر نہیں ہے جو تمھارا حصہ میرے پاس ہے اور نہ ہی یہ عذاب تمھاری شان سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ ان پر شوال کے مہینے میں بدھ کے دن مہینہ کے وسط میں سورج نکلنے کے بعد عذاب آئے گا تم جا کر انھیں بتا دو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یونسؑ یہ بات سُن کر نہایت خوش ہوگئے اور انھیں نہ یہ خبر بری

لگی نہ ہی وہ اس کے انجام سے باخبر ہوئے۔ یونسؑ تنوخا عابد کے پاس گئے اور انھیں اس دن سے آگاہ کیا جو اللہ نے ان کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے بارے میں وحی کی تھی اور اُن سے کہا ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم قوم کو اس وحی سے آگاہ کردیں جو نزولِ عذاب کے بارے میں اللہ نے کی ہے۔ تنوخا نے حضرت یونس علیہ السلام سے کہا آپ انھیں ان کی مصیبت اور معصیت میں پڑا رہنے دیں یہاں تک کہ اللہ انہیں معذب کرے۔ یونسؑ نے تنوخا سے کہا ہم روبیل سے مل کر مشورہ کریں گے کیوں کہ وہ صاحبِ علم اور دانا شخص ہے اس کا تعلق خاندانِ نبوت سے ہے۔

وہ دونوں روبیل کے پاس گئے اور انھیں اس وحی سے مطلع کیا جو نزولِ عذاب کے سلسلے میں اللہ نے ان پر بھیجی تھی کہ وسط شوال میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد اُن کی قوم پر عذاب آئے گا۔ حضرت یونسؑ نے روبیل سے دریافت کیا تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تم ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم قوم کو اس کے بارے میں بتادیں۔ روبیل نے حضرت یونس علیہ السلام سے کہا آپ اپنے رب کی جانب نبی حکیم اور رسولِ کریم کی طرح واپس جایئے اور اس سے التجا کیجیے کہ ان لوگوں سے اپنے عذاب کو پلٹا دے اس لیے کہ اللہ عذاب کرنے سے مستغنی ہے۔ وہ تو اپنے بندوں پر شفیق ہے اور یہ بات اللہ کے نزدیک آپ کے لیے زیادہ نقصان دہ نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کے نزدیک آپ کے مرتبے کو بڑھانے والی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی قوم اس کفر اور انکار کے بعد جس کو آپ نے سنا اور جس کا مشاہدہ کیا ہے کسی دن ایمان قبول کرلے۔ آپ صبر سے کام لیں اور انھیں مہلت دیں۔ تنوخا نے ان سے کہا اے روبیل تم پر وائے ہو تم نے یونسؑ کو کیا مشورہ دیا ہے اور کیا سمجھا رہے ہو جب کہ اُن کی قوم نے اللہ کو نہیں مانا، اپنے نبی کا انکار کیا، انھیں جھٹلایا اور ان کے گھروں سے انھیں نکال دیا اور انھیں سنگ سار کرنے کا ارادہ کیا۔ تو روبیل نے تنوخا سے کہا چپ ہوجاؤ تم صرف ایک عبادت گزار ہو تمھارے پاس علم نہیں ہے۔ پھر روبیل یونسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے یونسؑ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ جب آپ کی قوم پر عذاب نازل کرے گا تو کیا سب کو ہلاک کردے گا یا ان میں کچھ ہلاک ہوں گے اور کچھ بچ جائیں گے۔ تو یونسؑ نے جواب دیا عذاب سے تو سب ہلاک ہوجائیں گے۔ میں نے ایسی ہی دعا طلب کی تھی اور ان لوگوں کے لیے کسی قسم کی مہربانی اور شفقت کا گوشہ میرے دل میں پیدا نہیں ہوا کہ میں ان کے بارے میں اللہ سے دوبارہ رجوع کروں اور اس سے گزارش کروں کہ عذاب کو ان سے ٹال دے۔ تو روبیل نے حضرت یونس علیہ السلام سے کہا اے یونسؑ کیا آپ جانتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ جب ان پر عذاب نازل کرنے والا ہو اور انھیں اس بات کا احساس ہوجائے اور وہ اللہ سے توبہ کرلیں اس سے مغفرت کے طلب گار ہوجائیں اور وہ انھیں معاف کردے وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور وہ ان سے عذاب کو ٹال دے جب کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلع کرچکے ہیں کہ وہ بدھ کے دن اُن پر عذاب نازل کردے گا تو آپ اس صورت میں جھوٹے قرار پائیں گے۔

تنوخا نے روبیل سے کہا تم پر وائے ہو تم تو بڑی بات کہہ رہے ہو نبی مرسل تمھیں خبر دے رہے ہیں کہ اللہ نے اُن پر وحی کی ہے کہ اُن کی قوم پر عذاب نازل ہوگا تم اللہ کے قول کو رَد کر رہے ہو اور اس بارے میں شک کر رہے ہو اور اس کے رسولؑ کے قول کا انکار کر رہے ہو۔ جاؤ تمھارا عمل حَبط ہوگیا۔ روبیل نے تنوخا سے کہا یقیناً تمھاری رائے فاسد ہے۔ پھر وہ حضرت یونس علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے کہا کہ آپ کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے آپ پر اللہ کی جانب سے وحی اور حکم آچکا ہے اور اللہ کا قول سچا ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ اگر ایسا ہوگیا تو آپ کی پوری قوم تباہ ہوجائے گی اور اُن کی بستی ویران ہوجائے گی۔ کیا اللہ آپ کا نام نبوت سے مٹا کر آپ کی رسالت کو باطل نہیں کرسکتا اور کیا آپ بھی دوسرے کمزور انسانوں کی طرح نہیں ہوسکتے؟ اور آپ کے ہاتھوں سے ایک لاکھ لوگ ہلاک ہوجائیں۔

یونس علیہ السلام نے روبیل کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ وہ تنوخا کے ساتھ اپنی قوم کے پاس گئے اور انھیں خبر دی کہ اللہ نے ان کی طرف وحی نازل کی ہے کہ وہ شوال کے وسط میں بدھ کے دن، سورج نکلنے کے بعد عذاب نازل کرنے والا ہے۔ لوگوں نے اُن کی بات کو جھٹلایا، اسے ماننے سے انکار کردیا اور انھیں نہایت سختی کے ساتھ اپنی بستی سے نکال دیا۔ یونسؑ جب بستی سے نکلے تو تنوخا اُن کے ساتھ ساتھ تھے۔ وہ دونوں قوم والوں سے الگ ہوکر تھوڑے فاصلے پر چلے گئے اور عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ البتہ روبیل اپنی قوم کے ساتھ اسی بستی میں رہا یہاں تک کہ شوال کا مہینہ آگیا تو روبیل نے پہاڑ کی چوٹی پر جاکر بلند آواز میں چیخ کر قوم سے مخاطب ہوکر کہا میں روبیل ہوں میں تم پر شفیق ہوں میں اپنے رب سے تمھارے لیے رحمت کا خواستگار ہوں۔ دیکھو تم نے اللہ کے عذاب کا انکار کردیا ہے۔ شوال کا مہینہ آچکا ہے۔ تمھارے نبی یونسؑ اور تمھارے رب کے رسولؑ نے تمھیں بتلا دیا تھا کہ اللہ نے اُن پر وحی کی تھی کہ شوال کے وسط میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسولؑ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ ذرا غور کرو تم لوگ کیا کررہے ہو؟

روبیل کی باتوں نے انھیں خوف زدہ کردیا ان کے دلوں میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یقیناً عذاب آکر رہے گا۔ وہ روبیل کی طرف تیزی سے بڑھے اور اس سے کہا اے روبیل آپ اس عذاب کے خلاف ہمیں کیا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ ایک عالم اور دانا شخص ہیں۔ آپ ہمیشہ سے ہم پر مہربان رہے ہیں۔ آپ نے یونسؑ کو جس بات کا مشورہ دیا تھا ہمیں اس کا پتا چل گیا ہے آپ ہمیں حکم دیں اور ہمیں اپنے مشورے سے نوازیں۔ روبیل نے اُن سے کہا میں تم سے یہ کہتا ہوں اور تمھارے لیے یہ مناسب ہے کہ تم انتظار کرو اور جب بدھ کے دن صبح کا وقت ہوجائے اور مہینہ کی ۱۵ تاریخ آجائے تو تم بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کردو اور پہاڑ کے نیچے وادیوں کے راستے میں پہنچ جاؤ اور عورتوں کو پہاڑ کے دامن میں ٹھہرا دو اور یہ سب کچھ سورج نکلنے سے پہلے ہوجانا چاہیے تم میں جو بڑے ہیں وہ چیخ و پکار کرنے لگیں اور جو چھوٹے ہیں وہ بھی آہ و زاری میں مصروف ہوجائیں اور اللہ سے

لَو لگائیں اس سے توبہ کریں اس سے مغفرت طلب کریں اور تم لوگ آسمان کی طرف اپنے سروں کو بلند کرکے کہو رَبَّنَا ظَلَمْنَا وکذّبنا نبیّك وَتُبْنَا اِلَیْکَ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَاِنْ لَاتَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ الْمُعَذَّبِیْنَ فَاقْبَلْ تَوْبَتَنَا وَارْحَمْنَا یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم ڈھایا، ہم نے تیرے نبی کو جھٹلایا، ہم اپنے گناہوں سے تجھ سے توبہ کر رہے ہیں اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کھایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں، عذاب یافتہ ہوجائیں گے تو ہماری توبہ کو قبول فرمالے اور ہم پر رحم فرما۔ اے رحم کرنے والوں میں سے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

اس کے بعد تم مسلسل روتے گڑگڑاتے اور اللہ سے تضرع و زاری کے ساتھ توبہ کرتے رہو یہاں تک کہ سورج چھپ جائے یا اس سے پہلے اللہ تم سے عذاب کو ٹال دے۔ تمام قوم اس بات پر متفق ہوگئی کہ وہی کریں گے جس کا مشورہ روبیل نے دیا ہے۔ جب بدھ کا دن آگیا جس دن عذاب متوقع تھا تو روبیل اس بستی سے نکل کر ایک گوشے میں چلا گیا تاکہ ان لوگوں کی فریاد کو سنے اور اگر عذاب نازل ہو تو اسے دیکھے۔ بدھ کے روز جب فجر طلوع ہوئی تو یونسؑ کی قوم نے وہی کیا روبیل نے جس بات کا انھیں حکم دیا تھا۔ جب سورج طلوع ہوگیا تو پیلے رنگ کی تاریک ہوا جھکڑ کے ساتھ نہایت ہی تند و تیز چلنے لگی۔ جب قومِ یونسؑ نے یہ دیکھا تو سب کے سب چیخ چیخ کر گڑگڑانے، رونے اور اللہ سے تضرع و زاری، توبہ اور مغفرت طلب کرنے لگے اور بچوں نے اپنی ماں کی چاہت میں رونا اور بلکنا شروع کردیا اور جانوروں کے چھوٹے چھوٹے بچے ماں کا تھن تلاش کرنے لگے اور چوپایوں نے اپنے چرواہوں کو ڈھونڈنا شروع کردیا۔ وہ سب کے سب یہ کام انجام دیتے رہے۔

یونسؑ اور تنوخا لوگوں کی چیخ و پکار سن رہے تھے اور اللہ سے بد دعا کر رہے تھے کہ قوم پر سخت ترین عذاب نازل ہو اور روبیل اپنی جگہ ان کی چیخ و پکار کو سن کر یہ دیکھ رہا تھا کہ قوم پر کیا نازل ہو رہا ہے اور وہ اللہ سے دعا طلب کر رہا تھا کہ وہ اس قوم سے عذاب کو دور کردے۔ پس جب زوال کا وقت آیا تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور اللہ کا غصب پرسکون ہوگیا اور رحمان نے اُن پر مہربانی کردی، اُن کی دعا قبول کرلی اور اُن کی توبہ قبول ہوگئی اور اُن کی لغزشوں سے درگزر کردیا اور اسرافیلؑ پر وحی کی کہ قوم یونسؑ کے پاس جاؤ اُن لوگوں نے گریہ و زاری کی، گڑگڑا کر دعا مانگی مجھ سے توبہ کی اور مجھ سے مغفرت طلب کی میں نے ان پر رحم کیا اور ان کی توبہ قبول کرلی، میں توبہ کا قبول کرنے والا اور مہربان ہوں۔ میرا جو بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے میں اس کی توبہ بہت جلد قبول کرلیتا ہوں۔ میرے بندے اور میرے رسول یونسؑ نے اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے کا سوال کیا تھا تو میں نے ان لوگوں پر عذاب نازل کردیا۔ میں اللہ ہوں میں سب سے زیادہ حق رکھتا ہوں کہ وعدہ وفا کروں اور میں نے ان لوگوں پر عذاب کو نازل کیا لیکن یونسؑ نے جس وقت مجھ سے عذاب کا مطالبہ کیا تھا تو یہ شرط نہیں رکھی تھی کہ میں اُن لوگوں کو ہلاک بھی کردوں۔

اے اسرافیل، تم ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان پر جو عذاب نازل ہو رہا ہے اس کا رُخ اُن سے پھیر دو۔ اسرافیلؑ نے جواب دیا۔ اے میرے رب تیرا عذاب تو ان کے اطراف و جوانب میں پہنچ چکا ہے اور انھیں ہلاک کرنے والا ہی ہے، میں تو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ان کے میدان تک پہنچ چکا ہے میں اسے کہاں سے پلٹاؤں؟ اللہ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اسے گردش دیتے رہو اور اُن پر نازل نہ کرو یہاں تک کہ اُن کے بارے میں میرا کوئی حکم آجائے اور میرا عزم واضح ہوجائے۔ اے اسرافیل تم جاؤ اور عذاب کا رُخ ان کی طرف سے پھیر دو اور اسے پہاڑ کی طرف اور جس طرف سے چشمے جاری ہوئے ہیں اس کے کسی حصے کی طرف اور پہاڑ میں سیلاب کی گزرگاہیں جو سرکش، ناہموار اور مستطیل شکل میں پہاڑوں پر جاری ہوگئی ہیں اے اسرافیل انھیں مطیع و منقاد کرو اور ان کی طبیعت میں نرمی پیدا کرو یہاں تک کہ وہ آپس میں جڑ کر جامد لوہے کی شکل اختیار کرلیں۔

اسرافیلؑ نازل ہوئے اور انھوں نے اپنے پَر پھیلائے اور اس کے ذریعے عذاب کو وہاں سے ہٹا کر ان پہاڑوں کی طرف لے گئے جس طرف لے جانے کے لیے اللہ نے اُن پر وحی کی تھی۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ پہاڑ ہیں جو آج کل موصل کی جانب ہیں وہ روزِ قیامت تک لوہا بن گئے۔ جب یونسؑ کی قوم نے دیکھا کہ عذاب اُن سے ٹل گیا ہے تو وہ لوگ پہاڑوں کی چوٹی سے اپنے اپنے گھروں کی طرف آئے اور آکر اُن سے اُن کی عورتیں اور بچے مل گئے اور اُن کے اموال بھی انھیں مل گئے۔

عذاب کے ٹل جانے پر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم شکرِ خدا بجا لائی۔ یونس علیہ السلام اور تنوخا جہاں پر مقیم تھے جب جمعرات کی صبح کو اٹھے تو انھیں قوم پر عذاب نازل ہونے کے بارے میں کسی قسم کا شک نہ تھا اور نہ وہ قوم کی ہلاکت کے بارے میں کسی شک کا شکار تھے کیوں کہ اب آوازیں آنا بند ہو چکی تھیں۔ وہ دونوں جمعرات کے دن سورج نکلنے کے بعد بستی کے قریب پہنچے تو انھوں نے قوم کو اپنے اپنے کاموں میں مصروف پایا۔ جب یہ لوگوں کے قریب پہنچے تو لکڑیاں اٹھانے والوں اور گدھے والوں اور بھیڑ بکریاں چرانے والوں پر اُن کی نظر پڑی اور ان دونوں نے بستی والوں کو نہایت مطمئن پایا تو حضرت یونسؑ نے تنوخا سے کہا اے تنوخا وحی نے مجھے جھٹلا دیا اور میں نے اپنی قوم سے جو وعدہ کیا تھا وہ جھوٹ ثابت ہوگیا۔ مجھے اپنے رب کے عزت و جلال کی قسم جب کہ وحی نے مجھے جھوٹا ثابت کردیا ہے اب وہ لوگ کبھی بھی میرا چہرہ نہیں دیکھیں گے۔

لہٰذا یونسؑ ''بحرایلہ'' کی جانب رب سے غضب ناک ہوکر لاپروائی سے بھاگتے ہوئے چلے گئے۔ وہ اجنبی کی حیثیت سے فرار کر رہے تھے تاکہ اُن پر قوم کے کسی فرد کی نظر نہ پڑے اور وہ لوگ یونسؑ سے یہ نہ کہیں کہ ''اے جھوٹے'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (انبیاء ۲۱ / ۸۷) اور مچھلی والے (یونسؑ) جب اپنی قوم سے ناراض ہوکر چلے گئے تھے تو وہ یہ سمجھے کہ ہم ان پر قابو نہ پاسکیں گے۔

اور تنوخا بستی میں واپس آ گیا اور اس نے روبیل سے ملاقات کی تو روبیل نے اس سے کہا اے تنوخا اب بتاؤ کون سی رائے درست اور برحق تھی میری رائے یا تمھاری رائے؟ تنوخا نے جواب دیا روبیل تمھاری رائے درست تھی تم نے وہ رائے دی تھی جس کا مشورہ علماء وحکماء کو دینا چاہیے۔ تنوخا نے اس سے کہا میں ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ میں اپنی عبادت اور زہد وتقویٰ کی بنیاد پر تم سے افضل ہوں جب تک تمھارے علم کی بنیاد پر تمھاری فضیلت واضح نہیں ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں تقویٰ کے ساتھ ساتھ جو حکمت و دانائی عطا کی ہے وہ ایسے زہد وعبادت سے افضل ہے جو علم سے محروم ہو۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی معیت میں اپنی قوم کے ساتھ مقیم رہے اور حضرت یونس علیہ السلام لاپروائی کے ساتھ اپنے رب سے غضب ناک ہوکر چلے گئے اور اُن کے قصے میں جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے یہ بھی تھا لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ" قوم کے لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک عرصہ تک زندگی سے بہرہ یاب ہونے کا موقع فراہم کیا۔"

ابوعبیدہ نے کہا کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے کتنے عرصے غائب رہنے کے بعد دوبارہ نبوت و رسالت کے ساتھ ان کی طرف واپس آئے تو وہ لوگ اُن پر ایمان لے آئے اور انھوں نے حضرت یونس کی تصدیق کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا وہ چار ہفتے دور رہے، سات دن سمندر کی طرف جانے میں، سات دن حُوت (مچھلی) کے شکم اور سات دن درخت کے نیچے کھلے میدان میں عریاں حالت میں اور سات دن قوم کی طرف واپس آنے میں۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کیا یہ ہفتے مہینوں پر یا دنوں پر یا گھنٹوں پر محیط تھے؟ تو امام علیہ السلام نے جواب مرحمت فرمایا۔ اے ابوعبیدہ قومِ یونسؑ پر نصف شوال بدھ کے دن عذاب آیا اور اسی روز عذاب کا رُخ ان کی جانب سے دوسری طرف پھیر دیا گیا تو حضرت یونسؑ غیظ وغضب کے عالم میں جمعرات کو روانہ ہوئے اور انھوں نے سات دن سمندر تک پہنچنے میں طے کیے اور سات دن حُوت (مچھلی) کے شکم میں گزارے اور سات دن کھلے میدان میں درخت کے نیچے گزارے اور سات دن اپنی قوم کی طرف واپس آنے میں صَرف ہوئے۔ اس طرح اُن کے جانے اور واپس آنے میں اٹھائیس دن لگے ہیں۔ جب وہ واپس آئے تو ان کی قوم نے ایمان قبول کرلیا اور ان کی تصدیق کی اور ان کی پیروی کی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَوْ لَا كَانَتْ.......................... اِلٰى حِيْنٍ۔ [1]

اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قومِ یونسؑ نے جب یونس علیہ السلام کو اذیت پہنچائی تو انھوں نے اُن کے لیے بددعا کی تو اس کے بعد جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوئے تو ان کے چہرے زرد تھے اور جب دوسرے دن صبح کے وقت اٹھے تو ان کے چہرے سیاہ تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے انھیں متنبہ کردیا

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۲۹ - ۱۳۵، ح ۴۴

تھا کہ ان پر عذاب آجائے گا حتیٰ کہ وہ فقر و فاقہ کی صورت میں اسے پالیں گے۔ لہٰذا ان لوگوں نے عورتوں اور اُن کی اولاد کو جدا کر دیا۔ گائے اور اُن کے بچھڑوں کو علیحدہ کر دیا اور انھوں نے کمبل اور اون کے بنے ہوئے لباس زیب تن کیے اور اپنی گردنوں میں رسی ڈال لی اور سروں کے اوپر خاک اور اپنے رب سے ایک ساتھ مل کر فریاد اور چیخ و پکار کی اور انھوں نے کہا "ہم یونسؑ کے معبود پر ایمان لے آئے" اس طرح اللہ نے ان سے عذاب کو پھیر دیا اور یونسؑ جب صبح کے وقت بیدار ہوئے تو وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ قوم کے لوگ ہلاک ہو چکے ہوں گے لیکن انھوں نے اپنی قوم کے افراد کو عافیت اور چین کے ساتھ پایا۔[1]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا کہ کس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قومِ یونسؑ سے عذاب کو پلٹا دیا تھا جب کہ وہ عذاب سایہ فگن ہو چکا تھا اور اس قوم کے علاوہ کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں کیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے علم میں تھا کہ ان کی توبہ کے سبب وہ ان سے عذاب کو دور کردے گا اور یونسؑ کو اس بارے میں اطلاع فراہم نہیں کی۔ اس لیے کہ خداوند عالم یہ چاہتا تھا کہ شکمِ ماہی (مچھلی کے پیٹ) میں انھیں عبادت کے لیے فارغ کردے تاکہ وہ اس طرح اللہ سے زیادہ ثواب اور کرامتِ خداوندی کے مستحق قرار پائیں۔[2]

کتابِ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قومِ یونسؑ کو ہلاکت سے مستثنیٰ قرار دیا تھا لیکن اس بات کو حضرت یونسؑ نے نہیں سنا تھا۔[3]

تفسیر قمی میں بھی تفسیر عیاشی کی طرح یہ قصہ بیان کیا گیا۔ البتہ انھوں نے اختصار سے کام لیا ہے اور عابد کا نام "تنوخا" کی جگہ "ملیخا" ہے اور اس کے آخر میں کچھ دوسری چیزیں بیان کی ہیں جسے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ سورۂ صافات کے ذیل میں بیان کریں گے اور قصے کا کچھ حصہ سورۂ انبیاء کے ذیل میں ان شاء اللہ ذکر کیا جائے گا۔[4]

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۳۶، ح ۴۶

(۲) علل الشرائع ص ۷۷، ح ۱

(۳) یہ حوالہ کافی میں نہیں البتہ تفسیر قمی ج ۲، ص ۷۴ میں ہے۔

(۴) تفسیر قمی ج ۱، ص ۳۱۷-۳۱۹

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

۹۹۔ اور اے نبیؐ اگر آپ کے رب کی مشیت ہوتی تو روئے زمین کے تمام باشندے ایمان لے آتے پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن ہو جائیں۔

۱۰۰۔ کوئی متنفس اذنِ خدا کے بغیر ایمان نہیں لاسکتا اور اللہ رجس کو ان کے لیے قرار دیتا ہے جو عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

۱۰۱۔ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسے غور سے دیکھو اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کے لیے نشانیاں اور ڈرانا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

---

۹۹ - كُلُّهُمْ -

سب کے سب ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے

جَمِيْعًا ؕ -

سب ایمان پر مجتمع ہو جائیں اور اس بارے میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں۔

۱۰۰ - عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ -

جو لوگ عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

کتابِ عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ مامون الرشید نے امام عالی مقام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مجھ سے میرے والد اور انھوں نے اپنے آباؤ اجداد سے انھوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے انھوں نے فرمایا کہ مسلمانوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہؐ آپ انسانوں میں سے جس پر قدرت رکھتے ہوں اگر اسے اسلام کے لیے مجبور کر دیں تو ہماری

تعداد بڑھ جائے گی اور ہم دشمنوں کے مقابل میں طاقت ور ہو جائیں گے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی بدعت کے ساتھ ملاقات نہیں کرنا چاہتا جس کے بارے میں اللہ نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی ہے اور نہ ہی میں لایعنی امور میں پڑنے والا ہوں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے محمدؐ! وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اور اے نبیؐ اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام باشندے دنیاوی زندگی میں مجبوراً اور حالتِ اضطرار میں ایمان لے آتے جس طرح وہ لوگ آخرت میں سختیوں اور دشواریوں کو آنکھوں سے دیکھ کر اور ان کا مشاہدہ کر کے ایمان قبول کرلیں گے اور اگر میں اُن کے ساتھ ایسا کرتا تو وہ نہ کسی ثواب کے حق دار ہوتے اور نہ ہی قابلِ ستائش ہوتے۔ میں تو ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ آزادی کے ساتھ بغیر کسی مجبوری کے ایمان لے آئیں تا کہ میری جانب سے قربت اور کرامت کے مستحق قرار پائیں اور جنت خلد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن ہو جائیں) لیکن اللہ کا یہ قول: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (اور کوئی فرد بھی اللہ کی اجازت کے بغیر مومن نہیں بن سکتا)۔ اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ایمان لانا اس کے لیے حرام ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بغیر اذنِ خداوندی ایمان نہیں لائے گا اور اس کا اذن یہ ہے کہ اسے ایمان لانے کا حکم دے جب تک وہ لایعنی امور میں نہ پڑے اور تابع دار بنا رہے اور نفس کا ایمان کی طرف تکلیف کے زائل ہوتے وقت اور تابع دار بن کر آنا۔ تو یہ جواب سن کر مامون الرشید نے کہا اے امام آپ نے میرے مسئلے کو حل کر دیا ہے اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

۱۰۱ - قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ -

اے نبیؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسے غور سے دیکھو اس کی صنعت کے عجائبات پر غور کرو تا کہ وہ تمہیں اس کی یکتائی اور کمالِ قدرت کی جانب رہنمائی کریں۔

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ -

اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کے لیے نشانیاں اور ڈرانا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ایسے افراد سے ایمان کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

لفظِ ''ما'' نافیہ ہے یا استفہام انکاری ہے۔

کتابِ کافی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''آیات'' سے مراد ائمہ ہیں اور ''النُّذُر'' انبیاء علیہم السلام ہیں۔ [1]

---

(۱) الکافی ج۱، ص ۲۰۷، ح۱ و تفسیر قمی ج۱، ص ۳۲۰

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

ع ۱۰ / ۱۱ / ۱۵

۱۰۲۔ کیا یہ لوگ ویسے ہی دنوں کا انتظار کر رہے ہیں جیسے ان سے پہلے گزرنے والوں کے دن تھے اے نبی فرما دیجیے تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ منتظر ہوں۔

۱۰۳۔ پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کو نجات دیتے ہیں اسی طرح ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنین کو بچا لیں۔

---

۱۰۲ - خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۔

جیسے واقعات ان سے پہلے والوں پر گزر چکے ہیں یہ لوگ ویسے ہی واقعات کے منتظر ہیں اور یہ چاہ رہے ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو اس لیے کہ یہ لوگ اس کے علاوہ دوسری کسی بات کے مستحق نہیں ہیں۔

قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۔

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ اسی امر کا منتظر ہوں۔

تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ محمد بن فضیل نے امام علیہ السلام سے (فَرَج) یعنی ظہور امام کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اِنَّ اِنتظارَ الفَرَجِ مِنَ الفَرَجِ کہ ظہور امام کا انتظار بھی کشائش میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۔

تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ منتظر ہوں۔

۱۰۳ - ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔

پھر ہم اپنے مرسلین اور مومنین کو نجات دیں گے۔

یہ جملہ عطف ہے ایک محذوف جملہ پر جو ماقبل اس کی رہنمائی کر رہا ہے۔ گویا کہ کہا جا رہا ہے ہم تمام امتوں کو ہلاک کر دیں گے پھر اس کے بعد ہم اپنے رسولوں اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں انھیں نجات دے دیں گے۔

كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ -

اسی طرح ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنین کو بچالیں۔

یعنی اسی نجات کی طرح ہم تم میں سے مومنین کو نجات دلا دیں گے جب ہم مشرکین کو ہلاک کر دیں گے اور ''حَقًّا عَلَيْنَا'' جملہ معترضہ ہے یعنی یہ بات بطور حق ہم پر لازم ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تمھیں کون سی چیز مانع ہے کہ تم میں سے جو شخص مر جائے تم اس کے بارے میں اس بات کی گواہی دو کہ وہ جنتی تھا اس لیے کہ خداوند عالم فرما رہا ہے **كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ -** [1]

---

(۱) مجمع البیان ج ۵-۶، ص ۱۳۸ و تفسیر عیاشی ج ۲، ص ۱۳۸، ح ۵۰

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ ۚۖ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۴۔ اے نبی کہہ دیجیے اے لوگو! اگر تمھیں میرے دین کے بارے میں کسی قسم کا شک ہو تو سن لو تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں وفات دینے پر قدرت رکھتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں ایمان لانے والوں میں شامل رہوں۔

۱۰۵۔ اور یہ کہ اپنا چہرہ یکسوئی کے ساتھ اس دین پر قائم رکھیں اور مشرکین میں سے نہ ہوجائیں۔

۱۰۶۔ اور اللہ کے علاوہ ایسوں کو نہ پکاریں جو آپ کو نہ فائدہ پہنچاسکیں اور نہ ہی نقصان سے دوچار کریں اگر آپ نے ایسا کرلیا تو اس صورت میں آپ ظالمین میں سے ہوجائیں گے۔

---

۱۰۴ - اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ -

اگر تمھیں میرے دین کے درست ہونے کے بارے میں کسی قسم کا شک ہو

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ -

بلکہ میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں وفات دینے پر قدرت رکھتا ہے

اور اسی کے لیے سزاوار اور مناسب ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں اور اسی کی عبادت کی جائے۔ خاص طور سے وفات دینے کا ذکر اس لیے کیا کہ انھیں تنبیہ اور ان کی تہدید (دھمکی) کی جائے۔

وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ -

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنین یعنی توحید کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہوجاؤں۔ یہی میرا دین ہے۔

۱۰۵– وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ –اس جملے کا پہلے جملے پر عطف ہے البتہ اسے بصورت امر بیان کیا گیا ہے اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے استقامت دین میں صداقت اور راست روی کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ میں فرائض کو بجالاتا رہوں اور باعثِ ننگ وعار امور سے باز رہوں۔

۱۰۶– وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ –

اور آپ اللہ کے علاوہ ایسوں کو نہ پکاریں، جو آپ کے پکارنے پر آپ کو فائدہ نہ پہنچا سکیں۔

وَلَا يَضُرُّكَ ۚ –

اور اگر آپ انھیں چھوڑ دیں تو وہ آپ کو نقصان پہنچانے پر بھی قادر نہ ہوں۔

فَاِنْ فَعَلْتَ –

اگر آپ نے اگر ایسا کیا یعنی انھیں پکار لیا

فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ –

تو اس صورت میں آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ شرک ایک عظیم ظلم ہے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ خطاب نبی سے ہے لیکن مراد لوگ ہیں۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی ج۱، ص ۳۲۰

وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۷۔ اور اگر اللہ آپ کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے تو سوائے اللہ کے کوئی اور اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ آپ کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی بھی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۱۰۸۔ اے پیغمبر فرما دیجیے کہ اے لوگو! حق تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس آچکا ہے پس جو بھی ہدایت اختیار کرتا ہے اس کا فائدہ اس کی ذات کے لیے ہے اور جو بھی گمراہی کو اپناتا ہے تو اس کا وبال بھی خود اسی کے لیے اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں۔

---

۱۰۷ - یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ -

اگر اللہ سے تم تک کوئی مصیبت پہنچے

فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ -

تو کوئی بھی اسے دفع کرنے والا نہیں

فَلَا رَآدَّ -

اسے کوئی رَد کرنے والا پلٹانے والا نہیں

لِفَضْلِهٖ ؕ -

اللہ نے تمھارے لیے جس فضل کا ارادہ کرلیا ہے

کہا گیا ہے کہ ارادے کا ذکر "خیر" کے لفظ کے ساتھ کیا ہے اور لفظ "ضُر" کے ساتھ "مَسّ" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لیے کہ دونوں امور ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ اس بات سے متنبہ کرنا مقصود ہے کہ خیر تو مراد بالذات ہے فی نفسہ یہی ارادۂ قدرت ہے لیکن جہاں تک ضُر کا تعلق ہے تو یہ مقصد اول نہیں ہے بلکہ ضُر ان تک پہنچ گئی ہے اور رَادّ کے ساتھ ایسی ضمیر لانے کے بجائے جو خیر کی طرف لوٹتی ہو لفظ "فضل" رکھ دیا گیا تاکہ بتایا جائے کہ باری عزّ اسمہ جب ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کر رہا ہے تو وہ جو چاہے گا اپنے فضل سے عطا کردے گا

جب کہ ان لوگوں کو اس کا استحقاق نہیں ہوگا اور اللہ نے کوئی استثناء نہیں کیا اس لیے کہ اللہ جس بات کا ارادہ کرلے اس کو رَد کرنا ممکن نہیں۔ [۱]

يُصِيبُ بِهِ -

وہ خیر سے نواز دے گا

مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ -

اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا

وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ -

تم اطاعت کر کے اس کی رحمت کو طلب کرو اور معصیت کی وجہ سے اس کی مغفرت سے مایوس نہ ہونا۔

۱۰۸ - قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ .... مِن رَّبِّكُمْ -

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ لوگو! حق تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس آچکا ہے اب تمھارے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

فَمَنِ اهْتَدَىٰ -

پس جو ہدایت اختیار کرے گا یعنی ایمان اور اطاعت کے ذریعہ ہدایت کو اختیار کرے گا۔

فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ -

تو اس کا فائدہ اس کی ذات کے لیے ہوگا

وَمَن ضَلَّ -

اور جو انکار کر کے گمراہی کو اپنا لے گا

فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا -

تو اس کا وبال بھی خود اس کے نفس کے لیے ہوگا

وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ -

اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں کہ تمھارے امور میرے سپرد کر دیے گئے ہوں یا میں جیسے چاہوں تمھارے بوجھ کو اٹھالوں بلکہ مجھے تو بشیر (خوش خبری سنانے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بنا بھیجا گیا ہے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱، ص ۴۵۹ ۔ ۴۶۰

وَ اتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ وَ اصۡبِرۡ حَتّٰی یَحۡکُمَ اللّٰہُ ۚۖ وَ ہُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ اے نبی آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے آپ اس کا اتباع کرتے رہیں اور صبر سے کام لیں یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

۱۰۹- وَ اتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ-

اے نبی آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے آپ حکم کو بجالا کر اور تبلیغ کے ذریعے اس کا اتباع کریں۔

وَ اصۡبِرۡ-

اور ان لوگوں کی دعوت (بلانا، مدعو کرنا) پر اور اذیتوں کو برداشت کر کے صبر سے کام لیں۔

حَتّٰی یَحۡکُمَ اللّٰہُ ۚ-

یہاں تک کہ اللہ آپ کی مدد کر کے اور ان پر غلبہ دلا کر فیصلہ نہ کر دے۔

وَ ہُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ-

اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے جو سوائے حق و عدل کے کوئی اور فیصلہ نہیں کرتا۔

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو بھی سورۂ یونس کی تلاوت ہر دوسرے مہینے یا تیسرے مہینے کرے گا تو اسے یہ خوف نہیں ہونا چاہیے کہ وہ جہلاء میں سے ہے اور ایسا شخص روزِ قیامت مقربین میں سے ہوگا۔ [1]

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۰۶ سورۂ یونس پڑھنے کا ثواب

تصدیق نامہ

میں نے ادارہ نشر دانش، نیو جرسی، امریکا کے مطبوعہ قرآن پاک کی تفسیر صافی (جلد سوم) سورۂ انعام تا سورۂ یونس کو بغور پڑھا اور اس کے متن کے تمام اعراب کو چیک کیا۔ اس میں جو اغلاط تھیں، وہ درست کردی گئی ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورۂ بالا قرآنِ پاک کی یہ تفسیرِ صافی اغلاط سے پاک ومنزّہ ہے۔

المصدق

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمۂ اوقاف سندھ) کراچی